فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّيْنِ

فتاویٰ قاسمیہ

منتخب فتاویٰ

حضرت مولانا مفتی شبیر احمد القاسمی

خادم الافتاء و الحدیث جامعہ قاسمیہ

مدرسہ شاهی مرادآباد، الهند

(جلد٠)

المجلد....

ب

.. ______ ..

ناشر

مکتبہ اشرفیہ، دیوبند، الهند

01336-223082

مکمل اجمالی فہرست ایک نظر میں

	رقم المسأله		عنوانات
المجلد الأول	١	١٧٢	مقدمة التحقيق، الإيمان والعقائد إلى باب ما يتعلق بالارواح.
المجلد الثاني	١٧٣	٥٥٧	بقية الإيمان والعقائد من باب الحشر إلى باب ما يتعلق بأهل الكتاب، التاريخ والسير، البدعات والرسوم.
المجلد الثالث	٥٥٨	١٠٠٥	بقية البدعات والرسوم من باب رسومات جنائز إلى رسومات نكاح، كتاب العلم إلي باب ما يتعلق بالكتابة.
المجلد الرابع	١٠٠٦	١٤١٥	بقية كتاب العلم من كتابة القرآن إلي باب الوعظ والنصيحة، الدعوة والتبليغ، السلوك والاحسان، الأدعية والأذكار.
المجلد الخامس	١٤١٦	١٩٣٥	الطهارة بتمام أبوابها، الصلوة من أوقات الصلوة إلى صفة الصلوة.
المجلد السادس	١٩٣٦	٢٤٥٧	الجماعة، المساجد، الإمامة.
المجلد السابع	٢٤٥٨	٢٩٦٤	بقية الصلوة من تسوية الصفوف إلي سجود التلاوة.
المجلد الثامن	٢٩٦٥	٣٤٢٣	بقية الصلوة من الذكر والدعاء بعد الصلوة، الوتر، ادراک الفريضة، السنن والنوافل، التراويح، صلوة المسافر.

❖❖ ❍❖❍

فہرست عناوین

(۲۱) باب تفویض الطلاق — ۱۸۱

	(۲۲) باب الفسخ و التفریق	۱۹۱

(۲۵) باب الطلاق علی المال ۴۱۳

(۲۶) باب العدة ۴۳۵

	(۲۷) باب النفقة والسكنى	۶۲۳

(۲۸) باب ثبوت النسب ۶۸۴

(۲۹) باب الحضانة ۷۱۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۷ بقية كتاب الطلاق

۲۰ باب تعليق الطلاق

یمین فور کا حکم

سوال [۶۹۰۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کو ان کے والد صاحب کوئی اچھی بات سمجھا رہے تھے اس پر لڑکے نے غصہ میں آکر کہا کہ اگر ہم آپ کی اجازت کے بغیر اور بغیر پڑھے ہوئے وہاں جائیں یا لڑکی کے یہاں جائیں تو ایسی صورت میں ایک دو تین طلاق، اس دن سے ابھی تک لڑکا وہاں نہیں گیا اور لڑکی سے بول چال بھی نہیں کیا، یہ بات لڑکی کے سامنے نہیں ہوئی ہے، لڑکی کا گھر ایک کلو میٹر دور تھا اب حکم شرعی کیا ہے؟

المستفتی: محمد صلاح الدین مقام چاندسنگ پٹی ضلع سپول (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر تعلیم چھوڑ کر آپ کی اجازت کے بغیر جائے گا تو تین طلاق ہو جائیں گی، لیکن اگر ایک دفعہ آپ کی اجازت ومرضی سے تعلیم کو باقی رکھتے ہوئے جاتا ہے تو طلاق نہ ہوگی اور پھر اس کے بعد آپ کی اجازت یا بغیر اجازت بار بار جاسکتا ہے، بس پہلی مرتبہ اجازت اور سلسلۂ تعلیم کی شرط ہے۔

وإذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا. (هنديه، زكريا قديم ١/ ٤٢٠، جديد ١/ ٤٨٨، هدايه، اشرفی ديوبند ٢/ ٣٨٥)

تبطل اليمين ...... إذا وجد الشرط مرة. (در مختار على هامش رد المحتار، کراچی ۳/ ۳۵۲، زکریا ٤/ ٦٠٥)

وألفاظ الشرط إن، و إذا، و إذاما، و كل، ومتى، ومتى ما: ففي جميعها إذا وجد الشرط انتهت اليمين. (ملتقى الأبحر، دار الكتب العلمية بيروت ۲/ ۵۸، ۵۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۰۰۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۱/۷ھ

یمین فور میں بعد میں اجازت لے کر گھر سے نکلے تو کیا حکم ہے؟

سوال [۶۹۰۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے غصہ میں اپنی بیوی سے کہا: کہ گھر سے قدم نکالا تو نکاح سے باہر ہو جاؤ گی، اب لڑکے سے ملنا بہت مل لی، شوہر کے یہ الفاظ کہنے کے بعد عورت نے اپنے شوہر کو کسی طرح راضی کرلیا اور تین دن کی مدت میں گھر سے باہر نہیں گئی اور تین دن کے بعد یہ عورت اپنے شوہر کی اجازت سے گھر سے باہر نکلی اس مدت میں عورت پر طلاق پڑی یا نہیں؟ طلاق پڑی تو کون سی طلاق پڑی؟

المستفتی: محمد نعیم محلّہ تمبا کو والان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر بیوی باہر جانے کے ارادے سے شوہر سے ضد کر رہی تھی اور اسی وقت شوہر نے مذکورہ الفاظ کہے ہیں اور تین روز کے بعد گھر سے نکلی ہے تو بیوی پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، کیونکہ یہ شرعاً یمین فور ہے، اس میں فوراً نکلنے سے طلاق واقع ہوتی ہے، بعد میں نکلنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔

ولو أرادت المرأة الخروج فقال: إن خرجت فأنت طالق فحبست، ثم خرجت لم يحنث. (هدايه، كتاب الأيمان، اشرفی دیو بند ۲/ ٤٨٦)

وشـرط لـلـحنث فی قوله: "إن خرجت مثلا فأنت طالق" ...... لمريد الـخـروج فعله فوراً، لأن قصده المنع عن ذٰلک الفعل عرفا و مدار الأيمان عـلـيـه و هـذه تسمى يمين الفور. (الـدر الـمـختـار مع الشامی، کراچی ۳/۷٦۱-۷٦۲، زکریا ۵/۵۵۳-۵۵٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱٦۹۰/۲۵)

ان شاء اللہ کہہ کرتین طلاق دینا

سـوال [٦٩٠٥]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: سسرال والوں سے کچھ ان بن ہوگئی تھی تو ایک مرتبہ لڑکی کے گھر والوں نے لڑکے کو اچانک پکڑ لیا اور جبراً طلاق لینا چاہتے تھے، تو لڑکے نے کہا کہ ان شاء اللہ میں طلاق دیدوں گا، زیادہ زور دینے پر لڑکے نے اس کے بعد ان شاء اللہ کہہ کر تین طلاق دیدی۔

المستفتی: محمد ایوب قاسم پور گڑھی، ضلع بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الـجـواب وبالله التوفيق: ان شاء اللہ کہہ کر جو طلاق دی جاتی ہے وہ واقع نہیں ہوتی ہے، لہٰذا صورت مذکورہ میں لڑکی پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

وعـلـى كـل لا يـقـع الـطـلاق فـی مثـل أنت طالق إن شاء الله تعالىٰ.
(شامی، کتاب الطلاق، باب التعلیق، کراچی ۳/ ۳۷۱، زکریا ٤/ ٦۳۱)

إذا قال لامرأته أنت طالق إن شاء الله تعالىٰ متصلا به لم يقع الطلاق. (هنديه، الفصل الرابع في الاستثناء، زكريا قديم ١/٤٥٤، جديد ١/ ٥٢٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷؍ جمادی الثانی ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰۷۱/۳۱)

تعلیق طلاق کے فوراً بعد ان شاء اللہ کہنا

سوال [٦٩٠٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کسی شخص نے اپنی بیوی کے برقعہ پر اور استعمال کی دیگر اشیاء پر طلاق کو معلق کرتے ہوئے کہا: کہ اگر تو نے یہ برقعہ یا دوسرے کپڑے استعمال کیے تو تیرے او پر تین طلاق اور لفظ طلاق کے ساتھ متصلاً ان شاء اللہ بھی کہہ دیا۔

(۲) دوسرے اس شخص کی نیت بوقت طلاق یہ تھی کہ اگر اسی وقت استعمال کی تو طلاق بعد میں نہیں؟ لہٰذا اس طرح طلاق دینے سے بیوی نکاح سے خارج ہوجاتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: غیاث الدین دھامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر متصلاً ان شاء اللہ کہہ دیا ہے تو طلاق واقع نہیں ہوئی، نیز اس کی نیت یہ بھی تھی کہ برقعہ وغیرہ اسی وقت استعمال کیا تب طلاق ہے، اس لیے مذکورہ صورت میں جب بیوی برقعہ یا دوسرے کپڑے بعد میں استعمال کرے گی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ (مستفاد: عزیز الفتاویٰ ۴/۳۳۴)

إذا قال لامرأته: أنت طالق إن شاء الله تعالىٰ متصلا به لم يقع الطلاق. (هنديه، الفصل الرابع فى الاستثناء، زكريا قديم ١/٤٥٤، جديد ١/٥٢٠)

وعلى كل لا يقع الطلاق فى مثل أنت طالق إن شاء الله. (شامى، كراچى ٣/٣٧١، زكريا٤/٦٣١)

لأن قصده المنع عن ذٰلک الفعل عرفا و مدار الأيمان عليه و هذه تسمى يمين الفور. (درمختار كراچى ٣/٧٦٢، زكريا ٥/٥٥٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ ۱۰/ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۳۲۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۱۰/۱۴۲۰ھ

طلاق کی تعلیق سے رجوع کا عدم جواز

سوال [۷۰۹۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میاں بیوی کے درمیان رات میں جھگڑا ہوا، شوہر بیوی سے ناراض ہوکر برآمدے میں آکر لیٹ گیا بیوی شوہر کو منانے کے لیے اس کے پاس آکر خوشامد کرنے لگی تو شوہر نے پہلے یہ کہا ”میں اگر سال بھر میں تمہارے ساتھ ہمبستر ہوا تو تمہیں ایک طلاق پڑ جائے گی“ اور فوراً ہی کہا کہ ایسا نہیں؛ بلکہ اگر آج کی رات میں ہمبستر ہوا تو تمہارے اوپر ایک طلاق پڑ جائے گی؛ چنانچہ شوہر نے بیوی کے ساتھ رات گزاری؛ لیکن ہمبستری نہیں کی، اب مفتی صاحب سے گزارش ہے کہ آج کی رات کی جو قید لگائی وہ پوری ہوگئی یہ طلاق تو نہیں پڑی، لیکن پہلے جملے سے رجوع کر کے آج کی بات جو کہی ہے وہ تعلیق باقی رہی یا ختم ہوگئی، تعلیق سے رجوع کرنے سے تعلیق ختم ہو جاتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مذکورہ میں شوہر کا پہلے قول سے رجوع کرنا صحیح نہیں ہے، اس سے تعلیق ختم نہیں ہوگی، لہٰذا سال بھر میں کبھی بھی ہمبستری کرے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ تعلیق سے رجوع درست نہیں ہے۔

ذكر محمد في الجامع في رجل له امرأتان فقال لإحداهما أنت طالق" إن دخلت هذه الدار لا بل هذه" فإن دخلت الأولىٰ الدار طلقتا و لا تطلق الثانية قبل ذٰلك لأن قوله لإحداهما أنت طالق إن دخلت هذه الدار تعليق طلاقها بشرط الدخول وقوله لا رجوع عن تعليق طلاقها بالشرط و قوله بل إثبات تعليق طلاق هذه بالشرط والرجوع لا يصح والإثبات صحيح فبقيت فيتعلق طلاقها بالشرط. (بدائع الصنائع زکریا ۳/ ۵٦، کراچی ۳/ ۳٤)

قال محمد في الجامع: وإذا كان لرجل امرأتان فقال لأحدهما أنت

طالق إن دخلت الدار لا بل هذه و أشار إلى المرأة الأخرى له لا تطلق واحدة منهما ما لم تدخل الأولى الدار فإذا دخلت الدار طلقتا جميعا.

(تاتارخانيه زكريا ٤/٦٣، رقم: ٦٩٣٣، هنديه زكريا قديم/ نمبر لگائیں
كوئٹه ١/٤٥٤، هنديه اتحاد زكريا جديد ١/٥١٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴ر رجب ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/۱۱۵۸۶)

کیا شرط کو واپس لیا جا سکتا ہے؟

سوال [۶۹۰۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کی شادی ہندہ سے ہوئی اور دونوں اچھی طرح زندگی گزار رہے تھے، لیکن زید کی بیوی نے کچھ ناشائستہ حرکت کی اور زید نے بار بار سمجھایا لیکن سمجھانے سے کچھ اثر نہیں ہوا، حد تو یہ ہے کہ زید کی بیوی ہندہ ایک خالدہ لڑکی ہے جو شادی شدہ ہے لیکن اس کی رخصتی نہیں ہوئی ہے، اس لڑکی کے ساتھ اپنے شوہر زید کو تہمت لگا دی، حالانکہ زید اس سے پاک و صاف ہے اس تہمت کی وجہ سے زید کو غصہ آیا اور غصہ میں آکر شرط لگا دی کہ اگر خالدہ کو طلاق ہوئی اور اس کی شادی میرے علاوہ کسی دوسرے سے ہوئی تو میری بیوی کو تینوں طلاق ہیں، اور اب خالدہ کو طلاق ہونے والی ہے، اور زید شرط کو واپس لینا چاہتا ہے تو کیا شرط کو واپس لے سکتا ہے، اور خالدہ سے شادی نہ کرنے پر زید کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی؟

المستفتی: فضل الرحمٰن معرفت: مفتی لقمان مدرس: مدرسہ جامع الہدیٰ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر خالدہ کو طلاق ہو جاتی ہے اور اس کے بعد جب تک خالدہ کا نکاح کسی دوسرے شخص سے نہ ہو جائے گا، زید کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوں گی، اور جس وقت خالدہ کا نکاح زید کے علاوہ دوسرے شخص سے ہو جائے گا اس وقت زید کی بیوی پر

تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی، اور اگر خالدہ کسی سے نکاح نہیں کرتی ہے، تو طلاق واقع نہ ہوگی اس لیے کہ جب تک دوسرے سے نکاح نہ کر لے گی، یا موت واقع نہ ہو جائے گی، اس وقت تک زید کا خالدہ کے ساتھ نکاح کر لینے کا احتمال باقی ہے اور شرط کو واپس لینے کا جواز ثابت نہیں ہے، لہٰذا جب شرط کا ثبوت ہو جائے گا، طلاق واقع ہو جائے گی، اور اگر زید خود نکاح کر لے گا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا لكن إن وجد في الملك طلقت. (الدر المختار، باب التعليق كراچی ۳/ ۳۵۵، زكريا ٤/ ٦٠٩)

وإن وجد الشرط في الملك طلقت. (كنز الدقائق مكتبه مجتبائی دهلی ص: ١٢٧)

تنحل اليمين ببطلان التعليق إذا وجد الشرط مرة. (در مختار كراچی ٣/ ٣٥٢، زكريا ٤/ ٦٠٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/ ذی قعدہ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۶۹۴)

کیا تعلیق واپس لی جا سکتی ہے؟

سوال [۶۹۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہندہ زید کی بیوی ہے، زید نے ہندہ سے جھگڑا کیا اور زید نے ہندہ سے جھگڑے کی حالت میں کہا کہ اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی تو تم کو تینوں طلاق ہیں، پھر کچھ دنوں کے بعد بہت زیادہ سیلاب آیا تو زید نے ہندہ سے کہا کہ اب تو اس گھر میں داخل ہو جا، جس گھر میں داخل ہونے سے منع کیا تھا، اور ہندہ حمل کی حالت میں ہے اور زید کے ساتھ ہی رہتی ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں ہندہ جس وقت بھی اس گھر میں داخل ہوگی اس پر طلاق مغلظہ پڑ جائے گی، مرد کو تعلیق واپس لینے کا کوئی حق نہیں ہے،

البتہ طلاق مغلظہ سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ مرد اسے ایک طلاق دیدے اور وہ عورت عدت گزارنے کے بعد اس گھر میں داخل ہو جائے پھر دوبارہ اس مرد سے نکاح کرلے تو پھر دوبارہ اس گھر میں داخل ہونے سے کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

فإن وجد الشرط في الملک طلقت و انحلت لأنه وجد الشرط في الملک والمحل قابل للجزاء ...... (وإلا لا و انحلت) أی و إن لم یوجد الشرط في غیر الملک. (تبیین الحقائق، کتاب الطلاق، باب التعلیق، امدادیه ملتان ۲/ ۲۳۵، زکریا دیوبند ۳/ ۱۱۸)

وتنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکن إن وجد في الملک طلقت و عتق و إلا لا، فحیلة من علق الثلاث بدخول الدار أن یطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل الیمین فینکحها. (در مختار، باب التعلیق کراچی ۳/ ۳۵۵، زکریا ٤/ ٦٠٩، مجمع الأنهر، دار الکتب العلمیة بیروت ۲/ ٦۲، شرح وقایه یاسر ندیم دیوبند ۲/ ۱۰۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ جمادی الثانی ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۵۲۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۶/۲۹ھ

تعلیق ختم کرنے کا حیلہ

سوال [۶۹۱۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے اپنے بھائی سے لڑائی کے دوران بیوی کے بارے میں یہ کہا کہ ''اگر میری بیوی آج کی تاریخ سے بازار میں خریداری کرے تو اس کو تینوں بول وہ آزاد ہے'' یہ جملہ ایک مرتبہ کہا، اب دریافت یہ کرنا ہے کہ اس جملہ سے طلاق ہو جائے گی؟ اگر بیوی بچوں کی فیس اسکول میں جمع کرنے جائے یا کوئی سامان اپنے بچے کے ذریعہ منگوائے تو کیا طلاق ہو جائے گی، واضح رہے کہ مذکورہ جملہ طلاق کی نیت سے ادا کیا ہے؟

(۲) دوسری بات یہ بھی دریافت کرنا ہے کہ شریعت میں کیا کوئی ایسی شکل ہے کہ جس سے یہ تعلیق ختم ہوجائے وہ شکل بھی تحریر فرمادیں؟

(۳) اگراس سے نکاح ثانی کیا جائے تو کیا صرف میاں بیوی بغیر گواہان ایجاب و قبول کرلیں تو نکاح ہوجائے گا، یا گواہوں اور قاضی کا ہونا ضروری ہے؟ تحریر فرمائیں۔

المستفتی: عبدالاحد تمبا کووالا ان مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) اگر یہ طلاق کی نیت سے کہا ہے کہ بازاروں میں خریداری کے لیجائے گی، تو اس کو تینوں بول وہ آزاد ہے، لہٰذا اب جب بھی بازاروں میں خریداری کے لیے جائے گی، تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی، اور بیوی بچوں کی فیس جمع کرانے کے لیے اسکول جائے یا دوسرے کے ذریعہ بازار سے سامان منگوائے تو اس صورت میں کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

قال لها "ترا یکے اوترا سہ اوترا یکی وسہ" قال الصفاد: لا يقع شيء، وقال الصدر الشهيد: يقع بالنية و به يفتى، وقال القاضي: إن كان حال المذاكرة أو الغضب يقع و إلا لا يقع بلا نية كما في العربي: أنت واحدة. (بزازيه، زكريا ۱/ ۱۲۸، وعلى هامش الهندية، زكريا ديوبند ٤/ ١٩٧)

وإذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا. (هنديه، زكريا قديم ۱/ ٤٢٠، جديد زكريا ١/ ٤٨٨، هدايه، اشرفى ديوبند ٢/ ٣٨٥)

(۲) اس طلاق کوختم کرنے کے لیے فقہاء نے ایک حیلہ بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو ایک طلاق دیدے عدت گذرنے سے وہ شوہر کے نکاح سے نکل جائے گی اسی حالت میں بازار جاکر سامان خرید لے سامان خریدنے کے بعد دو گواہوں کے روبرو نکاح کرلے اس کے بعد بار بار بازار جاتی رہے گی تو اس سے طلاق واقع نہ ہوگی، اس طرح سے عورت طلاق مغلظہ سے بچ سکتی ہے۔ (مستفاد احسن الفتاویٰ ۵/ ۱۵۶)

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا لكن إن وجد في الملك

طلقت وإلا لا، فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار أن يطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل اليمين فينكحها. (در مختار مع الشامي، كراچی ۳/۳۵۵، زكريا ٤/٦٠٩، مجمع الأنهر، قديم ١/٤٢١، دار الكتب العلمية بيروت ٢/٦٢)

(۳) کوئی نکاح بغیر گواہوں کے تنہا میاں بیوی کے ایجاب وقبول کر لینے سے منعقد نہیں ہوگا، انعقاد نکاح کے لیے دو عاقل بالغ مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا گواہوں میں ہونا ضروری ہے۔ (مستفاد: عزیز الفتاویٰ ۱/۴۱۱)

ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين رجلين أو رجل و امرأتين عدولا كانا أو غير عدول. (هدايه، اشرفی ديوبند ٢/٣٠٦، شامی زكريا ٤/٨٧، كراچی ٣/٢١، ٢٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۸۱۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۶/۱۶ھ

تعلیق واپس لینے کا حکم

سوال [۶۹۱۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اگر کوئی شخص اپنی رفیقۂ حیات کو آپسی تکرار میں غصہ میں آکر یہ کہے کہ اگر تو گھر سے باہر نکلی تو تجھے طلاق اور پھر اسی مجلس میں یہ کہے کہ میں نے اپنے الفاظ واپس لے لیے تو کیا شوہر کے یہ کہنے سے اس کے یہ الفاظ واپس ہو جائیں گے، اور طلاق نہیں پڑے گی جبکہ بیوی گھر سے جا چکی ہے، اس حال میں وہ پہلے سے باہر جانا چاہتی تھی، تو اب کیا حکم ہے؟

المستفتی: سید معاذ نا گپور مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں چونکہ بیوی گھر سے باہر جانا چاہتی تھی اور اسی دوران شوہر نے کہا کہ اگر تو گھر سے نکلی تو تجھے طلاق، تو اگر بیوی فوری طور پر چلی گئی ہے

تو اس پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی ہے، عدت کے اندر رجعت کرکے رکھنے کی گنجائش ہے۔

شرط للحنث فی قوله إن خرجت مثلا فأنت طالق لمرید الخروج فعله فوراً لأن قصده المنع عن ذٰلک الفعل عرفا و مدار الأیمان علیه.
(شامی، کراچی ۳/ ۷٦۱، ۷٦۲، زکریا ٥/ ٥٥٤)

لو أرادت المرأة الخروج فقال إن خرجت فأنت طالق فجلست ثم خرجت لم یحنث. (هدایه، کتاب الأیمان اشرفی دیوبند ۲/ ٤٨٦، نعیمیه دیوبند ۲/ ٤٨۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ر محرم الحرام ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۶۴۹)

تعلیق بالشرط سے بچنے کی ایک صورت

سوال [۶۹۱۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہندہ اپنے شوہر زید کی اجازت کے بغیر اپنے گھر سے نکل کر کسی کام سے دوسرے محلّہ میں جا رہی تھی، اتنے میں زید کو معلوم ہوگیا تو اس نے غصہ میں آکر کسی سے کہا کہ جا کر ہندہ سے بول دو کہ اگر وہ دوسرے محلّہ کے اندر پہنچ گئی تو اسے تینوں طلاق پڑ جائیں گی، وہ شخص بھاگتے ہوئے ہندہ کا تعاقب کیا لیکن وہ شخص ہندہ کے پاس پہنچ بھی نہ سکا تھا کہ اتنے میں ہندہ اس محلّہ میں داخل ہوگئی، بعد میں اس کو معلوم ہوا کہ میرے شوہر نے ایسا کہا اب طلاق پڑی یا نہیں، اگر پڑ گئی تو پھر سابقہ شوہر کے پاس لوٹ کر آنے کی کیا شکل نکلے گی، جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتی: ریاض عالم ساکن رائد علی، جلال گڈھ پورنیہ (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ تعلیق بالشرط کی صورت ہے، لہٰذا جب بھی دوسرے محلّہ میں بیوی جائے گی، اس پر طلاق مغلظہ واقع ہوجائے گی، اور طلاق مغلظہ سے

بچنے کے لیے یہ شکل ہوسکتی ہے کہ بیوی کو ماہواری آنے سے پہلے حالت طہر میں صرف ایک طلاق دیدی جائے، پھر وہ تین ماہواری کے ذریعہ سے عدت گذارے اس کے بعد بیوی شوہر کے نکاح سے باہر ہو جائے پھر اس کے بعد دوسرے محلّہ میں چلی جائے تو اس پر تین طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لیے کہ وہ بیوی نہیں رہی ہے، اور دوسرے محلّہ میں چلے جانے کے بعد پھر شوہر سے بغیر حلالہ کے نکاح کرلے اس کے بعد پھر زندگی بھر دوسرے محلّہ میں جاسکتی ہے، کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۵/۱۸۰، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۱/ ۲۳۱، جدید ڈابھیل ۱۳/ ۱۱۹، امداد المفتیین ۶۵۸)

فإذا علق الطلاق بشرط وقع عقيبه و انحلت اليمين و انتهت لأن الفعل إذا وجد تم الشرط فلا تبقى اليمين. (الفقه الحنفي، وحيدى كتب خانه پشاور ۲/۲۳۳، كذا في العالمگيري زكريا قديم ۱/ ۴۲۰، جديد ۱ /۴۸۸، في الدر المختار على هامش رد المختار كراچى ۳/ ۳۵۲، زكريا ۴/ ۶۰۵، هدايه اشرفى ديوبند ۲/ ۳۸۵)

فحيلة من علق الثلٰث بدخول الدار أن يطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل اليمين فينكحها. (الدر المختار على هامش رد المحتار كراچى ۳/۳۵۵، زكريا ۴/ ۶۰۹، مجمع الأنهر قديم ۱/ ۴۲۱، دار الكتب العلمية بيروت ۲/ ۶۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ / جمادی الثانی ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۶۷۶)

اجازت سے تعلیق ختم نہیں ہوتی

سوال [۶۹۱۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص نے اپنے سالے سے لڑائی کی اور لڑائی کے کچھ دن گذرنے کے بعد اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تم نے اپنے بھائی سے بات کی تو تجھے طلاق اور پھر وہی شخص اپنی بیوی کو اپنے سالے سے بات کرنے کی اجازت دے رہا ہے تو کیا اگر اس کی بیوی اپنے بھائی

سے بات کرے گی تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: مجیب الرحمٰن بھاگلپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ میں درج کردہ صورت میں بیوی اپنے بھائی سے جب بات کرے گی، تو ایک طلاق رجعی پڑ جائے گی، شوہر کی اجازت دینے کی وجہ سے جو طلاق بات کرنے پر معلق کی گئی ہے، اس کی تعلیق ختم نہیں ہوگی، اور ایک طلاق رجعی پڑنے کے بعد عدت کے اندر اندر رجعت کر کے میاں بیوی کی زندگی گذارنا جائز ہے۔

کطلقتک و أنت طالق و مطلقة یقع بها واحدة رجعیة. (شامی، کراچی ۳/ ۳۵۵، زکریا ٤/ ٤٥٧)

وتنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکن إن وجد فی الملک طلقت و إلا لا. (شامی، کراچی ۳/ ۳۵۵، زکریا ٤/ ٦٠٩)

الصریح کأنت طالق و مطلقة و طلقتک تقع واحدة رجعیة. (البحر الرائق، کوئٹہ ۳/ ۳۵۰، زکریا ۳/ ٤٣٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۳۶۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/ ۷/ ۱۴۲۸ھ

معلق شدہ تین طلاق سے بچنے کا حیلہ

سوال [۶۹۱۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں نے بیوی سے بول چال کے درمیان یہ کہہ دیا کہ اگر تو آج کے بعد اپنے ماں باپ بھائی وغیرہ کے گھر گئی تو تجھے تین طلاق، اس معاملے کے بعد سے اب تک بیوی میرے ساتھ ہے اپنے گھر نہیں گئی ہے اب بیوی کے ماں باپ اپنی لڑکی کو گھر لے جانا چاہتے ہیں، تو

آنجناب سے یہ معلوم کرنا ہے، کیا شریعت میں کوئی ایسا راستہ ہے، کہ میری بیوی پر طلاق نہ ہو؟

المستفتی: محمد آصف جامع مسجد مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں شریعت نے تین طلاق سے بچنے کا یہ طریقہ بیان کیا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو ایک طلاق دے کر الگ کردے پھر جب عورت تین حیض گذار لے یا حاملہ ہونے کی صورت میں بچہ پیدا ہو جائے تو عورت خود بخود شوہر کے نکاح سے الگ ہو جائے گی، اب وہ میکہ چلی جائے، اس سے عورت پر کوئی طلاق نہیں پڑے گی، کیونکہ اب وہ اس کی بیوی نہ رہی پھر شوہر عورت سے دوبارہ نکاح کرلے تو اس طرح تین طلاق سے بچ سکتے ہیں، اب عورت بار بار میکہ جائے کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۲۳۰/۱، جدید ڈابھیل ۱۱۹/۱۳، فتاویٰ دارالعلوم ۴۱۴/۹، امداد المفتیین ۶۵۸)

فحیلة من علق الثلاث بدخول الدار أن یطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل الیمین فینکحها. (در مختار مع الشامی کراچی ۳۵۵/۳، زکریا ۶۰۹/۴، مجمع الأنهر قدیم ۴۲۱/۱، دار الکتب العلمیة بیروت ۶۲/۲) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍رجب ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۳۰۷/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۶/۷ھ

تعلیق طلاق کو ختم کرنے کا حیلہ

سوال [۶۹۱۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: محمد اکرم اور اس کی بیوی میں کسی بات کو لے کر تکرار ہوئی اکرم نے غصہ میں اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تم اپنی ماں کے گھر جاؤ گی تو تمہیں تینوں طلاق ماں کے گھر جانے کا کوئی راستہ ہو تو آپ تحریر فرمادیں۔

المستفتی: محمد اکرم بھاگلپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تین طلاق سے بچنے کی یہ صورت ہوسکتی ہے کہ اس عورت کو ایک طلاق رجعی دیدے اور عدت یعنی تین حیض پورے ہونے دیں لہٰذا عدت ختم ہونے پر وہ عورت شوہر کے نکاح سے خارج ہوجائے گی، اب یہ اپنی ماں کے گھر چلی جائے، قسم پوری ہوجائے گی، اور تین طلاق واقع نہ ہوگی، اس لیے یہ عورت اس وقت محل طلاق نہ رہی پھر اس عورت سے دو گواہوں کی موجودگی میں تھوڑے سے مہر کے ساتھ نکاح کرلے اس تدبیر سے حلالہ کی ضرورت نہ پڑے گی اور پھر ہمیشہ یہ اپنی ماں کے گھر جاتی رہے طلاق واقع نہ ہوگی، کیونکہ تعلیق وقسم ایک دفعہ میں ختم ہوجائے گی۔

فإذا علق الطلاق وقع عقيبه و انحلت اليمين و انتهت؛ لأن الفعل إذا وجد تم الشرط فلا تبقى اليمين. (الفقه الحنفي وأدلته، مكتبه وحيدي پشاور ٢/٢٣٣)

وتنحل اليمين إذا وجد الشرط. (شامی، کراچی ٣/٣٥٥، زكريا ٤/٦٠٩)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۱۸ر محرم الحرام ۱۴۲۰
۱۴۲۰/۱/۱۸ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۹۷۹)

تین شرطوں پر طلاق کو معلق کرنا

سوال [۶۹۱۶]: (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بکر نے اپنی زوجہ کے واسطے اس کے عزیز کو خط لکھا، جس میں بکر نے تین شرطوں پر ایک طلاق کو معلق کیا تھا۔ لکھا کہ آپ میری زوجہ کو خط پڑھ کر سنا دیں وہ تینوں شرطیں اس طرح تھیں کہ ایک بھی نماز قضا نہ ہونے پائے سوائے ایام ماہواری کے، اپنے والدین کے گھر نہیں جانا سوائے جمعہ کے دن کے، وہ بھی صرف چند گھنٹے کے لیے اور اپنے کسی رشتہ دار کے یہاں بھی نہیں جاؤ گی اگر ان تین شرطوں میں سے ایک بھی یا تینوں شرط توڑ دیں تو

ایک طلاق ہو جائے گی، بکر کی بیوی جب اس خط کو سن کر باخبر ہوئی تو اس نے ایک بھی شرط پر عمل نہیں کیا بلکہ تینوں شرطوں کو توڑ دیا، اور اب عدت بھی گذر چکی ہے اور اب بکر کے نکاح ثانی کے بعد بھی اس کے پاس نہیں رہنا چاہتی یعنی نکاح ثانی کے لیے تیار نہیں اور دین مہر جو معجّل تھا اس کا مطالبہ کر رہی ہے، پوچھنا یہ ہے کہ کیا بکر کی زوجہ مذکورہ کسی غیر سے نکاح کر سکتی ہے بغیر دو طلاق اور لیے ہوئے۔

(۲) نیز زوجۂ بکر مہر کا مطالبہ کر رہی ہے کیا اس کو حق مہر کے مطالبہ کا حق ہے، جبکہ بکر کا کہنا ہے کہ ابھی دو طلاق کا میں مالک ہوں اور مہر معجّل ہے، اس لیے جب تک دو طلاق نہیں دوں گا اس وقت تک مہر ادا نہیں کروں گا یا پھر تم خلع کراؤ، کیا بکر کا اس طرح کہنا صحیح ہے، دوسری بات یہ بھی بکر کہتا ہے کہ تم نے شرطوں پر عمل نہیں کیا بلکہ خط سے مطلع ہوتے ہی شرطوں کو توڑ دیا تو گویا تم نے اپنی مرضی سے طلاق واقع کی اس لیے بھی بغیر دو طلاق لیے مہر ادا نہیں کروں گا، کیا بکر اس طرح کر سکتا ہے؟

(۳) نیز بکر نے دس سال قبل نکاح کیا تھا اس کا مہر مہر فاطمی قرار پایا تھا، دس سال قبل چاندی کی قیمت کم تھی، مثلاً: ساٹھ روپیہ تولہ، اور ابھی یعنی جدائی کے وقت چاندی کا بھاؤ اسّی روپیہ تولہ ہے تو مہر کی ادائیگی کس اعتبار سے ہوگی، آیا نکاح کے وقت کا اعتبار ہوگا یا جدائی کے وقت کا یا جدائی کے دو سال کے بعد مہر ادا کرے اور اس وقت چاندی کی قیمت اور زیادہ بڑھ گئی تو اب گویا تین صورتیں ہوئیں ایک معاملہ کا وقت (یعنی نکاح کا وقت) دوسرا جدائی کا وقت، تیسرا چند سال کے بعد ادا کر رہا ہے تو یہ وقت ان تینوں صورتوں میں سے کس صورت کا اعتبار ہوگا؟

بعض علماء کرام نے مہر فاطمی کی مقدار ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ چاندی لکھا ہے، جیسا کہ اوزان شرعیہ میں اسّی (۸۰)، مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ نے لکھا ہے تو یہ محقق اور مفتی بہ ہے یا آپ کے نزدیک کوئی اور مقدار ہے؟

(۴) نکاح جدید میں بعد از طلاق رجعی مہر جدید کی ضرورت ہے یا پہلا مہر کافی سمجھا جائے گا؟

المستفتی: این، اے خان اے ایم کے، اکل کوا مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱)صورت مسئولہ میں تعلیق طلاق کی صورت میں شرط پائی جانے کے بعد ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی، عدت میں شوہر نے رجوع نہیں کیا تو انقضائے عدت کے بعد اب عورت بالکل آزاد ہوگئی ہے، اب عورت کو کلی اختیار ہے، چاہے بکر کے نکاح میں آنے کو اختیار کرلے یا انکار کردے، اب اس پر کوئی زوروز بردستی جائز نہیں۔

عن عبد الله و عن أناس من أصحاب رسول الله ﷺ –إلى– فإذا طلق واحدة أو ثنتين فإما أن يمسک و يراجع بمعروف و إما يسکت عنها حتى تنقضي عدتها فتكون أحق بنفسها. (سنن کبریٰ للبیهقی، دار الفکر بیروت ۲۸۲/۱۱، رقم: ۱۵۵۳۹)

و كذا لو قالت امرأته لرجل طلقني زوجي و انقضت عدتي لا بأس أن ينكحها. (شامی، کتاب الطلاق، باب العدة کراچی ۵۲۹/۳، زکریا ۲۱۵/۵)

(۲) مہر معجّل میں عورت کو ہر وقت مطالبہ کا حق ہے اب جبکہ طلاق دیدی ہے تو اس کو فوری مطالبہ کا حق ہے اور شوہر کو ادائیگی میں تاخیر کی اجازت نہیں۔

ويتأكد عند وطئ أو خلوة صحت من الزوج أو موت أحدهما...... أفاد أن المهر وجب بنفس العقد ...... و إنما يتأكد لزوم تمامه بالوطئ و نحوه. (شامی کراچی ۱۰۲/۳، زکریا ۲۳۳/٤)

اور شوہر کا یہ کہنا غلط ہے کہ اس کو ابھی دو طلاق دینے کا حق باقی ہے؛ اس لیے کہ اس کو یہ حق عدت کے اندر اندر تھا، اور عدت پوری ہو جانے کے بعد اب اس کا کوئی حق عورت کے ساتھ متعلق نہیں رہا، نیز بکر کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ شرطوں پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے عورت نے خود طلاق واقع کی ہے اس لیے کہ عورت نے کوئی شرط نہیں لگائی بلکہ یہ شرطیں بکر نے لگائی ہیں، اس لیے یہ طلاق بکر ہی کی طرف سے واقع ہوئی ہے، اب بکر کا کوئی حیلہ بیوی کے حق میں کام نہیں دے سکتا۔

الـطلاق على ثلاثة أوجه حسن و أحسن و بدعى، فالأحسن أن يطلق الـرجـل امرأته تطليقة واحدة فى طهر لم يجامعها فيه و يتركها حتى تنقضى عدتها . (هدايه اشرفى ديوبند ۲/ ۳۵٤)

(۳) مہر فاطمی کی قیمت ادا کرنے کی صورت میں ادائیگی کے دن کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔

وقيمة المكيل و الموزون يوم القبض . (عينى شرح هدايه، باب المهر قديم ۲/ ۱۲۲، جديد اشرفى ديوبند ۵/ ۱۳۸)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے مہر فاطمی کی جو مقدار (۱۳۰ تولہ ۳ ماشہ چاندی) اوزان شرعیہ میں تحریر فرمائی ہے وہی راجح اور مفتی بہ ہے اس کی مقدار موجودہ اوزان کے اعتبار سے ڈیڑھ کلو ۳۰ گرام ۹۰۰ ملی گرام چاندی بنتی ہے۔ (ایضاح المسائل ۱۳۰)

(۴) بکر کی مطلقہ بیوی بکر سے دوبارہ نکاح کرنے پر رضامند ہو جائے تو تجدید نکاح کے وقت دوبارہ نیا مہر متعین کرنا لازم ہوگا۔

ثـم الـمهـر واجـب شـرعـا إبانة شرف المحل. (هـدايـه اشـرفـى ديوبند ۲/ ۳۲۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ ۹ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ (الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵٦٦۷)	الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ

مغلظہ کی تعلیق کو ختم کرنے کی ترکیب

سوال [۶۹۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: عبد الحلیم پسر محمد عبد الرؤف مرحوم موضع بدلو چک وایا جکدیش پور بھاگلپور نے حالت نشہ میں اپنی بیوی کو دورانِ جھگڑا مارنے کے لیے دوڑا، جس سے بچنے کے لیے اس کی بیوی گھر سے باہر نکل گئی اور آمنے سامنے بات چیت ہونے لگی اسی دوران عبد الحلیم نے کہا کہ گھر آئے گی تو تم کو تینوں طلاق، لڑکی اسی وقت سے باہر ہے، گاؤں کے کچھ لوگ اکٹھے

ہوئے اور عبدالحلیم سے پوچھا تو عبدالحلیم نے اوپر جولکھا گیا وہی جواب دیا، اس کے بعد عبدالحلیم کی بیوی سے پوچھا تو اس کی بیوی نے بھی وہی جواب دیا جو اوپر لکھا گیا ہے۔

مسئلہ دریافت طلب امر یہ ہے کہ طلاق واقع ہوئی یا نہ ہوئی، نیز اگر نہیں ہوئی تو اس معلق کو دفع کرنے کے لیے کیا صورت ہے، لڑکی کا بیان ہے کہ اس جملہ کے بعد یہ کہا کہ کلیر ہوگیا لڑکے کا بیان ہے کہ ہم کو کچھ یاد نہیں ہے کہ کیا کہا؟

المستفتی: محمد ذکی احمد، بدلو چک جگدیش پور، بھاگلپور (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عبدالحلیم نے جب تین طلاق کو بیوی کے آنے پر معلق کردیا اور بیوی ابھی تک گھر میں داخل نہیں ہوئی تو شرعاً ابھی طلاق واقع نہیں ہوئی، اب اس معلق کو دفع کرنے کی صورت یہ ہے کہ عبدالحلیم اپنی بیوی کو ایک طلاق دیدے، پھر عدت ختم ہونے کے بعد اس کی بیوی گھر میں داخل ہوجائے اس سے یمین پوری ہوجائے گی اس کے بعد اس سے نکاح کرلے اور عبدالحلیم کا یہ کہنا کہ معاملہ کلیر ہوگیا، اگر اس سے مراد تینوں طلاقوں کو فوری واقع کرنا ہے تو تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی، اور اگر اس سے محض سابقہ تعلیق کی طرف اشارہ کیا ہے تو اس سے کچھ بھی نہیں ہوا۔

فحیلته أن یطلقها واحدة ثم یدخلها بعد انقضاء العدة، ثم یتزوجها فإن دخلها بعد ذٰلک لا یقع شیئ لانحلال الیمین. (مجمع الانهر، کتاب الطلاق، باب التعلیق، دار الکتب العلمیة بیروت ۲/۶۲)

وتنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکن إن وجد فی الملک طلقت و عتق و إلا لا، فحیلة من علق الثلاث بدخول الدار أن یطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل الیمین فینکحها. (در مختار مع الشامی، کراچی ۳/۳۵۵، زکریا ۴/۶۰۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۹۶۸)

طلاقِ ثلاثہ کی تعلیق سے بچنے کا حیلہ

سوال [۶۹۱۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: احمد نے اپنی بیوی کو کسی غصہ کے موقع پر یہ کہا کہ اگر تم اپنی ماں کے گھر گئی تو تم کو تین طلاق، اور اگر میں تمہارے باپ کے گھر گیا تو پھر بھی تم کو تین طلاق، واضح رہے کہ باپ اور ماں دونوں کا گھر کوئی علاحدہ نہیں ہے، اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ احمد کی بیوی اپنے میکے کس طرح جائے گی اور خود احمد اپنی سسرال کس طرح جائے گا، جب کہ ابھی دونوں جوان ہیں، اور اس شرط کو موت تک نبھانا بھی مشکل، برائے کرم اگر شریعت میں کوئی گنجائش ہو تو صورت کو صاف اور واضح طور پر بتا کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

یوں میں نے ایک مولوی صاحب سے مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ بیوی کو ایک طلاق بائن دے کر جدا کردو اب وہ میکے چلی جائے اور اس درمیان میں تم بھی اس کے گھر جاسکتے ہو، عدت کے پورا ہونے پر پھر دوسرا نکاح نئے مہر کے ساتھ کرلو اب اس کے بعد آ، جا سکتی ہے، کوئی حرج کی بات نہیں، مگر اب تم دو طلاق کے مالک رہوگے، لیکن مولوی صاحب نے یہ مسئلہ بتا کر مفتیانِ کرام کی طرف رجوع کرنے کو کہہ دیا اس لیے رجوع کرر ہا ہوں۔

المستفتی: محمد منور حسین، بورائیں، پوسٹ وایا بونسی، ضلع بانکا (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: احمد کی بیوی کو تین طلاق سے بچانے کے لیے یہی شکل ہے کہ احمد اپنی بیوی کو ایک طلاق بائن دے کر اپنے نکاح سے الگ کردے اور عدت گذرنے کے بعد بیوی میکے چلی جائے، اور احمد بھی اپنے سسرال یعنی بیوی کے میکے پہنچ جائے تو بیوی پر تین طلاق واقع نہ ہوں گی، اس لیے کہ اب محل طلاق باقی نہیں رہا ہے، اس کے بعد پھر بغیر حلالہ کے دونوں کے درمیان عقد نکاح ہوجائے، اس کے بعد میاں بیوی کی طرح وہ زندگی گزار سکتے ہیں، اور سسرال جا، آ بھی سکتے ہیں، اور بیوی میکے بھی جا، آ سکتی ہے،

یہی شکل ہے تین طلاق سے بچنے کے لیے۔

قال لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق ثلاثا فأراد أن يدخلها من غير أن يقع الثلاث فحيلته أن يطلقها واحدة ثم يدخلها بعد انقضاء العدة، ثم يتزوجها فإن دخلها بعد ذٰلک لا يقع شيئ لانحلال اليمين. (مجمع الانهر، كتاب الطلاق، باب التعليق، دار الكتب العلمية بيروت ۲/۶۲)

فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار أن يطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل اليمين فينكحها. (شامي زكريا ٤/٦٠٩، کراچی ۳/۳۵۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۱۰۸/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۷/۸/۱۷ھ

طلاقِ ثلاثہ معلقہ سے بچنے کا حیلہ

سوال [۶۹۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: صابر وصغیر النساء دونوں میاں بیوی بال و بچے والے غریب ومفلس ہیں، صابر اپنی مسلسل علالت کی وجہ سے ایک چھوٹی چائے کی دوکان کرتے ہیں (ہوٹل)، دونوں میاں بیوی اسی دوکان پر زیادہ عرصہ رہتے ہیں، صابر الجھنی مزاج بھی ہے، دونوں کی لڑائی ہوئی اور صابر نے کہا کہ اب اگر ہوٹل پر آئی تو تجھ کو تین طلاق، اسی وقت سے مسماۃ صغیر النساء بیچاری گھر پر رہتی ہے اور ہوٹل پر نہیں آتی اب صابر اپنی علالت اور کمزوری کی وجہ سے پریشان ہے، ضروری طلب امر یہ ہے کہ صابر اپنے کہے ہوئے الفاظ واپس لے سکتے ہیں، اپنی شرط توڑ کر کچھ کفارہ وغیرہ دے کر معاملہ درست ہوسکتا ہے؟ یا جو بھی حکم شریعت ہو تحریر فرمائیں۔

(۲) کیا ایسی شرط کو فسخ کیا جاسکتا ہے، اگر صغیر النساء ہوٹل پر آجائے تو طلاق واقع ہوسکتی ہے، اب صابر کیا کرے کہ کسی قسم کی طلاق واقع نہ ہو۔

المستفتی: نور الہدیٰ، رائے بریلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں جب شوہر نے بیوی کی طلاق کو ہوٹل میں جانے پر معلق کردیا ہے تو بیوی جب ہوٹل پر جائے گی اس کو تین طلاق مغلظہ واقع ہوجائیں گی البتہ علماء نے اس سے بچنے کے لیے ایک حیلہ بتایا ہے اور وہ یہ ہے کہ شوہر بیوی کو فوراً ایک طلاق دیدے اس کے بعد بیوی عدت گذارے اور پھر عدت کے بعد ہوٹل پر جائے اس کے بعد شوہر بیوی سے نکاح کرلے، پھر اس کے بعد بار بار ہوٹل پر جانے سے دوبارہ طلاق واقع نہ ہوگی، اور مغلظہ ہونے سے بھی بچ جائے گی۔

فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار أن يطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل اليمين فينكحها. (در مختار مع الشامی کراچی ۳/ ۳۵۵، زکریا ٤/ ٦٠٩)

فإن قال: إن دخلت الدار فأنت طالق ثلاثا فأراد أن تدخل الدار من غير أن يقع الثلاث فحيلته أن يطلقها واحدة و تنقضى العدة فتدخل الدار حتى يبطل اليمين و لا يقع الثلاث ثم يتزوجها فإن دخلت الدار لا يقع شيئ لبطلان اليمين. (شرح وقایہ، یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند ۲/ ۱۰۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰ر محرم الحرام ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۵۹۸)

تین طلاق کو کسی شرط پر معلق کردیا تو اس سے چھٹکارے کی صورت

سوال [٦٩٢٠]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کا اپنے ماں باپ سے کافی دنوں سے جھگڑا چل رہا تھا، ایک مرتبہ کسی چیز پر بات بڑھ گئی جس پر زید نے غصہ میں آکر اپنی بیوی کے اوپر یہ شرط لگادی کہ اگر آج سے تم نے ان کی کوئی چیز لی تو تم کو تین طلاق، اب شریعت میں کوئی ایسی صورت ہے جس سے زید کی بیوی زید کے ماں باپ کی چیز بھی لے سکتی ہو، اور طلاق بھی واقع نہ ہو، لہٰذا قرآن وحدیث کی

روشنی میں جواب تحریر فرمائیں، نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد خالد پورنوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اس کے لیے صرف اتنی گنجائش نکل سکتی ہے کہ زید اپنی بیوی کو صرف ایک طلاق دیدے اور عدت گذرنے کے بعد بیوی نکاح سے خارج ہو جائے گی، اور اسی حالت میں بیوی زید کے ماں باپ کی چیز لے لے، اس کے بعد پھر بیوی سے دوبارہ نکاح کرلے اس کے بعد بیوی جب زید کے والدین کی چیز لے گی تو طلاق واقع نہ ہوگی، اس کے علاوہ اور کوئی گنجائش نہیں ہے۔

فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار أن يطلقها واحدة، ثم بعد العدة تدخلها فتنحل اليمين فينكحها. (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب التعليق كراچی ۳/۳۵۵، زكريا ۴/۶۰۹، مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ۲/۶۲، شرح وقايه، ياسر نديم اينڈ كمپنی ديوبند ۲/۱۰۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍محرم الحرام ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۰۷۴)

تعلیق ثلاث سے بچنے کا حیلہ

سوال [۶۹۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید شراب پیتا تھا، ایک روز زید نے قسم کھائی کہ اگر میں نے آئندہ شراب پی تو میری بیوی کو تین طلاق، پھر زید نے اس قسم کے بعد اپنے یہاں کے مفتی صاحب سے دریافت کیا کہ اگر میں نے یار دوستوں میں بیٹھ کر شراب پی لی تو کیا ہوگا، مفتی صاحب نے فرمایا: کہ شراب مت پینا ورنہ آپ کی بیوی کو طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی، زید نے مفتی صاحب سے پھر کہا کہ اب کیا ہونا چاہیے، کوئی حیلہ نکال لیجئے، اس پر مفتی صاحب نے بتایا کہ

اولاً اپنی بیوی کو ایک طلاق بائن دے دیجئے، پھر فوراً نکاح ہوجائے گا، چنانچہ زید نے اپنی بیوی کو ایک طلاق بائن دی پھر فوراً مفتی صاحب سے اپنا نکاح پڑھوالیا، پھر اس کے بعد زید نے اپنے یار دوستوں کے شراب پلوانے پر شراب پی لی۔

مذکورہ صورت حال میں اس وقت زید کی بیوی کا شرعی حکم کیا ہے؟ اب تک جو ہوا ہو گیا اب کیا حکم ہے؟ تحریر فرما کر ممنون فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: بندہ محمد ادریس ساکن محلّہ بندوقچیاں قصبہ دھام پور، بجنور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب زید نے اس طریقہ سے تین طلاق کو قسم کے ساتھ معلق کردیا ہے، کہ اگر میں نے آئندہ شراب پی تو میری بیوی پر تین طلاق ہیں، تو آئندہ شراب پینے پر بہر حال طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی جیسا کہ سوال نامہ میں مذکورہ مفتی صاحب کی طرف سے بھی یہی کہا گیا ہے، لیکن سائل کے اصرار پر ایک شرابی کو حیلہ بتلانا مفتی صاحب کا منصب نہیں ہے، اور اس طرح کے حیلہ کے بعد شرابی اگر شراب پینے لگ جاتا ہے تو گناہ سے حیلہ بتانے والا بری نہیں ہوسکتا، نیز جو حیلہ بتایا گیا ہے جیسا کہ سوالنامہ میں ہے اس میں غلطی ہوگئی ہے جس کے نتیجے میں وہ حیلہ کالعدم ہونے کی وجہ سے اس کے بعد شراب پینے پر زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوچکی ہے، اب وہ زید کی بیوی نہیں رہی، اور فقہاء نے تین طلاق سے بچنے کے لیے جو حیلہ بتایا ہے وہ ایسا نہیں ہے، بلکہ ایک طلاق دے کر کے بیوی کو اسی حالت میں چھوڑ دیا جائے، حتی کہ اس کی عدت گذر جائے اور عدت گذرنے کے بعد محل طلاق باقی نہیں رہتی ہے، اس لیے جس عمل پر تین طلاق کو معلق کیا تھا اس عمل کا ارتکاب کرے گا، تو طلاق واقع نہ ہوگی، پھر اس عمل کے بعد عورت سے دوبارہ نکاح کرلے تو پھر کبھی آئندہ اس شرط کی وجہ سے طلاق واقع نہ ہوگی۔

وإذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا. (هدايه، اشرفی ديوبند ٣٨٥/٢، هنديه زكريا قديم ٤٢٠/١، جديد ٤٨٨/١)

فإذا أبان امرأته ثم طلقها ثلاثا فى العلة وقع. (شامی، باب الكنايات كراچی ۳/۳۰۷، زكريا ٤/٥٤١)

فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار أن يطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل اليمين فينكحها. (شامی زكريا ٤/٦٠٩، كراچی ۳/۲۵۵، مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ٢/٦٢، شرح وقايه، ياسر نديم اينڈ كمپنی ديوبند ٢/١٠١)

لیکن اس بات پر خبردار ہو جانا چاہیے کہ یہ حیلہ شرابی کے لیے نہیں ہے، اس لیے کہ شراب پینے کے واسطے ایسا حیلہ بتانا شرعی جرم ہے، اور شریعت میں جن حیلوں کی گنجائش ہے وہ شرعی ضرورت اور شرعی عذر کے پیش نظر ہیں۔ اور شراب پینا نہ شرعی ضرورت ہے، نہ ہی شرعی عذر ہے، بلکہ شرعاً گناہ عظیم کا ارتکاب ہے۔

المفتی الماجن و تحته علی هامشه و فى البناية والمفتی الماجن الذی يعلم الناس الحيل الباطلة مثل أن يعلم المرأة حتى ترتد فتبين من زوجها و يعلم الرجل أنه يرتد فتسقط منه الزكاة ثم يسلم و لا يبالى أن يحرم حلالا أو يحلل حراما يفسد على الناس دينهم. (البناية فى شرح الهداية كتاب الحجر، قديم ۳/۷۸۹، المكتبة النعيمية ديوبند ۱۱/۹۰، المكتبة الاشرفية ۱۱/۹۰، هدايه، اشرفی بكڈپو ديوبند۳/۳۳۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۸۰۰۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۴/۱۷ھ

عورت کو تعلیق کا علم نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال [۶۹۲۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: نسیم اوران کی بیوی میں اکثر باتوں میں تو تو میں میں ہو جایا کرتی تھی اور وہ طلاق کا سوال کرتی ایک دن بیوی نے کہا میں تمہارے ماں باپ کے ساتھ نہیں رہوں گی، تو نسیم

نے کہا ٹھیک ہے، میں تو اپنے والدین کو چھوڑ کر تمہیں الگ لے کر رہنے کے لیے تیار ہوں، لیکن تم بھی اپنے والدین کو چھوڑو، اگر تم اپنے میکے گئی تو تم کو تین طلاق، اس کے بعد تقریباً پندرہ دن کے بعد بیوی میکہ جانے کے لیے ضد کرنے لگی اور کہنے لگی کہ میں اکیلی چلی جاؤں گی، تو نسیم نے کہا کہ اکیلی کیوں جاؤ گی یا تو میں تمہیں لے جاؤں گا یا اپنے والد کو بلا لو اور چلی جاؤ، تو اس نے اپنے والد کو بلایا اور میکہ چلی گئی، تقریباً ایک ماہ بعد اپنے والد کے ساتھ سسرال آئی تو نسیم نے اس کے والد سے کہا: میں نے آپ کی لڑکی سے یہ کہا تھا اگر تم اپنے میکہ گئی تو تم کو تین طلاق، پھر کیوں اسے لے کر آئے ہو اسے واپس لے جاؤ، لیکن اس کے والد چپکے سے لڑکی کو سسرال میں چھوڑ کر چلے گئے، پھر دوسرے دن اس کے ماموں وغیرہ آئے اور لڑکی کو لے کر چلے گئے، لڑکی کا کہنا یہ ہے کہ میکہ جاتے وقت مجھے بتایا نہیں گیا کہ طلاق معلق کی گئی ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ اس صورت میں طلاق ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: عبید اللہ بھاگلپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب نسیم صاحب صاف طور پر اس بات کا اقرار کر رہا ہے کہ جب تم اپنے میکہ گئی تو تم کو تین طلاق، اس کے بعد بیوی اپنے باپ کے ساتھ میکہ چلی گئی تو ایسی صورت میں بیوی پر تین طلاق واقع ہو کر شوہر پر قطعی حرام ہوگئی ہے اب بغیر حلالہ کے آپس میں نکاح بھی درست نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۱۹/ ۱۷۷، ڈابھیل ۱۳/ ۷۲)

وإذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا. (هنديه، زكريا قديم ۱/ ۴۲۰، جديد ۱/ ۴۸۸)

وإن كان الطلاق ثلاثا في الحرة و ثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا و يدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (هنديه، زكريا قديم ۱/ ۴۷۳، جديد ۱/ ۵۳۵، هدايه، اشرفى ديوبند ۲/ ۳۹۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ ۱۰/ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۶۵۵)

الفاظ کنائی کوشرط پر معلق کرنا

سوال [۶۹۲۳]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری لڑکی مسماۃ ہاجرہ خاتون اپنی سسرال میں تھی وہاں زیادہ دنوں سے بیمار رہتی تھی، ان لوگوں نے دواوعلاج کیا مگر طبیعت ٹھیک نہیں ہوئی تو میں علاج کے لیے اپنے گھر لے آیااور ہاسپٹل میں بھرتی کردیا جب ہاسپٹل سے گھرلے آیا تو بھی کافی کمزوری تھی یہاں تک کہ خود سے پانی وغیرہ بھی بھرنا مشکل تھا، اسی دوران ۲۵ر مارچ ۲۰۰۰ءکواس کا شوہر آیا اوراپنے ساتھ لے جانے کے لیے کہا، میں نے کہا: یہ ابھی کافی کمزور ہے اورعلاج چل رہا ہے کچھ دن اور رہنے دو جب اچھی ہوجائے گی تو لیے جانا، اورلوگوں نے بھی سمجھایا لیکن اپنے ساتھ لے جانے پر بضدرہا، میں نے کہا کہ جاکر اپنے گھروالوں میں سے کسی بڑے کو بھیج دیجئے ہم لوگ سنجیدگی سے بات کرلیں گے، لیکن وہ غصے میں گیااور درج ذیل رقعہ بھجوادیا:

''ازطرف اشتیاق ...... ہاجرہ کومعلوم ہوکہ اگرکل ۱۲ربجے دن میں نہیں آئی تو ہمارا تم سے رشتہ الگ ہوجائے گا''

پھر دوسرے دن ۱۲ر بجے سے بہت پہلے اس کے گھر سے کئی لوگ آئے کہ ۱۲ر بجے سے پہلے آپ جانے دیجئے تاکہ کام بن جائے پھر لے آنا، علاج کے لیے، لیکن میں نے نہیں جانے دیا، اور ۱۲ر بجے کے بعد وہ لوگ مایوس ہوکر چلے گئے، پھر کچھ دن بعد کئی آدمیوں کو بھیجا، جس میں دو عالم دین اوراس کا ایک بھائی بھی تھا اس دن جو کچھ بات چیت ہوئی درج ذیل ہے:

(۱) شوہر کی طرف سے جولوگ آئے تھے انہوں نے کہا کہ بھائی جو کچھ ہونا تھا ہو گیا، لڑکے نے غلطی کردی، اب ہم لوگ تو صرف آپ کی منت سماجت کرسکتے ہیں، کہ پھر سے کام بن جائے، لیکن میں نے سختی سے انکار کردیا کہ اب کوئی گنجائش نہیں ہے، اس پر میرے داماد کے بھائی نے بڑے غصے میں کہا کہ گنجائش کیوں نہیں ہے ہم لوگ کچھ سمجھ کر ہی

آئے ہیں، مولوی صاحب نے کہا ہے کہ تم لوگ لے کر آؤ، میں نکاح پڑھا دیتا ہوں ہو جائے گا، لیکن میں نے انکار کیا۔

(۲) پھر ان لوگوں میں سے کسی نے کہا کہ ارے بھائی ہم لوگ بھی ذرا لڑکی سے سمجھ لیں، اگر تیار ہو تو بنا ہی لیا جائے، اس پر ان میں سے ایک عالم دین نے بہت ڈانٹا کہ اب آپ لڑکی سے کیسے بات کر سکتے ہیں جب کہ وہ آپ کی بہو نہیں رہی تو اجنبیہ سے کیسے بات کر سکتے ہیں؟ اس دن پھر لوگ مایوس ہو کر چلے گئے۔

(۳) ہماری طرف سے طلاق ہو جانے کے بعد سامانوں کا لین دین ہو جاتا ہے، میں نے کہہ دیا تھا کہ میری طرف سے لوگ جائیں گے جہیز کا سامان واپس کر دیجئے گا تو ان لوگوں نے سامان واپس کر دیا اور سسرال والوں کی طرف سے لڑکی کو جو زیور وغیرہ ملا تھا میں نے بھی واپس کر دیا۔

(۴) کئی لوگوں نے ہاجرہ کے شوہر سے پوچھا کہ بھائی تم نے اپنی بیوی کو کیوں چھوڑ دیا تو سب سے یہی کہا کہ بیمار رہا کرتی تھی اس لیے چھوڑ دیا (ہماری طرف ''چھوڑ دیا'' کا لفظ طلاق دینے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے) اب چودہ مہینے کے بعد کہہ رہا ہے کہ میں نے مسئلہ پوچھا ہے کہ طلاق نہیں ہوئی ہے، اور واضح ہو کہ استفتاء میں صرف یہی بات اس نے لکھی ہے کہ میں نے یہ لکھا کہ ہاجرہ کو معلوم ہو کہ اگر کل ۱۲ر بجے دن میں نہیں آئی تو میرا تم سے رشتہ الگ ہو جائے گا۔

(۵) جس دن سامان کا لین دین ہوا، اسی دن عدت کا خرچہ بھی شوہر کی طرف سے مل گیا، ہاجرہ کا شوہر میرے ایک واقف کار کے پاس اب چودہ مہینے کے بعد گیا اور کہہ رہا تھا کہ آپ جا کر میرے سسر سے کہہ دیجئے، کہ میری بیوی کو آنے دیں، طلاق واقع نہیں ہوئی، تو انہوں نے کہا کہ تم کیسی بات کر رہے ہو؟ کہ طلاق نہیں ہوئی ہے، جب کہ سامان کا لین دین بھی ہو چکا ہے، اور عدت کا خرچہ وغیرہ بھی دے چکے ہو اور جو لوگ تمہاری طرف سے شروع میں گئے تھے اس دن کے گزر جانے کے بعد جس دن پر تم نے رشتہ الگ ہو جانے کو معلق کیا تھا تو ان لوگوں نے بھی یہی کہا تھا کہ پھر سے بنا دیجئے، مولوی صاحب نے کہا ہے

کہ لے آؤ میں نکاح پڑھا دیتا ہوں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس رقعہ میں جو مضمون لکھا تھا اس سے کیسی طلاق پڑے گی اگر کنایہ کا لفظ ہونے سے طلاق کا وقوع نیت پر موقوف ہے تو ۱/۲/۳/۴/۵/ میں درج کی گئی باتوں سے کیا ثابت ہوتا ہے، ان باتوں سے طلاق کی نیت صاف طور سے ظاہر ہوتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: مشتاق احمد ولد حاجی نور محمد محلّہ نئی بستی پارہ پورہ معروف پوسٹ کرتھی جعفر پور مئو (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب طلاق کے لیے کنائی الفاظ کوکسی شرط پر معلق کیا جائے تو طلاق کا قرینہ اور شرط کے پائے جانے کے بعد ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہے، لہٰذا جب شوہر نے بیوی کو لکھا کہ ’’اگر کل ۱۲/ بجے دن میں نہیں آئی، تو ہمارا تم سے رشتہ الگ ہو جائے گا‘‘ ظاہر بات ہے کہ اس طرح کی تحریر بیوی کو لکھنا طلاق اور رشتہ ختم کرنے ہی کی نیت سے ہوتا ہے، اور جب بیوی کل ۱۲/ بجے دن میں نہیں آئی، لہٰذا شرط پائی گئی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگئی، اور بعد میں جتنی مرتبہ شوہر نے لوگوں کے پوچھنے پر ’’چھوڑ دیا‘‘ کا لفظ کہا ہے وہ سابقہ طلاق بائن کی خبریں ہیں ان خبروں کی وجہ سے پھر کوئی نئی طلاق نہیں پڑے گی، چونکہ طلاق بائن واقع ہوچکی ہے اس لیے سامان جہیز وغیرہ واپس کرنا سب صحیح ہوگا، اور ہاجرہ شوہر کے نکاح سے آزاد ہوچکی ہے، وہ جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے، ہاں البتہ سابقہ شوہر کے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو اس کی بھی اجازت ہے، اور چونکہ طلاق مغلظہ نہیں ہوئی ہے اس لیے حلالہ کی ضرورت نہیں، ہاں البتہ شرعی طور پر باضابطہ نکاح کر کے اس شوہر کے پاس رہ سکتی ہے، حاصل یہ ہے کہ اب ہاجرہ کو کلی اختیار حاصل ہے کہ چاہے سابقہ شوہر کے ساتھ نکاح کرکے رہے اور چاہے تو دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کرکے باعصمت زندگی گذارے۔

(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۰/۶۲، احسن الفتاویٰ ۵/۱۹۲)

وإذا أضافه إلى شرط وقع عقيب الشرط مثل أن يقول لامرأته إن

دخلت الدار فأنت طالق. (هدایه، اشرفی دیوبند ٢/ ٣٨٥، هندیه زکریا قدیم ١/ ٤٢٠، جدید ١/ ٤٨٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۴۳۱)

اگر تو اس وقت میرے پاس نہیں آئی تو میری طرف سے طلاق طلاق

سوال [۶۹۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (ا) کہ زید نیک پرہیزگار آدمی ہے ایک دن زید نے اپنی بیوی ہندہ سے مباشرت کے موقع پر کہا کہ اگر تو اس وقت میرے پاس نہیں آئی تو میری طرف سے طلاق طلاق، دو مرتبہ کہا، ہندہ نے کہا: کیا مطلب، زید نے کہا: چھوڑ نا، پھر زید قسم کھا کر کہتا ہے کہ نہ تو میرے دل میں طلاق دینے کی نیت تھی، یعنی طلاق دینے کی نیت نہیں تھی، صرف ہندہ کو ڈرانے کا ارادہ تھا کہ ڈر کر میرے پاس آجائے اور نہ ہی زید کی طلاق دینے کی نیت تھی اور نہ ہی اس نے اپنے منھ سے طلاق یا اور کوئی ٹائپ کا لفظ ادا کیا، صرف دل میں زید کے یہ تھا کہ فی الوقت میرے پاس آجائے اور کچھ ہی منٹ کے بعد میرے پاس آگئی اور زید وہندہ ہمبستر ہوگئے۔

برائے کرم قرآن وحدیث اور مستند فقہ کی روشنی میں مدلل جواب دے کر خادم کو ممنون ومشکور فرمائیں۔ جزاک اللہ خیرا، بینوا وتوجروا......طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

المستفتی: حافظ محمد ہاشم قریشی محلّہ قریشیان، محبوب ٹریکٹر والوں کے پاس، چندوسی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مذکورہ میں ہندہ پر دو طلاق رجعی واقع ہو گئی ہیں۔

وقعتا رجعيتين لو مدخولا بها كقوله أنت طالق. (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الصريح زكريا ٤/ ٤٦٣، كراچی ٣/ ٢٥٢، كوئٹه ٢/ ٤٦٨)

اور بعد کی ہمبستری کی وجہ سے رجعت بھی ثابت ہوگئی، بیوی بنا کر رکھ سکتا ہے، آئندہ بہت احتیاط کی ضرورت ہے اگر آئندہ کسی وقت بھی ایک دفعہ کہہ دے گا تو تین طلاق واقع ہو کر مغلظہ ہو جائے گی۔

إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين فله أن يراجعها في عدتها. (هداية، باب الرجعة اشرفی دیوبند ۲/۳۹۴، هندیه زکریا قدیم ۱/۴۷۰، جدید ۱/۵۳۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍ربیع الاول ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۶۰۹)

آج کے بعد میرا کہنا نہ مانا تو طلاق

سوال [۶۹۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے پانی مانگا، ایک لڑکی نے پانی لا کر دیا، اس نے پانی پیا، پھر دوسری بار پانی مانگا، ایک لڑکی نے پانی لا کر دیا، وہ پانی اس نے پھینک دیا، پھر زید اپنی بیوی کے پاس گیا، ایک ہاتھ اس کو مارا اور یہ کہا کہ ’’آج کے بعد میرا کہنا نہ مانا تو طلاق‘‘ زید کا لڑکا اور ایک پڑوسی جو گھر کے باہر کھڑے تھے، ان کا بیان ہے کہ ہم نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر میرا کہنا نہیں مانے گی تو طلاق، ایک پڑوسی کا بیان ہے جو کافی دیر سے اس کے پاس موجود تھے اور زید کی بہن بھی تھی ان کے سامنے کئی بار یہ الفاظ کہے کہ ’’اگر میرا کہنا نہیں مانے گی تو میں تجھ کو طلاق دیدوں گا‘‘ زید نے اپنے ایک لڑکے کو جواب دیا جب اس نے اس سے یہ پوچھا تھا کہ تم نے کیا کہا تھا، ایک بار تو کہہ دیا، اگر تو کہے تو دوبارہ اور کہہ دوں، زید شراب کا عادی ہے۔

المستفتی: امام الدین قصبہ کانٹھ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بشرط صحت سوال مذکورہ صورت میں چار

عبارتیں ہیں، ان میں سے:

(۱) آج کے بعد میرا کہنا نہ مانا تو طلاق۔

(۲) اگر میرا کہنا نہیں مانے گی تو طلاق۔

ان دونوں کے مطابق اگر آئندہ بیوی کہنا نہ مانے گی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوجائے گی۔

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا لكنإن وجد فی الملک طلقت. (در مختار، باب التعليق، كراچی ۳/۳۵۵، زكريا ٤/٦٠٩، تبيين الحقائق، امداديه ملتان ۲/۲۳۵، زكريا ديوبند ۳/۱۱۸)

تیسری عبارت محض ایک وعدہ ہے، اس پر کوئی حکم نہیں لگے گا۔

أنا أطلق نفسی لم يقع لأنه وعد. (در مختار كراچی ۳/۳۱۹، زكريا ٤/٥٥٩)

عبارت (۴) کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک طلاق دے چکا ہے، اور باقی کے متعلق لڑکے کو دھمکی دے رہا ہے، تو اگر ایک طلاق دے چکا تھا تو اس سے صرف ایک طلاق صریح رجعی واقع ہوچکی ہے، عدت کے اندر اندر رجعت کر کے بیوی بنا کر رکھ سکتا ہے۔

إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين فله أن يراجعها فی عدتها. (هدايه، اشرفی ديوبند ۲/۳۹٤، هنديه زكريا قديم ۱/٤٧٠، جديد ۱/۵۳۳)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸ / محرم ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۴۵۴)

اگر تم میری ماں کی خدمت نہیں کروگی تو تم میری بیوی نہیں

سوال [۶۹۲۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کسی شخص نے اپنی بیوی سے یوں کہا کہ اگر تم میری ماں کی خدمت نہیں کروگی تو تم میری بیوی نہیں، اگر اس کی بیوی نے خدمت نہیں کی تو کیا اس صورت میں طلاق واقع ہو

جائے گی یانہیں؟ نیز اگر خدمت کی مگر کچھ مہینے کی تو اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یانہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: طلاق معلق بالشرط بوقت تحقق شرط واقع ہوجاتی ہے، اور طلاق صریح اگر معلق ہوتو بلانیت اور اگر طلاق کنائی ہوتو نیت کے ساتھ واقع ہوتی ہے، صورت مسئولہ میں طلاق کو ماں کی خدمت نہ کرنے پر معلق کیا گیا ہے، اور الفاظ طلاق کنائی استعمال کیے گئے ہیں، لہٰذا بیوی نے اگر شوہر کی ماں کی خدمت نہیں کی تو اگر بنیت طلاق مذکورہ الفاظ ''کہ تو میری بیوی نہیں ہے'' کہے تھے، تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوجائے گی اور اگر خدمت کرلی خواہ کچھ ہی مہینہ ہوتو طلاق واقع نہ ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۱۰/۶۲)

ولو أضافه إلى شرط وقع عقيب الشرط مثل أن يقول لامرأته أن دخلت الدار فأنت طالق. (هدايه، اشرفى ديوبند ۲/۳۸۵)

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا لكن إن وجد في الملك طلقت. (در مختار مع الشامى، زكريا ۴/۶۰۹، كراچى ۳/۳۵۵، تبيين الحقائق، امداديه ملتان ۲/۲۳۵، زكريا ۳/۱۱۸)

وفي الكنايات: ففي حالة الرضا أي غير الغضب والمذاكرة تتوقف الأقسام الثلاثة تاثيرا على نية للاحتمال. (در مختار مع الشامى، كراچى ۳/۳۰۰، زكريا ۴/۵۳۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۳۰۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۴/۷/۱۴۲۲ھ

اگر تم نے میری والدہ کی خدمت نہیں کی تو تم میری بیوی نہیں

سوال [۶۹۲۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تم نے میری والدہ کی خدمت نہیں کی تو تو میری

بیوی نہیں، اگراس کی بیوی نے اس کی والدہ کی خدمت نہیں کی تو کیا اس صورت میں اس کی بیوی کوطلاق واقع ہوجائے گی ؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس صورت میں فی الحال بیوی پرطلاق واقع نہیں ہوگی، اسی طرح اگر والدہ کی زندگی میں کبھی بھی بیوی کی جانب سے والدہ کی خدمت کرنا پایا گیاتو کبھی بھی طلاق نہ ہوگی، لیکن اگر والدہ کا انتقال ہوگیااور بیوی کی جانب سے خدمت کرنانہیں پایا گیا تو والدہ کی موت کے وقت بیوی پرایک طلاق بائنہ واقع ہوجائے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۰/۱۵۱)

بخلاف ما إذا كان الشرط الحنث أمرا عدميا مثل إن لم أكلم زيدا أو إن لم أدخل فإنها لا تبطل بفوات المحل بل يتحقق به الحنث لليأس. (شامی، کتاب الطلاق، باب التعلیق کراچی ۳/۳۴۹، زکریا دیوبند ۴/۶۰۱) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۱۹/محرم الحرام/۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۴۵۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/۱/۱۴۲۱ھ

گھر سے قدم نکالتے ہی طلاق واقع ہوجائے گی، کئی مرتبہ کہنا

سوال [۶۹۲۸]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں نے ۷/ مارچ ۱۹۹۹ءکوآسماء پروین بنت رفیق علی صاحب چوراہا جامع مسجد سے مسلم رواج کے مطابق شادی کی تھی، آسماء پروین کے کہنے پر میں آسماء کونمائش میں لے گیا تھا، جبکہ میری والدہ، بہنیں، بھائی کوئی بھی نمائش نہیں جاتا، نمائش میں لے گیا، نمائش میں آسماء نے غیرمرد سے مصافحہ ملایااور سلام کیااس کے ساتھ کھایااور پیااور میں دیکھتارہا۔

آسماء پروین کا کافی علاج کرانے پربھی کوئی بچہ نہیں ہوا، اب ڈاکٹروں نے آسماء کی زیادہ عمر بتاکرہمیشہ کے لیے ناامیدی ظاہرکردی۔

میری پڑوسن اور پڑوسیوں نے مجھے بتایا کہ تمہارے پیچھے آسماء گھر سے چلی جاتی ہے اور دو ڈھائی گھنٹے کے بعد آتی ہے، اس بات کی میں نے اپنی والدہ سے تصدیق کی تو والدہ صاحبہ نے کہا: ہاں اکثر دو ڈھائی گھنٹہ کے لیے چلی جاتی ہیں، جب یہ بات میں نے آسماء سے معلوم کی تو مجھے الٹے سیدھے جواب دیئے اور بدکلامی کرتی ہے۔

میں اپنے وقت مقررہ سے پہلے گھر آیا تو آسماء گھر پر نہیں تھی، ایک مرتبہ آسماء اپنے میکے گئی ہوئی تھی، شام کو چار بجے آسماء کے میکے گیا وہاں آسماء گھر میں نہیں تھی، وہاں میں نے اپنی ساس صاحبہ سے آسماء کے بارے میں معلوم کیا تو انہوں نے ایک تعلقاتی کے گھر جانے کی بات کہی، میں نے وہاں جا کر آسماء کے بارے میں معلومات کی، شام چار بجے سے رات ۱۰ر بجے تک آسماء وہاں نہیں پہنچی، تب ۱۰ر بجے میں نے اپنی سسرال جا کر دیکھا، اسماء میکے میں تھی، اتنی دیر کہاں تھی، تو کوئی تسلی بخش جواب مجھے آسماء سے نہیں ملا، میرے سوال سنتے ہی اسماء پروین بگڑ گئی اور مجھے جواب دیا میں تیرے ہاتھ بک نہیں گئی ہوں، آنے جانے پر پابندی لگاتا ہے اور بدتمیزی کرنے لگی، میں نے آسماء پروین سے یہ الفاظ کہے کہ اب جہاں کہیں بھی جاؤ گی مجھ سے معلوم کر کے جاؤ گی، میری اجازت کے بغیر کسی بھی حالت میں کسی کے بھی ساتھ گھر کے باہر گئی تو تم میرے نکاح میں نہیں رہوگی، گھر سے قدم نکالتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی، یہ الفاظ میں نے کئی مرتبہ وقتاً فوقتاً کہے تھے جس وقت یہ الفاظ کہے تھے اس وقت میری والدہ محترمہ بڑی بہن دونوں بڑے بھائی موجود تھے۔

۱۶ر دسمبر ۲۰۰۱ء رات کے گیارہ بجے گھر لوٹا تو والدہ صاحبہ نے مجھے بتایا کہ آسماء پروین کے بھائی بہن اور والدہ آئے اور آسماء کو لے گئے، شادی میں چڑھائے گئے سونے چاندی کے زیورات اور قیمتی کپڑے ساتھ لے گئی۔

(۱) کیا بچوں کی وجہ سے میں دوسری شادی کر سکتا ہوں؟

(۲) کیا آسماء پروین اب میرے نکاح میں ہے یا طلاق ہوگئی؟

(۳) کیا آسماء پروین کو میں میکے سے بلا لاؤں؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں مجھے بتائیں کہ میں اب کیا کروں؟

المستفتی: سید محمد آصف، سرائے پختہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر وقتاً فوقتاً پہلی بات کا تکرار اور یاد دہانی مقصد ہے تو ایسی صورت میں بیوی پر صرف ایک طلاق رجعی پڑے گی، عدت کے اندر رجعت کرکے رکھنے کی گنجائش ہے، اور اگر آپ کی نیت پہلی شرط کی یاد دہانی اور تکرار مقصد نہیں ہے بلکہ نئے سرے سے طلاق کی شرط لگانا ہے، تو بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی، اور بغیر حلالۂ شرعیہ کے بیوی حلال نہ ہوگی، نیز اگر بیویوں کے نان ونفقہ، حقوق کی ادائیگی، اور ان کے درمیان عدل وانصاف اور برابری کرنے پر قدرت رکھتا ہے تو اس کے لیے دوسری شادی کرنا جائز اور درست ہے۔ (مستفاد: امداد الاحکام ٤/٧٠، کفایت المفتی ٦/٢٦٢، فتاویٰ دار العلوم ٧/٤٧)

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً. [النساء: ٢]﴾

وفی الولوالجیة: الطلاق والعتاق متی علق بشرط متکرر یتکرر، والیمین متی علق بشرط متکرر لا یتکرر. (البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب التعلیق، زکریا دیوبند ٤/٢٦، کوئٹہ ٤/١٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٦/محرم الحرام ١٤٢٣ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٦/٧٤٤٠)

میرے گھر سے نہیں نکلی تو طلاق پڑ جائے گی

سوال [٦٩٢٩]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید نے اپنی بیوی سے کہا، اگر تم آج میرے گھر سے نہیں نکلی تو تم کو طلاق پڑ جائے گی اس کے بعد زید کی بیوی گھر سے نکل کر اپنے میکہ جانے لگی، کچھ دور جانے کے

بعد موسم خراب ہونے کی وجہ سے وہ پھر اسی دن اس بستی میں لوٹ آئی اس کے بعد ایک عورت آئی اور بولی کہ تمہارے شوہر نے کہا ہے آنے کے لیے، اس عورت کے کہنے پر زید کی بیوی اپنے گھر واپس آگئی تو کیا ایسی صورت میں اس عورت پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: عبد السلام متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید نے طلاق کو گھر سے نکلنے پر معلق کیا ہے اور زید کے اس کہنے کے بعد فوراً بیوی گھر سے نکل گئی ہے، اس لیے زید کی بیوی پر اس واقعہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی، اور پھر اس کے بعد کسی کے کہنے پر شوہر کے بلانے پر یا اپنی مرضی سے گھر لوٹ آئی ہے اور اس کے بعد پھر گھر میں رہنے لگی ہے تو اب اس رہنے کی وجہ سے اور بعد میں گھر سے نہ نکلنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی، ایک دفعہ میں قسم کا تقاضہ پورا ہوگیا ہے، لہٰذا مسئولہ صورت میں زید کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی اور نہ آئندہ گھر میں رہنے سے طلاق واقع ہوگی۔

ففی هذه الألفاظ إذا وجد الشرط مرة، انحلت و انتهت اليمين لأنها غير مقتضية للعموم والتكرار لغة فبوجود الفعل مرة يتم الشرط وإذا تم وقع الحنث فلا يتصور الحنث مرة أخرىٰ إلا بيمين أخرىٰ. (فتح القدير، كتاب الطلاق، باب الأيمان في الطلاق، زكريا ديوبند ٤/١٠٩، كوئٹه ٣/٤٤٩، دار الفكر بيروت ٤/١٢٣، مجمع الأنهر دار الكتب العلمية بيروت ٢/٥٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم رجب المرجب ١٤٢٤ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٧/٨١١٩)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
٤/٧/١٤٢٤ھ

میری اجازت کے بغیر اپنی ماں کے گھر بیٹھ میں گئی تو ایک دو تین

سوال [٦٩٣٠]: (١) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: آج ٢٤ رسال قبل میری شادی ہوئی تھی اولاد بالغ ہوچکی ہے لیکن وقتاً فوقتاً

ہم دونوں میاں بیوی میں تو تو میں میں ہوتی رہی، بعض مرتبہ بات بڑھ بھی جاتی ہے لڑائی جھگڑے ہوتے رہے ہیں، میں برداشت کرتا رہا، مؤرخہ ۲۰۱۰/۶/۱۸ء بروز جمعہ کچھ لڑائی ہوئی اور تو تو میں میں ہونے پر بات بڑھ گئی، چنانچہ میں نے اس وقت اپنی عورت سے یہ الفاظ کہے تھے کہ ”میری اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلی تو طلاق“ پھر اسی مجلس میں اور اسی وقت یہ بھی کہا تھا کہ ”میری اجازت کے بغیر اپنی ماں کے گھر پیٹھ میں گئی تو ایک دو تین“ (خیال رہے کہ پیٹھ کا اطلاق تقریباً آدھ کلومیٹر پر مشتمل ہے جس میں میری بیوی کے ماں کا گھر بھی ہے) اس وقت میری بیوی اپنی ماں کے گھر گئی نہ تھی، مؤرخہ ۲۰۱۰/۶/۲۵ء کو میری اجازت کے بغیر اپنی ماں کے گھر پیٹھ میں چلی گئی، اسی رات میں نے اپنے صاحبزادے محمد ہاشم، محمد اسحاق سے کہا کہ میں نے تیری ماں امی کو جانے کے لیے منع کیا تھا پھر بھی میری اجازت کے بغیر چلی گئی، اسے خبر نہیں کہ میں نے جو شرط رکھی ہے وہ واپس لوٹ کر آتی نہیں، اور واپس لی بھی نہیں جاتی ہے، مذکورہ شرطیہ طلاقیں میں نے دی ہیں اور یہ الفاظ میں نے کہے ہیں، تو اب شرعاً کیا حکم ہے؟ طلاق واقع ہوئی یا نہیں اور کتنی طلاقیں واقع ہوئی ہیں اور کس قسم کی؟

(۲) مؤرخہ ۲۰۱۰/۶/۱۸ء کو مذکورہ بالا شرطیہ طلاق کے الفاظ کہنے کے بعد فوراً یہ بھی کہا تھا کہ ”دیکھ میمونہ خاتون (یہ میری بیوی کا نام ہے) تو اور تیری والدہ، تیری بہنیں، بھائی اور میری تیری اولاد اور تیرے بھائی کی بیویاں اور ماں باپ کے خاندان والوں میں سے کوئی بھی فرد آدمی ”حمیدہ (جو میری دوسری بیوی ہے) کو اور حمیدہ کی لڑکیوں کو اس کے گھر جا کر یا راستہ میں کسی بھی جگہ پر گالی گلوج، برا، خراب کہا اور لڑائی جھگڑا کیا یا حمیدہ کی لڑکیوں کا جہاں رشتہ منگنی ہو رہی ہو وہاں اس منگی و رشتہ کو توڑنے، ختم کرنے میں سعی وکوشش کریں تو طلاق، چونکہ اس سے قبل تقریباً ایک سال تک حمیدہ اور اس کی پانچ لڑکیوں کے ساتھ مذکورہ خراب حرکات کر چکی تھی، اس کے پیش نظر مجھے یہ قدم اٹھانے کی ضرورت پیش آئی، اور میں مجبور ہوا ان کو بارہا سمجھایا لیکن ماننے کے لیے تیار نہ ہوئے۔

اب ہوا ایسا کہ مؤرخہ ۲۰۱۰/۹/۲۰ء کے دن میری دوسری بیوی حمیدہ اپنی ایک لڑکی

کے ساتھ عصر کی نماز کے بعد اپنی حقیقی ممانی جو عدت گذار رہی تھیں، وہاں یعنی ان کے مکان سے اپنے ماں باپ کے گھر جارہی تھیں، تو میمونہ خاتون کی بہنوں نے اپنے مکان کے چھجہ میں نکل کر گالیاں، برا بھلا، خراب بولنا شروع کیا اور بڑی خراب گالیاں دیں، (حمیدہ کی ممانی کا مکان اور میمونہ خاتون کے والدین ماں باپ کا مکان گھر آمنے سامنے ہی ہے، جس وقت حمیدہ اپنی ممانی کے گھر سے نکل کر جارہی تھی تو نکلنے کے ساتھ ہی میمونہ کی بہنیں گھر کے چھجہ میں سے نکل کر گالیاں اور برا بھلا کہنا شروع کر دیا تھا، اور کہا تھا) تو شرط کا پورا ہونا کہا جائے گا یا نہیں؟ اور کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور کتنی کون سی واقع ہوگی؟

المستفتی: محسن کٹلرا اسٹور، پولن بازار پنچ محل، گودھرا، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نامہ کا پورا حاصل یہ ہے کہ دونوں بیویوں میں سے میمونہ سے شوہر نے کہا ہے کہ ”میری اجازت کے بغیر اگر اپنی ماں کے گھر پیٹھ جاؤ گی تو ایک دو تین“ یہاں ایک دو تین سے طلاق ہی مراد ہے، اس کی دلیل اسی سوال میں شوہر کا کلام ہے، ”کہ میری اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلی تو طلاق“ پھر اسی مجلس میں اس نے یہ بات کہی کہ اس کی اجازت کے بغیر اپنی ماں کے گھر گئی تو ایک دو تین، لہٰذا جب اس واقعہ کے بعد بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر اپنی ماں کے گھر پیٹھ چلی گئی ہے تو اس پر تین طلاق واقع ہو گئی ہیں اور بیوی شوہر پر قطعی طور پر حرام ہو چکی ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ١١/٤٦٤)

لو قال لامرأته أنت مني ثلاث، قال ابن الفضيل: إذا نوىٰ يقع، ولو قال: أنت مني ثلاثا طلقت، إن نوى أو كان في مذاكرة الطلاق. (شامي، كتاب الطلاق، باب الصريح، كراچی ٣/٢٧٥، ٢٧٦، زكريا ٤/٤٩٧)

وإذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا. (هنديه زكريا قديم ١/٤٢٠، جديد ١/٤٨٨، هدايه اشرفي ديوبند ٢/٣٨٥)

إذا كان الطلاق ثلاثا في الحرة .... لم تحل له حتى تنكح زوجاً

غیره و یدخل بها ثم یطلقها أو یموت عنها. (هندیه زکریا قدیم ۱/۴۷۳، جدید ۱/۵۳۵، هدایه، اشرفی دیوبند ۲/۳۹۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍صفر المظفر ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۲۹۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۲/۲۷ھ

آج کے بعد مجھ سے اجازت لے کر گئی تو میرے نکاح سے خارج ہو جائے گی

سوال [۶۹۳۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حاجی اشفاق حسین ولد محمد عاشق مرحوم عمر ۶۵ سال ہے میری بیوی کچھ مسئلہ سے بھی واقف ہیں وہ میری اجازت کے بغیر کہیں جاتی تھی، ایک مرتبہ وہ اپنے لڑکے کے یہاں گئیں وہاں سے لڑکی کے یہاں چلی گئیں جب واپس آئیں تو مجھے غصہ آ گیا، میں نے دھونس دباؤ سمجھتے ہوئے کہہ دیا کہ آج کے بعد مجھ سے اجازت لے کر گئیں تو میرے نکاح سے خارج ہو جاؤ گی۔

المستفتی: اشفاق حسین محلّہ کالا پیادہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر اشفاق حسین نے مذکورہ الفاظ کہتے وقت طلاق کی نیت نہیں کی ہے، بلکہ صرف ڈرانے اور دھمکانے کی نیت کی ہے تو اب اجازت لے کر جائے گی تو بھی طلاق واقع نہ ہوگی۔

هو خلية برية، وتحته في الشامية: برية عن قيد النكاح أو حسن الخلق. (در مختار زکریا ۴/۵۲۹، کراچی ۳/۲۹۸)

خلية برية تلزم النية. (شامی کراچی ۳/۳۰۲، زکریا ۴/۵۳۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶؍محرم الحرام ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۹۵۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۱/۶ھ

تیرے گھر کچھ کھایا پیا تو تجھے تین طلاق

سوال [۶۹۳۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: محمد ہارون نے اپنی بیوی سے لڑائی جھگڑے کے دوران کہا کہ ’’اگر تیرے گھر کا کچھ بھی کھایا پیا یا تیرے بھائیوں نے مجھے کچھ بھی کھلایا پلایا تو شبانہ تجھے تین طلاق‘‘ پھر شوہر محمد ہارون نے بیوی کے گھر یعنی میکے میں کھالیا تو اس سے کون سی طلاق واقع ہوئی؟ شرعی حکم تحریر فرمادیں۔

نوٹ: شوہر نے بیوی کے گھر مؤرخہ ۱۵/ستمبر ۲۰۰۶ء کو کھانا کھالیا تھا تو اسی دن طلاق ہوئی یا نہیں؟

المستفتی: محمد ہارون اتوار کی پینٹھ، سرائے ترین، سنبھل مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر شوہر نے یہی کہا ہے کہ اگر تیرے گھر کا کچھ بھی کھایا پیا تو تجھے تین طلاق ہے، اور پھر اس کے بعد بیوی کے والدین کے گھر جا کر کھالیا ہے تو بیوی پر تین طلاق واقع ہوگئی ہیں، بغیر حلالہ کے آپس میں نکاح بھی درست نہیں ہے اور بیوی کو مخاطب کر کے یہ کہنا کہ ’’تیرے گھر کا‘‘ تو اس سے مراد شوہر کا گھر ہرگز نہیں ہوتا بلکہ اس سے مراد بیوی کے میکے والا گھر مراد ہوتا ہے اور جس دن کھایا ہے اسی دن طلاق ہوگئی تھی۔

إذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط. (عالمگیری زکریا قدیم ۱/ ۴۲۰، جدید ۱/ ۴۸۸، هدایه اشرفی دیوبند ۲/ ۳۸۵)

وإن كان الطلاق ثلاثا فی الحرة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا فيدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (عالمگیری زکریا قدیم ۱/ ۴۷۳، جدید ۱/ ۵۳۵، هدایه اشرفی دیو بند ۲/ ۳۹۹) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۲۶۱:۳۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۸/۴/۱۹ھ

تیرے گھر کا کھانا کھایا تو تجھے تین طلاق

سوال [۶۹۳۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید نے اپنی بیوی سے تو تو میں میں کے درمیان یہ کہہ ڈالا کہ ”اگر تیرے گھر کا کچھ بھی کھایا پیایا تیرے بھائیوں نے مجھے کچھ بھی کھلایا پلایا تو (بیوی کا نام لے کر) تجھے تین طلاقیں“ بعدہٗ بیوی میکہ چلی گئی اس درمیان ساس اور بیوی ڈراتی اور دھمکاتی تھیں، پھر پنچایت کی گئی جس میں زید نے بیوی اور ساس کے ڈر سے دوبارہ پنچایت کے سامنے کہا (جس میں ایک عالم بھی شریک تھے) کہ اگر تیرے گھر کا کچھ کھایا تو تجھے طلاق، جس پر عالم مذکور نے ایک طلاق رجعی کا حکم فرمایا، اب زید نے رجعت کی اور بیوی کے گھر کا کھانا کھایا اور بیوی زید کے گھر چلی گئی، بعدہٗ چندروز کے بعد پھر تو تو میں میں ہوئی، اور بیوی میکہ چلی گئی، اب وہ لوگ پھر بھیجنا چاہتے ہیں، اس درمیان بیوی ایک ماہ زید کے گھر رہ کر گئی ہے، بیوی کو میکہ گئے ہوئے چھ ماہ ہو چکے ہیں؟

المستفتی: محمد ہارون اتوار کی پینٹھ، سرائے ترین، سنبھل مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پہلی گفتگو کے دوران زید نے جو بیوی کو یہ مخاطب کر کے کہا ہے کہ تیرے گھر کا کھانا کھایا تو تجھے تین طلاق، شادی کے بعد لڑکی کا گھر وہی ہوتا ہے جو شوہر کا ہے، لیکن سوال مذکور میں زید اور زید کی بیوی اور پنچایت والے سب لوگ بیوی کے گھر سے بیوی کے باپ کا گھر سمجھ رہے ہیں اس لیے یہاں پر بیوی کے میکہ والا گھر مراد ہے، اس لیے پہلی گفتگو میں جو تین طلاق بیوی کے گھر کھانا کھانے پر معلق کی گئی تھی وہ تین طلاقیں پنچایت میں ایک طلاق رجعی کو معلق کرنے کے بعد بیوی کے گھر جا کر کھانا کھانے سے پڑ جائے گی، لہٰذا مذکورہ صورت میں طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی، اور بعد میں جو پنچایت میں مطلق طلاق کو معلق کیا گیا تھا اس کا محل باقی نہیں رہے گا۔

إذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط. (عالمگیری زکریا قدیم ۱/ ٤٢٠، جدید ۱/ ٤٨٨)

وإن كان الطلاق ثلاثا في الحرة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (عالمگیری زکریا قدیم ۱/ ٤٧٣، جدید ۱/ ٥٣٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ صفر ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۱۷۸)

طلاق کو بیوی کے گھر جانے پر معلق کرنا

سوال [۶۹۳۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: فرقان سعودیہ میں رہتا تھا اس کی بیوی یہاں ہندوستان میں رہتی تھی، سسرال میں بھی رہتی تھی اور کبھی اپنے ماں باپ کے گھر جاتی تھی، فرقان کے گھر والوں نے فرقان کے پاس سعودیہ بذریعہ خط اطلاع دی کہ تمہاری بیوی اپنی مرضی سے اپنے ماں باپ کے گھر جاتی ہے، اور میرے بھائی کا انتقال ہو گیا تھا اس کے بارے میں لکھا کہ اس کے مرنے پر تمہاری سسرال سے کوئی نہیں آیا اور گھر والوں نے یہ بھی لکھا کہ تم بیوی کو خط لکھ دو کہ اپنی ماں کے یہاں رہے یا صرف ہمارے یہاں رہے، اسی طرح گھر والوں نے لکھا کہ تمہاری بیوی کے لڑکی ہوئی ہے، تو تمہاری ساس اور سالی نے مل کر کپڑے دیئے ہیں، تو اس پر میں نے بیوی فرزانہ کو لکھا کہ فرزانہ تم یہ پابندی لگا لو کہ جو تم نے اپنی ماں کے گھر کا کپڑا یا کوئی سامان لیا ہے وہ واپس کر دو اور اپنی ماں سے لینا دینا بند کر دو اور یہ سمجھ لے کہ سامان واپس نہ کیا تو نکاح نہیں رہے گا، اور ایک یہ کہ بنا میری اجازت اپنے ماں باپ کے گھر گئی تو نکاح سے باہر ہو جاؤ گی، فرزانہ تو نے یہ باتیں نہیں مانیں اور بنا میری اجازت کے فرزانہ اپنے ماں باپ کے گھر چلی گئی تو یہ سمجھ لینا کہ تجھے طلاق ہو جائے گی، فرزانہ اب تجھے جو اچھا لگے وہ کرنا پھر گھر والوں نے مجھے خط لکھا کہ تمہاری بیوی فرزانہ اپنے ماں باپ کے گھر چلی گئی، ڈیڑھ ماہ بعد فرزانہ کا خط ملا کہ میں بڑی مجبوری میں گھر سے نکلی

ہوں پھر جب میں گھر آیا تو تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ گھر والوں نے مجھے دھوکہ میں رکھا جو باتیں انہوں نے لکھی تھیں وہ غلط تھیں تو اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا مذکورہ الفاظ لکھنے سے اور بیوی کے مجبوری میں گھر سے میکہ جانے سے طلاق ہوگئی یا نہیں؟ شرعی حکم تحریر فرمائیں؟

المستفتی: محمد فرقان معرفت مفتی محمد شاہد، عمری کلاں مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: صورت مسئولہ میں شوہر نے طلاق کو بیوی کے گھر جانے پر معلق کیا ہے، اب جبکہ بیوی گھر چلی گئی خواہ کسی بھی ضرورت اور مجبوری کے تحت ہو اس کے جانے سے طلاق کی شرط پائی گئی، لہٰذا اوپر کے دو الفاظ (ا۔ نکاح نہیں رہے گا ۲۔ نکاح سے باہر ہو جائے گی) سے ایک طلاق بائن اور اخیر میں جو لفظ صریح موجود ہے اس سے طلاق رجعی ہوئی، لیکن جب طلاق رجعی بائن کے ساتھ جمع ہوتی ہے تو وہ بھی طلاق بائن بن جاتی ہے، لہٰذا کل ملا کر دو طلاق بائن واقع ہوگئیں، اب اگر بیوی کو رکھنا چاہے، تو دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح کا ایجاب وقبول کر کے بیوی بنا کر رکھ سکتا ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں اب آئندہ کبھی بھی ایک طلاق دی جائے گی تو بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی اس لیے آئندہ سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔

وفي الهندية: لو قال لها لا نكاح بيني و بينك أو قال لم يبق بيني و بينك نكاح يقع الطلاق إذا نوىٰ. (عالمگیری، زکریا قدیم ۱/۳۷۵، جدید ۱/۴۴۳)

الصريح يلحق الصريح ويلحق البائن و تحته في الشامية كما لو قال لها: أنت بائن أو خالعها على مال ثم قال أنت طالق...... و إذا لحق الصريح البائن كان بائنا. (در مختار مع الشامی زکریا ۴/۵۴۰، کراچی ۳/۳۰۶)

إذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها. (هنديه زكريا قديم ۱/۴۷۲، جديد ۱/۵۳۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴ رمحرم الحرام ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۴۱۱)

اگرتو اپنے والد کے گھر جا کر کھانا کھائے تو تجھے طلاق ہے

سوال [۶۹۳۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تم اپنے والد صاحب کے گھر جا کر کھانا کھائے تو تمہیں طلاق ہے، اس عورت کے تین بچے بھی ہیں اور تمام بھائی ایک ساتھ رہتے ہیں وہ عورت چچا صاحب کے یہاں جاتی ہے اور اس کے چچا صاحب اپنی بھتیجی کو لے جا کر کھانا کھلا دیتا ہے اور وہ عورت کھانا کھا لیتی ہے تو کیا اس عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

المستفتی: محمد ہاشم انور بہاری پور، دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر والد اور چچا دونوں کا کھانا ایک ساتھ پکتا ہے تو مذکورہ صورت میں چچا کے یہاں جا کر کھانا کھانے سے ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔

إذا أضافه إلی الشرط وقع عقیب الشرط. (هدایه، اشرفی دیوبند ۲/۳۸۵، عالمگیری زکریا قدیم ۱/۴۲۰، جدید ۱/۴۸۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۲۰۳)

اگرتو سوتیلی ماں سے بولے گی تو تینوں طلاق

سوال [۶۹۳۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) لڑکا نظام الدین ابن سلیمان نے اپنی بیوی سائرہ خاتون بنت عبد اللطیف صاحب کو ایک خط لکھا ہے جس کا مضمون یہ ہے اگر تم سوتیلی ماں سے بولو گی تو تینوں طلاق واقع ہو جائے گی، لڑکی ماں سے بول چکی ہے (خط پڑھنے والا) ایک گواہ اس کی تصدیق کرتا

ہے، جبکہ دوسرا گواہ صرف یہ کہتا ہے کہ میں نے پڑھا ہے کہ اگر سوتیلی ماں سے بولوگی تو طلاق واقع ہو جائے گی، اور تیسرا گواہ یہ کہتا ہے کہ ہم نے خط پڑھا ہے لیکن ہمیں یاد نہیں ہے، اس مضمون کے خط کا معاملہ تین سال کی بات ہے، اول گواہ باشرع ہے، جبکہ دوسرا گواہ غیر باشرع ہے، شادی کو پانچ سال ہو گئے ہیں؛ لیکن خلوت صحیحہ نہیں ہوئی، شادی کے وقت لڑکی لڑکے کے گھر گئی اس وقت لڑکی کی عمر چھ سال کی تھی لڑکے کی عمر ۱۲/سال ہے اس کے ایک سال کے بعد گونا ہوا ہے، لڑکا لڑکی گھر میں ایک ماہ تک رہے ہیں پھر اس کے بعد ایک مرتبہ لڑکی لڑکے کے گھر گئی لیکن لڑکا گھر میں نہیں تھا، پڑھنے گیا تھا۔

(۲) لڑکے کے استاذ صاحب نے لڑکے سے خط مذکورہ کے بارے میں پوچھا تو لڑکا پہلے تو انکار کر گیا پھر دینی سوجھ بوجھ دے کر پوچھا گیا تو لڑکے نے کہا کہ اگر خط میں لکھا ہے تو تینوں جواب ہو جائیں گے، گواہ اول اس کی تصدیق کرتا ہے جبکہ گواہِ ثانی یہ کہتا ہے کہ میں نے لفظ تین نہیں سنا ہے جب کہ استاذ مجھ سے ذکر کر رہے تھے، گواہ دونوں باشرع ہیں جو کہ استاذ کے علاوہ ہیں۔

المستفتی: محمد یونس انصاری، مدرس بدر العلوم موضع گنوار تحصیل حسن پور مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب گواہوں کا بیان متعارض ہے تو شوہر بالغ کا قول معتبر ہوگا کہ اگر وہ اس کا اقرار کرتا ہے کہ سوتیلی ماں سے بولنے پر تین طلاق کو معلق کیا ہے اور سوتیلی ماں سے بولنا ثابت ہو چکا ہے، تو تینوں طلاقیں ہو چکی ہیں۔

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا لكن إن وجدفى الملك طلقت. (الدر المختار، باب التعليق، كراچی ۳/ ۳۵۵، زكريا ٤/ ٦٠٩)

فإن وجد الشرط فيه أى فى الملك بأن كان النكاح قائما أو كان فى العدة انحلت اليمين ووقع الطلاق. (مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ٢/ ٦٢)

اور استاذ کے سامنے جس گفتگو کا ذکر سوالنامہ میں موجود ہے اس سے اقرار واضح نہیں ہوتا ہے بلکہ ایک محتمل بات کہتا ہے کہ اگر خط میں لکھا ہے تو تینوں جواب ہوں گے اور خط میں

شوہر کا لکھنا اور پھر اس کا ثبوت کوئی دلیل موجب سے شرعی طور پر ثابت نہیں ہے؛ اس لیے اب شوہر کے اقرار پر حکم کا مدار ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ر ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۶۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۴/۱۴۱۲ھ

باپ کے گھر میں رہائش پر طلاق کو معلق کرنا

سوال [۶۹۳۷]: (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اور ان کے والد سے مکان بنانے کے سلسلے میں باپ سے جھگڑا ہوا جس پر والد نے زید کو کہا کہ تم اپنی بیوی کو چھوڑ دو یا میرا گھر خالی کر دو اور اسی بات کو بہت دنوں سے کہہ رہے تھے اس پر زید نے غصہ میں آ کر اپنا سارا سامان گھر سے نکال کر یہ شرط لگائی، کہ آج کے دن کے بعد سے آپ کے گھر میں آیا تو ہماری بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔

اسی تاریخ سے زید دوسری جگہ گھر بنا کر زندگی گذار رہا ہے، اب زید کو اس کے والد کہہ رہے ہیں کہ تم اپنا اندر گھر میں آ کر رہو، دوسری جگہ گھر بنانا درست نہیں ہے، اور اگر میں اپنے والد کے گھر آ کر رہتا ہوں تو میری بیوی پر طلاق واقع ہو جاتی ہے، اور اگر اپنے والد کے گھر میں نہیں رہتا ہوں تو والد صاحب ہم سے ناراض رہتے ہیں، اس مسئلے میں خلاصہ جواب سے نوازیں، تا کہ میرے والد مجھ سے خوش رہیں اور میری بیوی پر طلاق بھی واقع نہ ہو۔

المستفتی: محمد ابو خالد زکی پوسٹ محل باڑی وایہ گلاب باڑی، ضلع پورنیہ (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: باپ کے گھر جائیں گے تو ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی، اس کے بعد رجعت کر کے باپ کے گھر رہائش اختیار کرنے سے بیوی پر دوبارہ کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی اور ایک طلاق رجعی سے نکاح ختم نہیں ہوتا ہے، اور ایسی کوئی صورت نظر سے نہیں گذری، جس سے مذکورہ شکل میں گھر رہائش اختیار کر کے والد کو خوش رکھا

جائے اور بیوی پر کسی قسم کی کوئی طلاق بھی واقع نہ ہو۔

فإذا علق الطلاق بشرط وقع عقيبه و انحلت اليمين و انتهت لأن الفعل إذا وجدتم الشرط فلا تبقى اليمين. (الفقه الحنفی، و حیدی کتب خانه پشاور ۲/۲۳۳)

أی تبطل اليمين ببطلان التعليق إذا وجد الشرط مرة، وتحته فی الشامی: أی تنتهی و تتم و إذا تمت حنث فلا يتصور الحنث ثانيا إلا بيمين أخرىٰ. (الدر المختار مع الشامی کراچی ۳/۳۵۲، زکریا ۴/۶۰۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ذی قعدہ ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۰۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱؍۱۱؍۱۴۱۰ھ

شوہر نے کہا: اگر تو میکے گئی تو طلاق ہو جائے گی

سوال [۶۹۳۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو میکے گئی تو طلاق ہو جائے گی، اس کے بعد زید کی بیوی میکے چلی گئی تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ یہاں غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ ”طلاق ہو جائے گی“ یہ لفظ ذو معنی ہے، یعنی یہ وعدۂ طلاق بھی ہوسکتا ہے کہ اگر میکے گئی تو طلاق دے دوں گا، دوسرا پہلو اس میں تعلیق کا ہے کہ اگر میکے گئی تو تجھے طلاق ہے، لہٰذا یہ لفظ ذو معنی ہے، مفتی صاحب سے گذارش ہے کہ معنی متعین کر کے جواب تحریر کریں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفيق: زید کا قول: ”اگر تو میکے گئی تو طلاق ہو جائے گی“ وعید اور دھمکی پر محمول ہوگا، لہٰذا بیوی کے میکے جانے سے طلاق واقع نہ ہوگی، لیکن اگر زید نے اس سے تعلیق کی نیت کی تھی تو طلاق واقع ہو جائے گی، لہٰذا حکم کا مدار زید کی نیت پر ہوگا۔

(مستفاد: امداد الاحکام زکریا ۴/۷۰۰، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۶/۴۲۸)

إذا قال لامرأته فی حالة الغضب: إن فعلت كذا إلى خمسين سنة

تصير مني مطلقة و أراد بذلك تخويفها، ففعلت ذلك الفعل قبل انقضاء المدة التي ذكرها، فإنه يسأل الزوج: هل كان حلف بطلاقها؟ فإن أخبر أنه كان حلف بعمل يخبره بحكم يقع الطلاق عليها، و إن أخبر أنه لم يحلف قبل قوله، لأن قوله: تصير مطلقة بإيقاع مبتدأ يكون مني معناه: و إن فعلت كذا أطلقك لا محالة، فيقبل قوله في قوله ذلك. (المحيط البرهاني رشيديه ۳/۵٤۸، المجلس العلمي بيروت ۵/۱۱٦، رقم: ۵۳٤٤، تاتار خانية ذكريا ۵/۷۸، رقم: ۷۲۹۹)

وإذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار فأنت طالق. (ہ نديه زكريا و كوئٹه قديم ۱/٤۲۰، جديد ۱/٤۸۸)

قالت لزوجها: ''من باتو نمی باشم'' فقال الزوج: ''مباش''، فقالت: ''طلاق بدست تو است مرا طلاق کن'' فقال الزوج: ''طلاق می کنم'' وكرر ثلاثا طلقت ثلاثا بخلاف قوله ''کنم'' لأنه استقبال فلم يكن تحقيقا بالتشكيك. (هنديه زكريا قديم ۱/۳۸٤، جديد ۱/٤۵۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ ذی قعدہ/ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۳۲۰)

بلا اجازت میکے جانے پر طلاق کو معلق کرنا

سوال [۶۹۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بکر نے اپنی بیوی سے کہا کہ میری اجازت کے بغیر میکے چلی گئی یا اپنے بھائی سے بات چیت کی تو تجھے تینوں طلاق، چنانچہ عورت بغیر اجازت چلی گئی تو کیا طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: نجم الدین بھاگلپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں بیوی کے بغیر اجازت چلے

جانے پر تینوں طلاق واقع ہوچکیں، اب بلا حلالۂ شرعیہ ونکاح جدید کے دونوں کے درمیان زن وشوہر (میاں بیوی) کا تعلق قائم نہیں ہوسکتا۔

عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ: إذا طلق الرجل امرأته ثلاثا لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره و يذوق كل واحد منهما عسيلة صاحبه.

(سنن الدار قطنی، کتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت ٢١/٤، رقم: ٣٩٣٢)

وإذا أضاف إلى شرط وقع عقيب الشرط مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار فأنت طالق. (هدایه، اشرفی دیو بند ٣٨٥/٢، هندیه زكريا قديم ٤٢٠/١، جديد ٤٨٨/١)

وإن كان الطلاق ثلاثا في الحرة ...... لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا فيدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (هدایه اشرفی دیو بند ٣٩٩/٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ر صفر ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۰۶۸)

اگر ماں باپ کے گھر گئی تو تین طلاق

سوال [۶۹۴۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں نے غصہ کی حالت میں اپنی بیوی سے کہہ دیا تھا کہ آج کے بعد اگر تم نے اپنے باپ کے گھر میں قدم رکھا تب میری طرف سے تم کو طلاق ہوچکی سمجھو، یہ الفاظ تین مرتبہ کہے، اس عرصہ کو تقریباً چار سال گذر چکے ہیں وہ اپنے والد کے گھر نہیں گئی ہے اب بیوی کی بہن کی شادی ہے، اور بیوی کے گھر والے زور ڈال رہے ہیں کہ ہماری لڑکی کو بھیجو حالانکہ لڑکی کے والدین یعنی سسر صاحب اپنے گھر کو اپنے لڑکوں کے نام کرنے کے لیے بھی تیار ہیں، اس بارے میں بتایئے کہ میں کیا کروں؟

المستفتی: زاہد حسین، سنبھل

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب شوہر نے بیوی سے یہ کہہ دیا ہے کہ اگر تو باپ کے گھر جائے گی تو تجھے طلاق اور یہ تین مرتبہ کہا ہے تو اگر بیوی شادی کے موقع پر باپ کے گھر جائے گی تو تین طلاق واقع ہوکر بیوی نکاح سے نکل جائے گی، اوردوبارہ اس سے نکاح بھی جائز نہیں ہوگا، البتہ ہمیشہ کی اس پابندی سے بچنے کے لیے یہ شکل اختیار کی جاسکتی ہے کہ بیوی کو صرف ایک طلاق صراحت سے دیدے اوراسی حالت میں بیوی کی عدت گذر جائے اورعدت گذرنے کے بعد بیوی شوہر کے نکاح سے باہر ہوجائے گی اس کے بعد پھر بیوی باپ کے گھر چلی جائے گی، تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی اور پھر آئندہ ہمیشہ کے لیے بار بار جاسکتی ہے، تو ایک دفعہ باپ کے گھر جانے کے بعد پھر شوہر اس سے نکاح کرلے اب اس نکاح کے بعد ہمیشہ آنا جانا رکھ سکتی ہے، وہ تین طلاق جس کی پابندی لازم تھی ختم ہوجائے گی۔

وإذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا. (هنديه زكريا قديم ١/ ٤٢٠، جديد ١/ ٤٨٨،هدايه اشرفی ديوبند ٢/ ٣٨٥)

فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار أن يطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل اليمين فينكحها. (در مختار مع الشامی كراچی ٣/ ٣٥٥، زكريا ٤/ ٦٠٩، مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ٢/ ٦٢، شرح وقايه، ياسر نديم اينڈ كمپنی ديوبند ٢/ ١٠١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍شعبان ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۸۷۹)

باپ کے گھر نہ جاکر صرف بستی سے گذرنے کا حکم

سوال [۶۹۴۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید نے اپنی بیوی ہندہ کو کہا کہ اگر تو اپنے ماں باپ کے گھر گئی یعنی باپ کی بستی

گئی تو تم کو تینوں طلاق ہوں گی، لیکن زید نے یہ نہیں کہا کہ اگر تو اس بستی میں ہو کر دوسرے گاؤں جاؤ گی تو بھی طلاق ہوگی، دوسرے گاؤں جانے کے لیے باپ والی بستی ہو کر راستہ ہے اب ہندہ اپنے شوہر زید کی اجازت سے زید کے رشتہ دار کے یہاں باپ والی بستی میں ہو کر چلی جاتی ہے، تو مذکورہ بالا سوالات کی روشنی میں ہندہ پر طلاق پڑ گئی یا نہیں؟

المستفتی: وعظ الدین ساکن گوپال نگرارریہ (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: باپ کے گھر نہ جا کر صرف بستی سے گزرنے سے ہندہ پر طلاق واقع نہ ہوگی اس لیے کہ یمین کا مقصد باپ کے گھر جانا ہے اور یہاں گھر جانا نہیں پایا گیا، اور باپ کے یہاں جانے سے تین طلاق واقع نہ ہونے کی ایک شکل ہے، وہ یہ ہے کہ زید اپنی بیوی ہندہ کو ایک طلاق دیدے اس کے بعد عدت گذرنے کے بعد ہندہ باپ کے گھر چلی جائے تو نکاح میں نہ ہونے کی وجہ سے کوئی طلاق واقع نہ ہوگی پھر اس کے بعد ہندہ کے ساتھ نکاح کرلیا جائے اس کے بعد پھر جاتی رہے گی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

وإذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا. (هنديه زكريا قديم ۱/ ٤۲۰، جديد ۱/ ٤۸۸، هدايه اشرفى ديوبند ۲/ ۳۸۵)

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا لكن إن وجد فى الملك طلقت و عتق و إلا لا، فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار أن يطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل اليمين فينكحهاالخ. (در مختار كراچى ۳/ ۳۵۵، زكريا ٤/ ٦۰۹، شرح وقايه يا سر نديم ديوبند ۲/ ۱۰۱، مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ۲/ ٦۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰ رمحرم الحرام ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۸۰۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۰/۱/۱۴۱۵ھ

میری اجازت کے بغیر میکہ گئی تو طلاق

سوال [۶۹۴۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مسماۃ ہندہ کی شادی زید کے ساتھ ۶ / سال قبل ہوئی تھی زوجہ نے اپنے زوج کو کبھی خوش نہیں رکھا جب چاہتی بلا اجازتِ زید اپنے میکہ چلی جاتی، آخری بار جب زید کافی بیمار تھا، زید کے منع کرنے کے باوجود ہندہ نے میکہ جانے کا ارادہ کیا، زید نے جانے کی اجازت نہیں دی، اور کہا کہ ایسی حالت میں مجھے چھوڑ کر جاتی ہو، پھر بھی وہ جانے پر مصر ہوئی تو زید نے کہا کہ اگر تم میری اجازت کے بغیر اور مجھے علالت کی حالت میں چھوڑ کر جاتی ہو تو تمہیں طلاق ہو جائے گی، لیکن ہندہ نہیں مانی اور اپنے خاوند کو بیماری کی حالت میں چھوڑ کر اپنے میکہ چلی گئی، اس واقعہ کے بعد زید کا انتقال ہو گیا، زید کے انتقال کی خبر پا کر ہندہ اس وقت آئی جب زید کی تجہیز وتکفین کی جا رہی تھی اور اسی روز جیسے ہی عزیز واحباب زید کو سپرد خاک کر کے گھر آئے پھر ہندہ اپنے میکہ واپس چلی گئی، عدت کے ایام تک بھی قیام نہیں کیا، تو کیا ہندہ مطلقہ مانی جائے گی؟

المستفتی: عبدالحمید، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں زید کی بیوی ہندہ پر اپنے میکہ جانے کے بعد طلاق واقع ہوگئی۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۰/۷۴، احسن الفتاویٰ ۵/۴۳۹)

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا. (شامی، کتاب الطلاق، باب التعليق كراچی ۳/۳۵۲، زكريا ٤/٦٠٥)

فإن وجد الشرط فيه أي في الملك بأن كان النكاح قائما أو كان في العدة انحلت اليمين ووقع الطلاق. (مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ۲/۶۲)

اور مذکورہ صورت میں عورت وارث بھی نہیں ہوگی۔

وإن علقه بفعل المرأة إن كان لها بد من ذٰلك لم ترث. (هنديه، زكريا قديم ١/ ٤٦٥، جديد ١/ ٥٢٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍رجب ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۵۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۵/۷/۱۴۱۶ھ

اگر تو میری اجازت کے بغیر میکہ گئی تو تین طلاق

سوال [۶۹۴۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک جاہل شخص نے اپنی بیوی کو مارا پیٹا اور غصہ میں آکر طلاق شرطیہ دیدی، لڑکی کے بیان کے مطابق اس کے شوہر نے یوں کہا کہ اگر تم میکہ جاؤ گی یا ماں باپ سے بات چیت کروگی تو انگلی سے لکیر بناتے ہوئے ایک دو تین طلاق پڑ جائیں گی، مگر جب شوہر سے پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ میں نے یوں کہا کہ اگر تو بغیر میری اجازت کے میکہ جائے گی یا ماں باپ سے بولے گی تو انگلی سے نشان بناتے ہوئے ۱۱۱، ایک دو تین پڑ جائیں گی، چونکہ لڑکی اس طلاق کے بعد نہ میکے گئی نہ ماں باپ سے بولی تھی کہ لوگوں نے شوہر کو سمجھایا بجھایا تو پھر اس نے دو چار آدمی کے سامنے رجوع کرلیا یعنی بیوی سے اس طرح کہا کہ میں نے لاعلمی میں ایسا بول دیا تھا اب میں اپنی بات واپس لیتا ہوں، اور تم کو میکہ جانے کی اجازت دیتا ہوں، اب بار بار اجازت لینے کی ضرورت نہیں، چونکہ لڑکا اور لڑکی کے بیان میں فرق پایا جاتا ہے، لہٰذا ایسی صورت میں لڑکے کے قول کا اعتبار ہوگا اور لڑکی سے رجوع صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور کیا لڑکی کو طلاق واقع ہوجائے گی؟

المستفتی: ریاض الدین مکتبہ منوریہ، پورنیہ (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر عورت کے پاس اپنے بیان کے ثبوت میں گواہ نہ ہوں تو شوہر کے بیان کا اعتبار ہوگا اور اگر اس کی اجازت سے بیوی میکہ

جائے گی تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی۔

فإن حلف و لا بينة لها فالإثم عليه. (شامی، کتاب الطلاق، باب الصریح کراچی ۳/۲۵۱، زکریا ۴/۴۶۳)

و كل موضع كان القول فيه قوله، إنما يصدق مع اليمين لأنه أمين في الأخبار عما في ضميره والقول قوله مع يمينه. (تبیین الحقائق، امدادیہ ملتان ۲/۲۱۸، زکریا ۳/۸۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍ ذی قعدہ ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۸۹۵۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۱۱/۷ھ

تم اپنے میکہ گئیں تو تمہیں طلاق

سوال [۶۹۴۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص نے غصہ میں بیوی سے جھگڑتے وقت کہا کہ اگر تم اپنے میکہ گئیں تو تمہیں طلاق ہے، غصہ ختم ہونے کے بعد اپنی اس بات پر افسوس بھی ہوا، اس بات کو کہے ہوئے قریب دو سال ہوگئے اس عرصہ میں دونوں میاں بیوی کے تعلقات خوشگوار رہے اور بیوی بھی اپنے میکہ نہیں گئی، اب بیوی اپنے میکہ جانا چاہتی ہے اور شوہر بھیجنا بھی چاہتا ہے، تو بیوی اپنے میکہ جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر جاسکتی ہے تو اس کی کیا شکل ہوگی؟

المستفتی: محمد اسحاق گلشہید مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر بیوی میکہ جائے گی تو صرف ایک طلاق رجعی پڑے گی اس کے بعد رجوع کی گنجائش ہے، اور رجعت کے بعد پھر میاں بیوی کی طرح زندگی گزار سکتے ہیں۔

ولـو قال إن دخلت الدار فأنت طالق وقع. (شـامی، باب التعلقیق، زکریا ۶۳۹/۴، کراچی ۳۷۶/۳)

وإذا أضـافـه إلـى شـرط وقـع عقيب الشرط مثل أن يقول لامرأته إن دخـلـت الـدار فأنت طالق. (هـدايـه، اشـرفـی دیـو بـنـد ۳۸۵/۲، هندیه زکریا قدیم ۴۲۰/۱، جدید ۴۸۸/۱)

إذا طلق الرجل امرأته تطليقة أو تطليقتين فله أن يراجعها في عدتها. (هدايه، باب الرجعة اشرفی دیوبند ۳۹۴/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸ر شوال المکرّم ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۸۲۹/۳۶)

تو اپنے میکہ جائے گی تو تجھے صاف طلاق

سوال [۶۹۴۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید نے اپنی زوجہ کو غصہ کی حالت میں کہا کہ ’’اگر تو اپنے میکہ جائے گی تو تجھے صاف طلاق‘‘ اب غصہ ختم ہونے کے بعد زید اپنی کہی ہوئی بات پر شرمندہ ہے تو اس کے لیے کوئی صورت ہے، کہ وہ اپنی بات واپس لے سکے، اگر بات واپس لینے کی کوئی صورت نہیں ہے تو بیوی کے میکہ جانے پر کتنی طلاقیں واقع ہوں گی؟

المستفتی: عبد الحمید، قانون گویان، ہری مسجد، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لفظ صاف عربی لفظ صریح وصراحۃً کا اردو ترجمہ بھی ہے، لہٰذا صاف طلاق کا عربی مفہوم طلاق صریح کا ہے، اور طلاق صریح سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے، جب ایک مرتبہ صاف طلاق کے الفاظ استعمال کیا ہے تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی، لہٰذا جب بھی بیوی پہلی بار میکہ جائے گی تو اس پر ایک طلاق صریح

رجعی واقع ہوجائے گی اور عدت کے اندر اندر رجعت کرکے بیوی بناکر رکھنے کی گنجائش ہوگی۔

وإذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط. (هنديه زكريا قديم ١/ ٤٢٠، جديد ١/ ٤٨٨، هدايه اشرفي ديوبند ٢/ ٣٨٥)

فالصريح قوله: أنت طالق و مطلقة و طلقتك، فهٰذا يقع به الطلاق الرجعي؛ لأن هذه الألفاظ تستعمل فى الطلاق و لا تستعمل فى غيره فكان صريحا و أنه يعقب الرجعة بالنص. (هدايه اشرفي ديوبند ٢/ ٣٥٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۶۵۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۶/۲۸ھ

اگر میکہ گئی تو تجھے طلاق

سوال [۶۹۴۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو ۱۲؍ سو روپیہ نہیں دے گی تو تینوں طلاق، زینب نے روپیہ ادا کردیا، اور زید نے یہ کہا کہ اگر تمہاری والدہ تیرہ کلو چاول نہیں دے گی تو تینوں طلاق، زینب کی والدہ نے چاول ادا کردیا اور زید نے یہ کہا کہ اگر تو اپنی امی کے گھر جائے گی تو تینوں طلاق، زینب ابھی سسرال میں ہے اور یہ سب بات نشہ کی حالت میں کہا اور زید کے جسم پر کپڑا نہیں تھا تو کیا اس حلیہ سے طلاق ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: محمد انصار بھاگلپور (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نشہ کی حالت میں طلاق واقع ہوجاتی ہے، لہٰذا پہلے اور دوسرے جملے کی شرط پوری ہوگئی ہے اس لیے ان جملوں سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی اور تیسرا جملہ کہ اگر تو اپنی امی کے گھر جائے گی تو تینوں طلاق، اس سے ماں کے گھر جانے سے تینوں طلاق واقع ہوجائیں گی، اور اگر یہ چاہتے ہیں کہ تین طلاق سے حفاظت بھی

ہوجائے اور ماں کے گھر جانے کا سلسلہ بھی باقی رہے تو اس کا ایک طریقہ ہے، وہ یہ ہے کہ ماں کے گھر جانے سے قبل ایک طلاق دیدے اور پھر رجعت نہ کرے اسی حالت میں عدت گزر جائے اور عدت گزرنے سے بیوی شوہر کے نکاح اور محل طلاق سے خارج ہوجائے گی، لہٰذا عدت کے بعد ماں کے گھر چلی جائے گی تو طلاق واقع نہ ہوگی، اور اس سے شرط کی مدت بھی پوری ہوجائے گی اس کے بعد شوہر سے نکاح کرلے اور اس کے بعد پھر کبھی ماں کے گھر جانے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا لكن إن وجد في الملك طلقت وعتق وإلا لا، فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار أن يطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها، فتنحل اليمين فينكحها. (در مختار، كتاب الطلاق، باب التعليق كراچى ۳/۳۵۵، زكريا ٤/٦٠٩، مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ۲/٦۲، شرح وقايه، ياسر نديم بكڈپو ديوبند ۲/۱۰۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍صفر المظفر ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۶۴۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۲/۲۰ھ

تین طلاق کو میکہ جانے پر معلق کردیا

سوال [۶۹۴۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں نے اپنی اہلیہ سے کچھ الجھنوں کی وجہ سے یہ الفاظ کہہ دیئے تھے کہ تم اپنے میکہ میں گئیں تو تمہیں تین طلاق ہے؛ لہٰذا میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس میں میکہ جانے کی گنجائش ہے یا نہیں، میرے ذہن میں صرف میکہ کے بارے میں تھی نہ کہ اور رشتہ داروں کے بارے میں مثلاً چچا، تایا، خالا، ماموں، پھوپھا وغیرہ۔ اس لیے آنجناب سے مؤدبانہ التماس ہے کہ اس مسئلہ کی تحریر دے کر ممنون ومشکور ہوں۔

المستفتی: عبدالرؤف راجپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ نے بیوی کے میکہ جانے پر تین طلاق کو معلق کیا ہے، لہٰذا آپ کی بیوی جب بھی میکہ جائے گی تو تینوں طلاقیں واقع ہوکر بیوی قطعی طور پر حرام ہوجائے گی، اس لیے اب میکہ جانے کی گنجائش نہیں ہے، البتہ میکہ کے علاوہ دیگر رشتہ داروں کے یہاں جانے سے کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۱۰/ ۶۵)

حلف لایدخل دار فلان یراد به نسبة السکنی إلیه عرفا و لو تبعا (در مختار) یعنی أن الاصل فی دار زید أن یراد بها نسبة الملک ...... فأجاب بأنه من عموم المجال بأن یراد به معنی عام یکون المعنی الحقیقی فردا من أفراده وهو نسبة السکنی أی ما یسکنها زید بملک أو عارية. (در مختار مع الشامی، کتاب الأیمان، باب الیمین فی الدخول و الخروج ...... زکریا ٥/٥٥٢، کراچی ٣/٧٦٠)

لأنه یعد ساکنا ببقاء أهله و متاعه عرفا. (البحر الرائق زکریا ٤/٥١٤، کوئٹہ ٤/٣٠٦)

إذا أضافه إلی الشرط وقع عقیب الشرط اتفاقا مثل أن یقول لامرأته إن دخلت الدار فأنت طالق. (هندیه زکریا قدیم ١/٤٢٠، جدید ١/٤٨٨، در مختار کراچی ٣/٣٥٥، زکریا ٤/٦٠٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍ شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۶۲۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۸/۵ھ

الگ الگ تین مرتبہ میکہ جانے پر طلاق کو معلق کرنا

سوال [۶۹۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ تو جتنی مرتبہ مجھ سے پوچھے بغیر اپنے میکے جائے گی اتنی مرتبہ تجھے طلاق، تو ایسی صورت میں تین طلاق کب واقع ہوں گی، اس سلسلے میں حکم شرعی کیا ہے؟ واضح کریں۔

المستفتی: سید محمد آصف، سرائے پختہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیوی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر جتنی مرتبہ میکے جائے گی اسی اعتبار سے اس پر طلاق واقع ہوگی، چنانچہ بلا اجازت ایک مرتبہ گئی تو ایک طلاق واقع ہوگی، دوسری مرتبہ گئی تو دوسری طلاق واقع ہوگی، اور تیسری مرتبہ گئی تو اس پر تیسری طلاق واقع ہو جائے گی، اور وہ مغلظہ ہوکر نکاح سے خارج ہو جائے گی، اب شوہر کے لیے قطعی طور پر حرام ہو جائے گی۔

الطلاق والعتاق متى علق بشرط متكرر يتكرر. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب التعليق كوئٹه ٤/١٦، زكريا ٤/٢٦)

ولو قال كلما دخلت فدخلت امرأة طلقت و لو دخلت ثانيا تطلق و كذا ثلاثا. (البحر الرائق زكريا ٤/٢٨، كوئٹه ٤/١٧)

إن قال كلما دخلت الدار فأنت طالق لا تطلق بعد الثلاث. (مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ٢/٦١)

فإذا قال لزوجته كلما دخلت الدار فأنت طالق فتكرر الشرط حتى بانت بثلاث. (حاشيه چلبی، امداديه ملتان ٢/٢٣٥، زكريا ديو بند ٣/١١٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۷۷/۴۰)

تم اپنے والدین کے گھر جاؤ گی تو نکاح سے باہر ہو جاؤ گی

سوال [۶۹۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تم اپنے والدین کے گھر جاؤ گی تو نکاح سے باہر ہو جاؤ گی، لیکن بیوی اپنے والدین کے گھر چلی گئی، پھر بھی یہ دھمکی دیتی ہے کہ مجھے طلاق دیدو، لہٰذا اس مسئلہ کو قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں، مہربانی ہوگی۔

المستفتی: محمد شاہد رضا محلّہ سیدھی سرائے مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیوی کومخاطب کر کے یوں کہہ دینا کہ تم میرے نکاح سے باہر ہوجاؤ گی، ہمارے عرف میں طلاق ہی کے لیے بولا جاتا ہے، لہٰذا اس سے طلاق صریح واقع ہوجائے گی، اس لیے مذکورہ صورت میں بیوی کے والدین کے گھر چلی جانے کے بعد ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی ہے، عدت کے اندر رجعت کر کے رکھنے کی گنجائش ہے۔

وإذا إضافه إلی الشرط وقع عقیب الشرط اتفاقا. (هندیه زکریا قدیم ۱/ ۴۲۰، جدید ۱/ ۴۸۸، هدایه اشرفی دیوبند ۲/ ۳۸۵)

أن الصریح مالم یستعمل إلا فی الطلاق من أی لغة کانت. (شامی، باب الکنایات کراچی ۳/ ۲۹۹، زکریا ۴/ ۵۳۰)

إذا طلق الرجل امرأته تطلیقة رجعیة أو تطلیقتین فله أن یراجعها فی عدتها. (هدایه، اشرفی دیوبند ۲/ ۳۹۴، هندیه زکریا قدیم ۱/ ۴۷۰، جدید ۱/ ۵۳۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ رجب ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۸۵۲)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/ ۷/ ۱۴۱۹ھ

طلاق کو بہن کے گھر جانے پر معلق کرنا

سوال [۶۹۵۰]: (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ابوالحیات نے اپنی بہن افروز سے کہا کہ ''اگر میں تیرے گھر پر آؤں تو میری بیوی کو طلاق'' اب بہن افروز کو اس کے شوہر نے طلاق دیدی، بہن اس گھر کے علاوہ دوسرے کرایہ کے گھر میں عدت گذارنے لگی اب یہ بھائی ابوالحیات بہن کے اسی کرایہ والے گھر میں چلا گیا تو اس صورت میں اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: ابوالحیات دھامپوری، بجنور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں ابوالحیات اپنی بہن کے دوسرے گھر میں گیا جس میں بہن عدت گذار رہی تھی تو اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لیے کہ یمین کا تعلق اس گھر سے تھا جس میں یمین کے وقت بہن رہتی تھی نہ کہ اس گھر سے جس میں وہ عدت گذار رہی ہے، لہٰذا طلاق واقع نہیں ہوگی۔

ولو حلف لا يدخل دار فلان فاستعار فلان دار جاره و اتخذ فيه وليمة و دخلها الحالف لا يحنث. (البحر الرائق، كتاب الأيمان، باب اليمين في الدخول و الخروج كوئٹه ٤/ ٣٠٦، زكريا ٤/ ٥١٤)

وذكر محمدؒ في الزيادات: إذا حلف لا يدخل دار فلان – إلى قوله– وعلى قول أبي يوسفؒ: اليمين على ما كان في ملكه وقت اليمين إذا لقي في ملكه وقت الدخول لا على ما سيحدث الملك فيها بعد اليمين. (تاتارخانيه زكريا٦/ ٢٤٦، رقم ٩٣٠٥ مبسوط، دار الكتب العلمية ٨/ ١٦٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٨/صفر/١٤٣٥ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۴۲۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
١٤٣٥/٢/١٨ھ

بھائی کے گھر پر جائے گی تو تین طلاق

سوال [۶۹۵۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص نے بحالت غصہ اپنی بیوی سے کہا کہ اگر وہ اپنے بھائی کے گھر پر جائے گی تو اس پر تین طلاق، لیکن بھائی جس مکان میں مقیم ہے وہ اس کے والد صاحب کی ملکیت ہے اور اس میں اس کے والد صاحب اور دیگر بھائی رہتے ہیں، کیا اس حالت میں وہ اس گھر میں جاسکتی ہے یا نہیں، اور اگر وہ اس وقت جاسکتی ہے تو بعد والد کے انتقال کے بھائی کے گھر جاسکے گی جس کے بارے میں اس کے شوہر نے پابندی لگادی ہے؟

المستفتی: سرفراز حسین، نئی بستی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: موجودہ شوہر کے نکاح میں رہتے ہوئے جب بھی بھائی کے گھر جائے گی طلاق واقع ہو جائے گی اور اس گھر کا ملکیت میں ہونا لازم نہیں ہے بلکہ رہائشی گھر کا ہونا کافی ہے، اور جب تین طلاق کی قید لگائی تو اس سے طلاق مغلظہ واقع ہوجائے گی۔

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا لكن إن وجد فى الملك طلقت و عتق. (در مختار، باب التعليق، كراچی ۳/ ۳۵۵، زكريا ٤/ ٦٠٩)

فإن وجد الشرط فيه أى فى الملك بأن كان النكاح قائما أو كان فى العدة انحلت اليمين ووقع الطلاق. (مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ۲/ ٦٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۴۴۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۵/۲ھ

شوہر نے کہا: کہ اگر تو امروہہ گئی تو تین طلاق، پھر کہا: ماجد وذاکر کے گھر گئی تو تین طلاق

سوال [۶۹۵۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا: اگر تو امروہہ گئی تو تجھے طلاق، پھر اس کے بعد کہا کہ اگر تو ماجد اور ذاکر کے گھر گئی تو تجھے طلاق، اور میکہ امروہہ میں ہی ہے، ذاکر اور ماجد بیوی کے بھائی ہیں، پہلی صورت میں امروہہ جانے سے مراد ماجد اور ذاکر ہی کا گھر جانا مراد تھا، یہاں ہر دو تعلیق استعمال کی گئی ہے، امروہہ جانے میں عمومی اور ماجد اور ذاکر کے گھر جانے میں خصوصی تعلیق ہے، تو ایسی صورت میں صرف امروہہ داخل ہوتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی یا ذاکر اور ماجد کے گھر جانے سے طلاق ہوگی؟ واضح فرما دیں۔

المستفتی: شعیب احمد میرٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوالنامہ میں دو تعلیق کا ذکر ہے، ایک میں عموم اور دوسرے میں خصوص، اور ایسی تعلیق اور قسم میں حالف یعنی قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے، لہٰذا جب حالف نے عام لفظ سے خاص مراد لیا ہے یعنی ماجد اور ذاکر کے گھر جانا مراد لیا ہے اور بعد میں ماجد اور ذاکر کے گھر کی تخصیص بھی کردی ہے، تو ایسی صورت میں صرف امروہہ میں داخل ہونے سے طلاق واقع نہ ہوگی جبکہ اس کی مراد ماجد اور ذاکر کے گھر جانا ہو، اور دوسری تعلیق میں اس نے اس تخصیص کو واضح بھی کردیا ہے اس لیے ماجد اور ذاکر کے گھر جانے سے ہی طلاق واقع ہوگی ورنہ طلاق واقع نہ ہوگی؛ کیونکہ دونوں درحقیقت ایک ہی تعلیق ہیں اور دوسری تعلیق سے وضاحت ہوگئی۔

أما نية تخصيص العام في اليمين فمقبولة ديانة اتفاقا و قضاء عند الخصاف، والفتویٰ علی قوله. (الأشباه قديم ص: ٤٨، جديد ص: ٩٦)

يجب أن يعلم بأن الطلاق المضاف إلى أحد الوقتين يقع عند آخرهما لأن الزوج أوقع الطلاق بأحد الوصفين الأخف والأغلظ هو التعجيل والتاخير، والمؤخر أخف من المعجل. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الطلاق، باب إضافة الطلاق إلى الوقتين ٤/٥٧٣ رقم: ٦٩٥٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۲۸ر محرم الحرام ۱۴۳۶ھ	احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۸۵۷)	۱۴۳۶/۱/۲۹ھ

اس گھر کی چھت پر چڑھا تو بیوی کو طلاق

سوال [۶۹۵۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید نے اپنی بیوی سے کہا: میں کلما کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میں اس گھر کی چھت پر چڑھا تو بھوری کو طلاق، بیوی کا نام بھوری ہے، تو طلاق کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قسم کا مدار الفاظ پر ہوتا ہے نہ کہ اغراض پر جیسا کہ کتب فقہ میں تصریح ہے ''**مبنی الأيمان على الألفاظ دون الأغراض**'' بریں بنا صورت مذکورہ میں کلما کی قسم منعقد ہی نہیں ہوئی، تاہم تعلیق طلاق پائی گئی ہے اس لیے زید جب گھر کی چھت پر چڑھے گا تو ایک رجعی واقع ہو جائے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۳/ ۹۹)

وحاصله أن اليمين بغيره تعالىٰ تارة يحصل بها الوثيقة: أى اتثاق الخصم بصدق الحالف كالتعليق بالطلاق و العتاق مما ليس فيه حرف القسم و تارة لا يحصل مثل و أبيك و لعمرى فإنه لا يلزمه بالحنث فيه شيئ فلا تحصل به الوثيقة. (شامی ، کتاب الأيمان، مطلب: فی حکم الحلف کراچی ۳/ ۷۰۵، زکریا ۵/ ٤٧٤)

إنه قد اشتهر فى رساتيق شروان أن من قال جعلت كلما أو على كلما أنه طلاق ثلاث معلق و هذا باطل و من هذيانات العوام فتأمل. (شامی کراچی ۳/ ۲٤٧، زکریا ٤/ ٤٥٧)

وإذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا. (هنديه، زكريا قديم ١/ ٤٢٠، جديد ١/ ٤٨٨، هدايه، اشرفی ديوبند ٢/ ٣٨٥)

لأن الشرط إذا تقدم على الجزاء لا يتعلق الطلاق إلا بحرف الجزاء. (فتاویٰ قاضيخان زكريا ١/ ٢٩٠، و على هامش الهندية زكريا ١/ ٤٧٦)

قال هشام: قلت لمحمد فما تقول إذا حلف لا يقرأ لفلان كتابا فنظر فى كتابه حتى أتى آخره و فهمه ولم ينطق به، قال سأل هارون أبا يوسف عن ذٰلك وقد كان ابتلى بشيئ منه فقال: لا يحنث و لا أرى ذٰلك. (بدائع الصنائع زكريا ٣/ ٨٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۳۵۰)

اب چلی جایا صبح کو چلی جا، فارغطی اب لے جایا صبح کو لے جا کہنے کا حکم

سوال [۶۹۵۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: منا اور اس کی بیوی کے درمیان کسی رشتہ داری میں جانے پر باہم جھگڑا ہوگیا، منا نے اپنی بیوی کو وہاں جانے سے منع کیا کہ جب تو ایک بار وہاں چلی گئی ہے تو اب تو مت جانا، دوچار دن کے بعد میں خود ہو آؤں گا لیکن بیوی نے ضد کی کہ میں تو پھر جاؤں گی اس بات کو لے کر بات بڑھ گئی اور منا نے غصہ کی حالت میں دو گواہوں کے سامنے یہ کہہ دیا کہ جب تو مانتی ہی نہیں تو اب چلی جایا صبح کو چلی جا، فارغطی اب لے جایا صبح کو لے جا، تو اب دریافت یہ کرنا ہے کہ آیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں اور اگر ہوئی تو کون سی ہوئی؟

المستفتی: منے خاں جان محمد، علی پور، افضل گڑھ بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شوہر کا یہ کہنا کہ اب چلی جایا صبح کو چلی جا، فارغطی اب لے جایا صبح کو لے جا، یہ عبارت طلاق کے لیے تعلیق ہے؛ لہٰذا اگر بیوی مذکورہ رشتہ داری میں اس وقت یا صبح کو چلی جاتی ہے تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی، اور اگر بیوی اس وقت نہیں گئی ہے اور نہ ہی صبح کو گئی ہے تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

فإن وجد الشرط فيه أي في الملک بأن كان النكاح قائما أو كان في العدة انحلت اليمين و وقع الطلاق. (مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ۲/۶۲)

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا، لكن إن وجد في الملک طلقت. (در مختار کراچی ۳/۳۵۵، زکریا ۴/۶۰۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۹۴۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۳/۲۶ھ

اگرتم کبھی بھی قاسم کے گھر جاؤ گی تو تم کو تین طلاق

سوال [٦٩٥٥]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید نے اپنی بیوی کو قاسم کے گھر جانے سے منع کررکھا تھا کہ اگرتم کبھی بھی قاسم کے گھر جاؤ گی تو تم کو تین طلاق ہیں، لیکن زید اور قاسم دونوں بھائی ہیں، اگر قاسم کے یہاں کسی طرح کا حادثہ ہوجائے تو زید کی بیوی قاسم کے یہاں آسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد شاکر حسین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کی بیوی کسی بھی حادثہ یا ضرورت کے وقت قاسم کے گھر جائے گی تو تینوں طلاق واقع ہوجائیں گی، لہٰذا زید کی بیوی قاسم کے یہاں نہیں جاسکتی۔

فإن وجد الشرط فی الملک طلقت وانحلت. (کنز الدقائق ص: ١٢٧)

وتنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکن إن وجد فی الملک طلقت. (در مختار کراچی ٣/٣٥٥، زکریا ٤/٦٠٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢٤ ر جمادی الاولیٰ ١٤١٥ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣١/١٢/٤٠١٢)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
٢٤/٥/١٤١٥ھ

اگر بہنوئی سے بولے گی تو طلاق، طلاق، طلاق

سوال [٦٩٥٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (١) دو بہنوں کے شوہر کسی بات پر آپس میں لڑنے لگے، چھوٹی بہن اپنے شوہر کو گھر لے گئی اور کہنے لگی کہ اس طرح لڑنے سے کیا فائدہ اگر کچھ کرنا ہے تو بات سے مارو، لڑنے سے کیا فائدہ، اس کا شوہر اس سے کہتا ہے تو اس سے نہیں بولے گی وہ کہتی ہے میں تو

بولوں گی، وہ کہتا ہے: بولے گی، بیوی کہتی ہے: ہاں بولوں گی، شوہر پھر کہتا ہے کہ اگر بولے گی تو طلاق طلاق طلاق۔

(۲) اسی مکان میں دوسرے کمرہ میں اور خاندان ہے، وہ دونوں میاں بیوی اپنے باورچی خانے میں تقریباً تیس قدم دوری پر بیٹھے تھے، اور ایک لڑکا تقریباً چودہ پندرہ سال کا الگ بیٹھا تھا، یہ لوگ کہتے ہیں کہ (اگر تو بولے گی) کہ جگہ صرف تو بولے گی، لفظ ہم نے سنا ہے ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ بیوی کی آواز کچھ تیز تھی جبکہ شوہر کی آواز دھیمی تھی، مذکورہ بالا فریق حلف اٹھانے کو تیار ہے اور شوہر کا کہنا ہے کہ میں نے (اگر تو بولے گی تو) لفظا استعمال کیا ہے، بیوی بھی اس کی تائید کر رہی ہے اس طرح طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

المستفتی: فاضل خان رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر واقعہ ایسا ہی ہے جیسا سوالنامہ میں درج ہے تو طلاق ابھی نہیں پڑی جب بھی بولے گی تینوں طلاق پڑ جائیں گی۔

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا لكن إن وجدفي الملك طلقت. (الدر المختار، باب التعليق، کراچی ۳/۳۵۵، زکریا ۴/۶۰۹)

إذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا. (هنديه زكرياقديم ۱/۴۲۰، جديد ۱/۴۸۸، هدايه اشرفی ديوبند ۲/۳۸۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰/رجب المرجب ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۳۹۵)

بہنوئی سے بات کی تو تجھے طلاق

سوال [۶۹۵۷]: (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: فاضل خان کی بیوی بہنوئی سے بات کرتی ہے، بیوی کے اس عمل سے فاضل

خان ناراض ہے، لہٰذا فاضل خان نے بیوی سے یہ کہا کہ اگر تو نے بہنوئی سے بات کی تو تجھے طلاق ہے، اور یہ الفاظ تین مرتبہ کہے، تو اس سے طلاق واقع ہوگئی یا نہیں، اگر واقع نہ ہوئی اور جب بولے گی تب واقع ہوگی تو اس سے بچنے کی کیا صورت ہے؟

المستفتی: محمد فاضل خان محلہ دیوان، شاہ آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بیوی بہنوئی سے بات کرے گی تو بات کرتے ہی تین طلاق واقع ہو جائیں گی۔

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا لكن إن وجد في الملك طلقت. (در مختار کراچی ۳/۳۵۵، زکریا ۴/۶۰۹)

إذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا. (هنديه زكرياقديم ۱/۴۲۰، جديد ۱/۴۸۸، هدايه اشرفى ديوبند ۲/۳۸۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ ذی قعدہ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۵۱۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۱۱/۱۱ھ

طلاق کو بیوی کی ناجائز حرکت پر معلق کرنا

سوال [۶۹۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک لڑکے نے ایک لڑکی سے شادی کی اس کے بعد وہ لڑکا سعودی عرب کام کے لیے چلا گیا، کچھ دنوں کے بعد کسی شخص نے لڑکے سے جا کر یوں کہا کہ تیری بیوی نے اپنے بہنوئی سے منھ کالا کیا ہے اور خطوط بھی پہنچے کہ تیری بیوی نے تیرے ساڑھو کے ساتھ زنا کاری کی ہے، تو لڑکے نے اس بات کو سن کر کیسٹ میں یہ بھر کر بھیجا کہ اگر تو نے ایسا کیا ہے تو میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی، دو سال کے بعد وہ لڑکا جب گھر واپس آیا تو تحقیق کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس لڑکی نے ایسا نہیں کیا ہے آپ نے یہ سب غلط سنا ہے تو

مذکورہ صورت میں آیا طلاق ہوئی یا نہیں ہوئی، اگر طلاق ہوئی ہے تو کون سی ہوئی ہے؟

المستفتی: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: شوہر نے طلاق کو ناجائز حرکت پر معلق کر رکھا ہے اور بعد میں تحقیق سے ثابت ہوا کہ بیوی نے ایسی ناجائز حرکت نہیں کی ہے، لہٰذا جب ناجائز حرکت نہیں پائی گئی تو طلاق بھی واقع نہ ہوگی، نکاح بدستور باقی ہے، شوہر کے یہاں جو شکایت پہنچائی گئی ہے وہ میاں بیوی کے درمیان تفرقہ ڈالنے کے لیے کیا گیا ہے، لہٰذا اس کی طرف خیال کرنے کی ضرورت نہیں۔

كأنت طالق لو دخلت الدار تعلق بدخولها. (در مختار، باب التعليق، كراچی ٣/٣٥٢، زكريا ٤/٦٠٤)

وإذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا. (هنديه زكريا قديم ١/٤٢٠، جديد ١/٤٨٨، هدايه اشرفی ديوبند ٢/٣٨٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢٦ ربیع الثانی ١٤١٨ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٣/٥٢٦١)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
١٤١٨/٤/٢٦ھ

اگر تم نے فعل بد کیا ہے تو تم کو طلاق

سوال [٦٩٥٩]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (١) زید نے اپنی بیوی سے شک ہونے پر یہ کہا کہ بیوی اگر تم نے فعل بد کیا ہو (زنا) تو تم کو طلاق، لیکن اس وقت زید کی نیت طلاق کی نہیں تھی، زید اپنی بیوی سے ملتا رہا، اور بیوی اس کو قسم کھا کر بھروسہ دیتی رہی، زید نے اس کی قسم پر بھروسہ کیا اور مان لیا، لیکن پھر شک ہوتا ہے تو زید کی بیوی پھر قرآن پاک ہاتھ میں لے کر قسم کھا کر کہتی ہے، میں نے یہ برا فعل نہیں کیا، اس حالت میں زید اپنی بیوی کو بری سمجھے اور اس پر اطمینان کرلے؟

(۲) زید نے اپنی بیوی کی کچھ نازیبا بات جو کہ شوہر کی عصمت کے خلاف ہے کچھ بات بیوی سے سنی جیسا کہ اگر تم کسی قابل ہوتے تو کیا کرتے، تم اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہو مثلاً: اپنے آپ کو مرد سمجھتے ہو، ہم نے اپنی زندگی میں پیٹ بھر خوب مزے لیے اور دل بھر گیا، ایسے فقروں پر زید نے طلاق کی نیت کر کے اپنی بیوی سے پھر کہا: بیوی اگر تم نے فعل بد کیا ہو (زنا) تو تم کو طلاق، تو کیا اگر بیوی نے زنا کیا اور کھل کر نہیں بتایا اور زید کو فعل بد کی اطلاع نہیں دی جبکہ طلاق ہو چکی ہو اور زید بیوی کے حقوقِ زوجیت ادا کرتا رہا ہو تو کیا زید گنہگار ہوگا، یا نہ بتلانے پر بیوی گنہگار ہوگی، زید کے اوپر کوئی مؤاخذہ دنیا یا حشر میں تو نہیں ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بلا ثبوت شک کرنا جائز نہیں اور جب بیوی نے برے کام سے برأت کا اظہار کیا ہے پھر آپس میں تکرار کی باتوں کی وجہ سے شک کرنا بھی درست نہیں اور جب بد فعلی کا ثبوت نہیں تو طلاق بھی نہیں پڑے گی، نکاح بدستور باقی ہے۔

ماثبت بيقين لا يرتفع إلا بيقين. (قواعد الفقه، اشرفی دیوبند ص: ۱۱۴، الأشباه و النظائر قديم ص: ۱۰۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍صفر المظفر ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۲۲۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۲/۲ھ

اگر تو میرے بعد کسی سے صحبت کرے تو تجھے طلاق

سوال [۶۹۶۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں نے اب سے چار پانچ سال پہلے اپنی گھر والی سے کہا تھا کہ اگر تو میرے علاوہ کسی اور سے صحبت کرے تو تجھے طلاق اور بعد میں یہ کہا کہ طلاق نہ ہو، اور اب میں باہر چلا گیا اور میرے بعد میرا چھوٹا بھائی اس کے پاس سویا اور اس نے جبراً صحبت کر لی، اور بعد

میں مرضی سے بھی صحبت ہوئی، اور جب میں باہر سے آیا، تو پتہ چلا، لیکن میں نے جو بعد میں کہا کہ طلاق نہ ہو، تو میں سمجھا کہ طلاق نہیں ہوئی ہے، اور میں نے بھی صحبت کرلی ہے، اب اس میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اس کا پتہ جلد دیں آپ کی مہربانی ہوگی۔

المستفتی: خورشید احمد کیر اف ڈاکٹر کیلاش دت شرما شریف پور بھیسر ولی بلندشہر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں آپ کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی ہے۔

وإذا أضاف الشرط وقع عقيب الشرط مثل أن يقول إن دخلت الدار فأنت طالق. (الجوهرة النيرة، كتاب الطلاق امداديه ملتان ۲/ ۱۱۰، دار الكتاب ديوبند۲/ ۱۰۶)

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا. (الدر المختار، باب التعليق، كراچى ۳/ ۳۵۵، زكريا ۴/ ۶۰۹، كوئٹه ۲/ ۵۴۴، هنديه زكريا قديم ۱/ ۴۲۰، جديد ۱/ ۴۸۸، البحر الرائق كوئٹه ۴/ ۱۴، زكريا ۴/ ۲۲، هدايه، اشرفى ديوبند ۲/ ۳۸۵)

اور اگر آپ کے بھائی کی صحبت کے بعد تین حیض گذرنے کے بعد آپ نے صحبت کی ہے اور عدت کے اندر رجعت نہیں کی تو آپ کی صحبت حرام ہوئی ہے توبہ لازم ہے، آئندہ دوبارہ نکاح کر کے رکھ سکتے ہیں، آپ کا طلاق نہ ہونا سمجھنا غلط تھا۔

ليس للزوج أن يرجع فى ذٰلک ولا ينهاها عن ما جعل إليها. (الجوهرة النيرة، كتاب الطلاق امداديه ملتان ۲/ ۱۱۸ زكريا ديوبند ۲/ ۱۱۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۷۰۰۱)

امردوں کے ساتھ لواطت کرنے پر طلاق کو معلق کر کے بیوی کے ساتھ لواطت کرنا

سوال [۶۹۶۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: زید اپنی امرد پرستی کی عادت سے پریشان تھا ایک دن وہ رورو کر خلوت میں اللہ سے توبہ کر رہا تھا، توبہ کے دوران زید نے کہا یا اللہ آئندہ اگر میں کسی لڑکے سے بدفعلی کروں تو میری بیوی کو طلاق (طلاق مغلظہ کے ساتھ) بشرطیکہ مجھے اس وقت یہ عہد یاد ہو، یا اللہ بھولے سے ہو تو معاف کرنا، تقریباً ایک سال کے بعد یہ عہد یاد نہیں رہا بدقسمتی سے بیوی کے ساتھ یہ فعل سرزد ہوگیا، صبح کو نماز کے بعد یہ عہد جو اوپر مذکور ہوا یاد آیا، اس صورت میں زید اور اس کی بیوی پر شریعت کی طرف سے کیا حکم ہے، آیا طلاق ہوئی یا نہیں ہوئی، ایک سال ہو چکا ہے، الفاظ میں تغیر و تبدل ہوسکتا ہے، مگر صورت حال یہی تھی جو قلمبند کی گئی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں اس فعل شنیع کی سخت وعیدیں آئی ہیں ایسا شخص دنیا میں بھی سخت سزا کا مستحق اور آخرت میں بھی عظیم ترین عذاب کا مستحق ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر مختلف انداز سے اس کی وعید فرمائی ہے، نیز بیوی کے ساتھ ایسی حرکت کرنا اور زیادہ عذاب کا سبب ہے، اس لیے کہ شہوت پوری کرنے کے لیے اللہ نے راستہ بنایا ہے، شہوت پوری کرنے کا راستہ موجود ہے اس کے باوجود خدا کے حکم کی بغاوت وہیں پر کی جارہی ہے، اس لیے یہ اور زیادہ سخت عذاب کا سبب بنے گا اس لیے خالص اور سچی توبہ کرلے اور آئندہ اس کا ارادہ بھی نہ کرے۔

﴿اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُسْرِفُوْنَ. [اعراف: ۸۱]﴾

﴿اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِيْنَ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُوْنَ. [الشعراء: ۱۶۵-۱۶۶]﴾

قال رسول الله ﷺ: من وجدتموه يعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل و المفعول به. (تفسیر ابن کثیر، مکتبه المکة ص: ۵۳۳)

سبعة لا ينظر إليهم يوم القيامة ولا يزكيهم و يقول: وادخلوا النار مع الداخلين الفاعل والمفعول به. (تفسیر ابن کثیر ص: ۱۷۶)

قال رسول الله ﷺ: استحیوا، إن الله لا یستحیي من الحق لایحل أن تاتوا النساء في حشوشهن. (ابن کثیر ص: ۱۷٦)

لا ینظر الله إلی رجل أتی رجلا أو امرأة في الدبر. (ابن کثیر ص: ۱۷٦)

البتہ یہ ہے کہ اس فعل شنیع کو مردوں کے ساتھ مقید کیا ہے، اس لیے بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی۔

الأیمان مبنیة علی الألفاظ لا علی الأغراض. (الاشباہ قدیم مطبع دیوبند ص: ۹٦)

لم یحنث لعدم شرطه. (شامی کتاب الأیمان، باب الیمین في الضرب والقتل کراچی ۳/۸٤۲، زکریا ۵/٦٦۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ٦۱۴٦)

اگر تو فلاں شہر گئی تو تجھے تین طلاق

سوال [۶۹٦۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شوہر نے اپنی بیوی کے بارے میں خط لکھ کر بھیج دیا کہ اگر وہ یعنی میری بیوی فلاں شہر میں جائے گی تو اسے تین طلاق پھر اس کی بیوی خط کا مضمون سننے کے بعد بھی اسی شہر میں چلی گئی، تو کتنی طلاق واقع ہوں گی؟ ایک ہوگی یا تین، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایک ہی طلاق واقع ہو گی، پھر اگر دونوں مرد اور عورت آپس میں رضامندی کے ساتھ زندگی گذارنا چاہیں تو اس کی شرعی صورت تحریر فرمائیں، ایسی صورت میں نیا نکاح کر کے رکھ لینے کی گنجائش ہو تو مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: محمد عبد اللہ میجر گنج، سیتامڑھی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس صورت میں شوہر کا خط سننے کے بعد بیوی اس شہر میں چلی گئی تو اس پر تین طلاق واقع ہوگئی ہیں، اور بیوی شوہر پر بالکل حرام ہوگئی ہے،

اب نیا نکاح شرعی حلالہ کے بغیر درست نہیں ہوگا۔

وإذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط مثل أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق. (هدايه، باب الأيمان في الطلاق، اشرفي ديوبند ۲/۳۸۵، هنديه زكريا قديم ۱/۴۲۰، جديد ۱/۴۸۸)

وإن كان الطلاق ثلاث في الحرة و ثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا و يدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (هدايه، اشرفي ديوبند ۲/۳۹۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍محرم الحرام ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۴۲۰)

تیسری طلاق کوکسی کے ساتھ بات کرنے پر معلق کرنا

سوال [۶۹۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: خاندانی لڑائی جھگڑوں سے تنگ آ کر زید نے اپنی بیوی آسماء کو دوطلاق رجعی دیدی، کچھ دنوں بعد کسی بات پر ناراض ہوکر زید نے اپنی بیوی اسماء سے کہا کہ اگر تو نے فلاں شخص سے بات چیت کی تو تجھ پر طلاق واقع ہوجائے گی، اب حالات اعتدال پر ہیں زید اب یہ پابندی ہٹانا چاہتا ہے تو کیا زید کو یہ پابندی ہٹانے کا اختیار ہے یا نہیں؟ کیا کفارہ دینے سے یا اور کسی صورت سے معاملہ حل ہوسکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد الیاس قاضی سرائے اول نگینہ بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زید نے چونکہ بیوی کی تیسری طلاق کو فلاں شخص سے بات چیت کرنے پر معلق کیا ہے تو اب وہ اس پابندی کو اپنی طرف سے اگر ہٹا بھی لے گا پھر بھی اس شخص سے بات کرتے ہی بیوی پر تیسری طلاق واقع ہوجائے گی، اور اس طلاق سے بچنے کی

شرعاً یہی شکل ہے کہ بیوی فلاں شخص سے بات نہ کرے، اس کے علاوہ کوئی شکل نہیں، کیونکہ یہ تیسری طلاق کا معاملہ ہے، اس لیے اس بارے میں کوئی حیلہ بھی کارگر نہیں ہوسکتا۔

كثير بن عبد الله بن عمرو بن عوف المزني عن أبيه عن جده أن رسول الله ﷺ قال: الصلح جائز بين المسلمين –إلى– والمسلمون على شروطهم إلا شرطا حرم حلالا أو أحل حراما. (ترمذی، أبواب الأحكام، باب من ذكر عن النبي ﷺ في الصلح بين الناس، النسخة الهندية ١/٢٥١، دار السلام رقم: ١٣٥٢)

وإذا أضافه إلى شرط وقع عقيب الشرط اتفاقا. (هنديه، زكريا قديم ١/٤٢٠، جديد ١/٤٨٨، هدايه، اشرفي ديوبند ٢/٣٨٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍ صفر المظفر ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۱۷۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۲/۲۲ھ

تجھے میرے گھر نہیں رہنا ہے، ایک دو تین

سوال [۶۹۶۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اپنے خسر کے گھر جا کر بحالت غضب گالی گلوج کرتے ہوئے اپنی بیوی سے یوں کہہ رہا ہے کہ تجھے میرے گھر نہیں رہنا ہے ایک دو تین، یہ الفاظ دو مرتبہ کہے، پھر بعد میں مزید تحقیق کے لیے زید سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میں نے ایسا نہیں کہا ہے، بلکہ میں نے اس طرح کہا تھا کہ تجھے میرے گھر نہ رہنا ہو تو ایک دو تین، خلاصہ یہ ہے کہ سوال مذکور میں دو طرح کے جملے ہیں، پہلا جملہ طلاق منجز ہونے پر دال ہے، اور دوسرا جملہ معلق بالشرط ہونے پر دال ہے، پہلے جملے پر جو کہ منجز ہے، خود اس کی بیوی ساس اور دوسری کچھ عورتیں گواہ ہیں اور زید اس طرح کا جملہ بولنے سے انکار کرتا ہے اور زید کی بیوی اس کی ساس اور کچھ عورتیں کہتی ہیں کہ وہ اس طرح بولا ہے، جو منجز ہے، تو کیا مفتی دیانۃً عورت کے اپنے اس طلاق کے یقین پر شوہر سے علیحدگی کا فتویٰ دے گا، اگر دیانۃً علیحدہ کر دیا گیا تو کیا یہ عورت دوسرے کے لیے حلال ہوگی اور بعد حلالہ وہ شوہر سابق سے نکاح کر سکتی ہے؟

نـوٹ: ایک دوتین بغیر لفظ طلاق کے بھی ہمارے عرف وتعامل میں طلاق ہی تصور کیا جاتا ہے۔

المستفتی: نثار احمد غفرلہ، گودھری استاذ جامعہ گودھرا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجـواب وبالله التوفيق: سوالنامہ کوبغور پڑھنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ پہلا جملہ یعنی تجھے میرے گھر نہیں رہنا ہے ایک دوتین، یہ منجز بھی ہوسکتا ہے اور معلق بالشرط بھی ہوسکتا ہے، اور شوہر نے تعلیق بالشرط کا اقرار کیا ہے، اور تنجیز کا صاف انکار کردیا ہے، اور تعلیق بالشرط کا مطلب یہ ہوا کہ عورت کو اگر شوہر کے گھر نہیں رہنا ہے تو طلاق ہے، اور اگر رہنا ہے تو طلاق نہیں ہے، لہٰذا عورت اگر شوہر کے گھر نہ رہنے کے ارادہ سے میکہ چلی جائے گی تو طلاق واقع ہوجائے گی اور شوہر کے گھر نہ رہنے کا ارادہ نہیں ہے، بلکہ رہنے کا ارادہ ہے یا شوہر کے گھر آجاتی ہے یا شوہر کے گھر عملاً رہتی ہے، تو طلاق واقع نہ ہوگی، اس لیے شوہر سے اپنی بات کے بارے میں حلفیہ بیان لیا جائے اگر وہ قسم کھا کر کہتا ہے کہ اس کی مراد تعلیق بالشرط ہے تو حکم شرعی وہی ہوگا، جولکھا گیا ہے۔

فإن اختلفا في وجود الشرط أى اختلفا في وجود أصل التعليق بالشرط أو في تحقيق الشرط بعد التعليق، وفي البزازية: ادعى الاستثناء أو الشرط فالقول له، إلى قوله: و إن ادعى تعليق الطلاق و ادعت الإرسال فالقول له. (شامی، کتاب الطلاق، باب التعليق، کراچی ۳/۳۵٦، زکریا ٤/٦٠٩)

وإن اختلفا في وجود الشرط المعلق عليه طلاقها أى تحققه و ثبوته سواء كان وجوديا أو عدميا، فالقول له بيمينه لأنه منكر وقوع الطلاق. (الدر المنتقى في شرح الملتقى، دار الكتب العلمية بيروت ۲/٦۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۸۹۹٦)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۷/۵/۴ھ

اللہ کی قسم میں تجھ سے زندگی بھر صحبت نہیں کروں گا

سوال [۶۹۶۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) میں نے اپنی بیوی سے تنگ آ کر قسم کھالی کہ مجھے تجھ سے زندگی بھر صحبت نہیں کرنا ہے، قسم کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں ''اللہ کی قسم میں تجھ سے زندگی بھر صحبت نہیں کروں گا'' اس قسم کھانے کے بعد ڈھائی سال کی طویل مدت گذر گئی اور میں اپنی قسم پر قائم ہوں کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

(۲) اس ڈھائی سال کی مدت میں کئی لوگوں نے مجھ سے میری بیوی کے متعلق دریافت کیا تو میں نے طلاق کی نیت سے ان سے کہا کہ میں اسے طلاق دے چکا ہوں اور میں نے یہ بات کئی لوگوں سے کہہ دی ہے تو کیا اس صورت میں بھی طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اور بعض حضرات کا کہنا کہ اس طرح کہنے سے طلاق نہیں ہوگی

المستفتی: غلام نبی چیتا کیمپ، بمبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱-۲) شوہر کا زندگی بھر صحبت نہ کرنے کی قسم کھا لینے کے ضمن میں چار مہینہ یا اس سے زیادہ صحبت نہ کرنے کی بات ثابت ہو جاتی ہے اگر اس قسم کے کھانے کے بعد چار مہینہ گذر جانے تک بیوی سے صحبت نہیں کی ہے اور لوگوں نے جو شوہر سے بیوی کے متعلق دریافت کیا ہے وہ بھی اگر چار مہینہ گذرنے کے بعد ہے تو ایسی صورت میں جس دن چار مہینے پورے ہو گئے تو بیوی پر طلاق بائن واقع ہو گئی، وہ شوہر کے نکاح سے خارج ہو گئی، اس کے بعد اگر شوہر نے یہ کہا کہ میں اس کو طلاق دے چکا ہوں، اس کہنے کی وجہ سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی اس وجہ سے کہ بیوی محل طلاق نہیں رہی، اس لیے کہ مسئولہ صورت میں بیوی پر ایک طلاق بائن واقع ہو گئی ہے، اب اگر اس کو دوبارہ نکاح میں رکھنا چاہتا ہے تو از سر نو نکاح کر کے بلا حلالہ کے اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے، بغیر نکاح کیے ہوئے اس کو نکاح میں رکھنا جائز نہیں۔

واللّٰہ لا أقربک أربعة أشهر إلی قوله: فإن قربتها فی المدة حنث إلی قوله: وإلا بانت بواحدة. (در مختار مع الشامی، کتاب الطلاق، باب الإیلاء، کراچی ٣/٤٢٥-٤٢٧، زکریا ٥/٦٤-٦٥)

لو قال لزوجته: واللّٰہ لا أقربک أربعة أشهر کان مولیا ...... فإن قربها فی المدة حنث و سقط الإیلاء و إلا بانت بمضیها وسقط الیمین. (مجمع الأنهر، دارالکتب العلمیة بیروت ٢/٩٥،٩٦)

إذا کان الطلاق بائنا دون الثلاث فله أن یتزوجها فی العدة و بعد انقضائها. (هدایه، اشرفی دیو بند ٢/٣٩٩، تاتارخانیة زکریا ٥/١٤٧ رقم: ٧٥٠٣، هندیه زکریا قدیم ١/٤٧٢، جدید ١/٥٣٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٦ر شعبان ١٤٢٧ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٨/٩١٣١)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
١٤٢٧/٨/١٦ھ

طلاق کو سامان چھڑانے پر معلق کرنا

سوال [٦٩٦٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو یوں کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی لفظ صرف ایک بار کہا اور پھر معمول کے مطابق ایک ساتھ رہنے لگے، پھر کچھ دنوں کے بعد کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی، اور پھر اسی طرح رہتے رہے، پھر چند سالوں کے بعد زید کسی وجہ سے قید خانہ یعنی جیل میں چلا گیا، زید کا کوئی سامان کسی کے یہاں رہن رکھا تھا اب زید نے جیل ہی سے اپنی بیوی کے نام خط لکھا جس کے الفاظ یہ تھے: ہندہ میں نے تمہیں بہت سمجھایا ہے مگر تم نے میری بات نہیں مانی، اب آخری بات اور سمجھ لو میرا جو سامان فلاں کے پاس ہے تم اس کو پیسہ دے کر چھڑا لو، پندرہ دن کے اندر اور اگر آپ نے وہ سامان نہیں چھڑایا تو آپ کو تین طلاق ہیں، نہ آپ میری ہیں اور نہ میں آپ کا ہوں، آپ کا میرا رشتہ ختم ہے، خط آئے ہوئے ڈیڑھ ماہ گذر گیا لیکن

ہندہ وہ سامان نہیں چھڑا سکی، ایسی صورت میں ہندہ زید کے نکاح میں باقی ہے یا مطلقہ ہوگئی؟

المستفتی: محمد محفوظ ہسن پور بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کی بیوی پر دو طلاق پہلے پڑ چکی ہیں، اب ایک طلاق کا انتظار تھا اور پندرہ دن کے اندر اندر سامان واپس نہ کرنے کی شرط پر تین طلاق دیدیں اور پندرہ دن کے اندر اندر بیوی سامان واپس نہیں لائی، جس کے نتیجے میں پندرہ دن گذر جانے کے بعد تین طلاق کے لفظ سے باقی ایک طلاق بھی پڑ گئی، اب تین طلاقیں واقع ہونے کی وجہ سے بیوی زید پر قطعاً حرام ہو چکی ہے اور زید کے لیے بدونِ حلالۂ شرعیہ کے بیوی سے تعلق قائم کرنا قطعاً حرام ہے۔

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ .[البقرة: ۲۳۰]﴾

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا. (الدر المختار مع الشامی، كتاب الطلاق، باب التعليق كراچی ۳/۳۵۵، زكريا ۴/۶۰۹)

وإذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا. (هنديه، زكريا قديم ۱/۴۲۰، جديد ۱/۴۸۸)

وإن كان الطلاق ثلاثا فى الحرة و ثنتين فى الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا و يدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (هنديه، زكريا قديم ۱/۳۷۳، جديد ۱/۵۳۵، هدايه، اشرفى ديو بند ۲/۳۹۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ر شوال ۱۴۳۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۸۰۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۰/۱۰/۲۹ھ

اگر ماموں کی لڑکی سے نکاح کروں تو اس پر تین طلاق

سوال [۶۹۶۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ میرے چار ماموں ہیں، میں نے کسی بھی ماموں کو بغیر تعیین کے یہ بات کہی کہ اگر ماموں کی لڑکی کو نکاح میں کروں تو اس پر تین طلاق، اب میرا سوال یہ ہے کہ میں تیسرے نمبر کے ماموں کی لڑکی سے نکاح کروں تو اس پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع ہو تو میں اسی ماموں کی اسی لڑکی سے دوبارہ بغیر حلالہ کے نکاح جدید کرلوں تو وہ لڑکی میرے لیے حلال ہوگی یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو شامی کی اس عبارت کا کیا مطلب ہے "**باب طلاق غير المدخول بها**. (شامی کراچی ۲۸۵/۳، زکریا ۵۰۹/٤)، **قال: وفي المشكلات من طلق امرأته الغير مدخول بها ثلاثا فله أن يزوجها بلا تحليل و أما قوله تعالى: "فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ" ففى حق المدخول بها**"۔

اسی طرح (فتاویٰ دارالعلوم کے حاشیہ ۳۰۹/۷) پر "اگر میں ماموں کی لڑکی سے نکاح کروں اور طلاق واقع نہ ہو، اب ایسی صورت کوئی ہو تو اس کا طریقہ کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تیسرے ماموں کی لڑکی یا کسی بھی ماموں کی لڑکی سے نکاح کرے گا تو اس کو طلاق مغلظہ ہو جائے گی، اس لیے کہ ایک لفظ میں تین طلاق کا لفظ استعمال کیا ہے اور پھر اس کے بعد چاروں ماموں کی دوسری کسی بھی لڑکی سے نکاح کر لیتا ہے تو طلاق نہیں پڑے گی، اور طلاق شدہ لڑکی سے بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح جائز نہیں ہے، اور شامی کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ وہاں تین طلاق سے الگ الگ لفظوں میں غیر مدخول بہا کو تین طلاق دینا مراد ہے، اور غیر مدخول بہا کو جب الگ الگ لفظوں میں تین مرتبہ طلاق دی جاتی ہے تو پہلے لفظ سے بائنہ ہو کر نکاح سے باہر ہو جاتی ہے، پھر محل طلاق نہ ہونے کی وجہ سے دوسری اور تیسری طلاق واقع نہیں ہوتی ہے اس لیے ایسی صورت میں اسے بلا حلالہ دوبارہ نکاح جائز ہے، اور ایک جملہ میں تین طلاق دینے سے تینوں طلاق ایک ہی ساتھ پڑ جاتی ہیں؛ اس لیے غیر مدخول بہا ہونے کے باوجود بلا حلالہ اس کے ساتھ دوبارہ نکاح جائز نہیں ہے یہی راجح اور مفتی بہ قول ہے۔ (مستفاد: امداد الاحکام ۱۰۳/۴)

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا لكن إن وجد فى الملك

طلقت. (الدر المختار، باب التعليق، كراچی ۳/ ۳۵۵، زکریا ٤/ ٦٠٩)

قال لزوجته غير مدخول بها أنت طالق ثلاثا وقعن. (تنوير الأبصار مع الدر المختار)

وما قيل من أنه لا يقع لنزول الآية فى الموطوئة باطل محض منشؤه الغفلة عما تقرر أن العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب و حمله فى غرر الأذكار على كونه متفرقة فلا يقع إلا الأولىٰ. (در مختار مع الشامی، باب طلاق غير المدخول بها، كراچی ۳/ ۲۸٤ -۲۸۵، زکریا ٤/ ٥٠٩ - ٥١١)

(۲) اورطلاق واقع نہ ہونے کا حیلہ یہ ہے کہ کوئی فضولی شخص آپ کا نکاح آپ کے ماموں کی بیٹی سے آپ کے حکم بغیر کردے پھر آپ زبان سے اس کو قبول نہ کریں بلکہ پورا مہر یا بعض مہر اس عورت کے پاس بھیج دیں اور صحبت وتقبیل وغیرہ کرلیں تو یہ نکاح صحیح ہوجائے گا اور طلاق واقع نہ ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۷/ ۵۰۸، محمودیہ قدیم ۳/ ۲۷۹، جدید ڈابھیل ۱۳/ ۱۳۴)

حلف لا يتزوج فزوجه فضولى فأجاز بالقول حنث وبالفعل لا يحنث به يفتى (تحته فى الشامية) كبعث المهر أو بعضه. (در مختار مع الشامی زکریا ٥/ ٦٧٢، كراچی ۳/ ٨٤٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۶/ شعبان ۱۴۲۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۳۶۰)	۱۴۲۲/۸/۱۶ھ

اگر کیس ہٹاؤ گی تو طلاق

سوال [۶۹۶۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک لڑکا شادی شدہ جس کے دو بچے ہیں اس کا تعلق ایک غیر شادی شدہ لڑکی سے ہوگیا، اور اس کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ لڑکا اور لڑکی دونوں مل کر شہر سے نکل کر چپ چاپ دوسرے شہر میں چلے گئے اور وہاں ایک رجسٹرڈ قاضی سے مل کر نکاح کرلیا، اور اس طرح بعد نکاح کے تقریباً ایک ہفتہ دونوں نے مل کر ساتھ گذارا کیا، اس کے بعد لڑکی والوں نے پولیس کارروائی کے ذریعہ ان کو پکڑوا کر

لڑکی سے غلط بیان دلوا کر لڑکی کو چھڑا لائے اور لڑکے کو گرفتار کرا دیا، جب کیس کورٹ میں گیا اور لڑکی سے دوبارہ بیان لیے، تو وہ پولیس بیانوں سے بدلے ہوئے تھے، اس پر لڑکی کی ضمانت ہوگئی ادھر لڑکی کے حمل تھا، وہ لڑکی والوں نے گرا دیا اب لڑکی اپنے گھر ہے یعنی ماں باپ کے یہاں اور لڑکا اپنے گھر ہے، اور مقدمہ کورٹ میں چل رہا ہے، لڑکی والے طلاق مانگتے ہیں، لڑکا طلاق کے لیے تیار ہے، مگر لڑکا کہتا ہے کہ آپ لوگ کیس ہٹاؤ میں طلاق دیدوں گا، لڑکی والے کہتے ہیں، تو طلاق دے ہم کیس ہٹالیں گے، ایک دوسرے پر اطمینان نہیں ہے، درمیان میں کئی لوگ ثالث بن کر بیٹھے، مگر مسئلہ حل نہ ہوا، زید ایک تجویز سے متعلق مسئلہ دریافت کرتا ہے کہ لڑکا اپنی زبان سے خود کچھ گواہوں کے درمیان یہ بات کہہ دے کہ اگر آپ لوگ مجھ پر سے کیس ہٹالیں تو میری طرف سے اس لڑکی کو طلاق ہے، اور اگر کیس نہیں ہٹائیں گے تو طلاق نہیں ہے، اس طرح پر دونوں فریق اپنے قول سے مکر نہیں سکتے، کیونکہ بات یہ ہے کہ لڑکے کو خطرہ ہے طلاق دیدوں، پھر کیس نہ ہٹا کر مجھ کو پھنسا دیں ان کو یہ خطرہ ہے کہ کیس ہٹا دیں یہ طلاق نہ دے، اگر شریعت اس طرح کی شرط کے ساتھ اس وقت بھرے مسئلہ میں اجازت دیتی ہے تو مسئلہ طے ہوجاتا ہے، تو طلاق بالشرط دے سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کا یہ شرط لگانا کہ اگر کیس ہٹاؤ گے تو طلاق ہے، اور اگر کیس نہیں ہٹاؤ گے تو طلاق نہیں، یہ طلاق بالشرط ہے، ایسی صورت میں اگر لڑکی والے کیس ہٹا لیتے ہیں تو طلاق واقع ہوجائے گی، اور اگر کیس نہیں ہٹاتے ہیں تو طلاق واقع نہیں ہوگی، اس طرح کی شرط پر طلاق کو موقوف کرنا ضرورت کی وجہ سے شریعت میں جائز ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۴/ ۶۷، جدید ڈابھیل ۱۳/ ۳۳)

وإذا أضافه (أی الطلاق) إلی شرط وقع عقیب الشرط مثل أن یقول لامرأته إن دخلت الدار فأنت طالق. (هدایه، اشرفی دیو بند ۲/ ۳۸۵، هندیه، زکریا قدیم ۱/ ۴۲۰، جدید ۱/ ۴۸۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۶۳۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۵/۹ھ

مقدمات واپس لینے کی شرط پر طلاق

سوال [۶۹۶۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ میاں بیوی میں کسی بات کو لے کر جھگڑا ہوا اور نوبت یہ آئی کہ لڑکی والوں کی طرف سے لڑکے والوں کے خلاف تھانہ میں FIR بھی درج کرادی گئی، پھر اس کے بعد معاملہ ذرا کچھ سلجھ گیا، اور ایک بچی کی پیدائش عمل میں آئی، لیکن بعد میں پھر دونوں کے درمیان نا اتفاقی رہنے لگی جس کی وجہ سے عورت اپنی مرضی سے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے، لیکن ہمیں اندیشہ ہے کہ طلاق کے بعد بھی یہ ہم کو سابقہ مقدمہ میں گھسیٹے گی اس لیے ہم لڑکے والے اس شرط پر طلاق دیں کہ لڑکی والے مستقبل میں ہمارے خلاف کوئی مقدمہ نہیں کریں گے اور جو مقدمات چل رہے ہیں ان کا تصفیہ کردیں، تو طلاق واقع ہوگی، ورنہ طلاق واقع نہ ہوگی تو کیا مذکورہ شرط کے ساتھ طلاق ہوسکتی ہے یا نہیں؟ یا کس شکل میں طلاق ہوسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: افضال احمد محلّہ حیات نگر گلی نمبر ۳ر مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لڑکی والوں کے مطالبہ پر ان کے فتنہ سے بچنے کے لیے اس شرط پر طلاق دینا کہ جو مقدمات لڑکے والوں کے خلاف زیر سماعت ہیں، ان کو واپس لے لیا جائے، اور آئندہ کوئی مقدمہ دائر نہ کرنے کی شرط کے ساتھ مشروط کر کے طلاق دینا جائز اور درست ہے، اور یہ طلاق مقدمات کو واپس لینے کی بعد ہی واقع ہوگی اور معاہدہ کی خلاف ورزی کی صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی۔ (مستفاد: کفایت المفتی جدید ۶/ ۲۷۳-۲۷۴، مطول ۸/ ۲۳۹)

و إن طلقها على مال فقبلت وقع الطلاق و لزمها المال لأن الزوج يستبد بالطلاق تنجيزا و تعليقا و قد علقه بقبولها و المرأة تملك التزام المال لولايتها على نفسها و ملك النكاح مما يجوز الاعتياض عنه ...... وكان الطلاق بائنا. (هدايه، كتاب الطلاق، باب الخلع، اشرفى ديوبند ۲/ ۴۰۵)

قوله لها: أنت طالق بألف أو على ألف وقبلت فى مجلسها لزم الألف

لأنـه تـعـويض أو تعليق (در مختار) قال الزيلعي : ولا بد من قبولها لأنه عقد معاوضة أو تعليق بشرط فلا تنعقد المعاوضة بدون القبول ولا ينزل المعلق بـدون الشـرط إذ لا ولاية لأحدهما في إلزام صاحبه بدون رضاه. (در مختار مع الشامی، کراچی ۳/۴٤۹، زکریا ٥/۹۹-۱۰۰)

إذا أضـافـه الـطـلاق إلـى الشـرط وقـع عـقيب الشرط اتفاقا مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار فأنت طالق. (هـنديه، زكريا قديم ۱/٤۲۰، جديد ۱/٤۸۸، هدايه، اشرفی ديوبند ۲/۳۸٥، در مختار كراچی ۳/۳٥٥، زكريا ٤/٦۰۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۴ رشعبان ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/۱۱۶۲۰)

دومرتبہ طلاق کے بعد کہنا کہ تیسری چالیس روز کے بعد خود بخود ہو جائے گی

سـوال [۶۹۷۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کی شادی ہندہ کے ساتھ تقریباً چھ سال قبل ہوئی تھی، شادی کے دو ڈیڑھ سال بعد زید نے ہندہ کو آپس کی ان بن کی بنا پر ایک طلاق دی اور یوں کہا: دیکھ ایک طلاق یہ ہوئی، آئندہ اگر تو نے مجھے ذرا بھی پریشان کیا تو سمجھ لے تینوں ہو جائیں گی، یا تینوں دیدوں گا، زید کہتا ہے: وقت کے زیادہ گذر جانے کی بنیاد پر تحریر شدہ دونوں باتوں میں سے کسی ایک پر پختہ یقین نہیں ہے، بہر حال ہندہ نے اس کے بعد بھی زید کو سیکڑوں مرتبہ پریشان کیا، اب پانچ سال گزر جانے کے بعد زید نے ہندہ کو پھر ایک طلاق دی جس پر ہندہ نے تیسری طلاق لینے کا اصرار کیا تو زید نے یوں کہا کہ چالیس روز کے بعد تیسری خود بخود ہو جائے گی اس کے دینے کی ضرورت نہیں، واضح رہے کہ زید نے بیوی کے پاس آنا جانا نہیں چھوڑا ہے اور اس واقعہ کو تقریباً پندرہ روز گذر گئے ہیں، سوال یہ ہے کہ زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ باقی ہے یا نہیں، اگر ہندہ کے زید کو پہلی مرتبہ کے پریشان کرنے ہی سے تینوں طلاقیں واقع ہو گئیں تو

اس پانچ سال کی مدت کا کیا حکم ہے؟ اوراس کی تلافی کی کیا صورت ہوسکتی ہے، نیز بعد کی دی ہوئی طلاق اور چالیس روز پر تیسری کی تعلیق پر تفصیل سے روشنی ڈالیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید نے اپنی بیوی ہندہ کو پہلی مرتبہ جوایک طلاق دی ہے اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی اور زید نے جو بقیہ دوطلاقوں کواس شرط پر معلق کردیا کہ اگرتو نے مجھے دوبارہ پریشان کیا تو تینوں ہوجائیں گی، اوراس کے بعد شرط کا تحقق تو ہوا لیکن زید کواس بارے میں شک ہے کہ اس نے ہوجائیں گی کہا تھا یا دیدوں گا کہا تھا، تو شک کی وجہ سے طلاق واقع نہیں ہوئی، لہٰذا اس وقت تک زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ برقرار رہا۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۰/۴۳)

علم أنه حلف و لم يدر بطلاق أو غيره لغا كما لو شك أطلق أم لا.

(الدر المختار مع الشامی، کتاب الطلاق، باب الصریح، کراچی ۳/۲۸۳، زکریا ۴/۵۰۸)

اس کے بعد پھر زید نے ہندہ کو دوبارہ طلاق دیدی تو اس سے دوسری طلاق واقع ہو گئی لیکن دونوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ساتھ ساتھ رجعت بھی ہوگئی، اس کے بعد ہندہ کے تیسری طلاق کا مطالبہ کرنے پر زید کا یہ کہنا کہ تیسری چالیس روز بعد خود بخود ہوجائے گی، یہ تعلیق طلاق ہے، لہٰذا چالیس دن گذر جانے کے بعد تیسری طلاق واقع ہوجائے گی، اوراس سے طلاق مغلظہ واقع ہو جانے کی وجہ سے ہندہ زید پر بالکل حرام ہو جائے گی، اور جو پانچ سال کی مدت گذر گئی وہ شرعی طور پر حلال طریقہ پر گذر گئی ہے اس لیے کہ اس پانچ سال کے درمیان طلاق مغلظہ کا ثبوت نہیں ہوسکا، البتہ چالیس دن کی جو قید لگائی ہے اس کے گذرنے کے بعد طلاق مغلظہ واقع ہوجائے گی پھر دونوں کا ساتھ رہنا جائز نہیں ہوگا۔

ولو قال في الليل أنت طالق في مجيئ ثلاثة أيام طلقت كما طلع الفجر من اليوم الثالث. (شامی، کتاب الطلاق، باب الصریح، کراچی ۳/۲۶۳، زکریا ۴/۴۷۹)

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا. (تنوير الابصار مع الدر المختار

کراچی ۳/۳۵۵، زکریا ۶۰۹/۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ربیع الاول ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۹۷۹/۳۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/۳/۱۴۲۴ھ

طلاق کو کوآنگن، برآمدہ اور بیوی کے گھر میں دخول پر معلق کرنا

سوال [۶۹۷۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کہ ایک شخص نے بیوی کی عدم موجودگی میں جبکہ وہ کہیں باہر گئی ہوئی تھی، کہا کہ اگر ہماری بیوی آنگن میں آئے تو ایک طلاق اور برآمدہ میں آئے تو طلاق اور گھر میں داخل ہو تو تین طلاق، عورت کو راستہ میں لوگوں نے بتلایا کہ تمہارا شوہر ایسی ایسی بات کہہ رہا تھا، عورت نے کہا: ہم سنتے نہیں ہیں، یہ کہہ کر آنگن میں داخل ہوئی، اور اسی طرح برآمدہ اور گھر میں داخل ہوئی، تو کیا عورت کو طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

(۲) اگر کسی نے اس وقت کی قید لگا کر کہا تو کیا اس وقت کے علاوہ اگر آنگن وغیرہ میں داخل ہوگی تو کیا حکم ہے؟

المستفتی: نسیم اختر، کشن گنج

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) اگر سائل اپنے بیان میں سچا ہے اور زید نے مذکورہ الفاظ بغیر کسی وقت کی قید لگائے کہے ہیں تو ایسی صورت میں جب زید کی بیوی آنگن، برآمدہ اور گھر میں داخل ہوگئی ہے تو زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو چکی ہے۔

وإذا أضافه إلی الشرط وقع عقیب الشرط مثل أن یقول: لامرأته إن دخلت الدار فأنت طالق و هذا بالاتفاق. (هدایه، باب الایمان فی الطلاق، اشرفی دیوبند ۳۸۵/۲، هندیه زکریا قدیم ۴۲۰/۱، جدید ۴۸۸/۱)

(۲) زید نے اگر وقت مقرر کردیا ہے اور بیوی وقت مقررہ کے علاوہ دوسرے

اوقات میں داخل ہوئی ہے تو بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی۔

وإن علقه بوقت أو بفعل فإن سبق الفعل وقع لو لم ينتظر الوقت و إن سبق الوقت لم يقع حتى يوجد الفعل. (هنديه، زكريا قديم ۱/ ۳۶۹، جديد ۱/ ۴۳۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۲۰۴)

تیری بہن کی شادی فلاں شخص سے ہوئی تو تجھے طلاق

سوال [۶۹۷۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) زید نے اپنی بیوی سے کہا اگر تیری بہن کی شادی فلاں شخص کے ساتھ ہوئی تو میں قرآن کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ شادی والے دن تجھ کو طلاق دیدوں گا، کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اور قسم ہوئی یا نہیں؟ اور اگر ہوگئی تو اس سے بری ہونے کی کیا صورت ہے؟

(۲) اگر زید نے یہ بات کہی کہ تجھ کو طلاق ہے تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد انیس سرائے گوری ضلع ہردوئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) زید نے طلاق دینے کی قسم کھائی ہے لیکن طلاق نہیں دی ہے، اس لیے اس سے طلاق واقع نہ ہوگی، البتہ اس نے قرآن کی قسم کھائی ہے، اور قسم پوری نہ ہونے کی وجہ سے ایک کفارہ قسم ادا کرنا لازم ہوگا۔

ولا يخفى أن الحلف بالقرآن الآن متعارف فيكون يمينا. (در مختار، كتاب الأيمان، مطلب في القرآن زكريا ۵/ ۷۱۲، كراچى ۳/ ۷۱۲)

اور کفارہ کی صورت یہ ہے کہ زید دس غریبوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے یا ہر ایک کو ایک صدقہ کی قیمت دیدے۔

﴿قال الله تعالیٰ: لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ. [المائدة: ۸۹]﴾

(۲) اگر زید نے یہ لفظ کہہ دیا کہ اگر تیری بہن کی شادی فلاں شخص کے ساتھ ہوئی تو تجھ کو طلاق ہے، تو اگر اسی شخص سے نکاح ہوا ہے تو زید کی بیوی پر صرف ایک طلاق رجعی واقع ہو چکی ہے۔

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا لكن إن وجد في الملك طلقت. (در مختار کراچی ۳/ ۳۵۵، زکریا ۳/ ۶۰۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ ذی قعدہ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۸۷۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/ ۱۱/ ۱۴۱۲ھ

بیوی کے پان کھانے پر طلاق کو معلق کرنا

سوال [۶۹۷۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کی بیوی کافی دنوں سے پان کھاتی تھی، زید نے اس کو بہت منع کیا مگر وہ نہیں مانی، زید نے اپنی بیماری کی حالت میں غصہ میں آکر یہ کہہ دیا کہ اگر آج کے بعد تم نے پان کھایا یا پھر کبھی کھایا اب کھایا تو تجھے تین طلاق ہیں، اور اس نے پان کھالیا، زید نے جب کہا تو کہنے لگی مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس طرح طلاق ہو جاتی ہے، اب ہم ایسے ہی رہتے ہیں کیا واقعی طلاق ہو گئی اور ہو گئی تو قصوار کون ہے؟ اور اگر ایسے ہی میاں بیوی بن کر رہنے لگیں تو گنہگار کون ہوگا، شوہر یا بیوی؟ آپ برائے مہربانی دلائل قرآن وحدیث کی روشنی میں حوالہ دے کر جواب دیں۔

المستفتی: محمد حسن، محلّہ بوڑھے کا چوراہہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اگر زید نے بیوی سے یہی کہا ہے کہ اگر آج کے

بعد پان کھائے تو تجھے تین طلاق ہیں اور بعد میں بیوی نے پان کھالیا ہے تو ایسی صورت میں بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو چکی ہے، اب میاں بیوی کا تعلق بالکل ختم ہو چکا ہے، طلاق واقع ہونے میں دونوں کے قصور کا دخل ہے، اور اگر بغیر حلالہ اور نکاح کے ساتھ رہیں گے تو ہمیشہ زنا کاری ہوگی اور اس میں دونوں برابر قصوروار اور گنہگار رہوں گے اور اولادبھی حرامی ہوگی۔

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا لكن إن وجد في الملك طلقت. (در مختار کراچی ۳/۳۵۵، زکریا ٤/۶۰۹)

وإن كان الطلاق ثلاثا في الحرة و ثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (عالمگیری، زکریا قدیم ۱/٤۷۳، جدید ۱/۵۳۵، هدایه، اشرفی دیوبند ۲/۳۹۹)

وإذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا. (هنديه، زکریا قدیم ۱/٤۲۰، جدید ۱/٤۸۸، هدایه، اشرفی دیوبند ۲/۳۸۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۳۱۰۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/۳/۱۴۱۳ھ

سسر کے دروازے پر جانے کی تعلیق کے بعد مرنے کے بعد جانے کا حکم

سوال [۶۹۷۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اپنی سسرال گیا اور اپنے سسر سے کچھ جھنجھٹ ہو گیا جس کی وجہ سے زید کے خسر نے کہا، یعنی گالی گلوج دیتے ہوئے کہا کہ میرے دروازے پر کیوں دیتے ہو تو اسی بات پر زید نے کہا کہ اگر میں تمہارے دروازے پر آئندہ آؤں تو تمہاری لڑکی کو طلاق، اب زید کے خسر کا انتقال ہو گیا ہے کافی عرصہ گذر گیا ہے، لیکن ابھی زید اپنے خسر کے یہاں نہیں گیا ہے تو کون سی طلاق پڑی اور زید وہاں یعنی اپنے خسر کے یہاں جا سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد علاؤ الدین مقبرہ روڈ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خسر کے انتقال کے بعد بھی عرف میں یہی سمجھا جاتا ہے کہ وہ خسر کا گھر ہے اس لیے زید اگر سسرال جاتا ہے اور زید نے طلاق کو معلق کرتے وقت صرف یہی کہا ہے کہ اگر تمہارے دروازے پر آئندہ آؤں تو تمہاری لڑکی کو طلاق اور اس میں دو یا تین کا لفظ نہیں کہا ہے تو اب اگر زید وہاں جائے گا تو صرف ایک طلاق رجعی ہوجائے گی ، اور اسی وقت رجوع کر کے بیوی اپنے پاس رکھ سکتا ہے، لیکن اگر دو کہا ہے تو دو طلاق رجعی ہوجائیں گے اس صورت میں بھی رجعت کرسکتا ہے اور اگر تین کہا ہے تو طلاق مغلظہ واقع ہوجائیں گی ،اب خود دیکھ لے کہ کیا کہا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۰/ ۶۵)

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا لكن إن وجد فى الملك طلقت و إلا لا. (در مختار مع الشامی، کتاب الطلاق، باب التعليق، کراچی ۳/ ۳۵۵، زکریا ٤/ ٦٠٩)

وإذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا. (هنديه، زكريا قديم ١/ ٤٢٠، جديد ١/ ٤٨٨، هدايه، اشرفی ديوبند ٢/ ٣٨٥)

إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين فله أن يراجعها فى عدتها رضيت بذٰلك أو لم ترض. (هدايه، اشرفی ديوبند ٢/ ٣٩٤، هنديه، زكريا قديم ١/ ٤٧٠، جديد ١/ ٥٣٣) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ صفر ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/ ۳۳۳۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۲/۲۷ھ

زنا یا شہوت کی نظر سے دیکھنے پر طلاق کی قسم دلانا

سوال [۶۹۷۵]: (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اور عمر دو بھائی ہیں، زید بڑا بھائی ہے اور عمر چھوٹا بھائی، زید نے اپنے چھوٹے بھائی عمر کی بیوی کو شہوت کا ہاتھ لگایا، کچھ دنوں بعد عمر کی بیوی نے اپنے شوہر عمر سے یہ

بات بتلادی کہ کچھ دن پہلے آپ کے بڑے بھائی زید نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا تو جب یہ بات زید سے معلوم کی گئی تو زید نے اپنے اس جرم کا اقرار کرلیا، آخر کار فیصلہ ہوا کہ آئندہ اس جرم سے باز رہنے کے لیے دونوں کو قسم کھلائی جائے، تو عمر نے زید سے قسم کھلائی کہ آپ قسم کھائیں کہ آئندہ میں نے کبھی تمہاری بیوی کو یا کسی غیر عورت کو شہوت کی نظر سے دیکھا یا ہاتھ لگایا تو میری بیوی کو تین طلاق، تو زید نے یہ قسم کھالی اور بعد میں ایک مرتبہ عمر سے یہ بھی کہا کہ اگر میں نے اس سے پہلے بھی کبھی تیری بیوی سے زنا کیا ہے تو میری بیوی مجھ پر حرام ہے، لیکن زید اب کہتا ہے کہ میں نے اس وقت قسم کھالی تھی لیکن میرے پاس تاویل کی شکل اب بھی موجود ہے، تو کیا زید کے پاس اب بھی کوئی تاویل کی شکل ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا ہوسکتی ہے؟ اور اگر اب وہ اپنی کسی تاویل کے ذریعہ عمر کی بیوی کو یا کسی غیر عورت کو شہوت کی نظر سے دیکھتا ہے یا چھوتا ہے تو ایسی صورت میں زید کی بیوی کو طلاق مغلظہ واقع ہوگی یا نہیں؟

(۲) عمر نے اپنی بیوی کو قسم کھلائی کہ تم بھی یہ قسم کھاؤ کہ اگر میں نے آئندہ کبھی زید کے ساتھ یا کسی غیر مرد کے ساتھ زنا کیا تو مجھے تین طلاق، اب اگر اس کے بعد عمر کی بیوی کو زید نے یا کسی غیر مرد نے شہوت کی نظر سے دیکھا یا ہاتھ لگایا یا خود اسی عورت نے زید کو یا کسی غیر مرد کو شہوت کی نظر سے دیکھا یا ہاتھ لگایا یا اس عورت کے ساتھ زنا بالجبر کیا گیا تو کیا ایسی صورت میں عمر کی بیوی کو طلاق مغلظہ واقع ہوگی یا نہیں؟

(۳) عمر کی بیوی سے زنا کا صدور ہوگیا اور ڈر کے مارے یہ بات سب سے چھپائے رکھی اور یوں ہی زندگی گذاردی تو ایسی صورت میں اس کا شوہر بھی گنہگار ہوگا یا صرف عورت ہی گنہگار ہوگی؟

المستفتی: کمال الدین گریڈیہوی، (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) زید نے جب صاف الفاظ میں اس طرح کی قسم کھالی ہے کہ کسی کی بیوی کو اگر شہوت سے دیکھا یا ہاتھ لگایا تو اس کی بیوی پر تین طلاق

ہیں تو جب بھی کسی کی بیوی یا عمر کی بیوی کو شہوت سے دیکھے گا یا ہاتھ لگائے گا، تو زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی، اس لیے کہ قسم کے مسئلہ کا مدار الفاظ پر ہے، نیز اس مسئلہ میں زید ظالم ہے اس لیے اس کی نیت وتاویل کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے۔

الأيمان مبنية على الألفاظ لا على الأغراض. (شامی، كتاب الأيمان، باب اليمين في الدخول، زكريا ٥/٥٢٥، كراچی ٣/٧٤٣)

والفتوىٰ على اعتبار نية الحالف إن كان مظلوما لا إن كان ظالما.

(الأشباه، قديم مطبوعه ديوبند ص: ٤٩)

(۲) عورت سے اگر کسی بھی مرد سے زنا کا صدور ہو جائے تو عورت پر تین طلاق واقع نہ ہوں گی، اس لیے کہ عورت کو طلاق کا کوئی اختیار نہیں ہے بلکہ اختیار مرد کو ہوتا ہے۔

وأهله زوج عاقل بالغ مستيقظ. (در مختار، كراچی ٣/٢٣٠، زكريا ٤/٤٣١)

اگر خفیہ طور پر عورت نے بدکاری کی ہے تو وہی گنہگار ہوگی، شوہر پر اس کا وبال نہ ہوگا۔

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ﴾ [الفاطر: ١٨] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/ ۳۴۲۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/۴/۱۴۱۴ھ

اگر تو فلاں گاؤں میں جائے گی تو طلاق

سوال [٦٩٧٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے اپنی بیوی سے ناراض ہونے کی وجہ سے اور بیوی کے ضدی ہونے کی وجہ سے بیوی کہہ رہی تھی کہ میں فلاں گاؤں جا رہی ہوں، شوہر کہہ رہا تھا، نہیں گھر آجا، اس وقت بیوی میکہ میں تھی، زید نے اپنی بہن سے کہا، بہن نے بیوی کو سمجھایا تو وہ مان گئی اور زید کی نہیں مانی تو زید کو غصہ آیا کہ میری بیوی ہو کر میری نہیں مانی اور میری بہن کی مانی، اس پر زید نے کہا کہ اگر اب تو فلاں گاؤں جائے گی تو میرے نکاح سے نکل جائے گی، یہ کہتے وقت

نیت ایک یا دو تین طلاق کی نہیں تھی، صرف غصہ میں اتنا کہا تھا، زید کی بیوی فلاں گاؤں چلی گئی تو اب نکاح کا کیا ہوگا، دوبارہ کس طرح زندگی بسر کریں۔

المستفتی: سید اشرف

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: صورت مسئولہ میں جب زید سے کہا کہ اگر تو فلاں گاؤں میں جائے گی تو میرے نکاح سے نکل جائے گی یہ تعلیق ہے، اور جب بیوی اس گاؤں میں چلی گئی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگئی، خواہ زید نے طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو، کیونکہ غصہ کی حالت میں بلا نیت بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اب اگر دونوں ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو دوبارہ نکاح کر کے رہ سکتے ہیں۔

وإذا أضافه إلى شرط وقع عقيب الشرط. (هدايه، اشرفی ديوبند ۲/۳۸۵، هنديه زكريا قديم ۱/۴۲۰، جديد ۱/۴۸۸)

ولو قال لها: لا نكاح بيني و بينك أو قال لم يبق بيني و بينك نكاح يقع الطلاق إذا نوىٰ. (عالمگيری قديم، زكريا ۱/۳۷۵، جديد ۱/۴۴۳)

وإذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها. (هدايه، اشرفی ديوبند ۲/۳۹۹، هنديه زكريا قديم ۱/۴۷۳، جديد ۱/۵۳۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/ ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۶۰۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۱۱/۱۴۲۵ھ

عیب پر طلاق کو معلق کرنا

سوال [۶۹۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دو بھائیوں کے درمیان جھگڑا ہوا جن کی بیوی سے جھگڑا ہوا تھا انہوں نے اپنے بھائی کے کچھ ماردیا، پھر تیسرے بھائی نے ان کو مارتے ہوئے اندر کردیا، پھر فیصلہ ہورہا

تھا تو میرا بھائی میری بیوی میں عیب نکال رہا تھا کہ تیری بیوی ایسی ہے، بڑے بھائی نے بھی کہا کہ تیری بیوی کی وجہ سے جھگڑا ہو رہا ہے حالانکہ اس کے اندر وہ بات وہ عیب نہیں ہے جو وہ کہتے ہیں تو میں نے کہا کہ اگر وہ ایسی ہے تو میں نے اس کو طلاق دی میں نے اس کو چھوڑ دیا، میں نے یہ لفظ ''چھوڑ دیا'' کئی مرتبہ کہہ دیا، میاں بیوی میں آپس میں کوئی نفرت نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مذکورہ عورت میں وہ عیب کی بات نہیں جو اس کے بارے میں کہا گیا اور اس پر طلاق کو معلق کیا ہے، تو طلاق واقع نہیں ہوئی۔

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا لكن إن وجد في الملك طلقت وعتق وإلا لا. (الدر المختار مع الشامي كراچی ۳/۳۵۵، زکریا ۴/۶۰۹)

وإذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا. (هدایه، اشرفی دیوبند ۲/۳۸۵، هندیه زکریا قدیم ۱/۴۲۰، جدید ۱/۴۸۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۲؍شوال المکرّم ۱۴۲۹ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۱۵-۹۷)	۱۲/۱۰/۱۴۲۹ھ

بیوی کے بھائی نے میری بہن سے شادی کی تو بیوی کو طلاق

سوال [۶۹۷۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ معراج عالم نے آج سے تقریباً ڈیڑھ سال پہلے کہا تھا کہ ''اگر میری بیوی کے بھائی ہارون نے گڑیا (میری بہن) سے شادی کری تو میں عائشہ (اپنی بیوی کو طلاق دیدوں گا) اور اس سے آگے بڑھ کر یہ کہہ دیا کہ اگر انہوں نے شادی کرلی تو سمجھو کہ طلاق ہوگئی ہے، اپنے آپ عائشہ ڈیڑھ سال سے اپنے شوہر معراج کے ساتھ رہتی ہے، اور ہارون نے گڑیا سے شادی بھی کرلی ہے، تو حضرات مفتیان کرام سے دریافت کرنا ہے کہ مذکورہ بالا صورت

میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کون سی طلاق ہوئی؟

المستفتی: معراج عالم اوکھلا دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: معراج نے اپنی بیوی عائشہ پر طلاق کو اس بات پر معلق کردیا ہے کہ ہارون معراج کی بہن گڑیا سے شادی کرے تو جس وقت ہارون نے گڑیا سے شادی کی ہے اسی وقت معراج کی بیوی عائشہ پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، لیکن چونکہ اس طلاق کے بعد دونوں میاں بیوی آپس میں ساتھ میں رہے جس سے خود بخود رجعت بھی ہوگئی ہے، لہٰذا اب دونوں میاں بیوی کی طرح زندگی گذار سکتے ہیں، پس آئندہ جب بھی دو طلاق دینے کا واقعہ پیش آئے گا تو بیوی شوہر پر بالکل حرام ہوجائے گی۔

وإذا أضافه إلى شرط وقع عقيب الشرط مثل أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق. (هدايه، اشرفی ديو بند۲/۳۸۵، هنديه زكريا قديم ۱/ ۴۲۰، جديد ۱/ ۴۸۸)

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا لكن إن وجد فى الملك طلقت وعتق وإلا لا. (در مختار مع الشامی كراچی ۳/ ۳۵۵، زكريا ۴/ ۶۰۹)

وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين فله أن يراجعها فى عدتها رضيت بذٰلك أو لم ترض. (الفتاوىٰ الهندية، زكريا قديم ۱/ ۴۷۰، جديد ۱/ ۵۳۳، هدايه، اشرفی ديو بند ۲/ ۳۹۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۰/ ۸۱۸۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/ ۱۱/ ۱۴۲۴ھ

فلم دیکھوں تو بیوی کو طلاق کہنے کا حکم

سوال [۶۹۷۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید فلم دیکھتا تھا پھر اس نے قسم کھائی کہ اگر میں آئندہ فلم دیکھوں گا تو میری

بیوی کو طلاق، پھر اس نے فلم دیکھ لی، تو شادی کے بعد طلاق پڑے گی کہ نہیں؟

المستفتی: محمد آزاد، مدرسہ فیض القرآن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کے قسم کھاتے وقت اور قسم توڑتے وقت دونوں وقتوں میں اس کی بیوی ہی نہیں تھی، اس لیے اس قسم کو توڑنے کی وجہ سے بعد میں جو شادی کرے گا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی۔

شرط الملک حقیقة أشار إلی أن المراد ما یشمل تعلیق الطلاق أو حکما أی أو کان الملک کملک النکاح. (شامی، کتاب الطلاق، باب التعلیق، کراچی ۳/۳٤٤، زکریا ٤/۵۹۳)

والملک شرط لوقوع الطلاق المعلق لا شرط لانحلال الیمین ...... فإن وجد الشرط فیه أی فی الملک ...... انحلت الیمین ووقع الطلاق و إلا أی و إن لم یوجد الشرط فی الملک ...... انحلت الیمین ...... ولا یقع شیئ لعدم المحلیة. (مجمع الانھر، دار الکتب العلمیة بیروت ۲/۶۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۸۰۰۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۳/۲۹ھ

شوہر کیلئے شدہ شرائط کو پورا کرنے پر عدم وقوع طلاق

سوال [۶۹۸۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کا اپنی بیوی اور سسرال والوں سے شرائط حال یا خانگی معاملات پر جھگڑا پیدا ہوگیا اور رنجش بڑھ گئی جس کو دونوں فریقین نے اپنے معاملات کو سلجھانے کے لیے مسلم کمیٹی میں پیش کیا جس پر کمیٹی کے ذمہ داران نے دونوں فریقین سے بیان حلفی لے کر یہ فیصلہ طے کیا کہ شوہر مذکور اپنی بیوی سے صلح کرنے اور تعلقات بنانے کے

لیے ایک ماہ اپنی سسرال میں رہ کر اس بیوی سے تعلقات صحیح بنانے کی کوشش کریں گے اگر اس تحریر کی خلاف ورزی کی تو تین طلاق مغلظہ پڑ جائے گی، لہٰذا کمیٹی کے فیصلہ کے مطابق شوہر اپنی سسرال پہنچا لیکن سسرال کے مکان پر کمیٹی کی کوتاہی کی بنا پر شوہر مذکور نہیں پہنچ سکا، کیونکہ کمیٹی ہٰذا نے اپنے ذمہ داروں کے ہمراہ جانے کا فیصلہ دیا تھا، کمیٹی کے آدمیوں کا چار پانچ گھنٹہ انتظار کر کے ہوٹل پر سے ہی شوہر مذکور اپنے گھر واپس چلا گیا، دوسری بار پھر کمیٹی نے شوہر مذکور کو سسرال بھیجا تو تین آدمی کمیٹی کے اپنے ہمراہ لے کر سسرال پہنچے اور سسرال پہنچا کر واپس چلے گئے، تو شوہر مذکور کو سسرال والوں نے رات کو لڑکی سے علیحدگی میں اپنے انتظام نہ کرنے کی وجہ سے اپنے پاس ہی سلایا، لڑکی سے بات چیت کا موقع ہی نہ مل سکا، تو شوہر مذکور صبح اٹھتے ہی بلا کسی ذمہ دار کو کوئی شکایت بتائے اپنے گھر واپس چلا گیا، تیسری بار کمیٹی نے شوہر مذکور کو یہ ہدایت کر کے بھیجا کہ لڑکی والوں کو فوراً ہی مکان علیحدہ انتظام کر کے دینا ہوگا، اور کھانے پینے کا بھی اپنی ذمہ داری سے انتظام علاحدہ کر کے دینا ہوگا، اور شوہر مذکور کو چاہیے کہ ایک ہفتہ تک بیوی سے بات چیت کا موقع نہ ملے، آپ کو واپس نہیں آنا ہوگا، کیونکہ پردیس میں بھی وقت جدائی میں کاٹنا پڑتا ہے، اگر لڑکی والے کی کوئی بھی بدسلوکی ہو گاؤں کے چار ذمہ دار لوگوں کو بتلا کر اور ان حضرات سے شکایات پر دستخط کرا کر کمیٹی میں شکایت پیش کر کے اپنے گھر جا سکتے ہو، لیکن شوہر مذکور تیسری بار شام کو اپنے بھائی اور کسی دوسرے عزیز کو اپنے ہمراہ لے کر شام کو مغرب کے بعد اپنی سسرال میں حاضر ہوئے تو لڑکی والوں نے اس رات بھی اسے مہمانوں کی وجہ سے شوہر مذکور کو علیحدہ سلا دیا، دوسرے دن صبح اٹھتے ہی وہ لوگ واپس اپنے گھر جانے لگے، تو سسرال والوں نے اپنے داماد کو روکنا چاہا لیکن شوہر کوئی بہانہ کر کے اپنے گھر واپس چلے گئے، ان حالات پر غور کر کے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ طلاق ہوگئی اور کچھ کہتے ہیں، نہیں ہوئی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کمیٹی والوں کا لڑکے کو سسرال جا کر بیوی کے

پاس رہ کرو ہیں تعلقات صحیح کرنے کے لیے شرط لگانے کا مقصد صرف جانبین سے تعلقات صحیح کرنا ہے یہ نہیں ہے کہ سسرال جا کران لوگوں کے ظلم اور بے رخی اور بے توجہی برداشت کرے اسی وجہ سے کمیٹی نے الگ مکان میں میاں بیوی کوساتھ رہ کرتعلقات بنانے کی شرط بھی لگائی ہے، اورتین مرتبہ شوہر کا کمیٹی کے حکم سے سسرال جاتے رہنا اورسسرال والوں کا بے توجہی کا معاملہ کرنا اس کاواضح ثبوت ہے کہ شرائط کی خلاف ورزی شوہر کی طرف سے نہیں ہوئی بلکہ بیوی اورسسرال والوں کی طرف سے ہوئی ہے اس لیے مذکورہ صورت میں طلاق نہیں ہوئی، اوراب کمیٹی والوں کو چاہیے کہ شوہر کے یہاں بیوی کوبھیجوادیں کیونکہ شوہر نے شرط پوری کی ہےاورلڑکی والوں نے اس کا احترام نہیں کیا ہے۔

عن عمروبن العوف المزني، أن رسول الله ﷺ قال: الصلح جائز بين المسلمين -إلى- المسلمون على شروطهم إلا شرطا حرم حلالا أو أحل حراما. (سنن الترمذی، کتاب الاحکام، باب ما ذکر عن النبی ﷺ فی الصلح بین الناس، النسخۃ الھندیۃ ۱/۲۵۱، دار السلام رقم: ۱۳۵۲)

المسلمون عند شروطهم. (قواعد الفقه، اشرفی دیوبند ص:۱۲۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۸؍صفر المظفر ۱۴۱۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۳۰۰۶)	۱۴۱۳/۲/۸ھ

شرائط مذکورہ کے خلاف کوئی کام کروں تو میری بیوی میری زوجیت سے خارج ہوجائے

سوال [۶۹۸۱]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے شوہر نے جوتحریر لکھی تھی اس میں تھا کہ میں اپنی بیوی کو پریشان نہیں کروں گا، اورنہ کسی قسم کی تکلیف دوں گا، اوراپنی بیوی کے مدرسہ چلانے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالوں گا، اس کے ساتھ میں بھی لگارہوں گا، بلا اجازت مدرسہ کے اندر نہیں آؤں گا، اپنے بچوں کا پوراخرچ دوں گا، میں اپنی بیوی کو بلا دیکھے کوئی الزام نہیں لگاؤں گا، اگر میری بیوی کو کوئی بری بات کہے گا تو

میں خودلڑوں گا، اس کے کہیں آنے جانے میں رکاوٹ نہیں ڈالوں گا، مدرسہ کے کام سے آج کے بعد میں وعدہ کررہا ہوں کہ اپنی بیوی کے ساتھ براسلوک نہیں کروں گا، میں ان سب باتوں کے خلاف کوئی بھی بات کروں یا کہوں تو میری بیوی میری زوجیت سے خارج ہوجائے۔

اس تحریر کے بعد میرے شوہر نے میرے ساتھ جو بدسلوکی کی وہ میں لکھ رہی ہوں:

(۱) میرے شوہر نے رشتہ داروں میں مجھے بدچلن کہا اور بغیر دیکھے بغیر ثبوت کے الزام لگایا۔

(۲) میرے شوہر نے میری غیر موجودگی میں میرے مدرسہ کی بچیوں سے جھوٹی جھوٹی باتیں سکھا کر میرے اوپر الزام لگوانے کی کوشش کی ہیں، میرے شوہر نے بغیر کسی وجہ کے مدرسہ بند کروادیا۔

(۳) میرے شوہر نے بغیر کسی وجہ کے مجھ کو مارا اور لہولہان کردیا۔

(۴) میرے شوہر نے ہمیں گھر سے باہر نکال دیا اور کہا یہ پراپرٹی میری ہے ہم مدرسہ نہیں چلنے دیں گے، میرے باپ نے ہمیں دیا ہے، میرے شوہر نے جو تحریر لکھ کر دی تھی، اس کے خلاف سب کچھ اس نے میرے ساتھ کیا، تو کیا ایسی شکل میں میں اس کے نکاح میں ہوں یا طلاق ہوگئی ہے؟

المستفتی: شیلہ تبسم، مولانا پی سی او، جی ٹی روڈ بس اسٹینڈ الہ آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب آپ کے شوہر نے مذکورہ شرائط کی خلاف ورزی کی ہے تو اس صورت میں نکاح اور زوجیت سے خارج کے الفاظ سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی ہے، عدت کے اندر رجعت کرکے میاں بیوی بن کر رہنے کی گنجائش ہے، اور زوجیت سے خارج کے الفاظ ہمارے عرف میں بیوی کے لیے طلاق ہی کے طور پر استعمال ہوتے ہیں، اس لیے اس سے طلاق صریح رجعی واقع ہوگئی ہے۔

إن الصريح ما لم يستعمل إلا في الطلاق من أي لغة كانت. (شامی، کتاب الطلاق، باب الصريح، زکریا ٤/ ٤٦٤، کراچی ٣/ ٢٩٩)

إن الصريح ما غلب في العرف استعماله في الطلاق حيث لا يستعمل عرفا إلا فيه من أي لغة كانت. (شامی، کراچی ۳/۲۹۹، زکریا ۴/۴۶۴)

إذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا. (هندیہ، زکریا قدیم ۱/۴۲۰، جدید ۱/۴۸۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ ذی قعدہ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۸۶۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۱۱/۱۹ھ

تجھ سے نکاح کی صورت نکلنے کے بعد نہ کروں تو ہونے والی بیوی کو طلاق

سوال [۶۹۸۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (الف) کہ فاطمہ شادی شدہ ہے اور زید کنوارا ہے ایک دن فاطمہ کے جوش دلانے پر زید نے فاطمہ سے کہا کہ اگر تجھ سے نکاح کی صورت نکل آئی اور تجھ سے نکاح نہ کروں تو میری ہونے والی بیوی کو تین طلاق، اس واقعہ کے بعد زید کا رشتہ ماہ رجب کے آخری ہفتہ میں شبینہ سے ہونا طے ہو گیا ہے، ممکن ہے کہ ۲۸/ یا ۲۹/ رجب کو نکاح کی تاریخ طے پائے لیکن ابھی فی الوقت زید کو معلوم ہوا کہ فاطمہ کے شوہر نے فاطمہ کو طلاق دیدی ہے، اور اس کی عدت پوری ہو چکی ہے، جب زید کو معلوم ہوا تو خاموشی سے اس نے فاطمہ کو نکاح کا پیغام بھیجا اور یہ کہا کہ تجھ سے بھی اولاد درکار ہے، لیکن فاطمہ کا کہنا ہے کہ میں صرف تجھ سے حلال ہونے کے لیے نکاح کرنا چاہتی ہوں اور ایک دفعہ ہی قربت کے لیے تیار ہوں ورنہ نہیں، زید نے کہا: تو میری بیوی بنے گی، تو ہماری مرضی طلاق دوں یا نہیں، اس پر فاطمہ کا کہنا ہے کہ میں اپنے سابق شوہر کے لیے حلال ہونے کے لیے آپ سے نکاح کروں گی اور اگر آپ نے نکاح نہیں کیا تو سابق شوہر سے زنا کا صدور ہوگا، تو اس کے ذمہ دار تم ہوگے، ہمیشہ کے لیے تمہاری بیوی نہیں بنوں گی، ان صورتوں میں زید کا نکاح فاطمہ سے نہیں ہوتا ہے اور شبینہ سے ہو جاتا ہے اور فاطمہ کسی اور مرد سے نکاح کر لیتی ہے تو شبینہ کو طلاق ہو گئی یا نہیں،

اگر طلاق واقع ہوگی تو اس سے بچانے کا کوئی راستہ ہے یا نہیں؟

اگر فاطمہ کا نکاح کسی اور مرد سے ہو جائے پھر بعد میں زید کی شادی شبینہ کے ساتھ ہوئی ہے تو شبینہ پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اگر زید کے لیے شبینہ سے نکاح کے بعد پھر فاطمہ سے نکاح کی صورت نکل آئے تو کیا حکم نافذ ہوگا۔

(ب) اگر فاطمہ اب تک مطلقہ ہے اور حلالہ نہیں ہوا ہے، زید سے دورانِ گفتگو یہ کہا کہ اب بھی میرے پاس اس کی فرصت نہیں کیونکہ وہ میکہ میں ہے، بات بڑھی تو اس نے کہا کہ آپ اپنا دیکھئے میں اپنا دیکھوں گی، اس کے بعد اگر زید شبینہ سے نکاح کرے تو زید کی بیوی شبینہ پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

(ج) زید کا نکاح اگر کسی عورت سے نہیں ہوا ہے اور فاطمہ سے اول طلاق کے بعد پھر آئندہ کبھی صورت نکل آئے اور اس وقت نکاح کا پیغام دے، فاطمہ انکار کرے، پھر بعد میں زید کسی لڑکی سے نکاح کرے تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: عابد علی دانش، ہزاری باغ، جھارکھنڈ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (ا) اگر حلالہ ہی کی غرض سے فاطمہ سے نکاح کرنے کا موقع مل گیا ہے تو اب فاطمہ سے نکاح کیے بغیر شبینہ سے نکاح کرے گا تو شبینہ پر تینوں طلاقیں پڑ جائیں گی، اور اگر حلالہ کی غرض سے فاطمہ سے نکاح ہو جائے اور اس کے بعد شبینہ سے نکاح کرے تو نکاح درست ہو جائے گا، اور شبینہ پر کوئی طلاق واقع نہ ہوگی، اگر موقع نکلنے کے باوجود زید نے فاطمہ سے نکاح نہیں کیا ہے اور پھر فاطمہ نے دوسری جگہ شادی کر لی ہے تو اس کے بعد زید شبینہ یا کسی اور عورت سے نکاح کرے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی، اور شبینہ سے نکاح کے بعد پھر کسی بھی عورت سے نکاح کرے گا تو طلاق نہ ہوگی، اس لیے کہ یہ کلما والی قسم نہیں ہے۔

فإذا حصل الشرط المعلق عليه وقع الطلاق ...... و إذا لم يحصل لم يقع. (الموسوعة الفقهية بيروت ۲۹/ ۳۸)

حکم هذا اليمين فحكمها واحد و هو وقوع الطلاق أو العتاق المعلق عند وجود الشرط -إلى قوله- حتى إذا وجد ذٰلك المعنى يوجد الشرط فيقع الطلاق والعتاق و إلا فلا. (بدائع الصنائع زكريا ٣/ ٥٠)

اگر فاطمہ مطلقہ ہے اور حلالہ نہیں ہوا ہے تو ایسی صورت میں نکاح کا موقع نکلا ہے اور جب دورانِ گفتگو زید سے فاطمہ نے کہا ابھی مجھے نکاح کا موقع نہیں اور میں تیار نہیں ہوں تو اس کا تیار نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ نکاح کا موقع نہیں نکلا ہے تو اگر اس حالت میں شبینہ سے نکاح کرتا ہے تو شبینہ پر طلاق واقع نہ ہوگی۔

عن أبي هريرة رضي أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا تنكح الثيب حتى تستامر ولا البكر إلا بإذنها. (ابوداؤد، كتاب النكاح، باب في الاستيمار، النسخة الهندية ١/٢٨٥ دار السلام رقم: ٢٠٩٢)

استاذن الثيب فلا بد من رضاها بالقول. (هدايه، كتاب النكاح، باب في الأولياء، اشرفي ديوبند ٢/٣١٥)

(۳) فاطمہ سے نکاح کا موقع نہ ملنے پر جب زید نے نکاح کا پیغام دیا ہے اور فاطمہ نکاح کا انکار کردے تو یہ بھی اس بات پر دلیل ہے کہ فاطمہ سے نکاح کا موقع نہیں نکلا، لہٰذا اب اگر زید شبینہ سے یا کسی اور لڑکی سے نکاح کرے گا تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی اس لیے کہ نکاح کے صحیح ہونے کے لیے بالغہ لڑکی کا راضی ہونا ضروری ہے۔

عن أبي هريرة رضي أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا تنكح الثيب حتى تستامر ولا البكر إلا بإذنها إلى آخر الحديث. (أبو داؤد شريف ١/٢٥٨، دار السلام رقم: ٢٩٠٢)

ولو استاذن الثيب فلا بد من رضاها بالقول. (هدايه ٢/٣١٥)

فإذا حصل الشرط المعلق عليه وقع الطلاق -إلى قوله- وإذا لم يحصل لم يقع. (الموسوعة الفقهية بيروت ٢٩/ ٣٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍رجب المرجب ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۶۲-۱۰۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳؍۷؍۱۴۳۳ھ

شائستہ کے ہاتھ سے تیار کرائی ہوئی کوئی چیز میرے بچے کو استعمال کرائی تو تجھے تین طلاق

سوال [۶۹۸۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری بیوی رحمت بی تقریباً ڈیڑھ سال قبل حاملہ تھی میری بیوی کے والدین ہونے والے بچے کے واسطے کچھ چیزیں مثلاً: گدا، تکیہ، رضائی، کچھ کپڑے وغیرہ تیار کرانے والے تھے، اپنی جسمانی کمزوریوں کے پیش نظر انہوں نے یہ کام اپنی بڑی لڑکی شائستہ کو سونپ دیا، اسی دوران یعنی وضع حمل سے قبل اسی بات پر شائستہ کے شوہر سے میرا تنازعہ ہوگیا اور میں نے اپنی غیرت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو نے شائستہ کی دی ہوئی یا شائستہ کے تعاون سے تیار کی ہوئی کوئی بھی چیز میرے بچے کو استعمال کرائی تو تجھ کو تین طلاق۔

واضح رہے کہ مذکورہ بالا اشیاء چونکہ بچے کی ننیہال سے آیا کرتی ہیں، اور انہیں اشیاء پر ہی شائستہ کے شوہر سے میرا تنازعہ ہوا تھا، اس لیے اس وقت میرے ذہن میں انہیں اشیاء کا تصور تھا بہرحال وہ اشیاء شائستہ نے تیار کرائیں، اور اشیاء کی قیمت دیدی گئی، لیکن اس کے باوجود بھی وہ چیزیں میرے بچے کو استعمال نہیں کرائی گئیں بلکہ بند کر کے رکھ دی گئیں اور بات ختم ہوگئی، اب گذشتہ عید کے موقع پر میرے بچے کی نانی نے بچے کا جوڑا بنوایا یہ کہہ کر کہ میں نے خود تیار کرایا ہے، اور انہوں نے وہ جوڑا خود ہی عید کے دن پہنا دیا، بعدہٗ وہ جوڑا یا کپڑا میری بیوی نے متعدد بار بچے کو پہنا دیا، اب چند روز قبل یہ بات معلوم ہوئی کہ میرے بچے کی نانی نے شائستہ سے قیمت دے کر اس جوڑا کا سامان بازار سے منگوایا تھا، اور کچھ پیسے کم پڑ گئے تھے، وہ شائستہ نے شامل کر دیئے تھے، گوکہ اس جوڑے کی بھی بعض اشیاء ابھی اس بچے نے نہیں پہنی ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ چند روز قبل میری بیوی میکہ گئی تھی وہاں شائستہ نے میری بیوی کو کچھ انڈے بھیجے جب وہ کھانے لگی تو اس نے انگلی سے بچے کو چٹا دیا۔

تیسری بات یہ کہ اس سال شائستہ اور اس کے شوہر حج کے لیے گئے تھے وہاں سے کھجوریں لائے اور میری بیوی کو بھی بھیجیں، اس نے وہ کھجوریں بھی بچے کو چٹا دیں، جن اشیاء

کے استعمال کے لیے طلاق کا لفظ استعمال کیا گیا تھا اس میں سے کوئی بھی چیز ابھی تک استعمال نہیں کی گئی ہے۔

یہ مکمل صورت حال ہے، کیا ان صورتوں میں طلاق مغلظہ کا اطلاق ہوگا؟ یا بچاؤ کی صورت نکل سکتی ہے؟

المستفتی: محمد سالم، تمبا کو والان، مرادآبا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر آپ نے بوقت قسم طلاق کی ان اشیاء میں نیت کی تھی جو بچے کی پیدائش کے وقت ننہال والوں نے شائستہ کے ذریعہ سے تیار کروائی ہیں، اور اب کافی عرصہ کے بعد دوسری اشیاء جو عید کے موقع پر تیار کرائی ہوئی ہیں جس کا بچے کو استعمال کرایا ہے یا حج سے لائی ہوئی کھجور یا بہت بعد میں انڈا کھلایا ہے تو ان کے استعمال کرانے اور کھلانے سے طلاق واقع نہ ہوگی، اس لیے کہ جن اشیاء کے استعمال پر طلاق کو معلق کیا گیا ہے وہ اشیاء استعمال میں نہیں آئی ہیں۔

ولو قال: إن لبست ثوبا أو قال: إن شربت شرابا أو إن أكلت طعاما و نوىٰ ثوبا بعينه أو شرابا بعينه أو طعاما بعينه دين فيما بينه و بين الله تعالىٰ بلا خلاف.

(تاتارخانية قديم ٤/٤٤٦، جديد زكريا ٦/٤٦ رقم: ٨٨٠٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍صفر المظفر ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۲۵۴۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۲/۱۶ھ

اگر میں اب تیرے گھر میں جاؤں تو میری بیوی پر تین طلاق

سوال [۶۹۸۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں نے آپسی تکرار اور غصہ کی حالت میں اپنی بیوی سے یہ کہا کہ (جبکہ بیوی

اس وقت میکہ میں تھی) ''اگر میں اب تیرے گھر میں جاؤں تو میری بیوی پر تین طلاق'' تو دریافت یہ کرنا ہے کہ اگر میں بیوی کے گھر جاؤں تو کیا کرنا ہے، اور بیوی کے گھر والوں کی رہائش اوپر ہے نیچے دکان ہے میں اس دکان میں کام کرتا ہوں، تو اس دکان میں جانے سے طلاق ہوجائے گی یا نہیں، میرے اس مسئلہ کا کوئی شرعی حل بتادیں نوازش ہوگی؟

المستفتی: محمد آصف، بندوقچیان دھامپور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب تکرار اور غصہ کی حالت درمیان میں شوہر نے بیوی سے یہ کہا ہے کہ اگر میں تیرے گھر جاؤں تو میری بیوی پر تین طلاق، تو ایسی صورت میں بیوی کے میکہ والوں کے رہائشی گھر پر جب بھی جائیں گے تو تین طلاق واقع ہوجائیں گی، البتہ گھر کے نیچے دکان میں جانے سے طلاق واقع نہیں ہوگی، اور تین طلاق سے بچنے کے لیے فقہاء نے یہ ترکیب بتلائی ہے کہ بیوی کو ایک طلاق بائن دے کرا لگ کردیں اور جب اس کی عدت گذرجائے گی اس کے بعد بیوی کے گھر چلے جائیں اور چونکہ وہ اس وقت بیوی نہیں ہے اس لیے بیوی کے گھر جانے سے طلاق واقع نہیں ہوگی پھر اس کے بعد دوبارہ باضابطہ دو گواہوں کی موجودگی میں شرعی طور پر نکاح کرلیں، پھر اس کے بعد ہمیشہ جا، آ سکتا ہے، اس سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا لكن إن وجد في الملك طلقت وعتق وإلا لا، فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار إن يطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل اليمين فينكحها. (شامی مع الدر المختار، کتاب الطلاق، باب التعلیق، کراچی ۳/۳۵۵، زکریا ۴/۶۰۹، تبیین الحقائق، امدادیہ ملتان ۳/۱۴۱، زکریا ۳/۴۹۲، مجمع الأنهر دار الكتب العلمية بيروت ۲/۶۲، شرح الوقاية یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند ۲/۱۰۱) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۱۰۱)

اگر تو اس گاؤں میں قدم رکھے گی تو طلاق

سوال [۶۹۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کی بیوی ہندہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے گاؤں میں جارہی تھی، وہ ابھی گاؤں میں پہنچ بھی نہ پائی تھی کہ زید کو معلوم ہوگیا تو انہوں نے گھر کے لوگوں سے کہا کہ جا کر اسے بول دو اگر وہ اس گاؤں میں قدم رکھے گی تو اسے طلاق پڑ جائے گی، زید کے کہنے پر ایک شخص نے ہندہ کا تعاقب کیا تا کہ اسے واپس لے آئے لیکن ابھی یہ شخص ہندہ تک پہنچ بھی نہ سکا تھا کہ ہندہ اس گاؤں میں پہنچ گئی، پھر بعد میں ہندہ کو یہ ساری بات معلوم ہوگئی تو آیا ہندہ کو طلاق پڑ گئی یا نہیں؟ اگر پڑ گئی تو پھر ہندہ کو اپنے نکاح میں لانے کی کیا شکل ہوگی۔

المستفتی: مختار عالم ہفتم عربی، متعلم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کا اپنی بیوی ہندہ کے بارے میں یہ کہنا کہ اگر وہ اس گاؤں میں قدم رکھے گی تو اسے طلاق پڑ جائے گی تعلیق طلاق ہے، لہٰذا اطلاع دینے والے شخص سے پہلے ہی ہندہ مذکورہ گاؤں میں پہنچ گئی تو چونکہ شرط کا تحقق ہوگیا اور ایک ہی بار طلاق کا لفظ کہا ہے اس لیے ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی، عدت کے اندر اندر رجعت کی اجازت ہے، اور عدت کے بعد دوبارہ نکاح کر کے اپنی زوجیت میں لے سکتا ہے۔

وإذا أضافه إلی شرط وقع عقیب الشرط مثل أن یقول لامرأته إن دخلت الدار فأنت طالق. (هدایه، باب الأیمان فی الطلاق، اشرفی دیوبند ۲/ ۳۸۵، هندیه زکریا قدیم ۱/ ۴۲۰، جدید ۱/ ۴۸۸)

إذا طلق الرجل امرأته تطلیقة رجعیة أو تطلیقتین فله أن یراجعها فی عدتها رضیت بذٰلک أو لم ترض. (هدایه، باب الرجعة، اشرفی دیوبند ۲/ ۳۹۴، هندیه زکریا قدیم ۱/ ۴۷۰، جدید ۱/ ۵۳۳) (**فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ رجمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۰۵۰)

تمہاری لڑکی ایک گھنٹہ کے اندر گھر نہ آئی تو آزاد ہے

سوال [۶۹۸۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: محمد زید نے اپنے سسر سے کہا کہ اگر تمہاری لڑکی ایک گھنٹہ کے اندر میرے گھر آتی ہے تو ٹھیک ہے اور اگر ایک گھنٹہ سے ایک منٹ اوپر ہوتا ہے تو تمہاری لڑکی میری طرف سے آزاد ہے، لڑکی اس ایک گھنٹہ میں گھر نہیں پہنچی تو کیا لڑکی کو طلاق ہوگئی؟

المستفتی: انور کمال محلّہ کھاڑی رام نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ایک گھنٹہ کے اندر نہیں پہنچی اور ایک منٹ بھی زائد ہو جائے تو تمہاری بیٹی آزاد ہے، جو کہا ہے اور واقع میں ایک گھنٹہ میں نہیں پہنچی تو ایسی صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی ہے، اور آزادی کا لفظ ہمارے عرف میں بیوی کے حق میں طلاق کے لیے متعارف ہے، لہٰذا عدت کے اندر اندر رجعت کرکے بیوی بنا کر رکھنے کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳/۴۱۵، احسن الفتاویٰ ۵/۱۶۰، ۲۰۲، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۲/۳۵۸)

جیسا کہ حسب ذیل عبارت سے واضح ہے:

وإذا أضافه إلى شرط وقع عقيب الشرط مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار فأنت طالق. (هدايه، باب الأيمان في الطلاق، اشرفي ديوبند ۲/۳۸۵، هنديه زكريا قديم ۱/۴۲۰، جديد ۱/۴۸۸)

فإذا قال "رها كردم" أي سرحتك يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضا و ماذاك إلا لأنه غلب في عرف الناس استعماله في الطلاق. (شامي، زكريا ۴/۵۳۰، كراچى ۳/۲۹۹)

وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين فله أن يراجعها في عدتها رضيت بذٰلك أو لم ترض لقوله تعالىٰ "امسكوهن بمعروف" من

غير فصل ولا بد من قيام العدة. (هـداية، اشرفی ديوبند ۲/ ۳۹٤، هنديه زكريا قديم ۱/ ٤٧٠، جديد ۱/ ۵۳۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۱۸۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۰؍۷؍۱۴۳۴ھ

اگر گلشن عصر تک نہیں پہنچی تو اس کو تینوں طلاق

سوال [۶۹۸۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حافظ اشرف کا عقد نکاح بی گلشن سے ہوا اور رخصتی نہیں ہوئی، گلشن اپنے میکے ''پھلوڑیہ'' سے اپنی نانی کے ساتھ خالہ نانی کے یہاں کٹوریہ گئی، حافظ اشرف کو اطلاع ملی تو وہ اپنی منکوحہ کے بلا اجازت کٹوریہ جانے پر برہم ہوئے اور ساس کو موبائل فون سے کہا ''اگر گلشن عصر تک نہیں آئی تو اسے تینوں طلاق، گلشن کی والدہ نے کٹوریہ فون کر کے جلد از جلد گلشن کے واپس آنے کی ہدایت کردی پھر اس نکاح کے درمیان وسفیر نے فون سے حافظ اشرف سے پوچھا تو حافظ اشرف نے کہا ''اگر گلشن عصر تک نہیں پہنچی تو اس کو تینوں طلاق پڑگئی''، پھر گلشن کے نانا نے حافظ اشرف سے بذریعہ فون تحقیق وتفتیش کی، تو حافظ اشرف نے کہا ''اگر گلشن عصر تک آکر یہاں مجھ سے نہیں ملی تو اس کو تینوں طلاق'' اس وقت حافظ اشرف سجور میں تھا، جہاں وہ چشمے کی دوکان کرتا ہے جو پھلوڑیہ گاؤں سے دو تین کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے، عصر کی جماعت سے پہلے گلشن پھلوڑیہ گاؤں آگئی لیکن اس کے نانا اور دوسرے گارجین نے اسے سجور جانے سے منع کردیا اور حافظ اشرف سے کہہ دیا کہ سجور نہیں جائے گی آپ کو آنا ہو تو آکر دیکھ لیجئے کہ گلشن پھلوڑیہ پہنچی یا نہیں؟ حافظ اشرف پھلوڑیہ نہیں گیا اور خود سجور میں اپنی منکوحہ کا مغرب سے آدھے گھنٹے پہلے تک انتظار کرتا رہا، کیونکہ کچھ لوگ بھیج دینے کی بات کررہے تھے، جس کا حافظ اشرف کو علم تھا جب وہ گلشن کی آمد سے مایوس ہوگیا تو اپنے گھر شہر بھاگلپور آگیا۔

حافظ اشرف سے استفسار کیا گیا کہ پہلے آپ ایک تعلیق دے چکے تھے پھر دوسری تعلیق کیوں دی، تو اس نے کہا ''کہیں ایسا نہ ہو کہ گلشن عصر تک پھلوڑ یہ نہ آئے اور مجھ سے جھوٹ کہہ دیا جائے کہ وہ عصر تک آگئی، اس لیے میں نے اپنے پاس یہاں (سجور) آکر ملنے کا اضافہ کیا تاکہ جھوٹ وسچ کا پتہ چل جائے۔

حضرت مخدوم ومحترم سے درخواست ہے کہ حسب ذیل امور کی وضاحت فرماتے ہوئے جواب عنایت فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں:

(۱) گلشن کے نانا سے حافظ اشرف کی ہوئی بات چیت کو مستقل تعلیق قرار دیا جائے یا پہلی تعلیق کی تاکید اور گلشن کی آمد کا تیقن جو اسے متعدد فون سے حاصل ہو گیا، کیا پھر سے بر (عدم حنث) متصور کر لیا جائے؟

(۲) اَیمان وتعلیقات میں نیت کے اعتبار کی گنجائش کہاں تک ہے، کیا یہ اضافہ اس میں داخل ہے؟

(۳) عصر سے عرف میں متبادر الی الفہم وہ وقت سمجھا جائے گا جس وقت عموماً عصر کی جماعت ہوتی ہے یا منتہائے وقت عصر (قبل غروب)؟

(۴) عصر کے وقت کے ختم ہونے سے آدھا گھنٹہ پہلے حافظ اشرف کے سجور سے شہر بھاگلپور کی طرف روانہ ہو جانے سے اس مسئلہ پر کیا کوئی اثر مرتب ہو سکتا ہے؟

المستفتی: محمد الیاس القاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) حافظ اشرف نے جب پہلی مرتبہ یہ کہا کہ ''اگر کٹور یہ سے عصر تک واپس نہ آئی تو تین طلاق'' تو اس نے عصر تک نہ پہنچنے پر طلاق کو معلق کیا، اور درمیان کے سفیر کے پوچھنے پر حافظ اشرف نے جو یہ کہا کہ 'اگر گلشن نہیں آئی تو اسے تینوں طلاق'' تو یہ پہلی والی تعلیق کی خبر ہے، اور جب گلشن کے نانا کے پوچھنے پر حافظ اشرف نے تعلیق میں نیا اضافہ کر کے معلق کیا ہے کہ ''اگر عصر تک سجور میں میرے پاس آکر نہ ملی تو

اسے تینوں طلاق، تو یہ نئی تعلیق ہوئی، پہلی تعلیق کے مطابق گلشن عصر سے پہلے پہلے پھلوڑ یہ واپس آگئی تھی، لیکن گلشن کے نانا سے گفتگو میں جو اضافہ کیا ہے کہ ''سجور میں آکر مجھ سے نہ ملی تو تینوں طلاق'' تو یہ شرط نہیں پائی گئی، نہ حافظ اشرف پھلوڑ یہ آیا ہے اور نہ ہی گلشن سجور میں جا کر حافظ اشرف سے ملی ہے؛ اس لیے گلشن پر تینوں طلاق واقع ہوگئی ہیں، اب حافظ اشرف کے لیے گلشن کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنا بھی جائز نہیں ہے، ہاں البتہ چونکہ گلشن پر قبل الدخول اور رخصتی سے پہلے طلاق ہوئی ہے، اس لیے اس پر عدت گذارنا لازم نہیں، لہٰذا گلشن بغیر عدت کے جب چاہے کسی دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے۔

إذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط. (هنديه، زكريا قديم ١/ ٤٢٠، جديد ١/ ٤٨٨، هدايه اشرفی ديوبند ٢/ ٣٨٥)

يقع الطلاق بعد وجود الشرط. (البحر الرائق كوئٹه ٤/ ٨، زكريا ٤/ ١٣)

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط. (در مختار مع الشامی زكريا ٤/ ٦٠٩، كراچی ٣/ ٣٥٥)

لا يجب عليها العدة و كذا لو طلقها قبل الخلوة. (خانية، زكريا جديد، ديوبند ١/ ٣٤٧، و على هامش الهندية زكريا ١/ ٥٤٩)

(۲) ایمان وتعلیقات میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا، الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے۔

الأيمان مبنية على الألفاظ لا على الأغراض. (الأشباه قديم ص: ٩٦)

الأيمان مبنية على الألفاظ لا على الأغراض أى المقاصد و النيات. (در مختار مع الشامی، زكريا ٥/ ٥٢٨، كراچی ٣/ ٧٤٣)

(۳) اور عصر کے وقت سے منتہائے وقت عصر مراد لیا جائے گا۔ اور چونکہ گلشن سجور نہیں گئی، اس لیے مسئلہ پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

اليوم إذا قرن بفعل غير ممتد يراد به مطلق الوقت فی متعارف أهل اللسان. (بدائع الصنائع زكريا ٣/ ٨٢)

والمعتمد البناء على العرف كما علمت. (شامی، کراچی ۳/۱۵۷، زکریا ۴/۳۰۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷؍محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۶۰۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۱/۱۷ھ

۶؍بجے سے قبل گھر نہ آئی تو طلاق

سوال [۶۹۸۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کی بیوی ہندہ اپنے مائی کے یہاں گئی، جاکر ہندہ کی طبیعت خراب ہوگئی، چار دن بعد زید نے اپنے سسرال یعنی ہندہ کے والد کے گھر کے قریب جاکر ہندہ کو بلایا، کچھ دیر کے بعد ہندہ اپنے شوہر زید کے پاس آئی، آنے کے بعد میاں بیوی نے کچھ دیر بات چیت کرنے کے بعد ہندہ کو کہا کہ تم نے کل گھر جانے کو کہا تھا تو کیا کروگی، اس وقت ہندہ نے کہا طبیعت ٹھیک ہوجانے کے بعد جاؤں گی، تو اس وقت زید نے کہا کہ آئندہ کل شام چھ بجے سے پہلے میرے گھر نہ آؤ گی تو تجھے تین طلاق ہوں گی، چھ بجے کے بعد ہم دونوں کا رشتہ ختم ہو جائے گا، اس حالت میں کچھ آدمیوں کی کوشش سے ہندہ چھ بجے سے دو منٹ پہلے زید کے گھر آئی پھر کچھ دیر رہ کر یعنی تقریباً دس منٹ رہ کر پھر مائی کے یہاں چلی گئی، فی الحال ماں کے یہاں رہتی ہے اس حالت میں ہندہ پر طلاق ہوئی یا نہیں؟

المستفتی: محمد دانش علی محمد ارشد علی، مغربی بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب شرط کے مطابق چھ بجے سے قبل ہندہ زید کے گھر پہنچ گئی تو طلاق واقع نہیں ہوگی مگر اس سے ہندہ کا نافرمان اور ناشزہ ہونا بھی واضح ہوگیا۔

وتنحل اليمين أى تبطل اليمين ببطلان التعليق. (در مختار، كتاب الطلاق، باب التعليق، كراچی ۳/۳۵۲، زكريا ٤/٦٠٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/محرم الحرام/۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۶۲۷۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/۱/۱۴۲۱ھ

اگر شام چھ بجے تک گھر نہ آئی تو میری طرف سے طلاق

سوال [۶۹۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید اپنی بیوی کے گھر گیا اس سے اپنے گھر چلنے کو کہا تو بیوی نے کہا کہ ہم چار چھ ماہ نہیں جائیں گے تو زید نے واپس آکر بس اسٹینڈ سے فون پر بیوی کے والد سے کہا کہ اگر شام چھ بجے تک یہ گھر نہ آئی تو میری طرف سے طلاق، یہ بات صبح سات بجے کہی، تو بیوی کے والد نے کہا کہ سوچ کر کہو کیا کہتے ہو، تو زید نے پھر وہی الفاظ دہرا دیئے، بعدہٗ زید نے دو علماء کی موجودگی میں رجعت بھی کرلی، اور تحریری رجعت کرلی، اس کے بعد بیوی کے والد سے کہا گیا کہ لڑکی کو رخصت کردو تو کہا، زید نے یہ کہا تھا کہ اگر شام تک گھر نہ پہنچی تو طلاق طلاق طلاق، جب کہ زید خدا کو حاضر وناظر سمجھ کر کہہ رہا ہے کہ میں نے ایک مرتبہ کہا ہے اور حلف اٹھانے کو بھی تیار ہے، ایسی صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتی: محمد نعمان ہردوئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر طلاق کو چھ بجنے پر معلق کردیا ہے اور شام چھ بجے تک روانہ نہیں کیا ہے تو طلاق پڑ گئی لیکن زید اور خسر کے درمیان جو بات ہوئی ہے وہ صرف لفظ طلاق ہے اس میں تکرار کا ذکر نہیں ہے، اس لیے ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی اور دوسری مرتبہ جو فون پر طلاق کا لفظ دوہرایا ہے وہ پہلی طلاق کی خبر ہے، لہٰذا بعد والے فون سے

جوطلاق دی گئی ہےاس سے طلاق واقع نہ ہوگی اس کے بعد جو دو علماء کے سامنے رجوع کی بات کی ہےاس سے رجعت ہوگئی اور بعد میں جواس کا خسر تین طلاق کا دعویٰ کر رہا ہے اس کے ثبوت کے لیے شرعی گواہ لازم ہےاوراس کے پاس شرعی گواہ نہیں ہے،اس لیے زید کا قول معتبر ہوگا۔(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۹/۱۹۳)

وإذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط. (هدايه، باب الأيمان فى الطلاق، اشرفى ديوبند ٢/٣٨٥، هنديه زكريا قديم ١/٤٢٠، جديد ١/٤٨٨)

إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين فله أن يراجعها فى عدتها رضيت بذٰلك أو لم ترض. (هدايه، اشرفى ٢/٣٩٤، هنديه، زكريا قديم ١/٤٧٠، جديد ١/٥٣٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ جمادی الاولی ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۳۰۴/۳۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۵/۱۹ھ

۱۰/اپریل کی شام تک نہ پہنچنے پر تین طلاق

سوال [۶۹۹۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نعیم الدین نے اپنے خسر شیخ ممتاز کو خط لکھ کر یہ کہا کہ اگر آپ نے دس اپریل ۱۹۸۹ھ کی چار بجے شام تک سات ہزار روپیہ یا گھڑی ریڈیو،سوٹ کیس،ٹیپ،کنٹر مع کوٹ نہیں دیئے تو تمہاری بیٹی سارہ خاتون کو تین طلاق، نیز مذکورہ روپیہ یا سامان خلیل کے ہاتھ سے ہی لوں گا،اوراگرکوئی دوسرا دے گا تو بھی تین طلاق،پھرنعیم الدین نے اپنی غلطی محسوس کی اورنو اپریل ۱۹۸۹ء کو چند لوگوں کے سامنے زبانی اورتحریری طور پر اپنی شرط واپس لے لی، یعنی یہ کہا کہ اب میں نہ سامان لوں گا اور نہ روپئے لوں گا،غورطلب بات یہ ہے کہ:

(الف) شیخ ممتاز کوصرف روپئے دینے ہوں گے یا صرف سامان دے گا یا روپیہ

اور سامان دونوں؟

(ب) صرف خلیل ہی دے گا یا اور کوئی دوسرا بھی دے سکتا ہے اگر خلیل کے علاوہ کوئی دوسرا دیگا تو شرط پوری ہوگی یا نہیں؟ خلیل کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ سامان بھجوادے تو کیا سارہ خاتون کو طلاق پڑ جائے گی؟

(ج) نعیم کا شرط کو واپس لینا جائز ہے یا نہیں؟ شرط کو واپس لینے پر سارہ خاتون کو طلاق پڑے گی یا نہیں؟ مدلل ومفصل جواب سے نوازیں۔

المستفتی: محمد سلیم الدین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر دس اپریل شام چار بجے تک خلیل کے ہاتھ سے ۷۰۰۰ روپیہ یا مذکورہ سامان نہ پہنچے تو سارہ خاتون پر تین طلاق واقع ہو جائیں گی، بعد میں نعیم الدین کا اپنی غلطی کو تسلیم کرنا وجود شرط اور وقوع طلاق کے لیے مانع نہیں ہے۔

(الف) روپیہ یا سامان میں سے صرف ایک کا جہیز دینا کافی ہے۔

(ب) جی ہاں صرف خلیل ہی کے ہاتھ سے دینا لازم ہوگا، دوسرے کا اعتبار نہیں۔

(ج) شرط واپس لینے سے شرعاً واپس نہیں ہوتی ہے۔

الأصل أن شرط الحنث إن كان عدميا و عجز عن مباشرته فالمختار الحنث. (شامی، کتاب الطلاق، باب التعليق، زكريا ٤/٦٤٦، كراچی ٣/٣٨٢)

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا لكن إن وجد في الملك طلقت. (الدر المختار کراچی ٣/٣٥٥، زکریا ٤/٦٠٩)

إن لم تحضري الليلة منزلي فكذا، فمنعها أبوها حنث. (الدر المختار کراچی ٣/٣٨١، زکریا ٤/٤٤٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۵۳۹/۲۵)

شوہر نے کہا: کہ نماز کے لیے اب کہے گی تو طلاق واقع ہو جائے گی

ســوال [۶۹۹۱]: (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بیوی نے شوہر سے کہا کہ نماز پڑھ لو، شوہر نے بیوی سے کہا کہ مجھ کو بار بار نہ کہا کرو، اورآ گے کہا کہ اگر اب کہے گی تو طلاق واقع ہو جائے گی اس کے بعد بیوی خاموش رہی اور شوہر کو کچھ نہیں کہا، لیکن چند دن کے بعد پھر کہا تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں یا یمین فور کے حکم میں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شوہر کے قول: ''اگر اب کے تم مجھے نماز کے لیے کہو گی تو طلاق ہو جائے گی'' کچھ دنوں تک بیوی خاموش رہی، چند دنوں کے بعد بیوی نے پھر شوہر کو نماز کے لیے کہا تو طلاق واقع نہیں ہوئی، کیونکہ یہ یمین فور کے قبیل سے ہے اور یمین فور میں اسی وقت اس فعل کے کرنے سے طلاق واقع ہوتی ہے، بعد میں کرنے سے نہیں ہوتی۔ (مستفاد: محمودیہ ڈابھیل ۱۳/ ۱۰۸، میرٹھ ۱۹/ ۲۱۶)

وشـرط لـلـحـنث في قوله: ''إن خرجت مثلا فأنت طالق'' فعله فورا، لأن قصده المنع عن ذٰلک الفعل عرفا و مدار الأيمان عليه. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الأيمان، باب اليمين في الدخول و الخروج، زكريا ۵/۵۵۳- ۵۵۴، كراچی ۳/۷٦۱- ۷٦۲)

أرادت أن تـخـرج فـقـال الـزوج: إن خـرجـت فعـادت و جلسـت وخرجت بعد ساعة لا يحنث. (شامي زكريا ۵/۵۵۴، كراچی ۳/ ۷٦۲)

الأصـل أن الأيـمان مبنية على العرف عندنا لا على الحقيقة اللغوية.

(البحر الرائق كوئٹه ۴ /۲۹۷، زكريا ۴/ ۵۱)

وإذا أرادت الـمرأة أن تخرج فقال لها الزوج إن خرجت فأنت طالق

فجلست ثم خرجت لم یحنث. (حاشیہ چلپی علی تبیین الحقائق امدادیہ ملتان ۳/۱۲۳، زکریا ۳/۴۵۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ذی الحجہ/۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۳۳۸)

ترک صلاۃ پر طلاق کو معلق کرنا

سوال [۶۹۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید نے آج سے تقریباً دو سال قبل یہ قسم کھائی کہ اگر میں نے جان بوجھ کر کوئی نماز قضا کردی تو میری بیوی کو تین طلاق واقع ہوں، زید نے یہ قسم صرف اور صرف نماز کی پابندی کے لیے کھائی تھی، حالانکہ زید اور ہندہ میں پہلے سے کچھ تلخی چل رہی تھی، بہر حال اللہ کو حاضر و ناظر جان کر زید کہتا ہے کہ میرا طلاق دینے کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا، قسم کھانے کے بعد چھ ماہ تک نماز کا پابند رہا، بعد میں زید کو اپنی قسم یاد نہیں رہی اور دھیرے دھیرے نماز میں کوتاہی ہونے لگی، اور پھر نماز قضا ہونے لگی، اور اس کے آگے کئی ماہ سوائے جمعہ کی نماز کے اور کوئی نماز نہیں پڑھی، آج سے پھر نماز کی پابندی کا خیال آیا اور قسم والی بات بھی ذہن میں آئی تو زید بہت پریشان ہے، نہ جانے کتنی نماز قضا ہوگئی، براہ کرم آپ بتائیں کہ ہندہ زید کے نکاح میں ہے یا نہیں؟ اگر طلاق واقع ہوگئی تو کیا حلالہ کے بعد بھی قسم موجود ہوگی اور جب سے زید کو قسم والی بات یاد آئی ہے، دوبارہ پابندی کے ساتھ نماز ادا کررہا ہے، اور اس نے اپنا بستر الگ کرلیا ہے؟

المستفتی: محمد اکبر سوناجی نگر پونہ روڈ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب زید نے ترک صلوٰۃ پر تین طلاق کو معلق کیا ہے اور پھر اس کے بعد زید نے غفلت ولاپرواہی سے نماز ترک کردی ہے اور اس نے ان نمازوں کی قضا نہیں کی ہے تو اس کی بیوی پر تین طلاق واقع ہوں گی، بلا حلالہ کے اس کے

ساتھ نکاح درست نہ ہوگا، اور اگر فوت شدہ نمازوں کی قضا کرلی ہے تو بعض فقہاء کے نزدیک طلاق واقع نہ ہوگی، اور راجح اور مفتی بہ قول کے مطابق واقع ہوگی، اس لیے مذکورہ صورت میں حلالہ کے بعد ہی زید اپنی بیوی سے دوبارہ نکاح کرے۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۱۰/۵۲-۵۹، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۱/۲۱۵، جدید ڈابھیل ۱۳/۳۴)

قال لامرأته: إن تركت صلاة فأنت طالق أو قال: إن تركت صلاة فامرأتي طالق فترك صلاة و قضاها أو تركت و قضيتها هل يقع الطلاق؟ اختلف المشائخ، بعضهم قالوا: لا يقع الطلاق و به كان يفتي الشيخ الإمام سيف الدين عبدالرحيم الكرميني و بعضهم قالوا: يقع الطلاق وبه كان يفتي ركن الإسلام علي السغدی وهو الأشبه والأظهر. (فتاویٰ تاتارخانية، زكريا ٥/٦٧، رقم: ٧٢٥٩)

وإذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا. (فتاویٰ عالمگیری زكريا قديم ١/٤٢٠، جديد ١/٤٨٨، هدايه اشرفي ديوبند ٢/٣٨٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍محرم الحرام ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۴۲۳)

تاش کھیلنے پر طلاق کو معلق کرنا

سوال [۶۹۹۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص جس کا نام ظہور الدین ہے اس نے کہا کہ میں آج کے بعد اپنے ہاتھوں سے پیسوں والا تاش کھیلوں تو میری بیوی پر طلاق ہے، ایک مرتبہ کہا، مگر دوسرے آدمی نے ظہور الدین کے پیسے لے کر ہار جیت کی شرط کے ساتھ تاش کھیلا، یعنی خود تو نہیں کھیلا دوسرے کو کھیلنے کے لیے پیسے دیئے تو آیا اس صورت میں ظہور الدین کی بیوی کو طلاق ہوئی یا نہیں؟ بالتفصیل جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: ظہور الاسلام محلّہ اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب ظہور الدین ازخود تاش نہیں کھیلا ہے اور اس کے پیسہ سے دوسرے شخص نے کھیلا ہے تو شرط نہیں پائی گئی اس لیے ظہور الدین کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

وتنحل اليمين أى تبطل اليمين ببطلان التعليق. (در مختار، کتاب الطلاق، باب التعليق، كراچی ۳/۳۵۲، زكريا ٤/٦٠٥)

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا لكن إن وجد فى الملك طلقت. (الدر المختار، كراچی ۳/۳۵۵، زكريا ٤/٦٠٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۲۴۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/۶/۱۴۱۱ھ

اگر میں تجھ سے کبھی بھی بولوں تو تجھ کو طلاق

سوال [۶۹۹۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں نے اپنی بیوی زیب النساء سے ناراض ہوکر غصے کی حالت میں یہ کہہ دیا کہ اگر میں تجھ سے کبھی بھی بولوں تو تجھ کو طلاق اور یہ بات میں نے تین مرتبہ ۲۸/ اکتوبر کو کہی، اس کے ایک ہفتہ بعد میں اپنی بیوی سے بول دیا، اس کے بعد معاملہ ایسا ہی چلتا رہا کہ اچانک پھر بات ہی بات میں میں نے غصہ ہوکر کہا کہ اگر میں آج سے کبھی بھی تم سے صحبت کروں تو تجھ کو طلاق، یہ بات میں نے تین مرتبہ ۸/ دسمبر کو کہی، اس کے بعد پھر مجھے برداشت نہیں ہوا تو میں نے اپنی بیوی سے ہم بستری کر لی، پھر معاملہ ایسی ہی چلتا رہا تو میں نے کہا کہ اگر میں تمہارے میکے میں جاؤں تو تو میرے لیے ہمیشہ ہمیش کے لیے حرام ہو، اتفاق سے سسرال سے اطلاع ملی کہ میرا لڑکا جو عمر میں ۹/۱۰ مہینے کا ہے اس کی طبیعت خراب ہے، تو میں بیٹے کی محبت میں آکر اس کے میکے چلا گیا، آپ بتائیں کہ میری بیوی میرے نکاح میں رہ سکتی ہے یا

نہیں، اگر جواب نفی ہے تو مجھے اپنی بیوی زیب النساء کو کیا کیا دینا پڑے گا، اورلڑکا کس کے پاس رہے گا، مہربانی فرما کر مفصل جواب سے مطلع کریں

المستفتی: حسام الدین قاسمی، ماگھی مٹھیاں، ضلع دیوریا (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب آپ نے تین مرتبہ طلاق کو بیوی سے بولنے پر معلق کردیا ہے اور پھر بیوی سے بول لیا ہے تو جس وقت بیوی سے بولا تھا اس وقت بیوی پر تین طلاق واقع ہوچکی تھیں، اور بیوی اسی وقت آپ کے نکاح سے نکل چکی تھی، اور بعد میں جو ساتھ رہنا ہوا ہے وہ ناجائز اور حرام ہوا ہے، اس سے توبہ کرنا لازم ہے۔

تبطل اليمين ببطلان التعليق إذا وجد الشرط مرة. (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب التعليق، كراچی ۳/۳۵۲، زكريا ٤/٦٠٥)

زیب النساء اپنے دین مہر، سامانِ جہیز اور ذاتی زیورات کی حقدار ہے، اور بچہ کو سات سال کی عمر تک بیوی اپنے پاس رکھ سکتی ہے، اور بچہ کا خرچہ آپ پر لازم رہے گا، اور سات سال کے بعد آپ واپس لے سکتے ہیں۔

والحضانة أما أو غيرها أحق به أى بالغلام حتى يستغنى عن النساء وقدر بسع وبه يفتى. (الدر المختار شامی، باب الحضانة، كراچی ۳/٥٦٦، زكريا ٥/٢٦٧)

ونفقة الصغير واجبة على أبيه. (تاتارخانية زكريا ٥/٤١٢، رقم: ٨٣٣٣)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍رجب المرجب ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۲۸۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴؍۷؍۱۴۱۱ھ

اگر آج سے تم نے ان کی کوئی چیز لی تو تم کو تین طلاق

سوال [۶۹۹۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ زید کا اپنے ماں باپ سے کافی دنوں سے جھگڑا چل رہا تھا، ایک مرتبہ کسی چیز پر بات بڑھ گئی جس پر زید نے غصہ میں آکر اپنی بیوی کے اوپر یہ شرط لگائی کہ اگر آج سے تم نے ان کی کوئی چیز لی تو تم کو تین طلاق، اب اگر زید کی بیوی ان کی کسی چیز کو لے لے تو کیا حکم ہو گا؟ اور زید کے ماں باپ کے انتقال ہو جانے کے بعد ان کی جو چیزیں ہیں اس میں زید کی بیوی لے سکتی ہے یا نہیں؟ لہٰذا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد وثیق الرحمٰن ایچا لہ، متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر زید کے ماں باپ کی حیات میں ان کی ملکیت کی کوئی چیز لے گی تو بیوی پر تین طلاق واقع ہو جائیں گی۔

وإذا أضافه إلى شرط وقع عقيب الشرط مثل أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق. (هدايه، باب الأيمان في الطلاق، اشرفي ديوبند ۲/ ۳۸۵، هنديه زكريا قديم ۱/ ۴۲۰، جديد ۱/ ۴۸۸)

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا لكن إن وجد في الملك طلقت. (الدر المختار كراچی ۳/ ۳۵۵، زكريا ۴/ ۶۰۹)

اور اگر زید کے والدین کے انتقال کے بعد کوئی چیز لے گی تو طلاق واقع نہیں ہوگی جبکہ بطریق وراثت زید کی ملکیت میں منتقل ہو چکی ہو، اس لیے کہ اب تبدل ملک کی وجہ سے حکم بھی بدل چکا ہے، اور اب یہ نہیں کہا جائے گا کہ زید کے والدین کی چیز لی ہے بلکہ یہ کہا جائے گا کہ زید کی چیز لی ہے۔

لأنه عقد يمينه على فعل واقع في محل مضاف إلى فلان، أما إضافة ملك أو إضافة نسبة ولم يوجد فلا يحنث. (هدايه، اشرفي ديوبند ۲/ ۴۹۴)

وتحته في البناية: الأصل في جنس هٰذه المسائل أنه متى عقد يمينه على فعل في محل منسوب إلى الغير مراعى للحنث ووجود النسبة وقت وجود المحلوف عليه (إلى قوله) وهو قوله لا يكلم عبد فلان و كذا لا

یدخل دار فلان أو لا یرکب دابته أو لا یأکل طعامه أو لا یلبس ثوبه و إذا زال الملک ووجد الکلام أو الدخول أو الرکوب أو أکل الطعام أو لبس الثوب لا یحنث. (بنایه، کتاب الأیمان، باب الیمین فی الکلام، قدیم ۲/ ۶۱۴، المکتبة الاشرفیه دیوبند ۶/۱ ۲۰-۲۰۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۰۷۰)

تو حاجی مختار کے یہاں جائے گی تو تجھ کو طلاق، طلاق، طلاق

سوال [۶۹۹۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ خالد نے بیماری کی حالت میں اپنی اہلیہ سے کہا کہ اگر تو حاجی مختار کے گھر جائے گی یا اس کے گھر سے میل جول رکھے گی تو تجھے طلاق، طلاق، طلاق، اب حاجی مختار کے یہاں خوشی کا موقع آتا ہے اور شوہر زوجہ کو حاجی صاحب کے گھر جانے کی اجازت دیتا ہے اور زوجہ حاجی صاحب کے گھر چلی جاتی ہے تو ایسی صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد اسلام منصوری، محلّہ بٹوال، امروہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: صورت مذکورہ میں باجازت یا بلا اجازت خالد کی زوجہ حاجی مختار کے گھر گئی ہے تو زوجہ پر تین طلاقیں واقع ہوگئیں، اب بلا حلالہ نکاح بھی جائز نہیں ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم قدیم دیوبند ۲/ ۳۸۵)

وإذا أضافه إلی شرط وقع عقیب الشرط مثل أن یقول لامرأته إن دخلت الدار فأنت طالق. (الجوهرة النیرة، امدادیه ملتان ۲/ ۱۱۰، دار الکتاب دیوبند ۲/ ۱۰۶، زکریا قدیم ۱/ ۴۲۰، جدید ۱/ ۴۸۸، هدایه، اشرفی دیوبند ۲/ ۳۵

البتہ اگر ابھی تک نہیں گئی ہے اور جانا چاہتی ہے تو حیلہ یہ ہوسکتا ہے کہ شوہر بیوی کو

ایک طلاق دے کر الگ کردے، بعد انقضائے عدت حاجی مختار کے گھر چلی جائے اس کے بعد دوبارہ بلاحلالہ نکاح کرلے تو پھر آئندہ بار بار جاسکتی ہے۔

فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار أن يطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل اليمين فينكحها. (الدر المختار، كراچی ۳/۳۵۵، زكريا ۴/۶۰۹، تبيين الحقائق، امداديه ملتان ۳/۱۴۱، زكريا ۳/۴۹۲، مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ۲/۶۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷ر صفر المظفر ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۲۹/۲۳)

اگر تو نے میری بیوی کو میری حویلی میں پہنچادیا تو اس پر تین طلاق

سوال [۶۹۹۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کی بیوی بحالت غصہ اپنے میکہ چلی گئی، بکر نے زید سے کہا کہ اپنی بیوی کو اپنے گھر کیوں نہیں لائے، زید نے کہا: میں ہرگز نہیں لاؤں گا، بکر نے کہا کہ میں بہرصورت عورت کو تمہارے گھر پہنچادوں گا، اس پر زید نے کہا: کہ اگر میری بیوی کو تم نے میری حویلی میں پہنچادیا تو اس کو تین طلاق ہیں۔

تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ زید نے اپنی بہن سے کہا کہ اگر وہ میرے گھر آئی تو اس کو تین طلاق ہیں۔

حویلی کی موجودہ صورت حال یہ ہے کہ وہ دو حصوں پر منقسم ہے، ایک حصہ میں زید کا بڑا لڑکا (جو شادی شدہ ہے) رہتا ہے، اور دوسرے حصہ کا زید نے اپنے چھوٹے لڑکے (عمر گیارہ سال) مالک بنادیا ہے۔

واضح ہو کہ زید کا بڑا لڑکا دوسری عورت سے ہے، اور چھوٹا لڑکا اسی مبتلائے معاملہ بیوی سے ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر زید کی بیوی مکان کے اول الذکر حصے میں

آتی ہے تو مطلقہ ہوئی یا نہیں؟

اسی طرح مکان کے دوسرے حصے میں داخل ہو تو کیا حکم شرعی ہے؟ امید ہے کہ تفصیلی جواب نوازش فرمائیں گے۔

المستفتی: حافظ عبدالستار مدرس: جامعہ رحمانیہ ٹانڈہ بادلی، رامپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ میں خط کشیدہ عبارات قابل غور ہیں، ان عبارات کے جوابات سے قبل ۳ر مقدمات سمجھنا ضروری ہے

(۱) شریعت میں اس طرح شرط اور قسم کا مدار عرف پر ہوتا ہے۔

الأیمان مبنیة علی العرف. (البحر الرائق، کتاب الأیمان، باب الدخول والخروج، کوئٹه ٤/٢٩٧، زکریا ٤/٥٠١ و هکذا فی الشامی کوئٹه ٣/٧٩، کراچی ٣/ ٧٤٣، زکریا ٥/٥٢٨)

(۲) عرف میں اپنی حویلی اور گھر سے رہائشی حویلی اور مکان مراد ہوتے ہیں، چاہے وہ حالف کی ملکیت میں ہوں یا کرایہ وغیرہ کے ہوں۔

وأما باعتبار صفتها بالإضافة إلی فلان فإنه یحنث إذا دخل دارا مضافة إلی فلان سواء کان یسکنها بالملک أو بالإجارة أو بالعاریة (إلی قوله) لأن داره مطلقا دار یسکنها. (البحر الرائق زکریا ٤/ ٥٠٩، کوئٹه ٤/ ٣٠٤،فتاویٰ عالمگیری زکریا قدیم ٢/ ٧١، جدید ٢/ ٧٧، بدائع الصنائع کراچی ٣/ ٣٨، زکریا ٣/ ٦٣)

(۳) یوں کہا جاتا ہے کہ جب تم پہنچا دوگے یا وہ خود آجائیگی تو ایسا ہوگا تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ میری مرضی کے بغیر تم پہنچا دوگے یا وہ خود آجائے گی، تو ایسا ہوگا (تین طلاقیں ہیں) لیکن اگر میں اپنی مرضی سے خود جا کر لاؤں گا، تو یہ حکم نہیں (تین طلاقیں نہیں)

کما استفاده من کتب الفقه: إذا أدخلت فلانا بیتی فامرأته طالق فهو علی أن یدخل بأمره. (البحر الرائق، زکریا ٤/ ٥١٣، کوئٹه ٤/ ٣٠٥، بزازیه زکریا دیوبند ١/ ٢٠٩، و علی هامش الهندیة زکریا ٤/ ٣٢٢)

ان تینوں مقدموں کے بعد حکم یہ ہوگا کہ اگر اول الذکر حصہ میں زید کی رہائش ہے تو

بیوی کے وہاں آنے پر تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی، اور اگر وہاں رہائش نہیں ہے تو وہاں آنے پر طلاق واقع نہیں ہوگی، جیسا کہ مقدمہ (۲) سے معلوم ہوا۔

نیز قاضی خان میں ہے:

رجل حلف أن لا يدخل دار فلان فأجر فلان داره فدخلها الحالف هل يكون حانثا؟ فيه روايتان، قالوا: ما ذكر أنه لا يحنث، ذٰلك في قول أبي حنيفة و أبي يوسف رحمهما الله لأن عندهما كما تبطل الإضافة بالبيع تبطل بالإجارة و التسليم و ملك اليد للغير. (قاضيخان زكريا جديد ٢/٤٨، وعلى هامش الهندية زكريا ٢/٧٩)

نیز اس طرح مکان کا دوسرا حصہ جو عبارت (۴) میں مذکور ہے اس میں زید کی رہائش ہے تو وہاں آنے سے تین طلاق واقع ہوجائیں گی، جیسا کہ مقدمہ (۳) سے واضح ہے اور اگر وہاں رہائش نہیں ہے اور لڑکے کے نام کردیا ہے، تو وہاں آنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی، جیسا کہ مقدمہ (۲) اور قاضی خاں زکریا جدید ۲/ ۴۸، وعلی ہامش الہندیہ زکریا ۲/ ۷۹ کی عبارت سے واضح ہوتا ہے۔

اب آسان صورت یہ ہے کہ زید اپنی مرضی سے خود جا کر بیوی کو لے آئے گا یا بکر کے علاوہ دوسرے لوگ بیوی کو ڈولی میں سوار کرلیں اور زید کے مکان کے دروازے میں سے اندر لے جا کر اتار دیں، تو طلاق واقع ہونے سے بیوی بچ جائے گی۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۶/ ۲۷۰، جدید زکریا مطول ۸/ ۲۶۸)

نیز مقدمہ (۳) اور خط کشیدہ عبارت (۳) اور (۴) میں رہائش کا اعتبار ہے چاہے اپنی ملکیت میں ہو یا لڑکوں کو مالک بنا دیا ہو۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۶۰۹)

لفظ ”کلما“ کی مثال سمجھانے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں

سوال [۶۹۹۸]: (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں ایک مرتبہ اپنے چچا سے گفتگو کر رہا تھا، دورانِ گفتگو بتایا کہ بعض حضرات کے یہاں یہ طریقہ ہے کہ اپنے موقف پر جمے رہنے کے لیے اپنے ماتحتوں سے کلما کی قسم کھلواتے ہیں اسی دوران میں نے یہ کہا کہ ایک شخص نے کلما کی قسم کھائی تھی، جب جب میں شادی کروں تو میری بیوی پر طلاق، یہ کلما کی قسم ہے۔

دریافت طلب بات یہ ہے کہ میں نے اپنے چچا سے یہ نہیں کہا تھا کہ ایک شخص نے کلما کی قسم کھائی تھی اور کہا تھا کہ جب جب میں شادی کروں تو میری بیوی کو طلاق، بلکہ میں نے کہا تھا کہ ایک شخص نے کلما کی قسم کھائی تھی، ”جب جب میں شادی کروں تو میری بیوی پر طلاق“ اس کے بعد میں نے کہا کہ یہ کلما کی قسم ہے، تو ایسی صورت میں شادی کر سکتا ہوں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ سوال میں سائل نے اپنے چچا کو کلما کی قسم مثال سے سمجھائی ہے اور غیر آدمی کے واقعہ کی خبر دی ہے، ایسی صورت میں سائل کے نکاح اور اس کے کسی بھی معاملہ میں کوئی بھی اثر نہیں پڑے گا۔

ولو كرر مسائل الطلاق بحضرة زوجته ويقول أنت طالق ولا ينوى لا تطلق. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب طلاق الصريح، كوئٹه ۲۵۸/۳، زكريا ۴۵۱/۳)

قالوا: لو كرر مسائل الطلاق بحضرتها ويقول في كل مرة أنت طالق لم يقع. (الأشباه والنظائر، قديم مطبوعه ديوبند ص: ۴۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍ جمادی الثانی ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۷۰۹/۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱/۶/۱۴۲۳ھ

کلما کی قسم کا مسئلہ بتانے والے پر کوئی اثر نہیں پڑتا

سوال [۶۹۹۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص نے کلما کی قسم کھائی تھی، اور کہا تھا کہ جب جب میں شادی کروں تو میری بیوی پر طلاق ہے، اتفاق کی بات کہ ایک مرتبہ میں اپنے چچا کو کلما کی قسم کے بارے میں بتارہا تھا، تو یہی واقعہ بھی ذکر کردیا تھا، اور کہا تھا کہ ایک شخص نے کلما کی قسم کھائی تھی، اسی دوران میں نے یہ نہیں کہا کہ کلما کی قسم یہ ہے، بلکہ اس طرح کہا، جب جب شادی کروں تو میری بیوی پر طلاق، یہ کلما کی قسم ہے، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا میں شادی کرسکتا ہوں یا نہیں؟ اگر یہ قسم میری طرف سے ہوئی تو میرے شادی کرنے کی کیا صورت ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: کلما کی قسم کا مسئلہ اور حکم بتانے سے بتانے والے پر کوئی اثر نہیں پڑتا، لہٰذا سائل بلاتردد اور بلاشبہ اپنا نکاح اپنے شوق کے مطابق کسی بھی عورت سے کرسکتا ہے۔

ولو كرر مسائل الطلاق بحضرتها و يقول في كل مرة أنت طالق لم يقع. (الأشباه والنظائر قديم ص: ٤٥)

لو كرر مسائل الطلاق بحضرة زوجته و يقول أنت طالق ولا ينوى لا تطلق.

(البحر الرائق، باب طلاق الصريح كوئٹه ٣/٢٥٨، زكريا ٣/٤٥١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۶۳۱)	۶/۵/ ۱۴۲۳ھ

کلما کی قسم کی تعلیم دینے سے طلاق کا حکم

سوال [۷۰۰۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: زید نے عمر سے سوال کیا کہ کلما کی قسم کسے کہتے ہیں ہم کو بتاؤ تو عمر نے زید کو اپنی زبان سے بتایا جیسے میں کہوں کہ جب جب میں شادی کروں تو میری بیوی کو طلاق ہے تو عمر کا زید کو اس طرح سے بتانا اپنی زبان سے عمر کے شادی کرنے کے بعد اس کی بیوی کو طلاق واقع ہوجائے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ شکل میں مسئلہ کا تکرار اور تعلیم ہے اس سے کسی قسم کا حکم لاگو نہیں ہوتا اور نہ ہی اس سے عمر کی شادی میں کوئی فرق آئے گا۔

لو كرر مسائل الطلاق بحضرة زوجته و يقول في كل مرة أنت طالق لم يقع، و لو كتب امرأتي طالق أو أنت طالق و قالت له اقرأ علي فقرأ عليها لم يقع عليها لعدم قصده باللفظ. (الأشباه قديم مطبوعه ديوبند ص: ٤٥)

لو كرر مسائل الطلاق بحضرة زوجته و يقول أنت طالق و لا ينوي لا تطلق، و في متعلم يكتب ناقلا من كتاب رجل قال ثم يقف و يكتب امرأتي طالق و كلما كتب قرن الكتابة باللفظ بقصد الحكاية لا يقع عليه. (البحر الرائق، باب طلاق الصريح، كوئٹه ٣/٢٥٨-٢٥٩، زكريا ٣/٤٥١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/صفر ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۲۴۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۲/۱۵ھ

کلما کی قسم کھانے کے بعد نکاح

سوال [۷۰۰۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص نے کلما کی قسم اس طرح کھائی کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں فلاں کام نہیں کروں گا اور کروں تو جب جب میں نکاح کروں میری بیوی کو طلاق ہو، اس شخص کا نکاح ایک عورت سے ایک شخص نے بحیثیت فضولی کے کر دیا، لڑکے نے زبان سے ایجاب وقبول

نہیں کیا بلکہ عمل سے رضامندی ظاہر کردی، ضروری امر طلب بات یہ ہے کہ وہ عورت اس شخص کی بیوی ہوگئی ہے اگر زندگی میں کبھی لڑکے سے وہ کام دوبارہ ہو جاتا ہے جس کے بارے میں قسم کھائی ہے تو کیا پھر اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی؟

المستفتی: محمد جاوید، تاج پی سی او، بھوگاؤں، مین پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر اس کام کے کرنے سے پہلے یہ نکاح کیا ہے تو اس کا نکاح ہر حال میں صحیح ہے اور اگر اس کام کو ایک مرتبہ کرنے کے بعد موجودہ نکاح فضولی کے ذریعہ سے ہوا ہے تو مذکورہ صورت میں یہ نکاح صحیح ہوا اور وہ اس کے لیے حلال ہوگئی، اور آئندہ دوبارہ اس کام کو کرنے کی وجہ سے اس کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی۔

حلف لا يتزوج فزوجه فضولي فأجاز بالقول حنث و بالفعل و منه الكتابة خلافا لابن سماعة لا يحنث به يفتي. (در مختار، كتاب الأيمان، باب اليمين في الضرب والقتل، كراچی ۳/۸٤٦، زكريا ٥/٦٧٢، قاضيخان زكريا جديد ٢/٢٣، و على هامش الهندية زكريا ٢/٣٤، البحر الرائق زكريا ٤/٦٢٠، كوئٹه ٤/٣٧، فتح القدير، دار الفكر بيروت ٤/١١٩، كوئٹه ٣/٤٤٦، زكريا٤/١٠٦، هنديه زكريا قديم ١/٤١٩، جديد ١/٤٨٨، مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ٢/٦٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۳؍رجب ۱۴۲۱ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۸۱۱)	۱۴۲۱/۷/۳ھ

کلما کی قسم اور اس کا حل

سوال [۷۰۰۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے کلما کی قسم کھائی کہ جب جب بھی میں نکاح کروں میری بیوی کو طلاق، اب زید نکاح کا متمنی ہے زید کے نکاح کے درست ہونے کی کیا شکل ہے؟ جبکہ زید اپنی اس حرکت پر

تائب ہے، زید کی یہ قسم کیسے فسخ کی جائے گی، اور کلما کی قسم کا کفارہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا ہے؟

المستفتی: رکن الدین گڑھی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کی قسم فسخ نہیں ہوگی، یہ قسم زندگی بھر باقی رہے گی اور نہ اس کا کوئی کفارہ ہے البتہ زید کے نکاح کے لیے یہ شکل ہو سکتی ہے کہ جو شخص زید کے حالات سے خوب اچھی طرح واقف ہو، وہ اس کے مناسب کسی عورت سے بحیثیت فضولی دو گواہوں کے ساتھ نکاح کردے کہ میں نے تمہارا نکاح فلاں شخص سے اتنے مہر پر کردیا اور عورت یا اس کا ولی دو گواہوں کے سامنے اس کو قبول کرلے پھر یہ فضولی شخص زید سے آکر کہے کہ میں نے تمہارا نکاح فلاں عورت سے اتنے مہر پر کردیا ہے۔

لہٰذا آپ اتنے مہر دیدو اب زید زبان سے کچھ نہ کہے بلکہ کل یا کچھ مہر ادا کردے، اور پھر عورت کے پاس چلا جائے تو اس طرح نکاح ہو جائے گا۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۱/۱۷۵، جدید ڈابھیل ۱۳/ ۸۷، ۹۰، ۹۱، امداد المفتیین ۶۳۹ تا ۶۴۰)

إذا قال کل امرأة أتزوجها طالق فزوجه فضولی فأجاز بالفعل بأن ساق المهر و نحوه لا تطلق. (فتح القدير، كتاب الطلاق، باب الأيمان فى الطلاق، كوئٹه ۳/ ٤٤٦، زكريا ٤/ ١٠٦)

وينبغي أن يجيئ إلى عالم و يقول له: ما حلف و احتياجه إلى نكاح الفضولي فيزوجه العالم امرأة و يجيز بالفعل فلا يحنث. (البحر الرائق كوئٹه ٤/ ٧، زكريا ديوبند ٤/ ١٠-١١)

حلف لا يتزوج فزوجه فضولی، فأجاز بالقول حنث و بالفعل (تحته فی الشامية) كبعث المهر أو بعضه لا يحنث به يفتى. (الدر المختار مع الشامی، کراچی ۳/ ٨٤٦، زكريا ٥/ ٦٧٢، خانيه زكريا ٢/ ٢٣، و على هامش الهندية زكريا ٢/ ٣٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ / صفر ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۰۸۱)

کلما کی قسم سے چھٹکارے کا حیلہ

سوال [۷۰۰۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کو جان سے مارنے کی دھمکی دی گئی اور یہ قسم کھانے پر مجبور کیا گیا کہ جب جب بھی تو شادی کرے گا تو تیری بیوی کو طلاق، اس مجبور شخص نے یہ قسم کھالی کہ جب جب بھی میں شادی کروں گا تو میری بیوی کو طلاق۔

اب معلوم یہ کرنا ہے کہ اس قسم کا کیا حکم ہوگا؟ کیا جب بھی وہ نکاح کرے گا اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوجائے گی یا نہیں اور اگر طلاق ہوجائے گی تو اس قسم سے چھٹکارے کا کیا طریقہ ہوگا؟ حکم شرعی سے آگاہ فرمائیں۔

المستفتی: محمد خالد، ہریدوار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جبر واکراہ کی صورت میں بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے، لہٰذا جب مذکورہ شخص نے یہ قسم کھالی ہے کہ جب جب شادی کروں تو میری بیوی کو طلاق، لہٰذا اب جب بھی یہ شخص شادی کرے گا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوجائے گی، اور اس قسم سے چھٹکارے کا یہ طریقہ ہے کہ کوئی دوسرا شخص فضولی بن کر اس کا نکاح کرادے، اس کی طرف سے ایجاب وقبول کرلے اس کے بعد اطلاع دے کہ میں نے تمہارا نکاح کرادیا ہے، تم اپنی بیوی کے پاس جاسکتے ہو، تو یہ شخص زبان سے کچھ نہ کہے، اور بیوی کے پاس جائے اور مہر ادا کردے تو ایسی صورت میں اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی، اور نکاح درست ہوجائے گا۔

وأما شرائطها في اليمين بالله تعالىٰ، ففي الحالف أن يكون عاقلا بالغا (إلى قوله) وكذ الطواعية ليس بشرط عندنا فتصح من المكره.

(هنديه، كتاب الأيمان، الباب الاول، زكريا قديم ۲/ ۵۱، زكريا جديد ۲/ ۵۶)

إذا قال: كل امرأة أتزوجها فهي طالق فزوجه فضولي وأجاز بالفعل

بـأن سـاق المهر و نحوه لا تطلق. (هـنـديه، زكريا قديم ١/٤١٩، جديد ١/٤٨٨، البحر الرائق كوئٹه ٤/٧، زكريا ٤/١٠-١١، در مختار مع الشامی كراچی ٣/٨٤٦، زكريا ٥/٦٧٢، خـانيـه زكـريـا ٢/٢٣، و على هامش الهندية زكريا ٢/٣٤، فتح القدير دار الفكر بيروت ٤/١١٩، كوئٹه ٣١/٤٤٦، زكريا ٤/١٠٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۱۶۴)

کلما کی طلاق کی شکل اوراس سے بچنے کا حیلہ

سوال [۵۰۰۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کلما کی طلاق سے بچ کر نکاح کی کیا شکل ہوسکتی ہے اور کلما کی طلاق کی کیا شکل ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کلما کی طلاق کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اس طرح کہے کہ جب جب کسی عورت سے نکاح کروں گا تو اس کو طلاق، اور کلما کی طلاق شدہ سے خلاصی کی صورت یہ ہے کہ کوئی دوسرا دوست اس کا نکاح کسی عورت سے کردے اور اس کی طرف سے خود قبول کرلے، پھر آکر اس سے کہے کہ میں نے تمہارا نکاح فلاں عورت سے کردیا، کوئی ایک چیز بطور مہر معجّل لاؤ، اور وہ کوئی چیز خاموشی سے دیدے، زبان سے کچھ نہ کہے اس کے بعد یہ رفیق وہ سامان اس عورت کو دیدے اور کہہ دے کہ یہ تمہارے شوہر نے بطور مہر معجّل کے دی ہے، اب یہ حالف کی طرف سے فعلاً اجازت ہوگی، اور قسم کی وجہ سے اس پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ (مستفاد: محمودیہ ڈابھیل ۱۳/ ۹۹، محمودیہ میرٹھ ۱۹/ ۲۰۳)

والـحيلة فيه عقد الفضولى ...... و كيفية عقد الفضولى أن يزوجه فضولى فـأجـاز بالفعل بأن ساق المهر و نحوه لا بالقول فلا تطلق بخلاف ما إذا وكل به لانتقال العبارة إليه. (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب التعليق، مكتبه فقيه الامت ٢/٦٠)

حلف لا يتزوج فزوجه فضولي فأجاز بالقول حنث و بالفعل لا يحنث به يفتى (تحته في الشامية) قوله و بالفعل كبعث المهر أو بعضه بشرط أن يصل إليها وقيل الوصول ليس بشرط. (شامی کراچی ۸۴٦/۳، زکریا ٦۷۲/٥)

إذا قال كل امرأة أتزوجها فهي طالق فزوجه فضولي و أجاز بالفعل بأن ساق المهر و نحوه لا تطلق، بخلاف ما إذا وكل به لانتقال العبارة إليه.

(هندیه زکریا قدیم ٤١٩/١، جدید ٤٨٨/١)

ولو كان حلف قبل نكاح الفضولي أن لا يتزوج امرأة ثم زوجه الفضولي امرأة و أجاز الحالف نكاحه بالقول حنث في يمينه و إن أجاز بالفعل من سوق مهر أو نحوه اختلفوا فيه و أكثر المشايخ على أنه لا يحنث. (فتاویٰ قاضیخان زکریا جدید ٣١٨/١، علی هامش الهندية زكريا ٥١٢/١)

رجل حلف أن لا يتزوج امرأة فزوجه رجل امرأة بغير إذنه فبلغه فأجاز إن أجاز بالقول أو بالفعل كسوقه المهر و غيره ...... والمختار أنه يحنث في الوجه الأول، ولا يحنث في الوجه الثاني. (فتاویٰ والوالجية، مكتبة دار الايمان ١٦٠/٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۳۴۶)

کلما کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ پرانی بیوی کو نہیں لاؤں گا

سوال [۷۰۰۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کا نکاح رقیہ بانو سے ہوا تھا کچھ دنوں کے بعد آپسی نااتفاقی کی وجہ سے تین طلاقیں ہوگئیں، اور سامان کا لین دین بھی ہوگیا اس کے بعد زید نے دوسری شادی کرلی، چند دنوں کے بعد زید کی دوسری بیوی سے اور زید کے والد سے کچھ تنازع اور بات چیت ہوگئی،

تب زید کے والد زید کی پہلی والی بیوی جو مطلقہ تھی اس کو لے آئے، اور کہا کہ ہماری پرانی بہو، اس نئی بہو سے بہتر ہے، جب یہ بات زید کے موجودہ خسر کو معلوم ہوئی تو رات میں دوسرے کے مکان پر زید کو بلا کر کمرہ میں بند کر کے مارا پیٹا، اور ڈرا دھمکا کر ایک تحریر پر دستخط کروالیا، وہ تحریر یہ ہے کہ زید اپنی پرانی بیوی جس کو طلاق دے چکا ہے نہیں لاؤں گا، اور کلما کی قسم کھاتا ہوں کہ اپنی پرانی فلانہ بیوی کو نہیں لاؤں گا۔

اب دریافت یہ کرنا ہے کہ صرف یہ کہلوانے سے کہ میں کلما کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ پرانی بیوی کو نہیں لاؤں گا اور وہ بھی بالجبر مار پیٹ کر، تو ایسی صورت میں زید کی پرانی بیوی کیا زید پر دائمی حرام ہوگئی؟ کیا حلالہ کے بعد اس سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالرحمٰن ملاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لوگوں میں جو کلما کی قسم مشہور ہے جس سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قسم کھانے والا جب جب نکاح کرے گا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی یہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب قسم کھانے والا اس طرح قسم کھائے کہ میں جب جب نکاح کروں گا تو میری بیوی پر طلاق، تو اس صورت میں جب بھی کسی عورت سے نکاح کرے گا فوراً اس پر طلاق پڑ جائے گی، نتیجتاً اس کے نکاح میں کوئی عورت باقی نہیں رہے گی لیکن اگر اس طرح قسم کھالی ہے کہ میں کلما کی قسم کھاتا ہوں تو یہ قسم معتبر نہیں، اس وجہ سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی، اگرچہ اس کے ذریعہ سے اس کی نیت بھی کی ہو، کیونکہ قسم کے اندر نیت کا اعتبار نہیں ہے بلکہ الفاظ کا اعتبار ہے، اور سوالنامہ میں وہ شکل موجود نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان کلما کی قسم کے ساتھ متعارف اور مشہور ہے جو اوپر پہلی شکل میں ہے، بلکہ سوالنامہ میں دوسری شکل ہے جس سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، لہٰذا سوالنامہ کے مطابق پرانی بیوی اس طرح دائمی حرام نہیں ہوئی ہے، کہ نکاح ثانی اور حلالہ ہونے کے بعد بھی اس کے ساتھ نکاح جائز نہ ہو۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۱/ ۲۴۶، جدید ڈابھیل ۱۳/ ۹۸)

قال في السراج: نقلا عن المنتقى: قال إن تزوجت امرأة فهي طالق ثلاثا و كلما حلت حرمت فتزوجها فبانت بثلاث ثم تزوجها بعد زوج يجوز، و إن عنى بقوله كلما حلت حرمت الطلاق فليس بشيئ و إن لم يكن أراد به طلاقا فهو يمين. (شامی، کتاب الطلاق، باب التعلیق کراچی ۳/۳۵۳، زکریا ۴/۶۰۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۳۸۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/۵/ ۱۴۲۵ھ

گھر گئی تو کلما کی طلاق

سوال [۷۰۰۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید نے اپنی بیوی سے کہا کہ: اگر تو اپنے گھر گئی تو تجھے ''کلما'' کی طلاق ہے، تو ایسی صورت میں بیوی اپنے گھر جائے گی تو کون سی طلاق واقع ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس مسئلے میں بیوی کے گھر جانے کی صورت میں ''کلما'' کی قسم کو لغو قرار دیا جائے گا اور بیوی کے گھر جانے کے بعد ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔

أنه قد اشتهر في رساتيق شيروان: أن من قال جعلت كلما أو عليَّ كلما أنه طلاق ثلاث معلق و هذا باطل و من هذيانات العوام. (شامی، کتاب الطلاق، باب الصریح کراچی ۳/۲۴۷، زکریا ۴/۴۵۷)

إذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط مثل أن يقول لامرأته إن دخلت الدار فأنت طالق. (هدایه، اشرفی دیو بند ۲/۳۸۵، هندیه زکریا قدیم ۱/۴۲۰، جدید ۱/۴۸۸)

رجل قال لامرأته أنت طالق إن دخلت هذه الدار و إن دخلت هذه الدار الأخرىٰ فإن دخلت إحدى الدارين طلقت. (خانیه، زکریا دیوبند ۱/۲۹۱، و

علی هامش الهندیة زکریا ۱/ ٤٧٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۳۵۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۱/۲ھ

لفظ کل اور کلما کی طلاق میں فرق

سوال [۷۰۰۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے اچانک کہا کہ رحیمہ کے سوا دنیا میں جتنی عورتیں ہیں سب کی سب میرے لیے تین طلاق ہیں، بعد میں نتیجہ یہ نکلا کہ رحیمہ کو اور کسی کے ساتھ شادی کرادی گئی، اب زید کی رحیمہ کے سوا اور کسی عورت کے ساتھ عقد فضولی کے سوا اور کوئی دوسری صورت ہے کہ نہیں؟ کیونکہ یہاں کا قانون ایسا ہے کہ دولہا دلہن دونوں کو ایک ساتھ محکمہ جانا ہوتا ہے اور وہاں دلہن سے قاضی صاحب رضاء کا اقرار لیتے ہیں، اگر عورت راضی ہے تو بالشہود قاضی صاحب عقد پڑھا دیتے ہیں، پھر اس عقد کے مطابق حکومت کے ہرڈ پارٹمنٹ کے پاس ان دونوں کے عقد نامہ رہیں گے، بعد مطابق عقد نامہ عورت کے اقامہ کو کبھی مرد کے اقامہ میں اٹھادیتے ہیں، اس صورت میں زید جس عورت کے ساتھ نکاح فضولی کریں گے اس عورت کو لے کر محکمہ میں زید خود جاسکتے ہیں یا نہیں؟ اگر جاسکتے ہیں تو کیا عقد فضولی کے آگے جائیں گے یا بعد میں جائیں گے، لیکن جیسا بھی ہو محکمہ میں سے جانے سے پہلے قاضی صاحب ولی الامر تلاش کرتا ہے، پھر عورت سے راضی نامہ لیتا ہے، پھر خود قاضی صاحب اپنے ہاتھ سے عقد پڑھا دیتا ہے، اس میں مفتی صاحبان کا کیا مشورہ ہے؟ بالتفصیل بیان فرمائیں، کیونکہ یہاں اگر دولہا دلہن دونوں کو اقامہ میں ہے تو ضرور بالضرور محکمہ میں جاکر شادی کرنا پڑتا ہے، ورنہ ان کا اقامہ ان کے فرزندوں کے کام نہ آئے گا، جتنا جلدی ہو سکے اس فتویٰ کو بالتفصیل تحریر کریں، نیز مفتی صاحب کے دستخط اور مدرسہ کی مہر لگا کر ضرور مہربانی فرما کر ارسال فرمائیں۔

المستفتی: محمد عبد اللہ، عمارت المیمان ۱، شارع اندلس المنیة، مکة المکرّمة، سعودیہ عربیہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ کے درج شدہ الفاظ میں طلاق کلما کی صورت نہیں ہے، بلکہ طلاق کل کی صورت ہے، دونوں میں فرق یوں ہے کہ کلما کی صورت میں جب جب نکاح کرے گا طلاق واقع ہوتی رہے گی، اور کل کی صورت میں صرف پہلی دفعہ نکاح سے تین طلاق واقع ہوجائیں گی، لیکن حلالہ کے بعد دوبارہ ازخود نکاح کرنے میں کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی، لہٰذا صورت مذکورہ میں اگر زید ازخود محکمہ میں بیوی کو لے کر حاضر ہوجائے یا خود گھر پر نکاح کرے گا تو بیوی پر تین طلاقیں پڑ ہوجائیں گی، البتہ حلالہ کے بعد ازخود نکاح کرے گا تو طلاق واقع نہیں ہوگی، چاہے گھر پر کرے یا محکمہ میں لے جاکر کرے، ہر طرح درست ہے۔

إذا قال كل امرأة أتزوجها طالق والحيلة فيه ما في البحر: أنه يزوجه فضولي و يجيز بالفعل كسوق الواجب إليها أو يتزوجها بعد ما وقع الطلاق عليها لأن كلمة كل لا تقتضي التكرار. (شامی، کتاب الطلاق، باب التعليق، زكريا ٤/٥٩٤، كراچی ٣/٣٤٥)

اور اگر حلالہ کی صورت اختیار نہیں کرنا چاہتا ہے تو عقد فضولی کے علاوہ کوئی دوسری صورت جائز نہیں ہوسکتی، نیز عقد فضولی کے بعد ہمبستری یا مہر ادا کرنے کے بعد ہی محکمہ میں خود لے جاسکتا ہے، اس کے بغیر ازخود لے جائے گا تو طلاق واقع ہوجائے گی۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ٢/ ٤٥٩، فتاویٰ دار العلوم دیوبند ١٠/ ٥٨، کفایت المفتی قدیم ٦/ ٢٦١، جدید زکریا مطول ٨/٢٦٠، احسن الفتاویٰ ٥/ ١٧٦)

إذا قال كل امرأة أتزوجها فهي طالق فزوجه فضولي و أجاز بالفعل بأن ساق المهر و نحوه لا تطلق. (هنديه، زكريا قديم ١/ ٤١٩، جديد ١/ ٤٨٨، البحر الرائق كوئٹه ٤/ ٧، زكريا ٤/ ١٠-١١، در مختار مع الشامي كراچی ٣/ ٨٤٦، زكريا ٥/ ٦٧٢، خانيه زكريا ٢/ ٢٣، و على هامش الهندية زكريا ٢/ ٣٤، فتح القدير دار الفكر بيروت ٤/ ١١٩، كوئٹه ٣/ ٤٤٦، زكريا ٤/ ١٠٦، مجمع الأنهر، شرح ملتقى الأبحر قديم ١/ ٤١٩، جديد دار الكتب العلمية بيروت ٢/ ٦٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم ذی الحجہ ١٤٠٨ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٢٤/ ٩٩٧)

جب جب فلاں کام کرے گی تو تجھے طلاق

سوال [۷۰۰۸]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ''کلما'' کی طلاق کی کیا شکل ہوتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ''کلما'' کے ذریعہ طلاق کی شکل یہ ہے کہ: اپنی بیوی کہے جب جب بھی تو فلاں کام کرے گی تو تجھے طلاق اس صورت میں جب بھی وہ فعل واقع ہوگا، طلاق واقع ہوجائے گی، پھر دوبارہ اسی شوہر سے نکاح کرتی ہے پھر وہی فعل کرتی ہے تو اب طلاق واقع نہ ہوگی؛ کیونکہ یمین کی بقا ملک کے ساتھ ہوتی ہے لیکن اگر یوں کہا ہے کہ جب جب نکاح کروں گا تو طلاق ہوجائے گی تو ایسی صورت میں جب بھی کسی عورت سے نکاح کرے گا طلاق واقع ہوتی رہے گی۔

قال لامرأته: کلما دخلت هذه الدار فأنت طالق، و فی کلمة کلما تطلق فی کل مرة تدخل، و إن کان المحل متحدا فصار الطلاق متعلقا بکل دخول وقد وجد الدخول فی المرة الثانیة و الثالثة فطلقت فلو أنها تزوجت بزوج آخر بعد ذٰلک ثم تزوجها الأول فدخلت الدار لا یقع الطلاق عند أصحابنا الثلاثة، ولو عقد الیمین علی التزوج بکلمة کلما فطلقت ثلاثا بکل تزوج ثم تزوجها بعد زوج آخر طلقت لأنه أضاف الطلاق إلی الملک والطلاق المضاف إلی الملک یتعلق بوجود الملک بخلاف الدخول. (بدائع الصنائع زکریا دیوبند ۳/ ۴۰، کراچی ۳/ ۲۳)

إلا فی کلما فإنها تقتضی تعمیم الأفعال: قال اللّٰه تعالیٰ: ''کلما نضجت جلودهم'' ومن ضرورة التعمیم التکرار، قال: فإن تزوجها بعد زوج آخر و تکرار الشرط لم یقع شیئ لأن باستیفاء الطلقات الثلاث

المملوكات في هذا النكاح لم يبق الجزاء و بقاء اليمين به وبالشرط ولو دخلت على نفس التزوج بأن قال: كلما تزوجت امرأة فهي طالق يحنث بكل مرة و إن كان بعد زوج آخر لأن انعقادها باعتبار ما يملك عليها من الطلاق بالتزوج و ذلك غير محصور. (فتح القدير كوئٹه ٣/٤٤٩، دار الفكر بيروت ٤/١٢٣، زكريا ديو بند ٤/١٠٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱ر محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۳۵۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/۱/۱۴۳۵ھ

میں فلاں کام کروں تو جب بھی میں نکاح کروں میری بیوی کو طلاق ہو

سوال [۷۰۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے کلما کی قسم کھائی جس کے الفاظ یہ تھے کہ میں فلاں کام کروں تو جب بھی میں نکاح کروں، میری بیوی کو طلاق ہو، اس کے بعد وہ شخص حانث ہوگیا، ایک عالم نے نکاح کا یہ حیلہ بتلایا کہ فضولی نکاح کردے، لڑکا زبان سے ایجاب وقبول نہ کرے بلکہ عمل سے رضامندی ظاہر کردے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ فضولی وقت مقررہ سے قبل نکاح کردے، لڑکا کسی عمل سے اجازت دیدے نکاح مکمل ہو جائے، اس کے بعد لڑکا باقاعدہ بارات کے ساتھ جائے اور محفل نکاح میں بڑے مجمع کے سامنے ایجاب وقبول اپنی زبان سے کرے تو اس طرح کرنے سے پہلے نکاح پر تو کوئی اثر نہیں پڑے گا، یہ دوبارہ نکاح صرف لوگوں کے اعتراض سے بچنے کے لیے کیا جارہا ہے، صرف دکھانا ہے کہ نکاح تو پہلے ہی ہو چکا ہے۔

المستفتی: عبدالحق فرخ آبادی، مدرسہ عربیہ درس القرآن محلّہ سعید قصبہ بھوگاؤں، مین پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مذکورہ میں نکاح کے وقت مقررہ سے قبل

فضولی کے ذریعہ سے جو نکاح ہوا ہے اور اس شخص نے اپنے عمل سے اس نکاح پر رضامندی ظاہر کردی، مثلاً بیوی کے پاس چلا گیا، یا اس کے پاس مہر بھیج دیا، تو اب نکاح مکمل ہوگیا، لہٰذا اس کے بعد بارات لے جاکر دوبارہ ایجاب وقبول کے ذریعہ سے نکاح کیا تو اس سے نکاح اولیٰ پر کچھ اثر نہ پڑے گا، اور اس کی بیوی کو طلاق نہ پڑے گی، لیکن اگر فضولی نے نکاح کیا اور شوہر نے بیوی کے پاس نہ مہر بھیجا اور نہ ہی اس کے ساتھ خلوت و جماع ہوا تو نکاح مکمل نہیں ہوا، لہٰذا بارات لے جاکر ایجاب وقبول کے ذریعہ نکاح کرنے سے اس کی بیوی پر طلاق پڑ جائے گی۔ (مستفاد: امدادالاحکام ۴/۹۲)

إذا قال كل امرأة أتزوجها فهي طالق فزوجه فضولي و أجاز بالفعل بأن ساق المهر و نحوه لا تطلق. (هنديه، زكريا قديم ۱/۴۱۹، جديد ۱/۴۸۸، البحر الرائق كوئٹه ۴/۷، زكريا ۴/۱۰-۱۱، در مختار مع الشامی كراچی ۳/۸۴٦، زكريا ٥/٦۷۲، خانيه زكريا ۲/۲۳، جديد ۱/۳۱۸، و على هامش الهندية زكريا ۱/۵۱۲، فتح القدير، دار الفكر بيروت ۴/۱۱۹، كوئٹه ۳/۴٤٦، زكريا۴/۱۰٦، مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ۲/٦۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍محرم الحرام ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۴۵۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۱/۲۱ھ

اگر میں تم سے ہمیشہ دوستی نہ رکھوں تو جب جب بھی میں شادی کروں میری بیوی کو طلاق

سوال [۷۰۱۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید اور خالد دونوں دوست ہیں، زید خالد سے یہ کہتا ہے کہ تم مجھ سے ہمیشہ دوستی رکھنے پر یہ قسم کھاؤ کہ اگر میں تم سے ہمیشہ دوستی نہ رکھوں تو جب جب بھی میں شادی کروں تو میری بیوی کو طلاق، تو خالد یہ کہتا ہے کہ اس وقت میرے دل میں یہ ارادہ ہے کہ میں تم سے ہمیشہ دوستی رکھوں گا اور آئندہ دل کا حال بدل جائے تو یہ میرے بس میں نہیں ہے اور اس

وقت میرے دل میں جو ہمیشہ دوستی رکھنے کا ارادہ ہے اگر میں اسی وقت اس سلسلہ میں جھوٹ بول رہا ہوں تو جب جب بھی میں شادی کروں، میری بیوی کو طلاق، تو کیا یہ کلما کی قسم منعقد ہو جائے گی اور اگر خالد نے دل کا ارادہ بدل جانے کی وجہ سے کچھ دنوں کے بعد زید سے دوستی ختم کر دی، تو کیا وہ اپنی قسم میں حانث ہو جائے گا، اور جب جب بھی وہ شادی کرے گا کیا اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی، جبکہ اس نے دوستی کو دل کے ارادہ پر معلق کرنے کے بعد کلما کی قسم کھائی ہے، کہ ہوسکتا ہے کہ بعد میں دل کا ارادہ بدل جائے، اس لیے قسم کھانے سے پہلے دوستی کو دل کے ارادہ پر معلق کیا ہے، واضح کر کے اور تفصیل سے جواب سے نوازیں کرم ہوگا۔

المستفتی: عبید الرحمٰن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئلہ مذکورہ میں خالد نے اپنی قسم کو اپنے قول کے جھوٹ ہونے پر معلق کیا ہے کہ اگر میں اپنے قول میں جھوٹا ہوا تو جب جب میں شادی کروں میری بیوی کو طلاق اور اس وقت وہ اپنی گفتگو میں یقینی طور پر سچا تھا، اس لیے قسم واقع نہ ہوگی، بعد میں اگر دوستی توڑ بھی دیتا ہے جب بھی حانث نہ ہوگا اور شادی کرنے سے طلاق بھی نہ پڑے گی۔

وإذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط. (هنديه، زكريا قديم ۱/ ۴۲۰، جديد ۱/ ۴۸۸، هدايه، باب الأيمان في الطلاق، اشرفي ديوبند ۲/ ۳۸۵)

حلف لا يسكن هذه الدار ولم يكن ساكنها فيها لا يحنث حتى يسكنها بنفسه و ينقل إليها من متاعه. (شامی کراچی ۳/ ۷۵۲، زکریا ۵/ ۵۴۰)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۳۹۲)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۵/۳ھ

جب جب میں نکاح کروں تو ہر بار تین طلاق

سوال [۷۰۱۱]: (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدیا ہے، پھر اس کے غائبانے میں میں نے کہا کہ جب جب میں اس سے نکاح کروں اس کو ہر بار تین طلاق، تو کیا اب عدت اور حلالہ کے بعد اس سے نکاح کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد فیروز محلہ اسٹیشن سکرہ، رانچی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب شوہر نے بیوی کو تین طلاقیں دیدیں ہیں تو بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی ہے، اور اب طلاق مغلظہ واقع ہونے کے بعد اس نے بیوی کے بارے میں یہ جو کہا ہے ''کہ جب جب میں اس سے نکاح کروں اسے تین طلاق' یہ ایک ایسی شرط ہے جس کی وجہ سے حلالہ کے بعد جب بھی نکاح کرے گا تو تین طلاقیں پڑتی رہیں گی، البتہ حلالہ کے بعد نکاح کرنے کی صورت میں طلاق سے بچنے کے لیے فقہاء نے ایک حیلہ بتایا ہے اس حیلہ کی شکل یہ ہے کہ کوئی دوسرا آدمی فضولی بن کر اپنے طور پر شوہر کے لیے ایجاب وقبول کر کے شوہر کو اطلاع دے کہ میں نے تمہارا نکاح اس کے ساتھ کر دیا ہے اور شوہر زبان سے کچھ نہ کہے بلکہ عملاً مہر ادا کر دے، یا اس کے ساتھ شب گذاری کر لے، تو اس طرح عملاً اجازت کی وجہ سے نکاح منعقد ہو جائے گا، اور خود نکاح نہ کرنے کی وجہ سے طلاق بھی واقع نہ ہوگی، ذکر کردہ طریقہ مسئولہ صورت میں تین طلاق سے بچنے کا ایک حیلہ ہے۔

إذا قال لزوجته أنت طالق و طالق و طالق ولم يعلقه بالشرط إن كانت مدخولة طلقت ثلاثا. (هنديه، زكريا قديم ١/ ٣٥٥، جديد ١/ ٤٢٣)

ولو دخلت على نفس التزوج بأن قال: كلما تزوجت امرأة فهي طالق يحنث بكل مرة و إن كان بعد زوج آخر، لأن انعقادها باعتبار ما يملك عليها من الطلاق بالتزوج و ذٰلک غير محصور. (هدايه اشرفى ديو بند ٢/ ٣٨٦)

حلف لا يتزوج فزوجه فضولي و أجاز بالقول حنث و بالفعل لا يحنث به يفتي، قال الشامي: تحت قوله بالفعل كبعث المهر أو بعضه بشرط أن يصل إليها. (در مختار مع الشامي كراچي ٣/٨٤٦، زكريا ٥/٦٧٢، خانيه زكريا ١/٨٣١، و على هامش الهندية زكريا ١/٥١٢، فتح القدير، دار الفكر بيروت ٤/١١٩، كوئٹه ٣١/٤٤٦، زكريا٤/١٠٦، مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ٢/٦٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ر محرم الحرام ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۲۵۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۱/۹ھ

”جب میں نکاح کروں میری بیوی کو طلاق ہو“ کہنے کے بعد نکاح

سوال [۷۰۱۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص نے کلما کی قسم کھائی جس کے الفاظ یہ تھے کہ اگر میں فلاں کام کروں تو جب میں نکاح کروں تو میری بیوی کو طلاق ہو، مگر اس کے بعد وہ شخص حانث ہوگیا، ایک عالم صاحب نے بتایا کہ نکاح کا یہ حیلہ ہے کہ کوئی فضولی آدمی نکاح کردے، لڑکا ایجاب وقبول نہ کرے بلکہ عمل سے رضامندی کردے، مثلاً: بیوی کے پاس مہر بھیج دے یا بیوی سے خلوت و جماع کرلے، تو اس طرح نکاح درست ہوجائے گا، مگر لڑکے نے عوام کی بدگمانی دور کرنے کے لیے یہ حیلہ اختیار کیا کہ پہلے بارات کے ساتھ محفل نکاح بڑے مجمع میں نکاح کیا اور ایجاب وقبول خود اپنی زبان سے کیا، اس طرح نکاح کے بعد ایک فضولی آدمی نے عالم صاحب کے بتائے ہوئے طریقے پر نکاح کردیا تو بعد والا نکاح درست ہوگیا یا نہیں اور پہلے والے نکاح سے بعد والے نکاح پر کوئی اثر تو نہیں پڑے گا؟

المستفتی: محمد خالد، مدرسہ عربیہ درس القرآن مین پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ نے سوال میں کلما کی قسم سے متعلق پوچھا

ہے لیکن پھر نیچے آپ اس کی یہ تشریح کر رہے ہیں کہ جب میں نکاح کروں تو میری بیوی کو طلاق ہو، تو شرعاً یہ کلما کی قسم نہیں ہے، بلکہ پہلی مرتبہ جس عورت سے نکاح کریں گے تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی، اور اس کے بعد اسی عورت سے یا کسی اور عورت سے نکاح کریں گے، تو طلاق واقع نہ ہوگی، اس لیے کہ یہ کلما کی قسم نہیں ہے اور کلما کی قسم کے لیے اس طرح کے الفاظ لازم ہیں کہ وہ کہے کہ جب جب میں نکاح کروں تب میری بیوی کو طلاق ہے، تو ایسی صورت میں زندگی میں جب بھی کسی عورت سے نکاح کرے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی، لیکن چونکہ قبل الدخول طلاق واقع ہوئی ہے، اس لیے یہ طلاق بائنہ ہوگی، لیکن آپ کے سوال میں ایسا ہے نہیں، اس سوال نامہ سے درج شدہ صورت میں صرف ایک عورت پر پہلی مرتبہ میں طلاق ہوسکتی ہے، بعد کے نکاحوں سے طلاق واقع نہ ہوگی، آپ نے مزید کلما کی قسم کے حیلے سے متعلق پوچھا ہے، جبکہ آپ کے سوال میں کلما کی قسم ہے ہی نہیں، تو اس کے حیلہ کی بھی ضرورت نہیں، بلکہ پہلے جو نکاح ہوگا صرف اس پر طلاق واقع ہوگی، لیکن چونکہ قبل الدخول ہوئی ہے اس لیے یہ طلاق بائن ہوگی پھر اس کے بعد اسی مجلس میں یا بعد میں دوبارہ ایجاب وقبول کر لیں اس سے نکاح درست ہو جائے گا، بیوی برقرار رہے گی، کلما کے حیلہ کی ضرورت نہیں۔

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا لكن إن وجد في الملك طلقت. (در مختار، باب التعليق، کراچی ۳/۳۵۵، زکریا ۴/۶۰۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۲۱/۲/۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۵۰۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۲/۲۶ھ

اگر میرا روپیہ چوری نہ ہوا تو میں جب جب شادی کروں میری بیوی پر تین طلاق

سوال [۷۰۱۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرا روپیہ گم ہوگیا تو میں نے کمرہ کے مقیمین سے پوچھا کہ کیا تم لوگوں میں سے کسی نے میرا روپیہ لیا ہے تو کمرہ والوں نے کہا کہ تمہارا روپیہ گم نہیں ہوا ہے تم صرف ہم

لوگوں پر الزام لگاتے ہو، اگر واقعی تمہارا روپیہ چوری ہوگیا ہے تو تم کلما کی قسم کھا کر یہ کہو کہ اگر میرا روپیہ چوری نہ ہوا ہوگا تو جب جب میں شادی کروں میری بیوی کو تین طلاق، تو میں نے قسم کھالی، واضح ہو کہ میں نے روپیہ کو بکس وتمام کتب وغیرہ میں تلاش کیا ہے کہیں بھی نہیں ملا، جس کی بنا پر مجھے یقین کامل ہے کہ کسی نے چوری ہی کیا ہوگا، اور کسی اور جگہ غائب نہیں ہوا ہے، اب میں حیران ہوں کہ اگر خدانخواستہ روپیہ کسی نے چوری نہ کیا ہو بلکہ اور جگہ غائب ہو گیا ہو تو کیا میری بیوی کو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: افسر علی آسامی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سوالنامہ میں درج شدہ صورت میں اگر واقعی میں چوری ہوگیا ہے تو طلاق واقع نہیں ہوگی اور اگر چوری نہ ہونا ثابت ہو جائے تو جب بھی نکاح خود کرے گا بیوی پر تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی، چاہے چوری کا یقین بھی رہا ہو۔

واللغو لا يؤاخذ به صاحبه إلا في الطلاق والعتاق والنذر (وقوله) فقد علمت أن اليمين بالطلاق على غالب الظن إذا تبين خلافه موجب لوقوع الطلاق وفي منحة الخالق: ظاهره الوقوع قضاءً و ديانةً. (البحر الرائق، كتاب الأيمان، زكريا ٤/٤٦٩، كوئٹه ٤/٢٧٩، منحة الخالق على البحر الرائق كوئٹه ٤/٢٧٩، زكريا ٤/٤٦٩، مجمع الأنهر قديم ١/٥٤٨، جديد، دارالكتب العلمية بيروت ٢/٢٦٣)

وفي الدر المختار: وثانيها لغو لا مؤاخذة فيها إلا في ثلاث طلاق و عتاق و نذر فيقع الطلاق على غالب الظن إذا تبين خلافه. (الدر المختار، كراچی ٣/٧٠٦، زكريا ٥/٤٧٦، هنديه، زكريا قديم ١/٥٢، جديد ١/٥٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۷۶۹)

جب جب میں فریدہ سے شادی کروں گا تو اسے طلاق ہے

سوال [۷۰۱۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کی منگنی مثلاً فریدہ سے طے ہو چکی، لیکن ابھی تک نکاح نہیں ہوا، کسی بات پر ناراض ہو کر زید کہتا ہے کہ جب جب بھی میں فریدہ سے شادی کروں گا تو وہ طلاق ہے، تو کیا فریدہ سے شادی کرنے کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی، اگر طلاق واقع ہو جائے تو کوئی ایسی بھی صورت ہے، جس صورت میں طلاق نہ ہو؟

المستفتی: محمد الیاس، آسام، مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ میں زید نے جو یہ کہا ہے کہ جب جب میں فریدہ سے شادی کروں گا تو یہاں شادی سے نکاح ہی مراد ہے، لہٰذا جب بھی زید فریدہ سے ازخود نکاح کرے گا تو فوراً فریدہ پر طلاق واقع ہو جائے گی، اس لیے کہ زید کو چاہیے کہ فریدہ کے علاوہ کسی اورلڑکی سے نکاح کر کے باعصمت زندگی گذارے اور طلاق واقع نہ ہونے کے لیے ایک حیلہ ہے اور یہ بات یاد رکھیں کہ حیلہ اختیار کرنا ہر جگہ جائز نہیں ہے، پھر بھی سوالنامہ میں چوں کہ وہ پوچھا گیا ہے اس لیے بتایا جا رہا ہے کہ زید خود فریدہ سے نکاح نہ کرے بلکہ کوئی اور اس کا نکاح کرادے اور زید عملاً اس کی اجازت دیدے مثلاً مہر ادا کردے اور شب زفاف اختیار کرلے، اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ زید نے ازخود نکاح نہیں کیا ہے بلکہ نکاح ہو گیا ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۵/ ۱۷۶، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۱/ ۲۴۶ جدید ڈابھیل ۱۲/ ۱۱۹)

حلف لا يتزوج فزوجه فضولي فأجاز بالقول كرضيت وقبلت حنث وبالفعل كبعث المهر أو بعضه بشرط أن يصل إليها وقيل الوصول ليس بشرط و كتقبيلها بشهوة و جماعها لكن يكره تحريما لقرب نفوذ العقد من المحرم لا يحنث، به يفتى. (در مختار مع الشامي كراچی ۳/ ۸٤٦، زكريا ٥/ ٦٧٢، هنديه، زكريا قديم

۴۱۹/۱، جدید ۴۸۸/۱، البحر الرائق کوئٹه ۷/۴، زکریا ۱۰/۴-۱۱، خانیه زکریا ۳۱۸/۱، و علی هامش الهندية زکریا ۵۱۲/۱، فتح القدير، دار الفكر بيروت ۱۱۹/۴، کوئٹه ۴۴۶/۳، زکریا ۱۰۶/۴، مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ۶۰/۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍رجب ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۰۵۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲؍۷؍۱۴۲۷ھ

اگر فلاں کام اس طرح ہو تو جب بھی میں نکاح کروں گا تو میری بیوی کو طلاق

سوال [۷۰۱۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے طالب علمی کے زمانے میں یوں کہا کہ اگر فلاں کام اس طرح ہو تو جب بھی میں نکاح کروں گا تو میری بیوی کو طلاق ہو، پس وہ کام ہو گیا اب نکاح درست ہونے کی کیا شکل ہے؟ مفصل تحریر فرمائیں

المستفتی: محمد ابراہیم سیوہارہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مذکورہ صورت میں نکاح کے درست ہونے کے لیے صرف یہی صورت ہوسکتی ہے کہ نکاح خود نہ کرے اور نہ ہی کسی کو وکیل بنائے بلکہ کوئی دوسرا آدمی فضولی بن کر نکاح کردے، اور جب علم ہو جائے تو زبان سے اس کو قبول نہ کرے بلکہ مہر ادا کردے یا شب زفاف میں بیوی کے کمرے میں پہنچ کر حقوق زوجیت ادا کرے تو درست ہوگا، ورنہ نہیں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴۷۶/۲)

ينبغي أن يجيئ إلى عالم و يقول له ما حلف و احتاجه إلى نكاح الفضولي فيزوجه العالم امرأة و يجيز بالفعل فلا يحنث و كذا إذا قال لجماعة لي حاجة إلى نكاح الفضولي فزوجه واحد منهم. (البحر الرائق، باب التعليق كوئٹه ۷/۴، زکریا ۱۰/۴-۱۱، در مختار مع الشامي، کراچی ۸۴۶/۳، زکریا

٥/ ٦٧٢، خانيه زكريا١/ ٣١٨، وعلى هامش الهندية زكريا ١/ ٥١٢، فتح القدير، دار الفكر بيروت ٤/ ١١٩، زكريا ٤/ ١٠٦، كوئٹه ٣/ ٤٤٦، هندية زكريا قديم ١/ ٤١٩، جديد ١/ ٤٨٨، مجمع الأنهر دار الكتب العلمية بيروت ٢/ ٦٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۶؍ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۷۲۶)

نکاح پر طلاق کو معلق کرنا

سوال [۵۰۱۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ممبئی میں میرا ایک ساتھی ''انور''، دولڑکیاں ''افسانہ اور فرزانہ'' سے محبت کرتا تھا انور نے افسانہ کے متعلق قسم کھائی کہ ''افسانہ کی زندگی میں افسانہ کے علاوہ کسی اور سے شادی کی تو اسے تین طلاق'' لیکن اس قسم کے بعد افسانہ نے دھوکا دیا، اور اس کی شادی کسی دوسرے لڑکے سے ہوگئی، پھر انور کی ملاقات فرزانہ سے ہوئی، اور محبت نے جگہ بنالی، لیکن اتفاقاً انور کی شادی فرزانہ سے بھی نہیں ہوسکی، ان کے گھر والوں نے کسی اور لڑکے سے اس کی شادی کردی، فرزانہ کو ایک بچی پیدا ہوئی جسے دیکھنے کے لیے نور فرزانہ کے میکے تشریف لے گیا، فرزانہ نے سابقہ حالات کی یاددہانی کراتے ہوئے انور سے کہا کہ محبت اب بھی آپ کے دل میں قائم ہے اس کی کیا دلیل ہے؟ جواباً انور نے کہا کہ محبت قربانی مانگتی ہے، اور محبت کا دوسرا نام قربانی ہے، اگرچہ میرے دل میں درد اب بھی موجود ہے، لیکن تم اب اپنے جیون ساتھی کو ہی ترجیح دو، لیکن دورانِ گفتگو فرزانہ نے انور کو جوش دلایا جس سے اتاؤلا ہوکر انور نے کہا کہ ''محبت کی دلیل یہ ہے کہ اگر قدرت نے راستہ پیدا کردیا اور تو میری مقدر میں ہے تو صورت نکلنے پر تم سے شادی نہیں کی تو ہونے والی بیوی کو تین طلاق، اس جملہ کو پورا کرنے کے بعد پندرہ بیس سیکنڈ تعریف کے بعد کہا کہ ''ہاں اگر تو ہی نہ چاہے تو اور بات ہے''۔

مندرجہ بالا واقعات کے بعد انور کی شادی ''صوفیہ'' نام کی لڑکی سے ہوئی، لیکن ابھی دو

سال بھی پورے نہیں ہوئے تھے کہ فرزانہ کے شوہر کا انتقال ہوگیا، اب جواب طلب ہے کہ فرزانہ کی عدت پوری ہونے کے بعد صوفیہ پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اگر ہاں تو صوفیہ کو نکاح میں باقی رکھنے کی کیا صورت ہوگی، نیز اگر انور چاہے اور فرزانہ نکاح کو تیار نہ ہو تو کیا حکم ہوگا۔

(۲) انور کی شادی صوفیہ سے فضولی طریقے پر ہوئی تھی، تو کیا اب اور کوئی نکاح جب انور کرنا چاہے تو نکاح براہ راست قولی ہوگا یا فعلی ہی کرنا پڑے گا۔

مدلل جواب جلد درکار ہے، تاکہ انور صوفیہ کو نکاح میں باقی رکھ سکے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر انور نے افسانہ کے بارے میں اس کے علاوہ غیر سے شادی کرنے میں اسے تین طلاق کی قسم آپس میں سوال وجواب کے درمیان نہیں کھائی ہے مطلقاً جوش وجذبہ میں قسم کھائی ہے تو اس کے بعد جس سے بھی پہلی مرتبہ ازخود نکاح کرے گا اس پر تین طلاق واقع ہوجائیں گی، اگر فضولی کا حیلہ کر کے نکاح کرے گا تو طلاق واقع نہیں ہوگی، جیسا کہ سوالنامہ میں صوفیہ سے نکاح کرنے کے متعلق لکھا گیا ہے، پھر فرزانہ سے سوال و جواب کے دوران جو قسم کھائی ہے کہ اگر صورت نکلنے پر تجھ سے نکاح نہیں کیا تو ہونے والی بیوی پر تین طلاق اور صورت نکلنے سے پہلے صوفیہ اس کی بیوی بن گئی، مگر جب فرزانہ کے شوہر کا انتقال ہوچکا ہے، تو فرزانہ عدت وفات چار مہینہ دس دن گذارنے کے بعد انور سے نکاح کے لیے تیار ہوجائے تو انور کے واسطے اس کے ساتھ نکاح کرنے کی صورت بن جائے گی تو یہ صورت بننے کے بعد اگر فرزانہ سے نکاح نہیں کرے گا، تو صوفیہ پر تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی، لہٰذا صوفیہ کو تین طلاق سے بچانے کے لیے یہی صورت ہے کہ فرزانہ کی عدت گذرتے ہی فوراً اس کے پاس نکاح کا پیغام بھیج دے، یعنی جس دن ایک سوتیں دن پورے ہوجائیں گے اس دن نکاح کا پیغام بھیج دے تو صوفیہ تین طلاق سے بچ جائے گی مگر فرزانہ کے ساتھ جو نکاح ہوگا وہ بھی فضولی کے ذریعے سے ہونا چاہیے تاکہ افسانہ والی قسم کی خلاف ورزی نہ ہوجائے، اس لیے کہ افسانہ سے قسم کھانے کے بعد پہلی مرتبہ جس عورت سے براہ راست ایجاب وقبول

کے ساتھ انور نکاح کرے گا، اس پر تین طلاق ہو جائے گی، ابھی تک انور نے کسی کے ساتھ براہ راست ایجاب وقبول کے ساتھ نکاح نہیں کیا ہے لہٰذا فرزانہ سے جو نکاح کرے گا اس کا فعل ہونا ضروری ہے فضولی کے ذریعے قولی نہیں۔

رجل قال: إن تزوجت امرأة فهی طالق ثلاثا، فالحیلة فی ذٰلک أن یعقد الفضولی عقد النکاح بینهما فیجیز بالفعل ولا یحنث ولو أجاز بالقول یحنث. (عالمگیری، کتاب الطلاق، قبیل باب الإیلاء ۱/ ٤٧٦، جدید ١/ ٥٣٨)

حلف لا یتزوج فزوجه فضولی وأجاز بالقول حنث وبالفعل لا.
(البحر الرائق کوئٹه ٤/ ٣٧٠، زکریا ٤/ ٦٢٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ صفر المظفر ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۷۲۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/ ۲/ ۱۴۲۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۱ باب تفويض الطلاق

بغیر نیت کے بیوی کو طلاق کا اختیار دیا اور بیوی نے تین طلاق واقع کردی

سوال [۷۰۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید نے اپنی بیوی سے کہا: تجھے اختیار ہے کہ تو اپنے اوپر طلاق واقع کرلے خواہ یہاں کرلے یا اپنے گھر جا کر کرلے، پھر بیوی نے اگلے دن کہا: کہ میں اپنے کو تین طلاق دے رہی ہوں تو ایسی صورت میں بیوی پر کتنی طلاق ہوں گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: صورت مذکورہ میں شوہر کی نیت کے اعتبار سے بیوی پر طلاق واقع ہوگی، لہٰذا اگر شوہر نے کسی متعین عدد کی نیت کیے بغیر یہ الفاظ کہے یا ایک یا دو طلاق کی نیت کی تو ایسی صورت میں بیوی پر صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، اگرچہ اس نے خود کو تین طلاق دی ہوں، البتہ اس پر تین طلاق اس وقت ہوں گی جبکہ شوہر نے بھی تین کی نیت کرلی ہو۔

قال لها: طلقي نفسک و لم ينوأو نویٰ واحدة أو ثنتين في الحرة فطلقت أی واحدة أو ثنتين أو ثلاثا و كل مع عدم النية أصلا أو مع نية الواحدة أو الثنتين ...... فهي تسعة والواقع فيها طلقة رجعية ...... و إن طلقت ثلاثا و نواه وقعن أی الثلاث. (شامی، کتاب الطلاق، باب الامر باليد، فصل فی المشية، کراچی ۳/ ۳۳۱، زکریا ٤/٥٧٥)

من قال لامرأته: طلقي نفسک ولانية له أو نویٰ واحدة، فقالت: طلقت نفسي فهي واحدة رجعية و إن طلقت نفسها ثلاثا و قد أراد

الـزوج ذٰلک وقـعـن عـليهـا، وهٰـذا لأن قـولـه طلقي معناه: افعلي فعل الـطـلاق وهـو إسـم جـنـس فيقع على الأدنىٰ مع احتمال الكل كسائر أسـمـاء الأجناس، فلهذا تعمل فيه نية الثلاث وينصرف إلى واحدة عند عدمها وتكون الواحدة رجعية لأن المفوض إليها صريح الطلاق. (هدايه، مـكـتـبـه نـعـيـمـيـه ۲/ ۳۹٤، اشـرفـي ديـوبند ۲/ ۳۸۰، كذا في تبيين الحقائق زكريا ۳/ ۹٦، امداديه ملتان ۲/ ۲۲٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۵۲۵)

شوہر نے بیوی کو طلاق کا اختیار دیا تو اس نے تین واقع کر دیں

سوال [۷۰۱۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید نے اپنی بیوی سے کہا تجھ کو اختیار ہے تو اپنے اوپر طلاق کو واقع کر لے خواہ یہاں کرے چاہے اپنے گھر جا کر کر لے تو بیوی نے اگلے دن کہا میں اپنے آپ کو تین طلاق دے رہی ہوں، تو اس صورت میں کتنی طلاق واقع ہوں گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مذکورہ میں شوہر نے اگر تین طلاق کی نیت کی ہے تو اس کی بیوی کو تین طلاق واقع ہو جائیں گی، لیکن اگر شوہر نے صرف ایک طلاق کی نیت کی تھی یا نیت نہیں کی تھی بہر دوصورت بیوی کو صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔

مـن قـال لامـراتـه: طـلـقـي نفسک ولا نية له أو نوى واحدة فقالت طـلقت نفسي فهي واحدة رجعية و إن طلقت نفسها ثلاثا و قد أراد الزوج ذٰلک وقعن عليها. (فتح القدير، باب تفويض الطلاق، فصل في المشية، زكريا ٤/ ٨٦، كوئٹه ٣/ ٤٢٧، دار الفكر بيروت ٤/ ٩٦)

من قال لامرأته: طلقي نفسک ولانية له أو نویٰ واحدة، فقالت: طلقت نفسي فهي واحدة رجعية و إن طلقت نفسها ثلاثا و قد أراد الزوج ذٰلک وقعن عليها، وهٰذا لأن قوله طلقي معناه: افعلي فعل الطلاق وهو إسم جنس فيقع على الأدنیٰ مع احتمال الكل كسائر أسماء الأجناس، فلهذا تعمل فيه نية الثلاث وينصرف إلى واحدة عند عدمها وتكون الواحدة رجعية لأن المفوض إليها صريح الطلاق وهو رجعي. (هدایہ، مکتبہ نعیمیہ ۲/ ۳۹٤، اشرفی دیوبند ۲/ ۳۸۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۵۲۶)

شوہر کا نسبتی بھائی کو اختیارات دیدینا

سوال [۷۰۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بہت دنوں سے عورت اپنے میکہ میں رہ رہی تھی اور شوہر کی جانب سے بالکل بے توجہی پائی جارہی تھی تو ایک مرتبہ اس عورت کے بھائی نے اس سے جاکر کہا کہ آپ ہمارے گھر تشریف لے چلیں تو شوہر نے کہا ہم وہاں جاکر کیا کریں گے، ہمارا وہاں رکھا ہی کیا ہے؟ تو عورت کے بھائی نے کہا کہ جب کچھ نہیں ہے تو معاملہ صاف کردیجئے تو اس کے شوہر نے کہا کہ میں نے سارا اختیار تم کو دیدیا یہاں تک کہ طلاق دینے کا بھی اختیار تم کو دیدیا تو اس کے بھائی نے کہا کہ میں نے تمہاری بیوی کو تینوں طلاق دیدیں اور دورانِ مباحثہ صاحب معاملہ کے علاوہ ایک دوسرا شخص بھی موجود تھا، اس نے شوہر سے کہا کہ تم نے پورا اختیار اس کو کیوں دیدیا تو شوہر نے کہا جو کچھ میں نے کیا ٹھیک کیا، لیکن اب شوہر منکر ہے کہ میں نے اس کو کوئی اختیار نہیں دیا ہے جبکہ صرف ایک گواہ موجود ہے، اور کبھی دوبارہ حلالہ کے بعد نکاح کے لیے تیار ہوجاتا ہے حالانکہ اس کی دماغی حالت بھی بدستور قائم ہے، تو دریافت

طلب امر یہ ہے کہ آیا عورت مطلقہ ہوئی یا نہ ہوئی، جواب سے نوازیں۔

المستفتی: اخلاق احمد بھاگلو پوری (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر شوہر نے بیوی کے بھائی کو اختیار دیتے وقت تین طلاق کی نیت نہیں کی ہے اور بیوی کے بھائی نے تین طلاق دیدی ہے تو بیوی پر ایک طلاق بھی واقع نہ ہوگی اور اگر شوہر نے تین طلاق کی نیت کی تھی تو طلاق مغلظہ واقع ہوچکی ہے اب اس بارے میں شوہر سے معلوم کرلیا جائے کہ اختیار دیتے وقت اس کی نیت کیا تھی؟

إن من وكل الرجل أن يطلق امرأته فطلقها الوكيل ثلاثا إن كان الزوج نوىٰ الثلاث تقع الثلاث و إن لم يكن نوى الثلاث لا يقع شيئ عند أبي حنيفة. (فتاویٰ تاتارخانية، الفصل الخامس في تفويض الطلاق، زكريا ٤/ ٤٨١ رقم: ٦٧٢٠)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۷۱۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۶/۲۷ھ

رجسٹر نکاح میں لکھی ہوئی شرائط کا حکم

سوال [۷۰۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: نکاح جب رجسٹرڈ کرتا ہے تو اس وقت یہ شرط لگاتے ہیں کہ اگر شوہر گھر سے باہر چلا جائے اور تین ماہ سے زیادہ دن باہر ہی رہے اور بیوی کو خرچہ کے لیے روپیہ نہ بھیجے تو بیوی پر طلاق پڑ جائے گی یہ شرط سرکار کی طرف سے رجسٹرڈ کاغذ میں لکھی ہوئی ہے اور اس شرط پر شوہر دستخط کرتے ہیں، یعنی اس کو مانتے ہیں تو اس کاغذ پر شوہر دستخط کرنے پر اور تین مہینہ سے زائد دن باہر رہنے سے اور خرچہ پانی دینے سے طلاق پڑے گی یا نہیں؟

المستفتی: عبد الکریم آسامی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) جب شوہر اس مذکورہ معاہدہ کو پڑھ کر یا سن کر نکاح کے وقت مان لیتے ہیں اور اس پر بخوشی دستخط کردیتے ہیں تو یہ معاہدہ تفویض طلاق بالشرط کے درجہ میں ہوگیا، شریعت میں اس معاہدہ کو کابین نامہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، لہٰذا ایسی صورت میں معاہدہ کی خلاف ورزی کی وجہ سے اس کی بیوی کو اپنے نفس پر طلاق واقع کرنے کا حق ہے۔ (مستفاد: الحیلۃ الناجزۃ قدیم ۵/ ۷، جدید ۳۳، فتاویٰ دار العلوم ۱۰/ ۳۸، محمودیہ قدیم ۹/ ۳۲۵، جدید ۱۰/ ۳/ ۳۷۳، جدید ڈابھیل ۱۳/ ۱۴۹-۱۴۰)

أحدها تعليق التفويض بالغيبة ...... إن فلانا جعل أمر امرأته فلانة بيدها معلقا بشرط أنه متى غاب عنها من كورة أو من مكان كذا (إلى قوله) ولم يعد إليها في هذه المدة فإنها تطلق نفسها تطليقة واحدة بائنة بعد ذلك متى شاء ت أبدا. (عالمگیری، کتاب الشروط، الفصل الثالث في الطلاق، زکریا قدیم ۶/ ۲۶۰، جدید ۶/ ۲۷۹) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸ر جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۸۰۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۶/۱۰ھ

’’اپنے نکاح کو کینسل کردے‘‘ کا حکم

سوال [۷۰۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص کا نکاح ہوا، نکاح کے چند دن کے بعد شوہر کسی جگہ کا سفر کرنے والا تھا تو بیوی نے اس کو کہا کا اتنے دنوں کے لیے، اگر ابھی نکاح نہ کرتے تو اچھا ہوتا، پھر شوہر نے کہا اگر ایسا ہو تو اپنے نکاح کو کینسل کردے یا کینسل، پھر بعد میں پھر سے نکاح کرلیں گے، ان دو جملوں میں سے کون سا جملہ کہا برابر یاد نہیں ہے، لیکن گمان پہلے جملہ کی طرف مائل ہورہا ہے، لیکن شوہر نے فون کے ذریعہ معلوم کیا کہ تجھے کون سا جملہ کہا تھا، تو بیوی نے کہا کہ ایسا کہا تھا

کہ نکاح کینسل کردے اور بیوی اس بات پر قسم کھاتی ہے اور بیوی نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر نکاح کینسل کردیں گے تو پھر دوبارہ نکاح کرنے سے میں پہلے جیسی تھی یعنی باکرہ ایسی تو نہیں ہو جاؤں گی تو اس صورت میں طلاق ہوگی کہ نہیں، اور اگر طلاق ہوئی تو کتنی ہوگی اور کون سی ہوگی؟

المستفتی: روح الامین مالونیہ،لوناواڑہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: صورت مذکورہ میں شوہر کا جملہ، اگر ایسا ہو تو اپنے نکاح کو کینسل کردے، یہ جملہ تفویض ہے، یعنی شوہر نے بیوی کو نکاح کے باقی رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار دیا اب اگر بیوی اپنے اس اختیار پر اسی مجلس میں عمل کرلیتی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوجاتی اور اس مجلس کے ختم ہونے کے بعد بیوی کو طلاق کا اختیار نہیں رہا، لہٰذا بیوی پر کوئی بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

وفي الدر المختار: قال لها: اختاري أو أمرك بيدك ينوي تفويض الطلاق لأنها كناية فلا يعملان بلا نية، وفي الشامية: تحت قوله: قال لها اختاري: أشار بعدم ذكر قبولها إلى أنه تمليك يتم بالمملك وحده فلو رجع قبل انقضاء المجلس لم يصح وقيد باقتصاره على التخيير المطلق لأنه لو قال لها اختاري الطلاق فقالت: اخترت الطلاق فهي واحدة رجعية. (رد المحتار على الدر المختار شامي، كتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق، كراچی ۳/۳۱۵، زكريا ٤/٥٥٢)

إذا قال لامرأته: اختاري ينوي بذلك الطلاق ...... فلها أن تطلق نفسها ما دامت في مجلسها ذلك و أن تطاول يوما أو أكثر ...... و إذا قامت عن مجلسها قبل أن تختار نفسها و كذا إذا اشتغلت بعمل آخر...... يبطل خيارها.

(هنديه باب تفويض الطلاق زكريا قديم ۱/۳۸۷، جديد ۱/٤٥٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۲۴ر محرم الحرام ۱۴۲۱ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۴۵۸)	۱۴۲۱/۱/۲۴ھ

مجھے طلاق دوتو جاؤں گی کے جواب میں شوہر کا ”جا طلاق ہی سمجھ لے“ کہنے کا حکم

سوال [۷۰۲۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: شوہر نے بیوی سے جھگڑے کے دوران کہا کہ ”جا بھاگ جا“ اسی طرح کئی مرتبہ کہا تو بیوی نے کہا کہ ایسے نہیں جاؤں گی مجھے طلاق دوتو جاؤں گی، تو شوہر نے کہا کہ ”جا طلاق ہی سمجھ لینا“ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع ہوئی تو کون سی طلاق واقع ہوگی؟ طلاق رجعی یا طلاق بائن ہوگی؟

المستفتی: مفتی وصی الحق بستوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسئولہ صورت میں بیوی کے قول ”مجھے طلاق دوتو جاؤں گی“ کے جواب میں شوہر کا قول ”جا طلاق ہی سمجھ لینا“ سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔

وقل الطلاق جيدا لأذهب فقال افرضي أن الطلاق وقع اذهبي.

(هنديه، الباب الاول في ايقاع الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية زكريا قديم ۱/۳۸٦، جديد ۱/٤٥٤)

سئل عن امرأة قالت لزوجها: ”باتو نمی باشم“ فقال: ”ناباشيده گير“ فقال: ”اين چه سخن بود آن كن كه خدای تعالیٰ و رسولِ خدای تعالیٰ فرموده است بگو مرا طلاق بروم“ فقال: ”طلاق كرده گيربرو“ يقع الطلاق إن نوى الإيقاع تقع واحدة. (تاتارخانية، زكريا ٤/٤٧١ رقم: ٦٦٩٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ جمادی الاول ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۶۹۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۵/۲۸ھ

بیوی کے مطالبۂ طلاق پر ”دومرتبہ میں نے طلاق دی“ کہنے کا حکم

سوال [۷۰۲۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج سے تقریباً آٹھ ماہ قبل علی الصبح جب ہم میاں بیوی سوکر اٹھے تو کسی بات پر ہمارے درمیان بات بڑھی اس پر بیوی کہنے لگی کہ مجھے دیدو، میں نے کہا کہ میں کیا دیدوں، میرے یہاں کچھ نہیں نہ تیرے ماں باپ کے یہاں کا کچھ ہے اس پر اس نے کہا کہ جو دنیا دیتی آئی ہے وہی تم دیدو اس نے کہا کیا دیدوں؟ اس نے کہا کہ طلاق دیدو، میں نے اس کو ایک طلاق دیدی، اس نے پھر دوسری بار اصرار کیا، میں نے پھر دوسری بار ایک طلاق اور دیدی، اب پھر وہ کہنے لگی کہ تیسری بار اور کہہ دو میں نے اس پر جواب دیا کہ چاہے ایک ہزار بار کہلوالے بات ایک ہی ہے، اس کے بعد ہم دونوں میاں بیوی علیحدہ علیحدہ ہو گئے، بیوی حمل سے تھی، طلاق کے سات مہینے بعد لڑکا پیدا ہوا جس کا انتقال ہو چکا ہے، اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ اس صورت میں طلاق مغلظہ واقع ہوئی یا نہیں؟

المستفتی: مختار احمد ولد تسلیم احمد محلّہ میانجی رکھا افضل گڈھ بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر واقعہ ایسا ہی ہے جو سوالنامہ میں لکھا ہوا ہے تو صرف دو طلاق رجعی واقع ہو چکی ہیں، اور شوہر کا قول ”چاہے ایک ہزار بار کہلوا لے، بات ایک ہی ہے“ اس سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، اس لیے کہ شوہر کے اس قول میں نہ طلاق صریح کے الفاظ ہیں نہ ہی کنایہ کے، لہٰذا صرف دو طلاق ہوئیں۔

وقعتا رجعتین لو مدخولا بها کقوله أنت طالق أنت طالق. (در مختار، کتاب الطلاق، باب الصریح، کراچی ۳/۲۵۲، زکریا ۴/۴۶۳)

اور اب چونکہ وضع حمل کے ذریعہ سے عدت گذر چکی ہے اس لیے دونوں طلاقیں بائنہ ہوگئی ہیں، لہٰذا اب اگر بیوی کو لانا چاہے تو بغیر حلالہ صرف نکاح کر کے لا سکتے ہیں۔

إذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها.

(هنديه، زكريا قديم ۱/۴۷۲، جديد ۱/۵۳۵، فصل في ما تحل به المطلقة) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۲۰ر صفر المظفر ۱۴۱۴ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳۲۲/۲۹)	۱۴۱۴/۲/۲۰ھ

تعلیق ختم کرنے کا فیصلہ

سوال [۷۰۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے اپنے بھائی سے لڑائی کے دوران بیوی کے بارے میں یہ کہا کہ ''اگر میری بیوی آج کی تاریخ سے بازار میں خریداری کرے تو اس کو تینوں بول وہ آزاد ہے'' یہ جملہ ایک مرتبہ کہا، اب دریافت یہ کرنا ہے کہ اس جملہ سے طلاق ہو جائے گی؟ اگر بیوی بچوں کی فیس اسکول میں جمع کرنے جائے یا کوئی سامان اپنے بچے کے ذریعہ منگوائے تو کیا طلاق ہوجائے گی، واضح رہے کہ مذکورہ جملہ طلاق کی نیت سے ادا کیا ہے؟

(۲) دوسری بات یہ بھی دریافت کرنا ہے کہ شریعت میں کیا کوئی ایسی شکل ہے کہ جس سے یہ تعلیق ختم ہوجائے وہ شکل بھی تحریر فرمادیں؟

(۳) اگر اس سے نکاح ثانی کیا جائے تو کیا صرف میاں بیوی بغیر گواہان ایجاب و قبول کرلیں تو نکاح ہوجائے گا، یا گواہوں اور قاضی کا ہونا ضروری ہے؟ تحریر فرمائیں۔

المستفتی: عبدالاحد تمبا کو والان مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) اگر یہ طلاق کی نیت سے کہا ہے کہ بازاروں میں خریداری کے لیے جائے گی، تو اس کو تینوں بول وہ آزاد ہے، لہٰذا اب جب بھی بازاروں میں خریداری کے لیے جائے گی تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی، اور بیوی بچوں کی فیس جمع کرانے کے لیے اسکول جائے یا دوسرے کے ذریعہ بازار سے سامان منگوائے تو اس

صورت میں کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

قال لها ''ترا یکے اور تراسہ'' **قال الصفار : لا يقع شيئ وقال الصدر الشهيد : يقع بالنية و به يفتى وقال القاضى إن كان حال المذاكرة أو الغضب يقع و إلا لا يقع بلا نية كما فى العربى أنت واحدة.** (بزازيه، زكريا جديد ١/١٢٨، وعلى هامش الهندية زكريا ديوبند ٤/١٩٧)

وإذا أضافه إلى الشرط وقع عقيب الشرط اتفاقا. (هنديه زكريا قديم ١/٤٢٠ جديد زكريا ١/٤٨٨، هدايه اشرفى ديوبند ٢/٣٨٥)

(۲) اس طلاق کو ختم کرنے کے لیے فقہاء نے ایک حیلہ بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو ایک طلاق دیدے عدت گذرنے سے وہ شوہر کے نکاح سے نکل جائے گی اسی حالت میں بازار جاکر سامان خرید لے سامان خریدنے کے بعد دو گواہوں کے روبرو نکاح کرلے اس کے بعد بار بار بازار جاتی رہے گی تو اس سے طلاق واقع نہ ہوگی، اس طرح سے عورت طلاق مغلظہ سے بچ سکتی ہے۔ (مستفاد احسن الفتاویٰ ۵/ ۱۵۶)

وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقا لكن إن وجد فى الملك طلقت وإلا لا، فحيلة من علق الثلاث بدخول الدار أن يطلقها واحدة ثم بعد العدة تدخلها فتنحل اليمين فينكحها. (در مختار مع الشامى، كراچى ٣/٣٥٥، زكريا ٤/٦٠٩، مجمع الأنهر قديم ١/٤٢١، جديد دار الكتب العلمية بيروت ٢/٦٢)

(۳) کوئی نکاح بغیر گواہوں کے تنہا میاں بیوی کے ایجاب وقبول کر لینے سے منعقد نہیں ہوگا، انعقاد نکاح کے لیے دو عاقل بالغ مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا گواہوں میں ہونا ضروری ہے۔ (عزیز الفتاویٰ ۱/۴۱۱)

ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين رجلين أو رجل و امرأتين عدولا كانا أو غير عدول. (هدايه، اشرفى ديوبند ٢/٣٠٦، شامى زكريا ٤/٨٧، كراچى ٣/٢١، ٢٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۸۱۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۶/۱۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۲ باب الفسخ و التفریق

دارالقضاء میں کون سے مسئلے حل کیے جائیں؟

سوال [۷۰۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مرحوم نورالدین وجیہ الدین مانڈلیکر کا انتقال ۱۹۹۳ء کو ہوا، ان کے انتقال کے وقت ان کی بیوی آرام بی، دو بیٹے (۱) ظہیر (۲) نظام الدین اور تین بیٹیاں عابدہ، سودہ اور شہناز حیات تھیں، بعد میں مرحومہ آرام بی کا انتقال ۲۰۰۰ء کو ہوا، بقیہ تمام حیات ہیں، مرحوم نورالدین کی مکمل ذاتی مملوکہ جائیداد (مکان، کھیت، زمین اور باغات) بڑے بیٹے ظہیر کے قبضے میں ہے، وہی اس کی دیکھ بھال اور اصلاحات کررہے ہیں، اور فوائد وثمرات بھی حاصل کررہے ہیں، جملہ جائیدادِ مذکور کے سرکاری دستاویزات بھی بڑے بیٹے ظہیر کے نام پر ہیں۔

بڑے بیٹے ظہیر کے بقول: چونکہ والدین کی دیکھ بھال میں نے کی ہے، اس لیے والدین نے اپنی خوشی سے جائیداد میرے نام سرکاری وردی نامہ کے ذریعہ کی، والدین نے میرے لیے ہدیہ، ہبہ، عطیہ، بخشش اور مالک بنانے جیسے الفاظ استعمال نہیں کیے ہیں، البتہ یہ پروپرٹی سب تیری، ایسے الفاظ کہے، جن غیر مسلم سرکاری افسران کے سامنے یہ کاغذات بنے ہیں، ان کے علاوہ کوئی گواہ بھی نہیں۔

بڑے بیٹے ظہیر نے مذکورہ وردی نامہ (جائیداد کے ناموں کی تبدیلی کے کاغذات) کی سرکاری مصدقہ نقول مراٹھی زبان میں ۱۹۹۱ء کی تحریر شدہ داخل کیں، جس میں والدین نے مذکورہ جائیداد میں بڑے بیٹے ظہیر کے لیے ہدیہ، ہبہ، عطیہ، بخشش اور مالک بنانے جیسے الفاظ استعمال نہیں کیے ہیں، بلکہ سرکاری افسران سے والدین نے مذکورہ جائیداد بڑے بیٹے

ظہیر کے نام پر کرنے کی درخواست کی ہے، مذکورہ وردی نامہ سے فریق ثانی کے وکیل بقول: مرحوم والدین کے دیگر ورثہ بالکل لاعلم ہیں، ان کے بقول: ہوسکتا ہے کہ ظہیر بڑے ہونے کی وجہ سے جائیداد پر صرف کارروائی کے طور پر ان کا نام لگا ہو، اس سے مالک بنانا ثابت نہیں ہوتا، اگر ایسا کچھ ہوتا تو دیگر اولاد کو بھی بتاتے۔

ان جملہ احوال کی روشنی میں اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ (۱) مذکورہ وردی نامہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ (۲) مذکورہ جائیداد بڑے بیٹے ظہیر کی ہی ملکیت ہے یا مرحوم والدین کے دیگر ورثہ بھی اس میں حصہ دار ہیں؟ (۳) اگر تمام کے حصے ہیں تو تقسیم کس طرح ہوگی؟ اب تک مذکورہ جائیداد میں جو بھی تصرفات ہوئے ہیں ان سے متعلق گذشتہ وآئندہ کا لائحہ عمل کیا طے ہو؟ مذکورہ حل طلب مسائل اور اس کے علاوہ بھی آپ اس قضیہ میں جن امور کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں ان کا واضح وصاف حل اسلامی عائلی قوانین کے تحت جلد مطلوب ہے، امید ہے کہ تعاون فرما کر شکریہ کا موقع نصیب فرمائیں گے۔

المستفتی: قاضی دارالقضا کوکن، جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ معاملہ میں دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں: (۱) بڑے بیٹے کے نام باپ نے کسی مصلحت کی بنا پر جائیداد کردی تھی تو ایسی صورت میں شرعاً یہ بیع تلجیہ کے مشابہ ہے اور بیع تلجیہ میں جس کے نام سے کچھ کیا جاتا ہے وہ مالک نہیں ہوتا ہے بلکہ درحقیقت اس کا مالک باپ ہی ہوتا ہے تو ایسی صورت میں ان ساری جائیداد میں دیگر تمام شرعی ورثاء اپنے اپنے شرعی حصے کے حقدار ہوں گے، اور ظہیر کے اوپر لازم ہوگا کہ ہر حقدار کو اس کا شرعی حق سپرد کردے۔

بیع التجلیة هی ما ألجئ إلیه الإنسان بغیر اختیاره و ذٰلک أن یخاف الرجل السلطان فیقول لآخر أنی أظهر أنی بعت داری منک ولیس ببیع فی الحقیقة و إنما هی تلجیة و یشهد علی ذٰلک. (شامی، کتاب البیوع، باب الصرف، مطلب فی بیع التلجیة کراچی ۲۷۳/۵، زکریا ۵۴۲/۷)

بیـع التلجیة: البیع الصوری أن یضطر لإظهار عقد و إبطال غیره مع إرادة ذٰلک الباطل کأن یظهر بیع داره لابنه لئلا یستولی علیها السلطان. (معجم لغة الفقهاء، کراچی ص: ۱۱۳)

تفسیر التلجیة: أن یتواضعا أن یظهرا البیع عند الناس لکن لا یکون قصدهما من ذٰلک البیع حقیقة. (حموی علی الأشباه، القاعدة الثانیة عشر لا ینسب الی ساکت قول، قدیم ص: ۲۲۴)

(۲) دوسری بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ظہیر کی طرف سے جائیداد اس کے نام کر کے مالک بنانے کا دعویٰ ہے جس کے بارے میں دیگر کسی شرعی وارث کو معلوم نہیں ہے، اور ظہیر یہ کہتا ہے کہ سرکاری افسروں کے درمیان کاغذات بنوائے گئے اور وہاں پر کوئی جائیداد نام کرنے کے لیے باضابطہ طور پر جو گواہان ہوتے ہیں وہ بھی نہیں تھے، تو ایسی صورت میں ظہیر کی طرف سے جائیداد کے مالک ہونے کا محض دعویٰ رہ گیا اور اس دعویٰ کے ثبوت کے لیے شرعی گواہ پیش کرنا اس پر لازم ہوگا اور اگر شرعی گواہوں سے یہ بات ثابت نہ کر سکے تو شرعاً ظہیر کا دعویٰ مسترد ہوگا اور جائیداد تمام شرعی ورثاء کے درمیان ان کے حقوق کے مطابق تقسیم ہو جائے گی، اس لیے کہ تمام جائیداد اور ملکیت بحالت سابق باپ ہی کی ملکیت ثابت ہوتی ہے۔

عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده قال: قال رسول الله ﷺ: فی خطبته البینة علی المدعی و الیمین علی المدعیٰ علیه. (ترمذی، أبواب الأحکام، باب ما جاء فی أن البینة علی المدعی و الیمین علی المدعیٰ علیه، النسخة الهندیة ۱/ ۲۴۹، دار السلام رقم: ۱۳۴۱)

والمدعی من لا یستحق إلا بحجة ...... و هی البینة. (فتح القدیر، کتاب الدعویٰ، دار الفکر بیروت ۸/ ۱۵۴، کوئٹه ۷/ ۱۴۴، زکریا دیوبند ۸/ ۱۶۰، هدایه اشرفی دیوبند ۳/ ۲۰۱، البحر الرائق کوئٹه ۷/ ۱۹۳، زکریا دیوبند ۷/ ۳۲۹)

ولا تثبت الید فی العقار بتصادقهما بل ببینة أو علم القاضی. (البحر الرائق کوئٹه ۷/ ۲۰۰، زکریا دیوبند ۷/ ۳۴۲، شامی زکریا ۸/ ۲۹۳، کراچی ۵/ ۵۴۷)

ہمارے یہاں بھی محکمہ شرعیہ (دار القضاء شرعیہ) قائم ہے اور اس میں صرف مسلمانوں کے پرسنل لاء سے متعلق نزاعی اور عائلی مسائل حل کیے جاتے ہیں، مالی حقوق سے متعلق کوئی مسئلہ حل نہیں کیا جاتا، اس لیے کہ ہمارے پاس قوت عسکری موجود نہیں ہے جس کی وجہ سے فریقین میں سے جن کے خلاف پڑ جائے وہ عدالت میں مجازاً الٹا کیس دائر کردیتے ہیں، اسی لیے آپ سے بھی گذارش ہے کہ جائیداد اور مالی حقوق سے متعلق کوئی معاملہ نہ لیا جائے بلکہ نکاح، طلاق وغیرہ پرسنل لاء سے متعلق مسائل حل کیا کریں، یہ ہماری اپنی رائے ہے باقی اپنے یہاں کے معاملات میں آپ کو اختیار ہے اور وہاں کے معاملات آپ لوگ ہی زیادہ سمجھتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۹؍ جمادی الثانیہ ۱۴۳۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۴۵۴/۳۹)	۱۴۳۲/۶/۲۹ھ

محکمہ شرعیہ کا فیصلہ غلط ثابت ہونے پر کیا کریں؟

سوال [۷۰۲۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امارت شرعیہ کے ماتحت کسی صوبہ کے محکمہ شرعیہ نے اگر تفاق سے غلط فیصلہ کیا اور کسی نکاح کو فسخ کر دیا جو کہ شرعاً فسخ نہیں ہوسکتا تھا تو ایسی حالت میں اس فیصلہ کی حیثیت کیا ہوگی؟ اور فسخ شدہ نکاح کا کیا حکم ہوگا اور اس طریقہ سے جس عورت کا نکاح فسخ کیا گیا کیا اس فیصلہ کی بنا پر دوسری جگہ نکاح کر سکے گی؟ اور اگر نکاح کرتی ہے، تو کیا حکم ہوگا؟

المستفتی: قاضی شریف الاسلام رکن محکمہ شرعیہ ۲۴؍ پرگنہ بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی صورت میں مذکورہ فیصلہ کالعدم سمجھا جائے گا اور اراکین محکمہ کو اپنے فیصلہ سے رجوع کر لینا اور عورت کو شوہر اول کے حوالہ کر دینا ضروری ہے، نیز اس فیصلہ سے دوسری جگہ نکاح بھی درست نہیں ہوگا، اور اگر نکاح کرلیا ہے تو اس کو ختم

کرکے شوہراول کے پاس آجانا چاہیے۔

وهل يصح رجوع القاضي عنه؟ ففي الخلاصة والبزازية للقاضي: أن يرجع عن قضائه إن كان خطأ رجع و رده (إلى قوله) في الطلاق والعتاق ترد المرأة إلى الزوج والرقيق إلى المولى الخ . (البحر الرائق، كتاب القضاء كوئٹه ٦/٢٥٨، زكريا ديوبند ٦/٤٣٤،فتاویٰ بزازيه زكريا ٢/٨٠، وعلى هامش الهندية زكريا ٥/١٥٩)

فإن أخطأ في حقوق العباد إن أمكن التدارك والرد بأن قضى بمال أو صدقة أو بطلاق أو عتاق ثم ظهر خطؤه بأن ظهر أن الشهود عبيد أو كفار أو محدودون في القذف فإنه يبطل ذلك القضاء ويرد العبد رقيقا و يرد المرأة إلى زوجها . (فتاویٰ عالمگیری، زكريا قديم ٣/٣٤١، جديد ٣/٣٠٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷ر ربیع الاول ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۶۹۲/۲۵)

فسخ نکاح میں کون سی طلاق دی جائے؟

سوال [۷۰۲۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: محکمہ شرعیہ مدرسہ فرقانیہ گونڈہ میں ایک مقدمہ دائر تھا، کہ جس کی کارروائی کرنے اور مدعا علیہ کے نوٹس وصول نہ کرنے کی وجہ سے مدعا علیہ کو متعنت قرار دے کر فسخ نکاح اور وقوع طلاق بائن کا فیصلہ کردیا گیا، فیصلہ ہو جانے کے بعد مدعیہ کے گھر والوں اور گاؤں کے دوسرے احباب نے یہ بات کہنی شروع کردی کہ فیصلہ واقعہ کے مطابق نہیں ہوا، مدعیہ نے جو حالات پیش کیے ہیں وہ حالات خلاف واقعہ ہیں، مدعا علیہ مدعیہ کو بہت چاہتا ہے، نان ونفقہ بھی دیتا ہے، اوراب بھی رکھنے کے لیے تیار ہے، چھوڑنے پر کسی قیمت پر تیار نہیں، اس واقعہ کو لے کر پورے علاقے میں کافی انتشار ہے۔

مدعا علیہ کے متعلقین دفتر محکمہ شرعیہ میں حاضر ہوئے اوران کا اصرار رہا کہ اس فیصلہ

پر نظر ثانی کر لیں، اور کوئی شکل نکال دیں، تا کہ انتشار ختم ہو جائے، اسی موقع پر یہ بات کہی گئی کہ مدعا علیہ جواب دعویٰ داخل کر دے پھر اس کی روشنی میں لڑکی سے اور اس کے گھر والوں سے بات چیت کر کے معاملہ کو حل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مدعا علیہ جب جواب دعویٰ داخل کر دے گا اور مصالحت کی اور لڑکی کو راضی کرنے کی کوشش کی جائے گی اگر لڑکی راضی ہو گئی تو:

(۱) کیا دوبارہ نکاح کرنا ضروری ہوگا؟ عدت کے اندر یا عدت کے بعد؟

(۲) اور اگر اب بھی دوبارہ کارروائی کے بعد لڑکی اور لڑکی کے ورثاء کسی قیمت پر لڑکی کو رخصت کرنے کے لیے تیار نہ ہوں تو کیا اسی سابق فیصلہ کا اعتبار کر کے معاملہ کو ختم کر دیا جائے گا یا فتنہ اور انتشار کو ختم کرنے کے لیے خلع یا طلاق کی بات لائی جائے کہ مدعا علیہ خلع کر لے یا طلاق دیدے۔

(۳) اور اگر اس موقع پر بھی مدعا علیہ کسی قیمت پر خلع کرنے یا طلاق دینے کے لیے راضی نہ ہو بلکہ لے جانے پر مصر ہو اور لڑکی کسی قیمت پر رخصت ہونے کے لیے تیار نہ ہو، تو کیا ازسرنو کارروائی کر کے فسخ نکاح اور وقوع طلاق کا فیصلہ کیا جائے یا سابق فیصلہ ہی کافی ہے۔

(۴) اور فسخ نکاح کی شکل میں کون سی طلاق واقع کی جاتی ہے طلاق بائن یا طلاق رجعی؟

(۵) مدعا علیہ کے بار بار نوٹس واپس کرنے کی وجہ سے جو متعنت قرار دیا جاتا ہے اس کے لیے اصل ماخذ کیا ہے؟

فیصلہ کی کاپی منسلک ہے امید کہ جواب تحریر فرما کر انتشار کو ختم کرنے کی زحمت گوارہ فرمائیں گے۔

المستفتی: نعمت اللہ عفی عنہ، مدرسہ فرقانیہ گونڈہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ اور فیصلہ نامہ دونوں پر غور کیا گیا جو حالات محکمہ شرعیہ مدرسہ فرقانیہ گونڈہ نے پیش کیے ہیں ان حالات کے پیش نظر میاں بیوی

کے درمیان محکمہ شرعیہ نے جو طلاق کا فیصلہ کیا ہے وہ حق بجانب ہے اور ایسی صورت میں محکمہ کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں ہوتا ہے بلکہ طلاق دینے کا اختیار ہوتا ہے، اور طلاق بھی طلاق رجعی دینا زیادہ بہتر ہے، طلاق بائن دینے کی بھی گنجائش ہے، لیکن طلاق بائن دینے کے بعد اگر معاند غائب تعنت سے باز آ کر بیوی کو حقوق زوجیت ادا کر کے رکھنے کا وعدہ کرتا ہے تو ایسی صورت میں طلاق بائن کے باوجود بیوی رکھنے کا اسے حق حاصل ہو جائے گا، اور جو طلاق بائن دی گئی ہے وہ طلاق رجعی کے درجہ میں سمجھی جائے گی، اور بیوی اسے مل جائے گی ہاں البتہ احتیاطاً دوبارہ نکاح کر لینا چاہیے تاکہ شبہ باقی نہ رہے، اور اس نکاح میں بیوی کو حکم رجعت کی طرح کوئی اختیار نہ ہوگا، سارا اختیار شوہر کو دیا جائے گا، اس لیے کہ یہ معاند غائب ہے، اور معاند غائب کی بیوی پر طلاق بائن واقع نہیں ہوتی ہے بلکہ رجعی واقع ہوتی ہے اور متعنت حاضر کی بیوی پر طلاق بائن واقع ہوتی ہے، لہٰذا مذکورہ معاملہ میں فیصلہ کے بعد شوہر آ کر جب حقوق زوجیت ظلم وستم سے باز رہ کر ادا کرنے کا وعدہ کر رہا ہے تو بیوی اسے مل جانی چاہیے، لہٰذا محکمہ شرعیہ بیوی کو حکم کرے کہ محکمہ شرعیہ کے زیر نگیں رہ کر شوہر کے پاس چلی جائے، اور شوہر سے ایک کابین نامہ اس سلسلے میں لکھوالیا جائے، کہ آئندہ ظلم وزیادتی کی صورت میں محکمہ شرعیہ کو طلاق دینے کا حق حاصل ہو جائے گا، نیز سوالنامہ میں نوٹس واپس کرنے کی صورت میں تعنت کی بات جو کہی گئی ہے وہ بھی اس عبارت سے یوں ثابت ہوتی ہے کہ یہ شخص متعنت غائب ہے، عبارت ملاحظہ فرمائیے:

فإن قيل إن المتعنت إذا رجع عن التعنت بعد العدة فالمرأة لا ترجع إليه بحال كما هو مذكور في هذا المقام والغائب المطلق عليه إذا قدم بعد العدة وأثبت خلاف ما ادعته فالمرأة له وإن عاند بعد ما أرسل إليه الحاكم كما سيأتي فما الفرق بين تعنت الحاضر وعناد الغائب حيث لا حق بعد العدة للمتعنت بحال بخلاف الغائب المعاند، يجاب بأن تعنت الحاضر يثبت في مجلس القاضي فتكون له قوة كما يفهم من المختصر مع شرحه حيث قال (فإن لم يجب) المدعى عليه بإقرار ولا إنكار (حبس وأدب)

بـالضرب (ثم) إن استمر على عدم الجواب (حكم) عليه بالحق لأنه فى قوة الإقرار بالحق (۲۹۳/۲) **بخلاف عناد الغائب فافهم.** (الحيلة الناجزة، قديم ص: ٦٢، جديد ص: ١٠١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم رجب المرجب ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۸۰۳/۳۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۷/۱ھ

جج کے ذریعہ علیٰحدگی کرنے سے طلاق کا حکم

سوال [۷۰۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری لڑکی کی شادی ۳/ مارچ ۱۹۹۶ء میں ہوئی تھی، شادی میں ہی کچھ حالات بگڑ گئیے دوبارہ میں نے لڑکی کو رخصت نہیں کیا، لڑکے نے جب ایک ماہ بعد دوسری شادی کر لی تب ہم نے مقدمہ عدالت میں طلاق کے لیے دائر کیا تھا، مقدمہ چلتا رہا یہاں تک کہ ۱۹۹۸ء میں جج نے ہم سے یہ کہا کہ طلاق اس شرط پر ہوگی کہ آپ آج سے گذارہ پانے کے حقدار نہیں ہیں، ہم نے کہا کہ ہم کو منظور ہے، لڑکے نے اور ان کے والد نے کہا کہ ہم کو اس شرط کے ساتھ یہ منظور ہے، کہ اس فیصلہ کے بعد ہم نے لڑکی کا دوسرا عقد ۲۰۰۳ء میں کر دیا، اب دریافت یہ کرنا ہے کہ شرعاً اس طلاق کا اعتبار ہے یا نہیں؟ اور یہ نکاح کرنا کیسا ہے اور اس نکاح کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد داؤد ہردوئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ میں مذکورہ شرط کے ساتھ لڑکے کی طرف سے طلاق کا جملہ واضح طور پر ثابت نہیں ہے، بلکہ طلاق کا جملہ جج کی طرف سے ذکر کیا گیا ہے، لیکن مذکورہ شرط کے ساتھ جج کے سامنے دونوں فریق علیٰحدگی پر راضی ہیں تو اگر طلاق کا جملہ لڑکے نے صراحت کے ساتھ نہیں کہا ہے تو یہ خلع کی شکل ہوگئی، اور اگر زبان سے طلاق کا لفظ بھی کہا ہے تو طلاق کی شکل ہوئی ان دونوں صورتوں میں عدت گذارنے کے بعد

دوسری جگہ نکاح کرنا شرعاً جائز اور درست ہے اور سوالنامہ سے واضح ہورہا ہے کہ اس واقعہ کے کئی سال کے بعد دوسری جگہ نکاح ہوا ہے، لہٰذا اس درمیان میں خودبخود عدت پوری ہوگئی ہے اس لیے دوسری جگہ نکاح درست ہوگیا، لیکن یہ بات یاد رکھئے کہ اگر لڑکے کی طرف سے رضامندی نہیں تھی اور جج کی طرف سے دباؤ ڈال کر طلاق دی ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی، اور یہاں ایسا معلوم نہیں ہورہا ہے۔

ویسقط الخلع فی نکاح صحیح والمبارأة أی الإبراء من الجانبین کل حق لکل منهما علی الآخر مما یتعلق بذٰلک النکاح (در مختار)، وفی الشامیة: قوله کل حق شمل المهر و النفقة. (شامی، کتاب الطلاق، باب الخلع، کراچی ۳/۴۵۲، زکریا ۵/۱۰۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ جمادی الاولی ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۳۰۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۵/۲۲ھ

تمام شرائط کی خلاف ورزی سے قبل کمیٹی کی طلاق کا حکم

سوال [۷۰۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: انجمن اسلامیہ چلی پاٹن میں ایک تحریری پنچایت نامہ مؤرخہ ۱۲/ مئی ۱۹۹۶ء کو فریقین بنام غازی چوہان ولد لالی چوہان فریق اول وغلام نبی ولد غازی دھکڑ، فریق دوم نے پیش کر کے حلفاً تصدیق کیا کہ اقرار معاہدہ والی شرائط پر ہر دوفریق پابند رہیں گے، جو پابند نہ رہے گا قصوروار ہونے کے لیے صدر انجمن اسلامیہ کی تحقیقات وفیصلہ پر پابند رہیں گے، کوئی عذر نہ ہوگا جو کہ مندرجہ ذیل ہے، ہر دوفریق کی جانب سے تحریری درخواستیں صدر انجمن اسلامیہ کو برائے تحقیقات وفیصلہ دی گئی ہیں، بیانات فریقین وگواہ لیے گئے نقل مکمل کی ہے، فریق اول غازی چوہان کی جانب سے کوئی شرط نہ ٹوٹی، فریق دوم غلام نبی داماد نے شرط اول کی خلاف ورزی کی ہے اور شرط دوم کی نسبت کوئی ثبوت نہیں پایا گیا جس کا غلام نبی پابند رہا

ہے، شرط سوم کی خلاف ورزی کرکے مسمیٰ غلام نبی مذکور نافرمان ثابت ہو چکا ہے شرائط نامہ درج ذیل ہے:

فریق اول: غازی ولد لالی گوجر چوہان پنچایت نامہ کے ضمن میں ۱ر میں تحریر کر کے تصدیق ہوا ہے کہ غازی چوہان (ا) اپنے خانہ داماد مسمیٰ غلام نبی ولد غازی دھکڑ کو مقررہ مدت چھ سال کے دوران خانہ داماد کی مار پیٹ نہ کرے گا (اا) خانہ داماد کے اہل وعیال کے خورد و نوش واخراجات مطلوبہ سے گریز نہ کرے گا (ااا) خانہ داماد مذکور گھر سے ہیرا پھیری کر کے نہ بھگائے گا، اگر غازی چوہان شرائط بالا کی خلاف ورزی جس وقت بھی کرے گا تو جتنا عرصہ داماد مذکور نے لگایا ہو اسی اجرت کے مطابق تحقیقات وفیصلہ صدر انجمن اسلامیہ بہ یکمشت و بیک وقت ادا کرنے کا پابند ہوا، اوراسی وقت داماد مذکور کو یہ حق حاصل ہوگیا کہ وہ اپنی بیوی بچوں کو اپنے گھر لے جائے بقایا وقت بطور خانہ داماد رہنے کے لیے غلام نبی مذکور پابند نہ ہوگا، پورے چھ سال مسلسل خانہ داماد ہوکر فارغ ہوا تو معاوضہ مناسب دے گا۔

فریق دوم: غلام نبی ولد غازی دھکڑ پنچایت نامہ کے ضمن ۲ر میں تحریر کر کے تصدیق ہوا کہ غلام نبی:

(ا) عرصہ چھ سال بطور خانہ داماد کار خانگی ایمانداری و دیانت داری سے انجام دینے کا پابند رہے گا۔

(۲) غازی چوہان سسر کے گھر سے مال اسباب کی چوری نہ کرے گا۔

(۳) پورے چھ سال مطابق معاہدہ کے بطور خانہ داماد رہے گا، صرف مسمیٰ غلام نبی اپنے والدین کی خیر خبر و تیمارداری شادی وغمی میں شریک ہونے کے لیے واگذار ہے باقی اپنے سسر کی فرماں برداری سے ہی لوگوں کے آنے جانے کا پابند ہوا، اگر غلام نبی مذکورہ شرائط بالا کی خلاف ورزی کرے گا تو اپنی زوجہ مسماۃ مہر بی بی کا بیعہ طلاق بالترتیب ہر سہ طلاق تحریر ہٰذا معہ تحقیقات وفیصلہ صدر انجمن تصور کیا جائے جس کا غلام نبی مذکور پابند ہوا، کوئی عذر نہ ہوگا۔

تحقیقات میں غلام نبی فریق دوم عرصہ سات ماہ میں دوبار شرط (ا) وشرط (۲) کی

خلاف ورزی ثابت ہے اور سات ماہ کے بعد اپنے سسر کے گھر سے بلا اجازت دوسری ریاست میں چلا گیا جس سے شرط (۱) کی خلاف ورزی ہوئی اور بعد ۳٫۴ ماہ کے واپس غازی چوہان کے گھر آیا تھا، مگر غازی چوہان نے خلاف ورزی معاہدہ ہارنے اسے اپنے گھر داماد نہ رہنے دیا کہ شرعی معاملہ ہے صدر انجمن اسلامیہ سے فیصلہ تحقیقات پر عمل ہوگا، دوبارہ بیانات و شکایات روبرو مجلس ہوئے اور دونوں فریق نے تسلیم کیے اور تصدیق دی۔

غازی چوہان ولدلالی چوہان غلام نبی ودل غازی ڈھکڑ

تو کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مذکورہ بالا تصدیق وتحریر کے بارے میں تاکہ تحت شریعت حلال وحرام میں تمیز کی جاسکے۔

المستفتی: عمر دین ضلع ڈوڈہ جموں کشمیر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شرائط نامہ میں یہ تحریر نہیں ہے کہ تینوں شرطوں میں سے کسی ایک کی خلاف ورزی سے طلاق کا فیصلہ ہوگا بلکہ لفظ شرائط بالا لکھا ہوا ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ تینوں شرطوں کی خلاف ورزی کی صورت میں صدر انجمن اسلامیہ کی طرف سے تین طلاق کا فیصلہ ہوگا، اور اس نے دو شرطوں کی تو خلاف ورزی کی ہے مگر ابھی ایک شرط باقی ہے، نیز طلاق کو صدر انجمن کے فیصلہ پر موقوف رکھا ہے اس لیے ابھی تینوں شرطوں کے خلاف نہ ہونے کی وجہ سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔

تنحل اليمين بعد وجود الشرط. (در مختار، كتاب الطلاق، باب اليمين، كراچی ۳/۳۵۵، زكريا ٤/٦٠٩)

فإن وجد الشرط فيه انحلت اليمين ووقع الطلاق. (ملتقى الأبحر، دار الكتب العلمية بيروت ٢/٦٢-٦٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۶۵۹)

زوجِ متعنت کی زوجہ کے سلسلے میں ادارہ شرعیہ پٹنہ کے فیصلے پر نظر ثانی

سوال [۷۰۳۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مدعیہ: کلثوم بنت شفیع محمد رنگریز محلّہ روئی کٹلہ شہر پالی (راجستھان)

مدعاعلیہ: محمد حنیف ولد عبد الغفور محلّہ چھیپا کالونی بیرون ناگوری گیٹ جودھپور (راجستھان)

مدعیہ مذکورہ نے ایک استغاثہ بسلسلہ فسخ نکاح بخلاف مدعا علیہ مذکور مؤرخہ ۲۸/۹/۷۴ کو دارالقضاء ادارہ شرعیہ کیتھون کوٹہ راجستھان میں پیش کیا جس میں مدعیہ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میری شادی مؤرخہ ۴/اکتوبر ۱۹۶۸ء میں مدعا عیہ مذکور سے بالعوض دین مہر ڈھائی ہزار روپئے پر ہوئی، شادی کے بعد جب میں رخصت ہوکر سسرال گئی تو میرے شوہر نے دین مہر معاف کرنے کو مجھے کہا، میں نے مہر معاف کرنے سے انکار کردیا تو مدعی علیہ نے مجھ پر سختی شروع کردی، یہاں تک کہ میرے نان ونفقہ میں بھی کمی کردی گئی مگر میں ہر طرح کی مصیبتوں کو برداشت کرتی رہی، جب مدعی علیہ مقصد میں ناکامیاب رہا تو مجھے شدید زدوکوب کرکے مکان سے نکال دیا، میں مجبوراً پڑوس میں جاکر ٹھہری اور والد کو اطلاع دی وہ مجھے میکہ لے آئے، اس وقت سے اب تک میں والدین پر ناقابل برداشت بوجھ بنی ہوئی ہوں، اس چار سال کے عرصہ میں مدعی علیہ نے نہ مجھے نان ونفقہ دیا اور نہ حقوق زوجیت ادا کیا، نہ میری کوئی خبر لی اس کی وجہ یہ بھی ہوئی کہ اس نے مجھ سے پہلے ایک بیوی کو طلاق دے کر چھوڑ دیا تھا، بعد ازاں مجھ سے شادی کی تھی اب پھر اس نے اسی مطلقہ بیوی کو رکھ لیا، میری عمر ۲۳/سال کی ہے، میں فسخ نکاح چاہتی ہوں۔

دارالقضاء ادارہ شرعیہ کیتھون کے قاضی صاحب کی تحقیقاتی رپورٹ سے یہ پتہ چلا کہ اس کے بعد مدعی کے والدین نے اس بات کی بلیغ کوشش کی کہ مدعی علیہ کسی طرح مدعیہ کو اپنے حسن سلوک کے ساتھ رکھے، اور اگر نہیں رکھنا چاہتا ہے تو اسے طلاق دیدے، چنانچہ اس سلسلے میں پالی کے چند معزز حضرات مدعی علیہ کے پاس گئے اور جودھپور کے چند معتمد حضرات کے سامنے تفصیلی واقعہ بیان کرکے فیصلہ کا مطالبہ کیا، بالآخر پنچایت کے تمام لوگوں نے مدعی

علیہ سے کہا کہ جب تم مدعیہ کو نہیں رکھنا چاہتے ہو تو طلاق دے کر اسے آزاد کردو، لیکن مدعی علیہ نے پنچوں کے حکم کی کوئی پرواہ نہ کیے بغیر یہ جواب دیا کہ ہم طلاق نہیں دیں گے، چنانچہ پنچوں نے شرعی طور پر مدعی علیہ کا بائیکاٹ کردیا، اس لیے کہ اس نے خلاف شرع مطلقہ بیوی کو رکھ لیا اور مدعیہ کو رکھنے یا طلاق دینے سے انکار کردیا، جس سے شرعاً اسے مجرم وخطاوار قرار دیا، اور اس طرح اس نے عمداً قانون شرعیہ کی خلاف ورزی کی، بعد ازاں خود جناب قاضی شریعت ادارہ شرعیہ کیتھون نے معتمد حضرات کے سامنے مدعیہ اور اس کے شاہدین کی شہادت سماعت فرما کر اس کی مکمل رپورٹ دار القضاء ادارہ شریعت ”بہار، پٹنہ“ میں ارسال فرمایا اور اس کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت فرمائی ہے۔

شہادت کے سلسلے میں گواہ (۱) محمد علی والد احمد علی، محلّہ مومنان پالی نے مدعیہ کے بیان کی حرف بحرف تصدیق فرماتے ہوئے فسخ نکاح کی سفارش کی ہے اور کہا کہ عزت وعصمت کی حفاظت کے خیال سے فسخ نکاح ضروری ہے، اور جو لوگ فیصلہ کے لیے مدعی علیہ کے پاس گئے تھے ان کے نام بھی پیش کئے گئے جس میں (۱) برکت والد اسر بخش رنگریز ساکن پالی (۲) علاؤالدین والد اصغر علی پالی (۳) گبرو والد کریم بخش جی پالی وغیرہ ہیں۔

گواہ (۲): اصغر علی والد انور علی ساکن محلّہ چوڑی بازار پالی جن کی عمر ۵۴؍سال کی ہے، اس نے بھی مدعیہ کے بیان کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کی جمعیت نے بھی اسلامی طور طریقہ سے مدعی علیہ کا حقہ پانی بند کردیا ہے، اس لیے کہ اس نے مدعیہ کو طلاق نہیں دی اور اس کا نان ونفقہ بند کردیا ہے، اس لیے فسخ نکاح ضروی ہے۔

گواہ (۳): برکت علی والد امیر بخش ساکن پالی عمر ۶۵؍سال نے بیان دیا کہ ہم لوگوں نے مدعی علیہ سے کہا کہ جب تم نے ناجائز طور پر مطلقہ بیوی کو رکھ لیا ہے اور مدعیہ کا نفقہ بند کردیا ہے تو تم اسے طلاق دیدو، پنچوں نے اخوت ومحبت سے سمجھایا، لیکن جب وہ راضی نہ ہوا تو مجبوراً پنچایت نے اس کا بائیکاٹ کردیا اور کہا کہ ہم لوگوں کے اختیار میں کچھ نہیں ہے، شرعی طور پر جو صورت ہو اس کے مطابق لڑکی کو آزاد کردیا جائے۔

غرضیکہ اصلاح حال اور اتفاق بین الزوجین کی جو بھی ممکن صورت تھی وہ عمل میں لائی گئی اور شرعی ضابطہ کے مطابق:

﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِنْ اَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ اَهْلِهَا. [النساء: ٣٥]﴾

کا طریقہ بھی استعمال کیا گیا، لیکن مدعی علیہ اپنی ہٹ دھرمی پر بدستور قائم رہا ہے، اور حکمین کے حکم ومشورہ کو نظر انداز کرتے ہوئے شرعی قانون کو بھی قابل اطمینان نہ سمجھا اور نصوص قطعیہ کی خلاف ورزی کی:

﴿قال تعالیٰ: وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوْا وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ. [البقرة: ٢٣١]﴾

مذکورۃ الصدر بیانات اور حضرت قاضی شریعت دار القضا، ادارہ شریعت کیتھون کوٹہ کی تحقیقات وتصدیقات اور معزز پنچوں کے فیصلے اور سفارشات سے مدعیہ کا اپنے دعوے میں حق بجانب ہونا ہر طرح ثابت وظاہر ہے، اور مذکورہ حالت کے پیش نظر اسے مطالبۂ طلاق کا حق حاصل ہے، اور مدعی علیہ نص صریح کی خلاف ورزی اور حکمین کے فیصلہ سے اعراض وانکار کرنے کی بنا پر مجرم وخطاوار لائق تعزیر ہے، لہٰذا ایسی صورت میں مسلک امام شافعیؒ اور امام مالک کے مطابق فسخ نکاح جائز اور درست ہے، اور ضرورت داعیہ کے پیش نظر متأخرین علماء احناف نے بھی اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، لہٰذا جب تحقیقات سے مدعیہ کا دعویٰ ہر طرح سے صحیح اور درست اور مدعی علیہ کا جرم اظہر من الشمس ہو گیا تو ائمہ کرام وفقہاء عظام کی تصریحات کے پیش نظر ضرورۃً ومصلحتاً آج مؤرخہ ۱۸/اپریل ۱۹۷۵ء/مطابق ۵/ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ کو مدعیہ کلثوم بنت شفیع محمد رنگریز کا عقد نکاح مدعی علیہ محمد حنیف ولد عبد الغفور ساکن چھپا کالونی ناگوری گیٹ جودھپور سے فسخ کیا گیا اب فریقین میں سے کسی ایک کا حق دوسرے پر باقی نہ رہا اور بعد انقضاء عدت طلاق مدعیہ مذکورہ نکاح ثانی کرنے کی مجاز وماذون قرار دی گئی۔

وهو الهادى إلى طريق الحق والصواب و عنده أم الكتاب و إليه المرجع و المآب.

وانا عبدہ الأثیم محمد (مبہم دستخط) غفر لہ الرحیم رضوی خادم دار القضاء ادارہ شرعیہ پٹنہ بہار

مکرمی ومحترمی جناب مفتی صاحب ....دار العلوم شاہی مراد آباد
برائے مہربانی درج بالا فتویٰ پر نظر ثانی فرمالیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ کی مذکورہ تحریرات کے مطابق مدعیٰ علیہ محمد حنیف ولد عبد الغفور ساکن چھپا کالونی ناگوری گیٹ جودھپور شرعاً متعنت ہے، مذکورہ حالت میں شرعی پنچایت کو طلاق وخلع پر عدم رضا کی صورت میں شرعی تفریق کا حق ہے۔ (مستفاد: الحیلۃ الناجزۃ ۶۱)

اور ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ کی مذکورہ تحریر فتویٰ نہیں ہے بلکہ فیصلہ نامہ ہے اور فیصلہ نامہ میں جماعت مسلمین کے کم از کم تین افراد کا ہونا شرط ہے مگر اس فیصلے نامے میں صرف دو دستخط ہیں۔ (مستفاد: الحیلۃ الناجزۃ ۲۲/ محکمہ شرعیہ ۶/ دفعہ/ ۷، جدید امارت شرعیہ ہند ۱۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ ذی قعدہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۹۸۷)

فسخ نکاح سے متعلق چند جوابات پر تبصرہ

سوال [۷۰۳۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا حکم ہے شریعت مطہرہ کا دریں صورت مسئولہ کہ مسماۃ نور جہاں بنت عبد المنان اپنے زوج سے متعلق اپنی چچی زاد بہن سے ناجائز تعلق اور ارتکاب معصیت کی افواہ سن کر بہت متأثر ہوئی، نیز قرائن اور حالات سے اس کی صداقت دل میں بیٹھ گئی، جس کی وجہ سے بددل اور متنفر ہوگئی اور رخصت ہونے سے صاف انکار کردیا، اولاً زوجہ نے مختلف لوگوں سے حتی کہ ان کے اساتذہ کو درمیان میں ڈال کر مصالحت سے طلاق لینے کی کوشش کی مگر اس کے شوہر کسی طرح اس پر آمادہ نہ ہوئے بلکہ شوہر کے باپ نے بعض لوگوں کے سامنے یہ بھی

کہا کہ میں اپنے لڑکے کو طلاق نہیں دینے دوں گا، اور عبد المنان کی لڑکی کی زندگی خراب کردوں گا ان حالات میں مجبور ہوکر اس نے محکمہ شرعی کی عدالت میں فسخ کا دعویٰ دائر کیا اور یہ بھی لکھا کہ میں خلع پر بھی آمادہ ہوں، مگر میں کسی قیمت پر ان کے یہاں نہ جاؤں گی، کیونکہ ان کے یہاں بے غیرتی اور بے حیائی کے غلط کردار سے مجھے سخت نفرت ہے، اور مجھے یقین ہے کہ میں حق زوجیت کو نہیں ادا کرسکوں گی، محکمہ ہٰذا نے مدعی علیہ سے جواب طلب کیا تو اس نے کہا کہ میں اپنی زوجہ کو رکھوں گا، اور اس کا مجھ سے طلاق کا مطالبہ بے بنیاد ہے اور میرے ساتھ سراسر اتہام ہے، اور مدعیہ اور اس کے گواہوں و نیز دوسرے لوگوں کے بیان سے معلوم ہوا کہ یہ افواہ بالکل شائع ہے بعدہٗ مدعی علیہ کو طلب کیا گیا اس نے حلفیہ بیان میں یہ کہا کہ اگر میری زوجہ ان حالات میں میرے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تو جو قرآن وحدیث کا حکم ہوگا اس پر عمل کروں گا، اس بیان کے بعد محکمہ ہٰذا نے مفتیان کرام سے تحت الحالات استصواب کیا تو بعض مفتیان کرام نے لکھا کہ مدعیہ طلاق چاہتی ہے تو ایسی صورت میں مدعا علیہ کو خلع کے ذریعہ اسے آزاد کردینا چاہیے۔

یہ شرعی حکم مدعی علیہ کو اس کے ذریعہ بتایا گیا تو اس نے اس پر عمل کرنے سے صاف انکار کردیا، اس کے بعد پھر کسی نوٹس کا جواب نہیں دیا، محکمہ شرعیہ کے ذمہ داروں کو فائل کے جملہ کاغذات سے یہ تأثر ہوا کہ مدعیہ کسی قیمت پر اپنے زوج کے ساتھ نہیں رہے گی، اگر اس کا نکاح فسخ نہ ہوا تو عزت وناموس کی پامالی اور ارتداد کا راستہ اختیار کرسکتی ہے، اور شوہر کا یہ کہنا کہ مجھے رکھنا ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ ان کے طرز عمل اور بعض لوگوں کے سامنے ان کے اقراری بیان سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس کو اپنے گھر ایک مرتبہ لاکر داغدار بنا کر طلاق دینا چاہتے ہیں، تاکہ اس کی شادی کہیں اور نہ ہوسکے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کو کسی الزام میں متہم کرنے کی سازش ہو، یا اور کوئی اقدام کرسکیں، نیز یہ امر یقینی ہے کہ زوجیت کے حقوق ادا نہ ہوسکیں گے، معاملہ بالکل اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا یُقِیۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰہِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡهِمَا﴾

کا مصداق ہے اب اگر کوئی شوہر طلاق اور خلع نہ کرے تو مندرجہ بالا حالات میں شرعاً کیا حکم ہے؟

ننگ مدنی محمد صفات الرحمٰن خادم محکمہ ہٰذا
مدرسہ مدنی دارالقرآن، مئوناتھ بھنجن، ضلع اعظم گڈھ (یوپی)

الجواب: علماء احناف کے جوابات موصول ہیں ان کی روشنی میں عمل کیا جائے۔

حضرت مولانا مفتی محمد سعید صاحب پالنپوری، دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درمختار میں ہے کہ:

لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة و لا عليها تسريح الفاجر إلا إذا خافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس أن يتفرقا. (در مختار ۲/۲۹۲)

ہدایہ میں ہے:

والإباحة للحاجة إلى الخلاص. (۲/۲۵۵)

درمختار میں ہے:

ويجب لو فات الإمساك بالمعروف. (در مختار ۲/ ۴۶۱)

عبارت بالا کی روشنی میں صورت مسئولہ میں طلاق یا خلع کے سلسلے میں جبر واکراہ کی گنجائش نظر آتی ہے، خصوصاً درمختار کی آخری عبارت سے یہ امر زیادہ مترشح ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

جمیل احمد نذیری، خادم تدریس وافتاء جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارکپور

الجواب: اخیر کی عبارت تحت الحالات زوج نہ طلاق دیتا ہے اور نہ خلع پر راضی ہے تو بلاشبہ اس کی طرف سے ظلم وتعدی ہے، اور وہ شرعاً متعنت ہے، قاضی کو یا شرعی پنچایت کو حق ہے کہ تفریق کردے۔ فقط

محمود احمد سابق مفتی مدرسہ مدنی دارالقرآن

الجواب

اسی طرح نور جہاں بنت عبد المنان کو جب مولوی ابراہیم کوثر سے اس کی بدکرداری اور بے راہ روی سن سن کر اس قدر نفرت ہوگئی ہے کہ اس کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتی ہے تو محکمہ شرعیہ مئو کے قضاۃ کو اس کی درخواست خلع کو منظور کر لینا چاہیے اور نور جہاں سے مولوی ابراہیم کا دیا ہوا مہر واپس دلا کر اور مولوی ابراہیم سے طلاق دلا کر دونوں میں تفریق کر دینا چاہیے اور اگر وہ طلاق نہ دے تو قاضی شرعیہ کو دونوں کا نکاح فسخ کر دینے کا اختیار ہے، وہ اپنے اختیار خصوصی سے دونوں کا نکاح فسخ کر سکتے ہیں۔ والسلام

ننگ مدنی محمد حبیب الرحمٰن ، فیض الرحمٰن فیض ۲۸ / جون ۱۹۸۸ھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ کے درج شدہ حالات میں مدعیٰ علیہ کے خلاف باتیں درجۂ امکان واوہام کی ہیں، شہادت شرعیہ سے کسی بات کا ثبوت نہیں ہے، میاں بیوی کے درمیان تفریق نہایت نازک مسئلہ ہے، اگر اس طرح محض افواہوں وخبروں کو معتبر قرار دے کر تفریق کا جواز نکالا جائے تو اس سے ازدواجی زندگی کا سخت خطرہ ہے، اس قسم کے الزامات ہمیشہ مشاہدات میں آتے ہیں، پھر بعد میں شرعی جواز نہ ہونے کی بنا پر میاں بیوی کو شیر وشکر کی زندگی گذارتے ہوئے بہت دیکھا گیا ہے۔

مذکورہ حالت میں شوہر کی طرف سے بیوی پر اب تک کوئی ظلم وتعدی کا ثبوت شرعی طور پر متحقق نہیں ہوا ہے اس لیے شوہر کو متعنت قرار دینے میں تأمل ہے، نیز اگر بالفرض متعنت بھی قرار دیا جائے تب بھی محکمہ شرعیہ کی اول ذمہ داری شوہر کو سمجھا کر حقوق زوجیت کی ادائیگی پر آمادہ کر کے جوڑ پیدا کرنا ہے، اگر شوہر اس پر راضی نہ ہو تو خلع یا طلاق پر اقدام صحیح ہے، ورنہ نہیں۔ (الحیلۃ الناجزۃ قدیم ۶۱، جدید امارت شرعیہ ہند ۱۰۰)

محض بے راہ روی اور حقوق زوجیت کی عدم ادائیگی کا امکان دلیل شرعی نہیں ہے، اس قسم کے امکانات سے بچنے کے لیے مناسب شرائط کے ساتھ کابین نامہ تحریر کر کے شوہر کو

اس کا پابند بنایا جاسکتا ہے، ہندوستان میں جماعت مسلمین اور محکمہ شرعیہ کو جوحق دیا گیا ہے وہ بوقت ضرورت شدیدہ مالکیہ کے مذہب پر دیا گیا ہے، جس میں تمام شرائط کی پابندی ضروری ہے، نیز شہادت شرعیہ کے بغیر محکمہ شرعی کو کوئی فیصلہ کا حق نہیں ہے۔ (مستفاد: الحیلۃ الناجزۃ قدیم ۲۲، جدید امارت شرعیہ ہند ۵۱)

آپ کے ارسال کردہ بعض مفتیان کرام کے فتاویٰ اور دلائل پر خوب غور کیا گیا ہے ان کا زیر بحث مسئلہ سے کوئی تعلق وانطباق نظر نہیں آتا ہے، نیز

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا. (البقرۃ: ۲۲۹)﴾ کا مصداق بعد تجربہ ہے، مذکورہ واقعہ اس کا مصداق نہیں بن سکتا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۱۲/۲۴)

کیا شوہر کے بریلی ہونے کی وجہ سے عورت یا محکمہ شرعیہ کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہے؟

سوال [۷۰۳۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) ہندہ کا نکاح اس کے والدین نے کم سنی کی حالت میں ۸۰ء میں زید کے ساتھ کردیا، بعد بلوغ کے لڑکی نے عدم رضاو ناراضگی کا اظہار کیا ادھر دیوبندی بریلوی تنازعہ ہونے کی وجہ سے اب تک رخصتی کی نوبت نہیں آسکی ہے، کشیدگی بڑھتی ہی جارہی ہے، لڑکا پکا رضاخانی ہے، طلاق وخلع کے لیے تیار ہی نہیں ہوتا، لڑکا کسی بھی صورت میں چھوڑنے کو تیار نہیں ہے، ضد پر اڑا ہے، لڑکی پکی دیوبندی ہے، عقائد وایمان کے بگاڑ نیز بدعات و رسومات کے ارتکاب کے ڈر سے اس کی زوجیت میں رہنے کو قطعاً تیار نہیں ہے، ایسی صورت میں ہندہ مفتیان کرام سے اپیل کرتی ہے کہ میری خلاصی کی کوئی شکل نکال کر مجھے بددینی کے ماحول سے بچایا جائے، عنداللہ ماجور وماثوب ہوں گے۔

(۲) دیوبندی و بریلوی نزاعی صورتوں میں کیا فسخ نکاح کا حق موجودہ شرعی پنچایتوں کو حاصل ہوتا ہے یا نہیں، جبکہ لڑکا طلاق وخلع کے لیے کسی صورت میں راضی نہ ہو، الا یہ کہ بہت بڑی رقم پیش کی جائے جو بہت مشکل اور دشوار نیز منفی ومثبت دونوں پہلوؤں کے وجوہ اسباب فقہاء کی عبارت میں پیش کیا جائے، بحوالہ کتب۔

(۳) بریلوی حضرات دیوبندی کو سیدھا کافر کہتے ہیں بلکہ یہاں تک کہتے ہیں کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر اور اپنے کو پکا مسلمان ثابت کرتے ہیں ایسی صورت میں ایک رضا خانی مسلمان کا نکاح ایک دیوبندی کافرہ کے ساتھ کیسے صحیح ہوسکتا ہے الا یہ کہ اسلام پیش کر کے مسلمان بنائے؟

دوسرے یہ کہ بریلوی حضرات اپنے عقائد شرکیہ واعمال بد کی وجہ سے مشرک ہیں ان کے تفصیلی حالات آپ ہم سے زیادہ جانتے ہیں اس سلسلے میں آپ حضرات کی تحقیق کیا ہے؟ کہ ایک بریلوی مشرک کا نکاح ایک دیوبندی مسلم خاتون کے ساتھ کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

نوٹ: مسئلہ تفصیل طلب بدقت نظر مطالعہ فرما کر بحوالہ کتب تشفی بخش جواب قلم بند کرنے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔

المستفتی: ابوالکلام مظاہری، گوراجو کی پوسٹ جوت، ضلع گونڈا (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) بریلوی رضا خانی کو کلی طور پر مشرک قرار دے کر دیوبندی سنی خاتون کے ساتھ نکاح کو فسخ قرار دینے میں احقر کو اتفاق نہیں ہے، رہا اس کے بدعتی ہونے کی بنا پر لڑکی کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوگا یا نہیں، تو اس میں تفصیل کی ضرورت اس بنا پر ہے کہ بوقت نکاح شوہر نے کفوء دیوبندی سنی ہونا ظاہر کیا تھا یا لڑکی والوں نے کفائت کی شرط لگائی تھی یا کفائت کے گمان پر نکاح کیا، سوالنامہ میں کچھ بھی ظاہر نہیں ہوتا لہٰذا اگر بوقت نکاح شوہر کے بیان کی بنا پر کفوء دیوبندی سنی العقیدہ سمجھا گیا تھا یا لڑکی والوں نے کفوء کی شرط لگائی تھی لیکن بعد میں غیر کفوء بدعتی رضا خانی بریلوی ہونا ثابت ہوگیا ہے تو

لڑکی اورلڑکی والوں کومذکورہ حالت میں موجودہ محکمہ شرعیہ کے ذریعہ موجودہ نکاح کوفسخ کر کے سنی العقیدہ شخص سے نکاح کر کے باعزت زندگی گذارنے کاحق حاصل ہوگا۔(مستفاد: امداد الفتاویٰ۲/ ۲۲۷،فتاویٰ دارالعلوم۸/ ۲۳۸)

لو انتسب الزوج لها نسبا غير نسبه فإن ظهر دونه وهو ليس بكفؤ فحق الفسخ ثابت للكل (إلى قوله) أن ثبوت حق الفسخ لها للتعزير لا لعدم الكفاءة بدليل أنه لو ظهر كفؤ يثبت لها حق الفسخ لأنه غرها. (شامی، كتاب النكاح، باب الكفاءة، زكريا ٤/ ٢٠٨، كراچی ٣/ ٨٥ كوئٹه ٢/ ٦٤٩، هنديه زكريا قديم ١/ ٢٩٣، جديد ١/ ٣٥٩، البحر الرائق كوئٹه ٣/ ١٢٨، زكريا ٣/ ٢٢٦، فتح القدير، دار الفكر بيروت ٣/ ٢٩٥، كوئٹه ٣/ ١٨٨، زكريا ٣/ ٢٨٥)

لو تزوجته على أنه حر أو سني أو قادر ما على المهر والنفقة، فبان بخلافه أو على أنه فلان بن فلان فإذا هو لقيط أو ابن زنا لها الخيار. (شامی كراچی زكريا ٤/ ٢٠٨، كراچی ٣/ ٨٥، ٣/ ٥٠١، كوئٹه ٢/ ٦٤٩)

رجل زوج ابنته الصغيرة من رجل ذكر أنه لا يشرب المسكر فوجده شريبا مدمنا فبلغت الصغيرة وقالت لا أرضى قال الفقيه أبو جعفر: إن لم يكن أب البنت يشرب المسكر وكان غالب أهل بيته الصلاح، فالنكاح باطل لأن والد الصغيرة لم يرض بعدم الكفاءة وإنما زوجها منه على ظن أنه كفء.(قاضيخان، زكريا ١/ ٢١٤، وعلى هامش الهندية زكريا ١/ ٣٥٣، شامی كراچی ٣/ ٨٩، زكريا ديوبند ٤/ ٢١٤، البحر الرائق كوئٹه ٣/ ١٣٥ زكريا ٣/ ٢٣٨، و مستفاد: الحيلة الناجزة ٩٠)

اوراگر بوقت نکاح کفائت کی نہ شرط لگائی گئی تھی اورنہ ہی شوہر نے اپنا کفوءاور دیوبندی و سنی ہونا بیان کیا تھا، بلکہ والدین نے محض اپنے گمان سے کفوء دیوبندی سنی سمجھ کر نکاح کردیا تھا پھرظاہر ہوا کہ غیرکفوء اوررضاخانی ہے تو اس سلسلے میں دونوں جانب روایات موجود ہیں تو ہم موجودہ حالات اورمسئلہ کی نزاکت کوپیش نظر رکھتے ہوئے جانب فسخ کوترجیح دیتے ہوئے اس کے دلائل پیش کردیتے ہیں کہ سوالنامہ میں درج شدہ حالات میں لڑکی اورلڑکے والوں کوموجودہ

محکمہ شرعیہ کے ذریعہ اس رضاخانی بدعتی سے موجودہ نکاح کو فسخ کرا کر سنی العقیدہ شخص سے نکاح کر کے باعصمت زندگی گذارنے کا حق حاصل ہوگا۔ (مستفاد: حاشیۃ الحیلۃ الناجزۃ ۹۰)

وإذا زوج الصغيرة لرجل يظنه صالحا فتبين أنه فاسق و أبوها صالح فإن لها أن تفسخ العقد بعد البلوغ. (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة، دار الفكر بيروت ٤/٥٦)

وفرق بين علمه و عدمه (إلى قوله) و إنما المراد أنه زوجه بناء على أنه كفؤ فإذا ليس بكفؤ فإنه باطل و لذا قال في القنية: زوج بنته الصغيرة من رجل ظنه حر الأصل وكان معتقا فهو باطل بالاتفاق. (البحر الرائق كوئٹه ۳/۱۳۵، زكريا ۳/۲۳۸)،

وفي منحة الخالق: وفيما إذا زوج الصغيرة على ذلک الظن فظهر خلافه فإنه باطل أی سيبطل. (منحة الخالق كوئٹه ۳/۱۳٤، زكريا۳/۲۳۸)

وأما إذا كان الأب صالحا و ظن الزوج صالحا، فلا يصح، قال في البزازية: زوج بنته من رجل ظنه مصلحا لايشرب المسكر فإذا هو مدمن فقال بعد الكبر: لا أرضى بالنكاح إن لم يكن أبوها يشرب المسكر وعرف به وغلبة أهل بيتها مصلحون فالنكاح باطل بالاتفاق. (شامی، كراچی ۳/۸۹، زكريا ٤/۲۱٤، مصری ۲/٤٤١، البحر الرائق كوئٹه ۳/۱۳٥، زكريا ۳/۲۳۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۱۱۵۲)

کیا شریعت میں بیوی کو معلق کر کے رکھنا جائز ہے؟

سوال [۷۰۳۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کی شادی ہوئی اور شادی کے بعد بیوی کے اندر کچھ کمی پائی گئی جس کی وجہ سے بیوی ناپسند ہے، اور کافی عرصہ گذر گیا، یعنی تقریباً تین سال اب زید کی بیوی کہتی ہے کہ تم مجھے آزاد کردو

اورتم بھی آزاد ہو جاؤ، تمہاری بھی زندگی خراب ہو رہی ہے، اور ہماری بھی تو اس حال میں زید کو کیا کرنا چاہیے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل و مدلل جواب سے نوازیں، نوازش ہوگی۔

المستفتی: شہاب الدین قصبہ ڈنکو، بلندشہر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: محض ناپسند ہونے کی وجہ سے بیوی کو معلق چھوڑ دینا ہرگز جائز نہیں بلکہ زید پر لازم ہے کہ یا تو حقوق زوجیت ادا کر کے حسن سلوک سے رکھے یا بیوی کو آزاد کرے، اور اگر زید کو حسن سلوک کے ساتھ رکھنا ممکن ہے تو رکھ لینا بہتر ہے، اور اگر یہ ممکن نہیں ہے تو حسن اسلوبی کے ساتھ بیوی کو آزاد کردے تاکہ وہ دوسری شادی کر کے باعصمت زندگی گذار سکے، نیز اس معاملہ میں معزز آدمی کو بیچ میں ڈالا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِنْ اَهْلِهَا اِنْ يُرِيْدَا اِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا .[النساء: ۳۵]﴾

ولا بأس به عند الحاجة للشقاق بعدم الوفاق و تحته فی الشامية: أی لوجود الشقاق وهو الاختلاف و التخاصم، وفی القهستانی: السنة إذا وقع بين الزوجين اختلاف أن يجتمع أهلها ليصلحوا بينهما، فإن لم يصطلحا جاز الطلاق والخلع. (شامی، باب الخلع، کراچی ۳/ ۴۴۱، زکریا ۵/ ۸۷-۸۸، مجمع الأنهر دار الكتب العلمية بيروت ۲/ ۱۰۲، تاتارخانية زكريا ۵/ ۵، رقم: ۸۰۷۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۲۹۵)

شوہر نہ رکھتا ہے اور نہ ہی طلاق وخلع دیتا ہے تو عورت کیا کرے

سوال [۷۰۳۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ۲۱/ ۲۲/ سال کے لڑکے ابوالقاسم کا ۱۳/ ۱۴/ سالہ نوجوان خوبصورت لڑکی

رابعہ کے ساتھ بغیر جہیز کے نکاح ہوا جبکہ ابوالقاسم اگر کہیں دوسری جگہ شادی کرتا تو اپنی قابلیت علم وخاندانی حیثیت سے بہت سارے جہیز کا مالک ہوتا، اور ملتا، لیکن چونکہ رابعہ گھر میں ایک ہی لڑکی ہے اس کا ایک بھائی ہے جو بچپن میں پاگل ہوگیا ہے جس کی وجہ سے سارے سامان کی رابعہ ہی وارث ہوگی اس لیے ابوالقاسم نے شادی کی اور سسرال کی طرف سے کچھ بھی نہیں لیا، ایک سال گذرا ہی تھا کہ معلوم ہوا کہ رابعہ کے والد نے سخت ضرورت کی بنا پر اپنی کچھ زمین کو فروخت کردیا جو ابوالقاسم کو بہت گراں گذرا، ابوالقاسم کا کہنا ہے کہ اس طرح ہر سال زمین بیچتے رہے تو ساری کی ساری ختم کردیں گے، تو پھر رابعہ کو ملے گا کیا، ہم کو فائدہ کیا رہا، جس کی بنا پر ابوالقاسم رابعہ کو صبح وشام کہنے لگا کہ اپنے باپ سے میرے مناسب جہیز لا دو یہاں تک کہ مارپیٹ بھی شروع کردی، معاملہ بڑھتا جارہا ہے ایک دن ابوالقاسم رابعہ کو کمرہ میں بند کرکے بڑا والا چاقو لے کر مارنے جارہا تھا کہ خدانخواستہ شاید ابوالقاسم اس معصوم بیچاری کو مار ہی ڈالتا، رابعہ اس خوفناک واقعہ کو لکھ کر چپکے سے اپنے والد کو آگاہ کرنا چاہتی تھی لیکن وہ خط کسی طریقے سے ابوالقاسم کو ملنے سے معاملہ اور کریلا نیم چڑھا ہوگیا، بہر حال کسی طریقے سے رابعہ کے والد کو اس کی خبر ملی تو فوراً رابعہ کو اپنے ساتھ گھر لے آئے، اب رابعہ اس ظالم کے پاس جانا نہیں چاہتی، طلاق مانگنے سے ابوالقاسم طلاق بھی نہیں دیتا یہاں تک خلع کرنے کے لیے بھی تیار نہیں ہے، اس کا کہنا یہ ہے کہ ہم انتقام ضرور لیں گے۔

(۱) اب رابعہ کو طلاق کے لیے کون سا راستہ اختیار کرنا پڑے گا جس سے معاملہ حل ہوسکے؟

(۲) رابعہ اگر قریبی کورٹ یا تھانہ میں رجسٹری آفس سے سرکاری قانون کے مطابق طلاق دے کر ابوالقاسم کے پاس طلاق نامہ بھیج دے تو شریعت کے مطابق طلاق ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: ابوالبشر جھکڑ بھرتپور، مرشد آباد، بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ حالات میں اگر شوہر نہ سکون سے رکھنے پر تیار ہے اور نہ طلاق یا خلع پر تیار ہے تو رابعہ اپنا معاملہ کسی شرعی پنچایت میں پیش کردے،

شرعی پنچایت ''الحیلۃ الناجزۃ'' میں درج شدہ احکام کے مطابق صحیح فیصلہ دے گی، اگر وہاں کورٹ میں مسلم جج عدالتی فیصلہ کرتا ہے تو اگر وہ احکام شرعیہ کے مطابق فیصلہ کردے تو صحیح ہو گا اور اگر جج غیر مسلم ہے یا مسلم ہے مگر شرعی احکام کے مطابق فیصلہ نہ دے تو شرعاً کورٹ کا فیصلہ فسخ نکاح کے لیے درست نہ ہوگا۔

﴿ وَلَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا. [النساء: ١٤١] ﴾

وقد اتفق ائمة الحنفية والشافعية على أنه يشترط لصحة الحكم و اعتباره في حقوق العباد الدعوى الصحيحة و أنه لا بد في ذٰلك من الخصومة للشرعية. (شامی، كتاب القضاء، مطلب الحكم الفعلی، كوئٹه ٤/٣٣٢، كراچی ٥/٣٥٤، زكريا ديوبند ٨/٢٣، الموسوعة الفقهية الكويتيه ١/٢٣٣)

لم ينفذ حكم الكافر على المسلم. (شامی، كتاب القضاء، باب التحكيم كوئٹه ٤/٣٨٦، كراچی ٥/٤٢٨، زكريا ٨/١٢٦)

ورنہ شوہر کے طلاق دیئے بغیر دوسری جگہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍صفر المظفر ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۵۳۷)

کیا نکاح کے بعد شوہر کے نابینا ہونے کی وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کا حق ہے؟

سوال [۷۰۳۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہندہ کی شادی ایک خوبصورت لڑکے سے ہوئی تھی، رخصتی کے ایک سال بعد ہندہ کے شوہر مذکور کی دونوں آنکھوں کی بینائی ختم ہوگئی، کافی علاج ومعالجہ کے بعد مایوسی کے علاوہ کچھ فائدہ نہیں ہوا جس کی وجہ سے شوہر مذکور چلنے پھرنے میں بھی غیر کے سہارے کا محتاج ہوگیا، ہندہ نے اپنے معاشرہ کے مطابق نابینا شوہر کے ساتھ ازدواجی زندگی بسر کرنے کو موت کے مرادف سمجھ کر محکمہ شرعیہ میں فسخ نکاح کی درخواست دی، اراکین محکمہ شرعیہ ایک

عرصہ سے صلح ومصالحت کی کوشش کرتے چلے آئے، لیکن لڑکی کسی صورت سے شوہر کے ساتھ رہنے پر تیار نہیں ہے، اور نہ شوہر ہی طلاق یا خلع پر راضی ہے، اور لڑکی اس پرخطر دور میں عمر کے بالکل نازک دور تقریباً ۱۹؍سال کی عمر میں ہے، جس سے ابتلائے معصیت کا کافی امکان ہے، اب محکمہ شرعیہ کے پاس نہ تو قوت قہریہ ہے کہ لڑکی کو شوہر کے ساتھ رہنے پر مجبور کرے اور نہ تو اس کشمکش کی صورت میں چھوڑنا مناسب ہے، کیونکہ چھوڑنے کی شکل میں ابتلائے معصیت اور تباہ معاشرت لازم آتا ہے، اور فسخ نکاح کی بھی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی، مگر یہ کہ طحطاوی کی تصریح کے مطابق ''**كل عيب لايمكن المقاصد إلا بحضور**'' کے عموم کے تحت معاشرہ کے مطابق اسے عیب مضر تسلیم کرکے اسباب فسخ میں شمار کیا جائے اور نکاح فسخ کر دیا جائے۔ مدلل ومفصل اور واضح جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

المستفتی: معز الدین احمد غفرلہ دفتر امارت شرعیہ ہند، نئی دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: صحیح سالم حالت میں نکاح ہو جانے کے بعد پھر ازدواجی زندگی کے اثناء میں اگر شوہر نابینا ہو جاتا ہے اور نان ونفقہ اور حقوق زوجیت کما حقہ ادا کرنے پر قادر ہے، اور شوہر اس کے لیے تیار بھی ہے تو بیوی کو شرعاً فسخ نکاح کا حق حاصل نہیں ہوگا، کیونکہ نابینا ہونا حقوق زوجیت کی ادائیگی کے منافی نہیں ہے، دنیا میں بہت سے نابینا شادی شدہ ہیں جو اپنی بیوی کے حقوق پوری طرح ادا کر رہے ہیں، اسی لیے موجودہ مسئلہ میں محکمہ شرعیہ کو زیر بحث نکاح کو نابینا ہونے کی علت کی بنا پر فسخ کرنے کا حق نہیں ہوگا، اور طحطاوی کی عبارت کا مطلب بالکل واضح ہے، کہ ہر ایسے ضرر سے فسخ نکاح کا حق حاصل ہوسکتا ہے جس کی وجہ سے حقوق زوجیت کی ادائیگی میں مخل اور ضرر فاحش ہوسکتا ہو، اور نابینا ہونا حقوق زوجیت میں علت ضرر نہیں ہے، لہٰذا طحطاوی کی عبارت سے مسئلہ نابینا میں مخل وضرر فاحش کی علت پر استدلال درست نہیں ہوگا، نیز جو عیوب مرد کے اندر علت فسخ بن سکتے ہیں وہ کل سات ہیں، جن میں تین متفق علیہ ہیں یعنی عنین، مجبوب، خصی ہونا، اور چار اختلافی ہیں، یعنی

شیخین کے نزدیک علت فسخ نہیں بن سکتے، اور امام محمدؒ کے نزدیک بن سکتے ہیں، یعنی جنون، برص، جذام اور خرأت یعنی بوقت وطی دبر سے نجاست خارج ہوتے رہنا، ان کے علاوہ اور کسی مرض کو حقوق زوجیت میں مخل وضرر قرار دے کر فسخ کی علت قرار دینا درست نہیں ہوسکتا، بلکہ تمام امراض کو برداشت کرنا اور ایک دوسرے کے غم ورنج میں شریک رہنا واجب ہے۔

الحنفية قالوا: ليس فى النكاح عيوب توجب الحق فى طلب الفسخ لا بشرط ولا بغير شرط مطلقا إلا فى ثلاثة أمور: وهى: كون الرجل عنينا أو مجنونا، أو خصيا، وأما ما عدا ذٰلك، فلا يترتب عليه فسخ النكاح، ولو اشتد (إلى قوله) أن مذهب الحنفية مبنى على أن علاقة الزوجية لها احترام و قدسية، لا تقل عن قدسية القرابة، فإذا ارتبط اثنان برابطة الزوجية، وجب على كل منهما أن يحتمل ما ينزل بصاحبه من بلواء فلا يصح أن ينفصل منه لمصيبة حلت به بل يجب عليه مواساته بقدر ما يستطيع (وقوله) الجنون والجذام والبرص والخرأة عند الوطى ...... فمتى وجد عيب من هذه العيوب فى إحدى الزوجين كان للآخر أن يطلب مفارقته بفسخ النكاح. (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة، كتاب النكاح، العيوب التى يفسخ بها النكاح، و مسائل العنين، دار الفكر، دار الكتب العلمية بيروت ٤/ ١٨٠)

ولا خيار لها أى للزوجة إن وجدت به عيبا و لو فاحشا، جنونا أو جذاما أو برصا أو جربا أو جدريا أو زمانة أو سوء خلق أو غير ذٰلك سوى العنانة والجب والخصى خلافا لمحمدؒ إذا كانت بحال لا تطيق المقام معه (إلى قوله) تتخير عند محمد بالثلاث الأول: وبكل عيب لا يمكنها المقام معه إلا بضرر. (الدر المنتقى شرح ملتقى الابحر، كتاب الطلاق، باب العنين، قديم ١/ ٤٧١، جديد، دار الكتب العلمية بيروت ٢/ ١٤١)

هكذا بألفاظ مختلفة فى فتح القدير. (دار الفكر بيروت ٤/ ٣٠٣، كوئٹه ٤/ ١٣٣، زكريا ديو بند ٤/ ٢٧٢، البحر الرائق كوئٹه ٤/ ١٢٦، زكريا ٤/ ٢١٣، شرائع الإسلام ص:١٤٤، الدر

المختار مع الشامی کراچی ۱۰۵/۳، زکریا ۱۷۵/۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍رجب المرجب ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۱/۲۴)

طلاق وتفریق سے قبل دوسری جگہ نکاح کا حکم

سوال [۷۰۳۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل کے بارے میں: میری شادی ماہ نومبر ۱۹۷۹ء میں نسیم احمد صدیقی ساکن قاضی ٹولہ سے ہوئی تھی، میرا شوہر پہلے دن سے ہی ازدواجی تعلق قائم کرنے میں ناکام رہا اور میں شادی کے وقت سے اب تک کنواری ہوں، دس سال کا عرصہ میں نے کسی نہ کسی شکل میں اس کے ہمراہ رہ کر انتہائی تکلیف دہ حالت میں گذارا، اس دس سال کے دوران کئی مرتبہ اس کا گھر چھوڑ کر اپنے گھر چلی آئی، لیکن پھر گھر والوں اور اس کے رشتہ داروں کے سمجھانے پر دوبارہ اس کے گھر چلی گئی، تقریباً پانچ سال سے اس نے مجھ کو انتہائی اذیتیں دینا شروع کر دیں اور کبھی جان سے مارنے کی باتیں کرتا، اور کبھی چہرہ پر تیزاب ڈال کر چہرہ خراب کرنے کی باتیں کرتا، اپنی کمزوری اور محرومی چھپانے کے لیے میرے اوپر گندے وقبیح الزام لگائے، اب ان حالات میں میرا وہاں رہنا ممکن نہیں تھا، میں چار پانچ سال اس کا گھر چھوڑ کر اپنی بہنوں کے گھر آ گئی، کیونکہ میرے والد، بھائی کا انتقال ہو چکا ہے، اس کے بعد سے میں نے اس سے طلاق کا مطالبہ شروع کر دیا، لیکن وہ اپنی بدنیتی اور شرمساری کی وجہ سے طلاق دینے کے لیے راضی نہیں ہے، میں کسی حالت میں اس کے ساتھ رہ نہیں سکتی، اب میرا دوسرا نکاح کرنے کا ارادہ ہے تو آپ مجھ کو مشورہ دیں کہ ہم کیا کریں؟

المستفتی: نیشنل ڈیری، مقبرہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ اپنے موجودہ شوہر کی بیوی ہیں اس سے شرعی طور پر طلاق اور تفریق حاصل کرنے سے قبل دوسری جگہ نکاح کرنے کی کوئی شکل نہیں ہے۔

وأما نكاح منكوحة الغير و معتدته فالدخول فيها لا يوجب العدة إن علم أنها للغير لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً. (شامی، کتاب النكاح، مطلب فى النكاح الفاسد، کراچی ۱۳۲/۳، زکریا ۲۷۴/٤)

والمحصنٰت من النساء عطف على أمهاتكم يعنى حرمت عليكم المحصنٰت من النساء أى ذوات الأزواج لا يحل للغير نكاحهن ما لم يمت زوجها أو يطلقها و تنقضى عدتها من الوفات أو الطلاق. (تفسير مظهرى سورة النساء تحت رقم الآية: ٢٤، مكتبه زكريا ديوبند ٦٤/٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم محرم الحرام ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷۹۰/۳۱)

کیا عرصۂ دراز تک الگ رہنے سے نکاح ختم ہوجاتا ہے؟

سوال [۷۰۳۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک لڑکی کی شادی سات سال قبل ہوئی تھی وہ اپنے شوہر کے یہاں ایک ماہ تک رہی، شوہر نے ایک دن مار کر گھر سے نکال دیا اور اس کو طلاق بھی نہیں دیا اس کے بعد وہ کبھی بھی اپنی سسرال نہیں گئی اور نہ ہی اس نے اپنے شوہر کو دیکھا کیونکہ یہ شادی ایک صوبہ سے دوسرے صوبہ میں ہوئی تھی کافی دوری ہونے کی وجہ سے لوگوں کا آنا جانا بھی نہیں ہوا۔

(۱) کیا ایسی صورت میں وہ کسی دوسرے آدمی سے نکاح کرسکتی ہے؟

(۲) اگر شوہر اس کو طلاق دیدے تو اس کو عدت کے چار ماہ دس دن پورا کرنا ہوگا؟

(۳) اپنے گذر بسر کے لیے وہ دوسرے کے گھر کھانا پکاتی ہے تو کیا عدت کے ایام میں گھر سے باہر کھانا پکانے جاسکتی ہے؟

(۴) کوئی آدمی اس کے گذر بسر کے لیے اس کو بیٹی بنا کر اپنے گھر رکھ سکتا ہے؟

المستفتی: نسیم احمد اعظم گڈھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) شوہر سے لمبے زمانہ تک الگ رہنے کی وجہ سے دونوں کے نکاح میں فرق نہیں آتا اور وہ نکاح بدستور باقی ہے جب تک شوہر سے طلاق یا شرعی تفریق حاصل نہ کرلے گی تب تک دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہ ہوگا۔ (مستفاد: محمودیہ میرٹھ ۱۶/۲۷۲-۲۷۶)

أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا. (شامی، کتاب النکاح، مطلب فی النکاح الفاسد، کراچی ۳/۱۳۲، زکریا ٤/۲۷٤)

(۲) اگرشوہراس کوطلاق دیدے تو طلاق کے بعد دوسری جگہ شادی کرنے سے پہلے عدت گذارنا لازم ہے اور عدت چار مہینہ دس دن نہیں ہے، بلکہ طلاق کے بعد تین مرتبہ ماہواری گذارنا طلاق کی عدت ہوتی ہے، اس کے بعد دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہوسکتا ہے۔

وهي في حق حرة تحيض لطلاق ...... ثلاث حيض كوامل. (در مختار، باب العدة، کراچی ۳/۵۰٤، زکریا ۵/۱۸۱، ۱۸۲)

إذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا أو رجعيا أو ثلاثا أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق وهي حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة أقراء. (هنديه، زکریا قدیم ۱/۵۲٦، جدید ۱/۵۸۰)

(۳) طلاق کے بعد عدت کے زمانہ میں دوسرے کے گھر کھانا پکانا جائز نہیں بلکہ عدت کے زمانہ کا خرچ شوہر پر لازم ہوتا ہے۔

ولا تخرج معتدة رجعي و بائن بأى فرقة كانت "لو حرة مكلفة" من بيتها أصلا. (در مختار، باب العدة، فصل فی الحداد، کراچی ۳/۵۳۵، زکریا ۵/۲۲۳)

(۴) عفت کے محفوظ رہنے کے لیے غیرمحرم کا اس کو اپنی بیٹی بنا کر رکھنا جائز نہیں ہے، بلکہ طلاق کی عدت گذرنے کے بعد بیوی بنا کر رکھنا جائز ہے۔

عن جابر بن سمرة قال: خطبنا عمر بن الخطاب بالجابية، فقال: إن

رسول الله ﷺ قام فی مثل مقامی هٰذا، فقال -إلی- ألا لا یخلون رجل بامرأة فإن ثالثهما الشیطان. (صحیح ابن حبان دار الفکره/ ۳۳۰)

والخلوة بالأجنبیة حرام. (در مختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس، کراچی ۶/۳٦٨، زکریا ۹/۵۲۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۵۷۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۱/۸ھ

بیوی کا زمانۂ طویل تک شوہر سے الگ رہنے کا حکم

سوال [۷۰۳۸]: (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری لڑکی کی شادی اب سے دس سال پہلے ہوئی تھی، شادی کے ۴؍۵؍ ماہ بعد میاں بیوی میں جھگڑا ہونے لگا، میرا داماد کئی کئی دن گھر سے غائب رہتا، شراب، جوا، چوری، وغیرہ میں ملوث رہتا، میری لڑکی کو میرے گھر یعنی اپنے میکہ آنے نہیں دیتا تھا، میں پولیس میں ایف آئی آر کرا کر بذریعہ پولیس اپنی بیٹی کو گھر لے آیا تھا، میرا داماد جیل میں بند ہو گیا تھا اس کے بعد میں اس کی اس کے دوستوں نے ضمانت کرالی تھی، لیکن اس کے بعد پتہ نہیں وہ کہاں غائب ہے نہ دہلی میں نہ بمبئی میں ہے، عدالت نے بار بار اس کے گھر نوٹس بھجوائے، پولیس اس کے گھر پر گئی مگر وہ ہاتھ نہ آیا، ۹؍۱۰؍ سال سے اس کا کچھ پتہ نہیں ہے، میری لڑکی میرے گھر پر ہے، میری لڑکی سے پہلے بھی وہ کئی شادیاں کر چکا ہے، اس کا علم مجھے بعد میں ہوا میں اپنی لڑکی کا دوسرا شرح (نکاح) کرنا چاہتا ہوں لیکن ابھی اس لیے رکا ہوا ہوں کہ اس کے شوہر نے اسے طلاق نہیں دی ہے، میں بہت غریب آدمی ہوں، قریب ۹؍۱۰؍ سال سے میری لڑکی نے نہ اپنے شوہر کی صورت دیکھی نہ کہیں ملاقات ہوئی ہے، کیا اس صورت میں اس کا دوسرا نکاح ہوسکتا ہے؟ مہربانی فرما کر اس کی وضاحت کریں، یہ جو کچھ میں نے تحریر کیا ہے وہ بالکل سچ ہے، خدا کو حاضر وناظر مان کر میں نے یہ سب بالکل سچ تحریر کیا ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: طویل زمانہ تک شوہر سے الگ رہنے کی وجہ سے بیوی شوہر کے نکاح سے شرعی طور پر الگ نہیں ہوتی، بلکہ بدستور اسی شوہر کی بیوی ہے، جب تک اس شوہر سے طلاق یا شرعی تفریق حاصل نہ ہوگی دوسری جگہ نکاح جائز نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۰/ ۲۳۶)

لأن الامتناع عن قربانها في أكثر المدة بلا مانع و بمثله لا يثبت حكم الطلاق فيه. (هدايه، كتاب الطلاق، باب الإيلاء، اشرفي ديوبند ۲/ ۴۰۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۹۰۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/۳/ ۱۴۱۹ھ

نکاح کے بعد رخصتی نہ ہونے سے نکاح ختم نہیں ہوتا

سوال [۷۰۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: محمد نعیم کو نکاح کئے ہوئے تقریباً پانچ سال سے زیادہ ہونے کو جارہا ہے اس صورت حال میں نکاح قائم رہا کہ نہیں، چونکہ نکاح کے بعد لڑکی اپنے باپ کے گھر ہی رہی اور اپنے شوہر کے گھر نہیں آئی، عمر کا کہنا ہے کہ جب دلہن نکاح کے بعد اپنے شوہر کے گھر نہیں گئی، لہٰذا نکاح خود بخود ختم ہو گیا، یعنی طلاق واقع ہوگئی، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد نعیم الدین شیخ صدیقی، محلہ پیر غیب، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب شرعی طور پر نکاح صحیح ہو چکا ہے تو جب تک شوہر شریعت کے مطابق طلاق نہ دے اور شوہر سے شرعی تفریق حاصل نہ ہو جائے اس وقت

تک بدستور نکاح باقی رہے گا، چاہے اس پر پوری عمر گذر جائے تب بھی نکاح باقی رہے گا، لہٰذا نکاح کسی حالت میں بھی خود بخود ختم نہیں ہوگا اور جو یہ کہتا ہے کہ شوہر کے گھر نہ آنے کی وجہ سے نکاح خود بخود ختم ہوگیا، صحیح نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۰/ ۳۴۳، جدید ڈابھیل ۱۱/ ۹۸)

لأن الامتناع عن قربانها في أكثر المدة بلا مانع و بمثله لا يثبت حكم الطلاق فيه. (هدايه، كتاب الطلاق، باب الإيلاء، اشرفی ديوبند ۲/ ۴۰۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ ذی قعدہ ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۸۹۵۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/ ۱۰/ ۱۴۲۶ھ

شوہر کی بیماری کی وجہ سے عورت کا طلاق کا مطالبہ کرنا

سوال [۷۰۴۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص کو بہت شدید بیماری ہے جو ختم ہونا ناممکن ہے اور بیوی اس بیماری کی وجہ سے رہنے سے انکار کرتی ہے تو کیا بیوی اس سے طلاق لے سکتی ہے یا نہیں اور شوہر طلاق دینے سے انکار کرتا ہے تو ایسی صورت میں کیا حکم نافذ ہونا چاہیے، وضاحت سے نوازیں۔

المستفتی: محمد افضل حسین سپولوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شوہر کے بیمار ہوجانے کی وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں ہے جبکہ وہ بیماری جنسی تعلقات کو مانع نہ ہو۔

لا يتخير أحدهما أى الزوجين بعيب الآخر فاحشا كجنون و جذام و برص (وفى الشامية) ليس لواحد من الزوجين خيار فسخ النكاح بعيب فى الآخر عند أبى حنيفة و أبى يوسف. (شامی، كتاب الطلاق، باب العنين، كراچی ۳/ ۵۰۱، زكريا ۵/ ۱۷۵)

ولا خيار لها أى للزوجة إن وجدت به عيبا ولو فاحشا جنونا أو

جذاما أو برصا أو جربا أو جدريا أو زمانة أو سوء خلق أو غير ذٰلک سوی العنانة، والجب والخصّی ...... خلافا لمحمد إذا كانت بحال لا تطيق المقام معه -إلی- تتخير عند محمد بالثلاثة الأول و بكل عيب لايمكنها المقام معه إلا بضرر. (سكب الأنهر في شرح الملتقى الأبحر، دار الكتب العلمية بيروت ۲/۱٤۱، فتح القدير، دار الفكر بيروت ٤/۳۰۳، كوئٹه ٤/۱۳۳، زكريا ديو بند ٤/۲۷۲، البحر الرائق كوئٹه ٤/۱۲٦، زكريا ٤/۲۱۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/۳۴۲۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۴/۱۴۱۴ھ

فسخ وتفریق کا ایک مسئلہ

سوال [۷۰۴۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: محکمہ شرعیہ تمل ناڈ وشہر ویلور میں بعض فسخ نکاح کے مقدمات زیر سماعت ہیں لیکن وہ حل نہیں کیے جاسکے ہیں، محکمہ شرعیہ کے ایک اہم رکن جو مدرسہ کے مفتی بھی ہیں تفریق کے حق میں نہیں ہیں، کہتے ہیں کہ فسخ کا دروازہ کھولنا فتنوں کو دعوت دینا ہے، چنانچہ وہ دو شرائط کا حوالہ دے کر مقدمہ خارج کرنے پر اصرار کرتے ہیں، ایک شرط فسخ چاہنے والی کا نان ونفقہ کے لیے محتاج ہونا، دوسرے اپنی جوانی کی وجہ سے گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ پایا جانا، فرماتے ہیں کہ عرضی دعویٰ میں ایسے کسی لفظ کی صراحت ضروری ہے جس سے یہ اندیشہ متحقق ہو، براہ کرم حسب ذیل دو صورتوں میں فسخ نکاح کے مقدمات کی کارروائی اور فیصلے کی رہنمائی فرمائیں تو نوازش ہوگی۔

(مقدمہ ۸/، مؤرخہ: ۳۰/۷/۲۰۰۲ء): نوشاد بیگم عمر ۳۴/سال، نکاح کے چند ماہ بعد شوہر علاؤ الدین کی پہلی زوجہ چند افراد کو لے کر آ دھمکی اور اپنے شوہر کو گھسیٹ کر لے گئی، نوشاد بیگم کو طلاق دینے کے ارادہ سے شوہر نے ٹیلی فون پر بلایا، لیکن موقعہ پر نہ پہنچنے کی وجہ سے

بات نہ ہوسکی، پھر شوہر کی جانب سے کوئی رابطہ نہیں ہوا، اس کے دیئے ہوئے گھر کے پتہ پر تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ غلط پتہ تھا، اس نے غلط پتہ دیا، اوراپنے شادی شدہ ہونے کو چھپایا، اس گاؤں میں کوئی اسے جانتا بھی نہیں تھا، تلاش بسیار کے باوجود وہ نہیں مل سکا،نوشاد بیگم کواورایک جگہ سے پیغام آیا ہے اس لیے وہ اپنے شوہر سے تفریق چاہتی ہے،اس نے محکمہ شرعیہ میں مقدمہ دائر کیا،محکمہ شرعیہ کے ذریعہ بھی تحقیقات کرائی گئی،شوہر کا پتہ نہیں چل سکا اس صورت میں تفریق کی کیا شکل ہے؟

(مقدمہ۲/ر، مؤرخہ۲/۳/۲۰۰۲ء): عائشہ فاطمہ،عمر بیالیس سال،شوہر محمد یوسف نے دھوکہ دے کر نکاح کیا کہ اس کا بڑا کاروبار ہے،لیکن اس نے نکاح کے بعد عائشہ فاطمہ کی نقدی زیورات سب خرچ کردیئے اور بیوی کا مکان دکھلا کر لاکھوں روپۓ قرض حاصل کیے، اور پھر لاپتہ ہوگئے، عائشہ فاطمہ اپنی بوڑھی ماں اور چھوٹی بچی کے ساتھ اپنے مکان پر رہتی ہے،قرض داروں نے پولیس میں اپنے خلاف رپورٹ درج کرائی ہے، پولیس عائشہ فاطمہ کو تنگ کررہی ہے، اور بہت پریشان کررہی ہے، یوسف بالکل لاپتہ ہے، عائشہ فاطمہ نے فسخ نکاح کے لیے محکمہ شرعیہ میں مقدمہ دائر کیا، یوسف کے قریبی رشتہ داروں نے تحقیقات شروع کروائی، اخبارات میں اعلان دیا گیا،لیکن کوئی پتہ نہیں چل سکا،تفریق کی کیا صورت ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بعدہٗ گذارش یہ ہے کہ آنجناب کا پیش کردہ مکتوب متعلق محکمہ شرعیہ بغور پڑھا گیا دونوں مقدمات کے بارے میں کوئی تفصیل ہمارے سامنے نہیں ہے، پہلے مقدمہ کے بارے میں آنجناب کی مختصر تحریر سے دو مقامات پر بات صاف سمجھ میں نہیں آئی۔

(۱) شوہر علاؤالدین کواس کی پہلی بیوی چندافراد کولے کرآدھمکی،شوہر کو ساتھ گھسیٹ کرلے گئی،جب اتنا بڑا واقعہ پیش آیا تو دوسری بیوی اوراس کے آس پاس رہنے والے کو یہ پتہ نہ چلا ہو کہ آنے والے لوگ کہاں کے ہیں، اور کیسے ہیں،اس لیے اس بات میں تردد ہے۔

(۲) دوسری بات یہ بھی صاف سمجھ میں نہیں آسکی کہ شوہر نے طلاق دینے کے ارادے سے فون پر بیوی کو بلایا ہے موقع پر نہ پہنچ سکنے کی وجہ سے بات نہ ہوسکی، تو شوہر نے براہ راست بیوی سے فون پر بات کی بھی، کسی خاص جگہ پہنچ کر طلاق دی جائے گی، یا کسی کے واسطے سے بلایا اور طلاق دینے کے لیے بلایا ہے، یہ کیسے معلوم ہوا، اگر اتنی باتیں معلوم ہوگئی ہیں تو شوہر کہاں رہتا ہے، پتہ کیوں نہیں چلا اور جو غلط پتہ دیا ہے وہ واضح کیوں نہیں ہوا، اس لیے اس بارے میں محکمہ شرعیہ کو کھوج لگا کر تحقیق کرنے کی ضرورت ہے۔

اور دوسرا مقدمہ عائشہ فاطمہ سے متعلق ہے ایسے مقدمہ میں ہمارے یہاں عورت کی طرف سے دونوں باتوں میں سے ایک کے اندیشہ ظاہر کرنے کی صورت میں ایک سال کے انتظار کے بعد نکاح فسخ کیا جاتا ہے (۱) عورت خرچہ اخراجات، نان ونفقہ کی محتاجی ظاہر کرے اور اس کے اخراجات کے لیے کوئی نظم نہ ہو سکے (۲) عورت گناہ میں مبتلا ہوجانے کا خطرہ ظاہر کرے، ان دو شرطوں کے بغیر ہمارے یہاں مفقود شخص کی بیوی کا نکاح فسخ نہیں کیا جاتا اور نہ محکمہ شرعیہ طلاق دیتا ہے، لہٰذا آپ کے یہاں جن مفتی صاحب نے دو شرطوں کا حوالہ دیا وہ صحیح ہے، اور ہمارے امارت شرعیہ کی جانب سے جو محکمات شرعیہ پورے ملک میں قائم ہیں ان میں اس طرح کے معاملات میں ''الحیلۃ الناجزۃ'' کو بنیاد بنا گیا ہے اور الحیلۃ الناجزۃ میں فسخ کے لیے ان شرائط کو لازمی قرار دیا گیا ہے، اس لیے اگر مدعیہ نے اندیشہ فتنہ یا نان ونفقہ سے متعلق عرضی دعویٰ میں صاف الفاظ سے نہیں لکھا ہے تو ان کو بلا کر بیانات لیے جائیں، اگر بیانات میں اندیشہ فتنہ اور نان ونفقہ سے متعلق محتاجی کا دعویٰ کرتی ہے تو ان کو بنیاد بنا کر طلاق یا فسخ کے متعلق غور کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۱۱؍ جمادی الثانی ۱۴۲۴ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۰۹۱/۳۷)	۱۴۲۴/۶/۱۱ھ

نبھاؤ کی شکل ممکن نہ ہو تو طلاق یا خلع کے ذریعہ تفریق کا حکم

سوال [۷۰۴۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: فاطمہ کا نکاح نوسال قبل زید کے ساتھ ہوا تھا لیکن رخصتی نہیں ہوئی، جس کی وجہ سے خلوت صحیحہ کی نوبت نہیں آئی، فاطمہ کے والدین نکاح کے بعد زید اوراس کے والدین سے رخصتی کی بابت بات کرتے رہے، لیکن زید رخصتی کوملتوی کرتا رہا جس کا سبب حصول تعلیم، بے روزگاری اور کمزور صحت بتاتا رہا، اس طرح پانچ برس گذر گئے اور مذکورہ بالا اسباب پورے نہیں ہوئے، علاوہ ازیں نہ ہی زید نے اس دوران اخلاقی طور پر اپنی سسرال کا رخ کیا اور نہ ہی اپنے سسرالی رشتوں سے رغبت کا اظہار کیا، جبکہ زید کے خسر اور ساس اور دیگر متعلقین پرمسرت مواقع پر زید کو مدعو کرتے رہے، لیکن اپنے داماد مثل بیٹے کی تشریف نہ لانے پر محروم ومایوس رہے، اب معاملہ کو الجھے نوبرس ہوگئے، فریقین ایک ہی گاؤں کے رہنے والے ہیں اس لیے اس دوران فاطمہ کو زید کی بے رخی، بے رغبتی، بداخلاقی اور نااہلی کا احساس ہوگیا جس کی بنا پر فاطمہ کے دل میں زید سے نفرت وکراہت پیدا ہوگئی، اوراس نے خاموشی کو توڑتے ہوئے زید سے خلع کا مطالبہ کیا، جس کو زید نے اپنی توہین سمجھ کر انکار کردیا، اور آج تک انکار ہی کرتا رہا ہے، اور کہتا ہے کہ صرف ایک بار رخصت کردو بعد میں طلاق دیدوں گا، زید کی اس بدنیتی کو بھانپ کر فاطمہ نے اس فعل سے قطعی طور پر انکار کردیا، جس کی دلیل وہ بیان کرتی ہے کہ آج جو اس کی اہمیت وحیثیت ہے کل اس فعل کے بعد موجود غیر اسلامی سماج میں نہیں رہے گی، اور پسندیدہ نکاح ثانی ممکن نہیں ہوگا، زید سے خلع کے واسطے منت وسماجت ناکام ہوگئی، جب کہ زید حافظ وعالم قرآن ہے، اس صورت حال میں اب فاطمہ کیا کرے، جبکہ شریعت نے اس کو خلع کا اسی طرح حق دیا ہے جس طرح مرد کو طلاق کا، اب اگر زید بضد فاطمہ کو طلاق نہ دے تو کیا فاطمہ اپنا نکاح ثانی کرسکتی ہے، یا نہیں، قرآن وسنت کی روشنی میں مدلل اور مفصل جواب عطا فرمائیں۔

المستفتی: حاجی چھوٹے، موضع سرس کھیڑا، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگرسوال میں تحریر کردہ امور مواقع کے مطابق

اور صحیح ہیں تو لڑکے کی طرف سے رخصتی کے معاملہ میں ایک مدت تک لاپرواہی رہی ہے، جس کی وجہ سے لڑکی تشویش کا شکار ہوگئی ہے، اور معاملہ بگڑ گیا، اور جانبین سے ایک کا دوسرے پر اعتماد باقی نہیں رہا، اور ساتھ رہ کر عفت کی زندگی اور نبھاؤ کی صورت باقی نہیں رہی، تو ایسے حالات میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ آپس میں بیٹھ کر سنجیدگی کے ساتھ معاملہ کو ختم کردیں، یا جانبین سے سمجھ دار لوگ بیٹھ کر سنجیدگی سے دونوں کی آئندہ زندگی کو پیش نظر رکھ کر مسئلہ کو نمٹا دیں، اگر لڑکا طلاق دینے کے لیے تیار نہ ہو اور لڑکی خلع کی پیشکش کرے تو لڑکے کو خلع پر آمادہ کرلیا جائے، اور خلع کی رقم ادا کر کے لڑکے سے شرعی تفریق لڑکی حاصل کرلے، اس کے بعد دونوں اپنی اپنی عفت کی زندگی کے لیے دوسری جگہ نکاح کرلیں، اور محض لڑکی فاطمہ کو نقصان پہنچانے کے لیے یا اس کو بے وزن کرنے کے لیے زید طلاق نہ دے، تو وہ سخت گنہگار ہوگا، اور فاطمہ کے لیے زید سے طلاق یا شرعی تفریق حاصل کیے بغیر نکاح ثانی کرنا جائز نہیں ہے، نیز زید سے طلاق یا شرعی تفریق حاصل ہوجانے کے بعد فاطمہ کو دوسری جگہ نکاح کرنے کے لیے عدت گذارنے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ نکاح کے بعد فاطمہ کی رخصتی نہیں ہوئی ہے۔

﴿قال الله تعالیٰ: وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِنْ اَهْلِهَا اِنْ يُرِيْدَا اِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا .[النساء: ۳۵] ﴾

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ .[البقرة: ۲۲۹] ﴾

﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا .[الأحزاب: ۴۹] ﴾ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

املاہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۰۳۸)

شوہر کے ظلم وستم کی بناء پر بیوی کا میکہ میں رہنا اور مہر کا مطالبہ کرنا

سوال [۷۰۴۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: میری شادی بموجب شریعت اسلامیہ مؤرخہ ۱۲؍نومبر ۲۰۰۶ء کوہمراہ جاوید خان ساکن محلّہ طویلہ بالعوض دین مہر مبلغ پچیس ہزارروپیہ عمل میں آئی تھی، اور میں رخصت ہو کراپنے شوہر کے گھر سسرال چلی گئی تھی، اورشوہر کے گھر رہ کرحقوق زوجیت ادا کیے لیکن کچھ ہی دنوں میں اپنی سسرال والوں کے ظلم وستم اور کارومکان کی مانگ سے تنگ آکراور پریشان ہوکراپنے والدین کے گھر رہ رہی ہوں، مہر معاف نہیں کیا ہے، ان حالات میں میں اپنے شوہر سے دین مہر پانے کی حقدار ہوں یا نہیں؟

المستفتی: ممتاز فاطمہ دولت باغ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شوہر کی طرف سے کارومکان کی مانگ کی بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی، ہاں البتہ دین مہر آپ کا حق ہے، اگر شوہر اپنے طور پر آپ کو طلاق دیدے گا تو آپ دین مہر وصول کرنے کی حقدار ہوں گی، لیکن اگر طلاق کا مطالبہ آپ کی طرف سے ہوتو شوہر کی طرف سے اس طرح کی شرط لگانے کی گنجائش ہو جاتی ہے کہ مہر معاف کرنے کی شرط پر طلاق دیدے، اب رہی سسرال والوں کی طرف سے ظلم وستم کی بات تو وہ کسی طرح جائز نہیں اگر واقعی ان کی طرف سے ظلم وستم ہے تو وہ لوگ سخت گناہ کے مرتکب ہوں گے اور اللہ کے یہاں ماخوذ ہوں گے۔

عن أبي سعيد الخدري يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما من عبد يظلم رجلا مظلمة في الدنيا لا يقصه من نفسه إلا أقصه الله منه يوم القيامة. (شعب الإيمان، دار الكتب العلمية بيروت ٦/٥٥، رقم ٧٤٨٤)

والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة، الدخول والخلوة الصحيحة و موت أحد الزوجين سواء كان مهر المثل أو مسمى حتى لا يسقط منه شيئ بعد ذٰلک إلا بالإبراء من صاحب الحق. (هنديه، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر، الفصل الثاني فيما يتأكد به المهر زكريا قديم ١/٣٠٣، جديد ١/٣٧٠)

و إن طلقها على مال فقبلت وقع الطلاق و لزمها المال. (هنديه، كتاب

الطلاق، الباب الثامن فی الخلع، الفصل الثالث فی الطلاق علی المال، زکریا قدیم ۱/ ٤٩٥، جدید ۱/ ٥٩٤)

وإن خالعها علی مهرها فإن کانت المرأة مدخولا بها وقد قبضت مهرها یرجع الزوج علیها بمهرها و إن لم یکن مقبوضا سقط عن الزوج جمیع المهر. (هندیه، زکریا قدیم ۱/ ٤٨٩، جدید ۱/ ٥٤٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۵۴۲/۳۸)

شراب پینے اور بیوی کو پلانے اور غیر فطری صحبت کرنے والے سے فسخ نکاح

سوال [۷۰۴۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرا شوہر جس کا نام شاہنواز ولد محمود مرحوم زبردستی مجھ کو شراب پلاتا ہے اور خود بھی پیتا ہے، اور غیر فطری صحبت بھی کرتا ہے، جس کی وجہ سے مجھ کو بدنی اور روحانی تکلیف بھی ہوتی ہے، جب میں نے اس سے کہا کہ تمہارا یہ فعل فطری نہیں ہے خدا اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف ہے، تو اس نے مجھے جواب دیا کہ میں اگر خدا اور اس کے رسول کے احکام پر عمل کرتا اور مانتا تو اس فعل کو نہ کرتا، لہٰذا اس مسئلہ میں مجھے کیا کرنا چاہیے، اسی بات کو میں نے اس کی والدہ سے بھی کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ جیسا تمہارا شوہر کہے اس کام کو کرنا چاہیے، نیز مندرجہ بالا وجوہ کی بنا پر شرعی کمیٹی کے روبرو اپنا بیان دینا چاہتی ہوں اور میں اس سے علیٰحدگی چاہتی ہوں، تو میرا یہ قدم خدا اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف تو نہ ہوگا۔

المستفتی: شکیلہ عثمانی بنت امیر احمد، اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شراب ام الخبائث ہے اس کا پینا پلانا اور بیوی سے غیر فطری فعل (لواطت) کرنا حرام اور گناہ کبیرہ اور غضب الٰہی کا سخت خطرہ ہے، نیز یہ جملہ کہ خدا

اوراس کے رسول کے احکامات پر عمل کرتا اور مانتا تو میں اس فعل کو نہ کرتا، یہ جملہ ایمان کے لیے خطرناک ہے، فوراً ان تمام حرکات شنیعہ سے توبہ واستغفار کرکے باز آجانا لازم ہے، ورنہ بیوی کو طلاق لینے یا خلع کرنے یا محکمہ شرعیہ سے نکاح فسخ کراکے علیٰحدگی کا حق حاصل ہوگا، اور جب تک توبہ نہ کرے اس سے برادرانہ تعلق نہ رکھنا چاہیے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۰/ ۲۲۹)

﴿اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ. [مائدہ: ۹۰] ﴾

عن أبی هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: ملعون من أتی امرأته فی دبرها. (سنن أبی داؤد، كتاب النكاح، باب فی جامع النكاح، النسخة الهندية ۱/ ۲۹٤، دار السلام رقم: ۲۱٦۲)

عن أبی هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: إن الذی يأتی امرأته فی دبرها لا ينظر الله إليه. (مسند أحمد بن حنبل ۲/ ۲۷۲، رقم: ۷٦۷۰)

اللواطة بمملوكه أو مملوكته أو امرأته حرام إلا أنه لو استحله لا يكفر.

(شامی، كتاب الحدود، مطلب لا تكون اللواطة فی الجنة، كراچی ٤/ ۲۸، زكريا ٦/ ٤۲)

ثم إن عيوب الرجل التی تجعل للمرأة حق طلب الفسخ (إلی قوله) أو أمكنه أن ياتی زوجته فی دبرها لا فی قبلها فمن وجدت فيه حالة من هذه الأحوال كان عنينا بالنسبة لزوجته و كان لها حق طلب الفسخ. (كتاب الفقه علی المذاهب الأربعة، دار الكتب العلمية بيروت ٤/ ۹۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵ رجمادی الثانیہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۴۲/۲۴)

عمر قید ہونے والے شوہر کی بیوی کا حکم

سوال [۷۰۴۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ زید کسی الزام میں گرفتار ہو گیا اور اس کو عمر قید یا دس سال کی قید کی سزا سنادی گئی، ان حالات میں زید کی بیوی کیا دس سال تک اپنے شوہر کا انتظار کرے گی، کیونکہ ہندوستان میں اسلامی قوانین نافذ نہ ہونے کی وجہ سے قتل یا ارادۂ قتل یا اسی جیسے جرائم میں لمبی لمبی سزا ملتی ہے، تو بیوی کو جس کا کوئی قصور نہیں کیا اس کو نکاح کے فسخ کی اجازت دی جائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ صورت میں حنفیہ کا مذہب یہی ہے کہ نکاح فسخ نہیں ہوسکتا، البتہ ایسی عورت کی رہائی کے واسطے جو صورت باتفاق ائمہ صحیح ہے وہ یہ ہے کہ اس کے خاوند کو خلع پر راضی کرا کر خلع کرالیا جائے، لیکن جب شوہر اس پر راضی نہ ہو اور عورت صبر کر کے بقیہ زمانہ عصمت وعفت میں نہ گذار سکتی ہو تو ایسی سخت مجبوری میں اس بات کی گنجائش ہے، کہ مذہب مالکیہ کے موافق عورت قاضی یا اس کے قائم مقام جماعت مسلمین کے سامنے تفریق کا مطالبہ پیش کرے۔ (مستفاد: الحیلۃ الناجزۃ قدیم ۶۳، جدید امارت شرعیہ ہند ۱۰۳، فتاویٰ دارالعلوم ۱۰/ ۲۳۰)

﴿**قال اللہ تعالیٰ: وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِنْ اَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ اَهْلِهَا اِنْ يُرِيْدَا اِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا**. [النساء: ۳۵]﴾

لایفرق بینهما بعجزه عنها ولا بعدم إیفاءه لو غائبا حقها. (در مختار، کتاب الطلاق، باب النفقة، زکریا ۵/ ۳۰۶، کراچی ۳/ ۵۹۰)

السنة إذا وقع بین الزوجین اختلاف أن یجتمع أهلهما لیصلحوا بینهما فإن لم یصطلحا جاز الطلاق والخلع. (شامی، کتاب الطلاق، باب الخلع، کراچی ۳/ ۴۴۱، زکریا ۵/ ۸۷، مجمع الأنهر، دار الکتب العلمیة بیروت ۲/ ۱۰۲، تاتارخانیة زکریا ۵/ ۵، رقم: ۸۰۷۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/۴/۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۱۲۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۶/۴/۱۴۲۰ھ

شوہر کے ساتھ رہنے سے انکار اور اجنبی کے ساتھ رہنے پر اصرار سے فسخ نکاح

سوال [۷۰۴۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: خالدہ ایک جوان لڑکی ہے جس کا نکاح دو سال قبل ساجد کے ساتھ ہوا، لیکن اتنے عرصہ میں کوئی اولاد نہ ہوئی، لہٰذا دو سال کے بعد خالدہ ایک رات زید کے ساتھ بھاگ گئی، رات بھر زید کے ساتھ رہی صبح کے وقت لڑکی کے بھائی ماجد نے اپنے بہن خالدہ کو زید کے ساتھ پکڑا اور اپنے گاؤں لایا، لانے کے بعد ایک میٹنگ منعقد کی گئی، نیز میٹنگ کے لوگوں نے پوچھا کہ آیا تم کو زید زبردستی لایا ہے یا تم خود آئی ہو تو لڑکی نے جواب دیا کہ میں خود زید کو لے کر آئی ہوں، پھر پوچھا تم شوہر کو چھوڑ کر زید کے ساتھ کیوں گئی؟ کیا تم کو ساجد پسند نہیں ہے، اگر نہیں ہے تو اسی وقت شادی نہیں کرنی چاہیے، تو لڑکی نے جواب دیا کہ یہ لڑکا نہ تو آج پسند ہے نہ ہی کل پسند تھا، البتہ جہاں تک میری نکاح کی بات ہے تو میں اس وقت بار بار انکار کررہی تھی باوجود میرے انکار کے میرے گھر والوں نے زبردستی میرا نکاح ان کے ساتھ کردیا، اور نکاح کے بعد زبردستی مجھے سسرال بھیج دیا نہ جانے پر میرے بھائی نے سخت پٹائی کی، لہٰذا میں مجبور ہوکر سسرال چلی گئی، اور ماں باپ کے گھر آنا بند کردیا، ادھر سسرال والے ظلم کرنے لگے اور سب کو برداشت کرتی رہی، جس وقت میرا نکاح ہوا تھا اسی وقت سے میں سوچ رہی تھی کہ میں خود ایک اچھا لڑکا تلاش کروں گی اور اسی سے شادی کروں گی، یہ ارمان لیے ہوئے پورے دو سال گذر گئے مگر کوئی لڑکا پسند نہ آیا دو سال کے بعد ایک لڑکا پسند آیا تو میں نے اسے دیکھتے ہی فیصلہ کرلیا، کہ اسی سے شادی کروں گی، لیکن خود کہنا عیب تھا، اسی عیب کو لے کر میں اس لڑکے سے تذکرہ نہ کرپائی، بالآخر ڈیڑھ ماہ کے بعد اپنے دل پر پتھر رکھ کر کہہ دیا تو لڑکے نے جواب دیا کہ سماج میں اس کام کی اجازت نہیں، لہٰذا میں ایسا کرنے سے مجبور ہوں تو میں نے کہا اگر سماج اجازت نہیں دیتا تو ہم لوگ دوسرے شہر میں چلے جائیں گے اور وہاں نکاح کرلیں گے، لہٰذا میں نے کسی طرح لڑکے کو تیار کیا اور رات میں اس کے ساتھ

بھاگ نکلی، بھاگتے ہوئے میرے بھائی نے پکڑ لیا اور میٹنگ میں لایا گیا اس مجمع میں لڑکی کا شوہر موجود تھا تو ان سے پوچھا گیا کہ تم اس کے ذمہ دار ہو لڑکے نے جواب دیا نہیں، اس کا ذمہ دار بھائی ہے، اتنا کہنا تھا کہ میٹنگ ختم ہوگئی، لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے لڑکا اور لڑکی بھی، تھوڑی دیر بعد لوگ لڑکے کے مکان پر گئے تو اس وقت لڑکی کا شوہر اس پر ظلم کر رہا تھا، یہاں تک کہ لڑکی کا جسم لہولہان ہوگیا تھا، جب یہ لوگ گئے تو ان حضرات نے لڑکے کو منع کیا کہ تم اس کے اوپر ظلم نہ کرو تو لڑکا رک گیا لیکن غصہ بہت تھا، پھر ان لوگوں نے لڑکی کو متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ تم کیا چاہتی ہو تو لڑکی نے جواب دیا کہ جو چیز میں چاہتی ہوں کیا آپ پوری کریں گے، تو لوگوں نے کہا ضرور، تو لڑکی نے کہا: مجھے صرف زید چاہیے، اب میرا مرنا جینا اسی کے ساتھ ہوگا نہ کہ ساجد کے ساتھ، اور ساجد بھی وہیں پر یہ سب باتیں سن رہا تھا، لوگ سمجھا رہے تھے، لیکن لڑکی صرف زید زید کہہ رہی تھی، یہی نہیں بلکہ لڑکی نے کہا کہ اگر مجھے قتل کر دیا جائے تو جنت میں زید ہی کے ساتھ رہوں گی، نہ کہ ساجد کے ساتھ۔

خلاصہ یہ کہ لڑکی کا کہنا ہے کہ میں رہوں گی تو صرف زید کے ساتھ اور میں زید کو حاصل کر کے رہوں گی، چاہے جان کی بازی کیوں نہ لگانی پڑے، تو ساجد کا نکاح ختم ہوا یا نہیں اور زید کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہوگا کہ نہیں؟

المستفتی: خلیق الزماں قصبہ وایا سمجھو گنج، بانکا (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) خالدہ کا نکاح جو اس کے گھر والوں نے زبردستی اس کی رضامندی کے بغیر جبراً کر دیا اور اس نے مجبور ہو کر اجازت دیدی تو یہ نکاح بالکل صحیح اور لازم ہوگیا اور اب طلاق یا شرعی تفریق کے بغیر زید کے ساتھ نکاح درست نہیں، اولاً ساجد سے اپنا نکاح ختم کرادے، پھر عدت کے بعد زید سے نکاح کر سکتی ہے۔

ومنها أن لا تکون منکوحۃ الغیر لقولہ تعالیٰ: والمحصنٰت من النساء وهی ذوات الأزواج. (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی بیان عدم جواز النکاح معتدۃ الغیر، زکریا ۲/ ۵٤۸)

فصل: ومنها أن لا تكون معتدة الغير لقوله تعالىٰ: ولاتعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله. (بدائع الصنائع، زكريا ۲/ ۵٤۹)

وقال الإمام الرازي في تفسيره (والمحصنٰت من النساء) والمعنى أن ذوات الأزواج حرام عليكم إلا إذا ملكتموهن بنكاح جديد بعد وقوع البينونة بينهن و بين أزواجهن. (تفسير كبير للرازي، النساء، تحت رقم الآية: ٢٤/بيروت ١٠/ ٤٠)

(۲) اورلڑکی کا یہ کہنا کہ میں رہوں گی تو صرف زید کے ساتھ اور میں زید کو حاصل کر کے رہوں گی چاہے جان کی بازی کیوں نہ لگانی پڑے وغیرہ کہنے سے وہ ساجد کی زوجیت سے نہیں نکلے گی، اس لیے کہ طلاق کا حق صرف شوہر کو ہے۔

قال الإمام الرازي قوله (وللرجال عليهن درجة) أن الزوج قادر على تطليقها (إلى قوله) أما المرأة فلا تقدر على تطليق الزوج. (تفسير كبير البقرة:٢٢٨ بيروت ٦/ ١٠١)

جب میاں بیوی کے درمیان نااتفاقی ہوتو بہتر یہ ہے کہ شوہر طلاق دیدے یا بیوی خلع کرالے۔

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهِ.﴾ [البقرة: ٢٢٩] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۱۷۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۵/۲۶ھ

پاگل اور کوڑھی شوہر سے تفریق کی شکل

سوال [۷۰۴۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک لڑکی جس کی شادی کو تقریباً نو سال ہو چکے ہیں اور جب سے اس کی شادی

ہوئی ہے تب سے اب تک اس لڑکی کو اپنے شوہر کے گھر کوئی آرام نہ ملا ہے، اور اب اس کا شوہر پاگل اور کوڑھی ہے، اور اس لڑکی کے پاس تین بچے ہیں، اور فی الحال وہ لڑکی تقریباً آٹھ ماہ سے اپنے بھائیوں کے گھر رہ رہی ہے، نیز اس لڑکے (شوہر) اور لڑکی (بیوی) کے گھر میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو کہ اس کا زندگی بھر ساتھ دے سکے، تو ایسے حالات میں وہ لڑکی اپنے شوہر سے طلاق لے کر دوسری جگہ شادی کرنا چاہتی ہے۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ وہ لڑکی طلاق لے کر دوسری جگہ شادی کرسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: نظام الدین، مقبرہ روڈ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب شوہر کے ساتھ رہ کر تین بچے بھی پیدا ہو گئے ہیں تو ممکن ہے کہ علاج ومعالجہ سے شوہر صحت یاب ہو جائے، لہٰذا اولاً شوہر کا علاج کیا جائے اگر علاج ناکام ثابت ہو جائے تب شوہر سے تفریق حاصل کرنے کی گنجائش ہوسکتی ہے، اور تفریق کے لیے اپنا معاملہ شرعی محکمہ میں پیش کردے، کیونکہ شوہر اگر پاگل یا کوڑھی ہے تو اس کی طلاق شرعاً معتبر نہیں ہے۔

ولایقع طلاق المولی علی امرأۃ عبدہ (إلی قولہ) والمبرتسم من البرسام بالکسر علۃ کالجنون. (در مختار، کتاب الطلاق، کراچی ۳/۲۴۳، زکریا ٤/٤٥١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ذی قعدہ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۴۱۹۹)

باطن نہ ملنے کی وجہ سے بیوی کا شوہر کے پاس جانے سے انکار

سوال [۷۰۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کی شادی ہندہ سے ہوئی تھی، ہندہ زید کے گھر پر تقریباً چار پانچ ماہ رہی، اس

کے بعد جب ہندہ اپنے میکہ گئی تو اب زید کے یہاں بالکل آنے کا دم نہیں بھرتی، کیا وجہ ہے واللہ اعلم کسی شکل سے بھی نہیں آتی، جب اس کو زید کے یہاں آنے کو کہا جاتا ہے اپنے رشتہ داروں میں چھپ جاتی ہے، پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی ہے بہت سمجھایا بجھایا مگر بے سود، وہ بار بار کہتی ہے کہ زید سے میرا باطن نہیں ملتا، بس اس کے یہی الفاظ ہیں، زید چھوڑنا نہیں چاہتا، اس شکل میں کیا کیا جائے؟ اگر زید طلاق نہ دے تو ہندہ کی زندگی خراب ہوتی ہے تو اس شکل میں زید کو حق ہے کہ وہ طلاق نہ دے کر ہندہ کو تا حیات معلق رکھے، ہندہ اپنے میکہ میں ہے، اس شکل میں زید سے خلع کرنا ضروری ہے یا کوئی آسان تدبیر اور شکل بتا دیں کہ زید کو کیا کرنا ہے کہ ہندہ کسی طرح آنا نہیں چاہتی؟

المستفتی: نسیم احمد شیر کوٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر زید کے اندر کوئی خامی نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے حقوق زوجیت ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو ایسی صورت میں ہندہ پر لازم ہے کہ زید کے پاس جا کر حق زوجیت ادا کرے، محض دل نہ ملنے کی وجہ سے رک جانے کا حق نہیں، ابھی ابتدائی زمانہ ہے کوشش کرے کہ وہاں دل مل جائے، معلق چھوڑنا بہتر نہیں لانے کی کوشش کریں، دونوں جانب کے لوگ مل کر لڑکی کو شوہر کے حوالہ کردیں، اور شوہر اس کے ساتھ محبت و ہمدردی، رواداری اور دیگر حقوق کو پوری طرح ادا کرے۔

﴿وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَحِيْمًا .[النساء: ۱۲۹]﴾

﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِنْ اَهْلِهَا اِنْ يُرِيْدَا اِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا .[النساء: ۳۵]﴾

ولابأس به عند الحاجة للشقاق بعدم الوفاق، وتحته في الشامية: أى لوجود الشقاق وهو الاختلاف وا لتخاصم، وفي القهستاني: السنة إذا وقع بين الزوجين اختلاف أن يجتمع أهلهما ليصلحوا بينهما فإن لم يصطلحا جاز الطلاق والخلع. (شامی، باب الخلع، کراچی ۳/۴۴۱، زکریا ۵/۸۷-۸۸، مجمع الأنهر، دار الکتب

العلمية بيروت ۲/ ۱۰۲، تاتارخانية زكريا ۵/ ۵ رقم: ۸۰۷۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۴؍محرم الحرام ۱۴۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۲۸۰)

نومسلمہ سے نکاح کے احکام

سوال [۷۰۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہمارے علاقہ کی کئی غیر مسلم لڑکیوں نے ایمان قبول کیا ہے اگر چہ مسلم لڑکوں سے شادی کی غرض سے کیا ہے اس میں مختلف صورتیں سامنے آرہی ہیں، دارالافتاء سے وضاحت مطلوب ہے (۱) غیر مسلم لڑکی شادی شدہ تھی مسلم لڑکے کے ساتھ فرار ہو کر اسلام قبول کرلیا اور فرار ہوئے صرف ۸؍دن ہوئے تھے کیا اس سے فوراً نکاح ہوسکتا ہے، یا عدت گذارنا ہوگی؟ اگر عدت ہے تو کتنے دن؟

(۲) فرارشدہ لڑکی حاملہ تھی ،شادی شدہ تھی، کیا اسلام قبول کر کے وضع حمل کے فوراً بعد نکاح ہوسکتا ہے یا وضع حمل کے بعد بھی عدت ہوگی پھر نکاح ہوگا؟

(۳) فرارشدہ لڑکی غیر شادی شدہ ہے، اسلام قبول کرتے ہی کیا مسلم لڑکا جس کے ساتھ فرار ہوئی ہے فوراً نکاح کرسکتا ہے، یا اسلام قبول کرنے کے بعد پہلے عدت پھر نکاح ؟

(۴) غیر مسلم لڑکی ایک طویل عرصہ سے تقریباً دوسال سے ایک مسلم لڑکے سے ناجائز تعلقات کے ساتھ رہ رہی تھی، اسی درمیان دومرتبہ حمل بھی ہوا، اس کو ساقط کرادیا، حالانکہ شادی شدہ ہے، مگر شوہر پردیس میں رہتا ہے، اب اس شادی شدہ غیر مسلم لڑکی نے اسلام قبول کرلیا، کیا فوراً وہ مسلم لڑکا اس سے نکاح کرسکتا ہے، یا کتنی عدت گذارنا ہے؟ پھر نکاح ہوگا۔

(۵) غیر مسلم غیر شادی شدہ لڑکی دوسال سے مسلم لڑکے سے ناجائز تعلقات کیے ہوئے تھی، اب اسلام قبول کرلیا، کیا اسلام قبول کرتے ہی فوراً نکاح ہوسکتا ہے یا عدت ضروری ہے، از راہ مہربانی ہر نمبر کی وضاحت کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) جس غیر مسلم شادی شدہ لڑکی نے اسلام قبول کیا ہے تو تین حیض گذرنے کے بعد پہلے غیر مسلم شوہر سے اس کا نکاح ٹوٹے گا، اس کے بعد وہ کسی مسلمان مرد سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو عدت کے طور پر تین حیض مزید گذارنے پڑیں گے اس کے بعد ہی مسلمان لڑکے کے ساتھ اس کا نکاح درست ہوگا۔ (مستفاد: امداد الاحکام ۴/ ۳۹۰، فتاویٰ دارالعلوم ۸/ ۳۹۱)

وإذا أسلمت المرأة في دار الحرب و زوجها كافر ...... لم يقع الفرقة عليها حتى تحيض ثلاث حيض ثم تبين من زوجها وهذا لأن الإسلام ليس سببا للفرقة والعرض على الإسلام متعذر لقصور الولاية ولا بد من الفرقة رفعا للفساد فأقمنا شرطها و هو مضي الحيض مقام السبب ولا فرق بين المدخول بها وغير المدخول بها. (هداية مع الفتح، كتاب النكاح، باب نكاح أهل الشرك، زكريا ٣/ ٣٩٨، كوئٹه ٣/ ٢٩٠، دار الفكر بيروت ٣/ ٤٢١)

ولو أسلم أحدهما أي أحد المجوسيين...... لم تبن حتى تحيض ثلاث حيض أو تمضي ثلاثة أشهر قبل إسلام الآخر إقامة لشرط الفرقة مقام السبب وليست بعدة لدخول غير المدخول بها، وقال الشامي: وهل تجب العدة بعد مضي هذه المدة؟ إن كانت هي المسلمة فخرجت إلينا فتمت الحيض فكذلک عند أبي حنيفة رحمه الله خلافا لهما و جزم الطحاوي بوجوبها قال في البحر: وينبغي حمله على اختيار قولهما. (شامي، باب نكاح الكافر، كراچی ٣/ ١٩١، زكريا ٤/ ٣٦٣، البحر الرائق زكريا ٣/ ٣٧٠، كوئٹه ٣/ ٢١٣، هنديه زكريا قديم ١/ ٣٣٨، جديد ١/ ٤٠٤)

(۲) فرارشدہ غیر مسلم لڑکی حاملہ اور شادی شدہ ہے تو اسلام قبول کرنے کے بعد وضع حمل تک اس سے نکاح جائز نہیں ہے، اور وضع حمل کے فوراً بعد نکاح ہوسکتا ہے، الگ سے کسی اور عدت کی ضرورت نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۲/ ۱۴۸، جدید زکریا ۸/ ۱۹۶)

وإن كانت حاملا لم تتزوج حتى تضع حملها لأنه ثابت النسب فإذا ظهر الفراش فى حق النسب يظهر فى حق المنع من النكاح احتياطا. (هدایه مع الفتح، زکریا ۳/ ٤٠٥، کوئٹه ۳/ ٢٩٦، دار الفکر بیروت ۳/ ٤٢٨)

وإن كانت حاملا لم تتزوج حتى تضع حملها و عن أبى حنيفةؒ أنه يصح النكاح ولا يقربها زوجها حتى تضع حملها كما فى الحبلىٰ من الزنا وفى المضمرات: والصحيح هو الأول. (تاتارخانية، زکریا ٤/ ٢٦٦، رقم: ٦١٤٧)

أما الحامل فحتى تضع على الأظهر لا للعدة بل لشغل الرحم بحق الغير. (شامی، کراچی ۳/ ١٩٣، زکریا ٤/ ٣٦٥)

(۳-۵) جس غیر مسلم غیر شادی شدہ لڑکی نے اسلام قبول کیا ہے وہ دیگر غیر شادی شدہ مسلمان لڑکیوں کی طرح ہے لہٰذا اسلام قبول کرنے کے فوراً بعد اس سے نکاح کرنا درست ہے، عدت کی ضرورت نہیں، کیونکہ عدت کی مشروعیت کی وجہ غیر کے نطفہ سے عورت کے رحم کو خالی کرنا ہے، اور چونکہ وہ پہلے سے کسی کی منکوحہ نہیں ہے اس لیے استبراء رحم کی بھی ضرورت نہیں، لہٰذا اسلام قبول کرتے ہی فوراً اس سے نکاح درست ہے۔

﴿**قال الله تعالىٰ: وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ.**[البقرة: ٢٢١]﴾

إن مشروعية العدة لتعرف براء ة الرحم أى خلوه عن الحمل. (شامی، باب العدة کراچی ۳/ ٥٠٥، زکریا ٥/ ١٨٢)

لأن الحكمة فيه التعرف عن براء ة الرحم صيانة المياه المحرمة عن الاختلاط والأنساب عن الاشتباه وذٰلک عند حقيقة الشغل أو توهم الشغل بماء محرم وهو أن يكون الولد ثابت النسب. (هدایه، کتاب الکراهیة فصل فی النظر والوطئ والمس، اشرفی دیوبند ٤/ ٤٦٤)

(۴) کسی بھی اجنبیہ عورت سے ناجائز تعلقات قائم کرنا سخت معصیت اور گناہ عظیم ہے اس سے توبہ کرنا لازم اور ضروری ہے، تاہم اس شادی شدہ غیر مسلم لڑکی نے جب اسلام قبول کرلیا ہے اور مسلمان لڑکے سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو پہلے شوہر سے علیٰحدگی کے لیے تین

حیض گذارنے ہوں گے، اس کے بعد مزید تین حیض گذار کر مسلمان لڑکے سے نکاح ہوسکتا ہے۔ (مستفاد: محمودیہ ڈابھیل ۱۳/۴۱۴)

وإذا أسلمت المرأة في دار الحرب و زوجها كافر ...... قال الشامي: وهل تجب العدة بعد مضي هذه المدة؟ إن كانت هي المسلمة فخرجت إلينا فتمت الحيض فكذٰلك عند أبي حنيفة خلافا لهما و جزم الطحاوي بوجوبها، قال في البحر: وينبغي حمله على اختيار قولهما. (شامی، کراچی ۳/ ۱۹۱، زکریا ٤/ ٣٦٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍ جمادی الثانیہ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۴۳۹/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۶/۷ھ

بیوی کے عیسائی ہونے سے نکاح کا حکم

سوال [۷۰۵۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امیر الاسلام صاحب نے ایک غیر مذہبی (عیسائی) عورت کو مسلمان بنا کر نکاح کیا تقریباً بارہ سال قبل جس سے ۱۴؍ اولا دملی ہیں، اب دوبارہ عورت عیسائی ہوگئی اور بچوں سمیت اپنے مذہب کی پوجا پاٹ کرتی رہتی ہے، اب ان بچوں کے بارے میں کیا کریں، کیونکہ عورت (مجورام) کی رہنے والی ہے، وہاں کے سرکاری قانون کے اعتبار سے اولاد عورت کوملتی ہے، نیز اگر ہم لوگ سرکاری اعتبار سے مقدمہ دائر کریں تو ہمارے مقدمہ اپنے وطن میں فیصلہ کے بجائے (مجورام) کورٹ میں فیصلہ ہوگا اور بچے عورت کومل جائیں گے۔

امید قوی ہے کہ مفصل جواب عنایت فرما کر عند الناس مشکور ہوں گے اور عند اللہ ماجور ہوں گے، اب فرمائیں عورت شوہر کے نکاح میں رہی ہے یا نہیں اور بچے کس کوملیں گے؟

المستفتی: امیر الاسلام کچھاڑی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر امیر الاسلام کی نو مسلم بیوی مذہب اسلام سے مرتد ہو کر عیسائی ہو گئی ہے تو شرعاً بیوی شوہر کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی، نکاح بدستور باقی ہے، لہٰذا امیر الاسلام موصوف کو از خود یا بذریعہ عدالت بیوی اور اولاد کو اپنے پاس لا کر رکھنے کا حق ہے، البتہ بیوی سے استمتاع اور جماع کے لیے احتیاطاً تجدید نکاح وتجدید اسلام ضروری ہے اور زوجیت کے دعویٰ سے مقدمہ بھی قائم کیا جاسکتا ہے۔ (مستفاد: الحیلۃ الناجزۃ قدیم ۱۰۴-۱۷۵، جدید امارت شرعیہ ہند ۲۰۹-۲۱۰)

أفتى مشايخ بلخ بعدم الفرقة بردتها زجراً و تيسيراً (إلىٰ قوله) والإفتاء بهٰذا أولى من الإفتاء بما في النوادر. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، كراچی ۳/ ۱۹٤، زکریا ٤/ ۳٦۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍ ذیقعدہ ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲٦/ ۲۰۳۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۹/ ۱۱/ ۱۴۱۰ھ

کیا ارتداد کی وجہ سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے

سوال [۷۰۵۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص عبد الماجد جس کی بیوی ایک غیر مسلم کے ساتھ بھاگ گئی تھی واپس آنے کے بعد بتایا کہ مجھے پہلے چند عورتوں کے ساتھ وہ شخص مزار میں لے گیا، جہاں پر ہم نے ہندو دھرم قبول کیا، اور پوجا پاٹ بھی کیا لیکن اب مجھے رکھ لو، غلطی کی معافی چاہتی ہوں، اور یہ عورت تقریباً دس مہینے کے بعد عبد الماجد کے گھر واپس آئی ہے اس کے بھاگ جانے پر ایک ہفتہ بعد عبد الماجد نے خدا کو گواہ بنا کر اپنے گھر میں تین طلاق دیدی تھیں تاکہ کوئی گناہ ہمارے سر نہ آئے، لہٰذا کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ بغیر حلالہ کے عبد الماجد نکاح میں لے سکتے ہیں کیونکہ وہ مرتد ہو گئی، اور کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ حلالہ کر کے نکاح میں لا سکتے ہیں، آیا کس طرح

وہ عورت عبدالماجد کے نکاح میں آسکتی ہے؟

المستفتی: عبدالماجد بنکٹو اعیدگاہ فیض آباد روڑ گونڈہ (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مذکورہ میں وہ عورت عبدالماجد کے طلاق دیئے بغیر دائرہ اسلام سے خارج ہوکر مرتد ہو چکی ہے، لہٰذا ان دونوں کے درمیان تعلق نکاح ختم ہوگیا ہے اب چونکہ وہ عورت دوبارہ عبدالماجد کے نکاح میں آنا چاہتی ہے اور عبد الماجد بھی اسی عورت کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، تو ایسی صورت میں وہ عورت پہلے باقاعدہ تجدید ایمان کرلے اس کے بعد تجدید نکاح کرکے دونوں ازدواجی زندگی گذار سکتے ہیں، حلالہ وغیرہ کی ضرورت نہیں۔

وارتداد أحدهما أى الزوجين فسخ فلا ينقص عددا، قال ابن عابدين: فلو ارتد مراراً وجدد الإسلام فى كل مرة وجدد النكاح على قول أبى حنيفة تحل امرأته من غير إصابة زوج ثان. (الدر المختار مع الشامی، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، کراچی ۳/۱۹۳، زکریا ٤/۳٦٦)

وارتداد أحد الزوجين عن الإسلام وقعت الفرقة بغير طلاق فى الحال قبل الدخول و بعده. (هندية، زكريا قديم ۱/۳۳۹، جديد ۱/٤۰٥)

قال ابن عابدين: تحت قوله وعلى تجديد النكاح: ولايخفى أن محله ما إذا طلب الزوج ذٰلك. (رد المحتار کراچی ۳/۱۹٤، زکریا ٤/۳٦۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/ ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۵۳٦)

کیا غیر مسلم کے ساتھ جانے سے نکاح ختم ہوجاتا ہے؟

سوال [۷۰۵۲]: (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: میری شادی تقریباً سات سال قبل ہوئی تھی، اور ہم میاں بیوی خوشگواری کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے، کسی قسم کی کوئی نا اتفاقی نہیں تھی، الحمد للہ ہمارے ایک بچہ بھی ہے میری بیوی اپنے میکہ گئی ہوئی تھی، وہاں سے کسی غیر مسلم لڑکے کے ساتھ گھر سے نکل کر چلی گئی تھی، تقریباً ایک ماہ بعد پولیس کی معاونت سے دستیاب ہوئی، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا وہ لڑکی میری بیوی رہی یا نہیں؟ (میرا ذاتی میلان اس کی طرف نہیں رہا) اب اگر معاشرہ کے دباؤ یا کسی دوسری مجبوری کی وجہ سے اس لڑکی کو اپنے گھر لانے اور بیوی بنا کر رکھنے پر مجبور ہوجاؤں تو شریعت اسلامیہ میں اس کی کیا صورت ہوگی، اور میرے لڑکے کا کیا ہوگا؟

المستفتی: محمد عارف خاں بیگانہ کالونی، ریلوے اسٹیشن، ڈیڈوانہ ناگور، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب اس لڑکی سے آپ کا نکاح صحیح ہوا ہے اور بچہ بھی ہے تو وہ بدستور آپ کی بیوی ہے اس نالائق حرکت کی وجہ سے وہ آپ کی زوجیت اور نکاح سے نہیں نکلی، وہ آپ کے لیے حلال ہے، اور وہ بچہ بھی آپ ہی کا ہے، مگر اس نے جو حرکت کی ہے وہ گناہ عظیم ہے اس ملک میں اسلامی حکومت ہوتی تو اس کے اوپر حد جاری ہوتی اور چونکہ ہندوستان میں اسلامی حکومت نہیں اس لیے اس کے اوپر حد جاری نہیں ہوگی، لہٰذا اس کے اوپر لازم ہے کہ نادم ہوکر روتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کرے۔

عن جابر أن رجلا أتى النبي صلى الله عليه وسلم قال: يا رسول الله! إن امرأتي لا تدفع يد لامس، قال: طلقها، قال: إني أحبها وهي امرأة جميلة، قال: فاستمتع بها. المعجم الأوسط، دار الكتب العلمية بيروت ۷/۵ رقم: ۶۴۱۰)

أن رجلا أتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! إن امرأتي لاتدفع يد لامس، فقال عليه السلام: طلقها فقال إني أحبها وهي جميلة فقال عليه السلام "استمتع بها"، وفي المجتبىٰ: من آخر الحظر والإباحة لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة. (البحر الرائق، كتاب النكاح فصل في المحرمات، زكريا ۱۸۸/۳، كوئٹه ۱۰۷/۳)

ونحوه فی رد المحتار علی الدر المختار. (کراچی ٦/٤٢٧، زکریا ١١٦/٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٦ رصفر المظفر ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۰۹۶۲)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۲/۶ھ

شادی کے دوسال بعد عنین ہونے کا الزام لگانا

سوال [۷۰۵۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) ایک لڑکے کی شادی ہوئی اس کی بیوی اس کے پاس تقریباً عرصۂ دو سال رہی (اس دوران وہ اپنے میکہ بھی آتی جاتی رہی) بعد عرصہ دوسال کے اپنے میکے آکر لڑکی نے یہ الزام لگایا کہ لڑکا نامرد ہے، اور وطی پر قادر نہیں ہے اور عدالت شرعیہ میں لڑکے کے خلاف نامردی کا مقدمہ بھی دائر کردیا ہے، جبکہ لڑکے کا بیان ہے کہ میرے اندر صرف امساک کی کمی ہے، اور عضو تناسل میں ہیجان وانتشار سب کچھ پایا جاتا ہے، چنانچہ لڑکے کے والدین نے علاج کے لیے مہلت طلب کی اور چار ماہ علاج کے بعد عدالت شرعیہ نے میاں بیوی کو ایک رات خلوت کا موقع دیا، بعد ازاں بھی لڑکی لڑکے کو نامرد بتاتی ہے، اور لڑکا اپنے کو پوری طرح کامیاب بتاتا ہے، اب ایسی صورت میں یہ بتایا جائے کہ تصدیق کی کیا صورت ہے؟ لڑکی کا ڈاکٹری معائنہ کرایا جائے یا جو بھی صورت ہو جس سے لڑکی کے ثیبوبت اور بکارت کا پتہ چل سکے؟

المستفتی: عبدالحق ساکن بسیڑہ ضلع بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر خلوت کے بعد لڑکی لڑکے کو نامرد بتاتی ہے اور لڑکا اپنے کو بامراد اور کامیاب بتاتا ہے تو ایسی صورت میں شرعی حکم یہ ہے کہ لڑکے سے حلفیہ بیان لے کر اسی کے مطابق فیصلہ کیا جائے اور اگر اس سے حلفیہ تصدیق نہ ہو سکے تو لڑکی کی

ڈاکٹری کرائی جائے کہ وہ لڑکی اب بھی باکرہ ہے یا شوہر کے صحبت کرنے کی وجہ سے ثیبہ ہو چکی ہے، اور اس زمانہ میں لیڈیز ڈاکٹر بہت آسانی سے ملتی ہیں۔

عن الثوری فی العنین قال: إن كانت امرأة ثيبا فالقول قوله و يستحلف، و إن كانت بكرا نظر إليها النساء. (مصنف عبد الرزاق، كتاب النكاح، باب أجل العنين، المجلس العلمي بيروت ٦/ ٢٥٥، رقم: ١٠٧٣٠)

وإن اختلف الزوج والمرأة فی الوصول إليها فإن كانت ثيبا فالقول قوله مع يمينه (وقوله) و إن حلف بطل حقها و إن نكل يوجل و إن كانت بكرا نظر إليها النساء فإن قلن هی بكر أجل سنة لظهور كذبه وإن قلن هی ثيب يحلف الزوج فإن حلف لا حق لها. (هدايه، كتاب الطلاق، باب العنين وغيره، اشرفی ديوبند ٢/ ٤٢١، تاتارخانية زكريا ٥/ ٢٢١ رقم: ٧٧٠٧، ملتقى الأبحر، دار الكتب العلمية بيروت ٢/ ١٣٩-١٤٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٣ ر جمادی الاخریٰ ١۴١٢ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٢٨/ ٢٧٣۵)

بیوی عنین ہونے کا دعویٰ کرے اور شوہر منکر ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال [٧٠۵۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: شادی کے (لگ بھگ) ٦ ر مہینے کے بعد لڑکی کا یہ کہنا ہے کہ شوہر نامرد ہے، اور میں اس کے ساتھ زندگی نہیں گذارنا چاہتی اور طلاق لینا چاہتی ہوں جبکہ لڑکے (شوہر) کا کہنا ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہے، اور یہ میرے اوپر بے بنیاد الزام ہے، اور میں بیوی کو رکھنا چاہتا ہوں، پھر بھی لڑکی کے اصرار اور چاہنے پر لڑکا طلاق دینے کو راضی ہوسکتا ہے تو کیا اس صورتِ حال میں لڑکے کو مہر ادا کرنے ہوں گے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کا حل کیا ہے؟

المستفتی: وجاہت علی محلّہ کالی پگڑی امروہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگرلڑکی شوہرکونامرد کہتی ہےاوراسی بناءپرشوہرسے علیٰحدگی چاہتی ہےاورشوہر نامرد ہونے کا انکارکرتا ہے تو ایسی صورت میں شریعت لڑکی پر یہ حکم نافذ کرتی ہے کہ شوہر کے پاس مزید ایک سال رہے اورلڑکی کو شوہر کے پاس ایک سال رہنا ہوگا، اس درمیان شوہر کی ڈاکٹری کرائی جائے، اورلڑکی کی بھی ڈاکٹری کرائی جائے کہ اس کا پردہ بکارت شوہر کے ساتھ رہنے کی وجہ سے اگرختم ہو چکا ہے تو شوہر سے اس طرح قسم لی جائے کہ وہ بیوی پر صحبت کرنے میں قادر ہو چکا ہے، اگر شوہر قسم کھالےگا تو بیوی کو شرعی طور پر شوہر کے ساتھ جانا ہوگا۔

عن عبد الله قال: يؤجل العنين سنة، فإن وصل إليها، وإلا فرق بينهما ولها الصداق. (المعجم الكبير للطبراني، دار إحياء التراث العربي، بيروت ۳۴۳/۹، رقم: ۹۷۰۶)

وادعت أنه عنين و طلبت الفرقة فإن القاضي يسأله هل وصل إليها أو لم يصل فإن أقر أنه لم يصل أجله سنة سواء كانت المرأة بكرا أم ثيبا و إن أنكر و ادعى الوصول إليها فإن كانت المرأة ثيبا فالقول قوله مع يمينه أنه وصل إليها. (فتاویٰ عالمگیری، کتاب الطلاق، الباب الثانی عشر فی العنین زکریا قدیم ۵۲۲/۱، جدید ۵۷۶/۱، تاتارخانیة زکریا ۲۲۰/۵ رقم: ۷۷۰۴، هدایه اشرفی دیوبند ۴۲۰/۲)

اوراگرلڑکی پھربھی طلاق ہی کے لیے اصرار کرتی ہے تو شوہرکوخلع کرنے پرراضی کرلے کہ اپنا مہر معاف کرکے طلاق حاصل کرلے، نیز ساتھ ساتھ گنہگار بھی ہوگی، کیونکہ طلاق شرعاً بہت بری چیز ہے۔

عن ابن عمر أن النبي ﷺ قال: أبغض الحلال إلى الله الطلاق. (سنن أبي داؤد، الطلاق، باب كراهية الطلاق النسخة الهندية ۲۹۶/۱، دار السلام رقم: ۲۱۷۸، سنن ابن ماجه، أبواب الطلاق، النسخة الهندية ۱۴۵، دار السلام رقم: ۲۰۱۸)

بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعها له لقوله تعالىٰ: فلا جناح عليهما فيما افتدت به. (هدایه، باب الخلع اشرفی دیوبند ۴۰۴/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱؍ربیع الاول ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۲۳۱/۳۳)

قلت امساک کی وجہ سے لڑکا عنین نہ ہوگا

سوال [۷۰۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صرف قلت امساک کی وجہ سے لڑکے پر عنین ہونا ثابت ہوجاتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالحق بسیڑہ ضلع بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قلت امساک کی وجہ سے عنین کا حکم لاگو نہیں ہوتا ہے، بلکہ صرف حشفہ داخل کرنے پر قدرت ہے تو بھی عنین نہیں کہا جائے گا اور کامیاب مرد کے حکم میں ہوگا۔

وإذا أولج الحشفة فليس بعنين. (فتاویٰ عالمگیری، کتاب الطلاق، الباب الثانی عشر فی العنین وغیره زکریا قدیم ۱/ ۵۲۲، جدید ۱/ ۵۷۶)

وفی البحر: إذا أولج الحشفة فقط ليس بعنين. (مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ۲/ ۱۳۷، البحر الرائق کوئٹه ٤/ ۱۲۲، زکریا ٤/ ۲۰٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ رجمادی الاخریٰ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۷۳۵)

کیا قلت امساک کی وجہ سے بیوی کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہے؟

سوال [۷۰۵٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک لڑکی نے دھامپور شرعی پنچایت میں مقدمہ دائر کیا کہ میرا شوہر حق زوجیت بالکل ادا نہیں کرسکتا، شرعی پنچایت والوں سے جب بالکل حق زوجیت ادا نہیں کرسکتا، کا مطلب معلوم کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ لڑکی کا مقصد اس سے شوہر میں رکاوٹ اور امساک

کی کمی کا ہونا ہے، لڑکے (شوہر) کے والد محترم نے چار ماہ علاج کی مہلت طلب کی علاج کے چار ماہ بعد دونوں میاں بیوی کے درمیان ایک رات خلوت کرائی گئی، خلوت کے بعد لڑکی (بیوی) کا بیان ہے کہ میرے شوہر بالکل پہلے ہی جیسے ہیں جبکہ شوہر کہتا ہے کہ میں پہلے سے بہت زیادہ کامیاب ہوں اور میں نے تین مرتبہ جماع کیا ہے۔

(۱) مسئلہ مطلوب یہ ہے کہ اگر بیوی قلت امساک کی بناء پر طلاق چاہے اور لڑکا طلاق دینے پر راضی نہ ہو تو حکم شرعی کیا ہے؟ واضح فرمائیں۔

(۲) نیز خلوت کے بعد جبکہ مابین زوجین اختلاف واقع ہوا تو دونوں میں سے کس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا؟

ایسے حالات میں جبکہ شوہر کی طرف سے بیوی کے نفس پر کسی قسم کا کوئی خطرہ نہ ہو شوہر کہتا ہے کہ جب تک یہ معاملہ حل نہ ہو میری بیوی میرے ہی گھر پر رہے میں ان شاء اللہ اس کے تمام حقوق ادا کروں گا، مگر لڑکی کے ماں باپ اپنی بیٹی کو شوہر کے گھر نہیں بھیجتے تو کیا ان کو روکنے کا حق حاصل ہے؟ جواب تحریر فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں۔

المستفتی: عبدالحق بسیڑہ خورد، ضلع بجنور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) اگر شادی کے بعد سے ایک دفعہ بھی جماع ہو چکا ہے تو بیوی کو فسخ نکاح کا حق نہ ہوگا اور نہ ہی قاضی اور پنچایت کو فسخ کرنے کا حق ہے، نیز قلت امساک کی وجہ سے شرعاً فسخ کا حق نہیں ہوتا اور نہ ہی شوہر عنین ہوتا ہے۔ (مستفاد: الحیلۃ الناجزۃ قدیم ۳۵، جدید امارت شرعیہ ہند ۶۹)

ولو وصل إلیها مرة ثم عجز لا خیار لها. (هندیه، کتاب الطلاق، الباب الثانی عشر فی العنین، قدیم زکریا ۱/ ۵۲٤، جدید ۱/ ۵۷۸)

إذا أولج الحشفة فلیس بعنین. (هندیه، کتاب الطلاق، الباب الثانی عشر فی العنین وغیره، زکریا قدیم ۱/ ۵۲۲، جدید ۱/ ۵۷٦، مجمع الأنهر، دار الکتب العلمیة بیروت ۲/ ۱۳۷، البحر الرائق کوئٹه ٤/ ۱۲۲، زکریا ٤/ ۲۰٦)

(۲) خلوت کے بعد اختلاف کی صورت میں شوہر کا قول معتبر ہوتا ہے لیکن ساتھ ساتھ شوہر سے باقاعدہ حلف لینا بھی ضروری ہے اور شوہر کے حلفیہ بیان کے بعد شوہر کے پاس ہی بیوی کا رہنا شرعاً لازم ہے۔

عن الثوری فی العنین قال: إن کانت امرأة ثیبا فالقول قوله و یستحلف و إن کانت بکرا نظر إلیها النساء. (مصنف عبد الرزاق، کتاب النکاح، باب أجل العنین، المجلس العلمی بیروت ٦/٢٥٥، رقم: ١٠٧٣٠)

وإن أنکر و ادعی الوصول إلیها فإن کانت المرأة ثیبا فالقول قوله مع یمینه أنه وصل إلیها. (هندیه، زکریا قدیم ٥٢٢/١، جدید ٥٧٦/١، هدایه، اشرفی دیو بند ٤٢١/٢، تاتارخانیة زکریا ٢٢١/٥ رقم: ٧٧٠٧، ملتقی الأبحر، دار الکتب العلمیة بیروت ١٣٩/٢-١٤٠)

اس وقت جب شوہر بیوی کے تمام حقوق کی رعایت کر کے رکھنے پر تیار ہے اور شرعی طور پر عنین ہونا ثابت نہیں ہے تو ایسی حالت میں بیوی کو شوہر کے یہاں ہی رہنا چاہیے اور میکے والے کو روکنے کا حق نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۷۵۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۶/۱۶ھ

نامرد شوہر سے طلاق حاصل کرنا

سوال [۷۰۵۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری شادی فرقان سے ہوئی تھی میں اپنے شوہر کے گھر گئی، میرا شوہر دائرۂ مردانگی سے خارج ہے، اور وہ نہ ڈاکٹر ہے نہ صاحب ہنر، بہر حال اب میرا ان کے ساتھ نبھاؤ مشکل ہو رہا ہے میں ان سے طلاق حاصل کرنا چاہتی ہوں، ۲۵؍ ہزار روپیہ اور جہیز وغیرہ ان کے پاس میرا ہے، اگر میں طلاق کا مطالبہ کروں تو کیا مجھے شرعاً مہر اور زیور جہیز وغیرہ لینے کا حق ہے یا نہیں، شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتی: معراج النساء، سیدھی سرائے، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اولاً شوہر کے نامرد ہونے کا ثبوت شرعی گواہوں کے ذریعہ پیش کیا جائے اور اگر گواہ نہ ہوں تو ڈاکٹری کرا کے ڈاکٹری ثبوت پیش کیا جائے، اگر شہادت اور ڈاکٹری کے ذریعہ نامرد ہونے کا ثبوت ہوجائے تو آپ شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرسکتی ہیں، اگر وہ طلاق دیتا ہے تو فبہا ورنہ اس سے مہر کے عوض میں خلع کے مطالبہ کی گنجائش ہے۔

وإن طلقها علی مال فقبلت وقع الطلاق ولزمها المال. (هدایه، کتاب الطلاق، باب الخلع، اشرفی دیوبند ۲/۴۰۵، هندیه زکریا قدیم ۱/۴۸۹، جدید ۱/۵۴۹)

اور آپ کے جہیز کا سامان ہر حال میں آپ کا ہے وہ آپ ہی کو ملے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۸/ ۳۵۸)

فلا خلاف فی کون الجهاز للبنت. (شامی، کتاب النکاح، باب المهر، کراچی ۳/۱۵۷، زکریا ۴/۳۰۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۸۱۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۶/۱۲ھ

نامرد شوہر سے خلوت کے بعد مہر کا لزوم

سوال [۷۰۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: محمد سلیم کا نکاح ۲۵/ مارچ ۲۰۰۰ء کو میری لڑکی عظمیٰ پروین سے ہوا اس شادی کو تقریباً تین سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا، لڑکی اب تک اپنے شوہر کے ساتھ گذارہ کرتی رہی، اتنے عرصہ کے درمیان لڑکی کو پورا یقین ہوگیا کہ یہ لڑکا قطعی طور پر اس لائق نہیں ہے کہ اس کے ساتھ گذر کرسکے، یہ لڑکا مردانگی قوت سے ناکام ہے، اس لیے یہ دیکھتے ہوئے محلّہ کے چند معزز لوگوں نے یہ فیصلہ کرادیا کہ طلاق ہونی چاہیے، لہٰذا لڑکے نے لڑکی کو طلاق دیدی اور

تمام سامان واپس ہوگیا، اور وہ مہر مہر فاطمی ہے، لڑکے نے اپنی مرضی سے طلاق دی ہے، حالات کودیکھتے ہوئے کوئی دباؤ نہیں تھا تو لڑکی مہر کی رقم لینے کی مستحق ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد افضال کٹاباغ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب شوہر عورت کے ساتھ خلوت کر چکا ہے تو اب شوہر پر مہر واجب ہوگیا جو عورت کا حق ہے اور شوہر نے جب بغیر مہر کی معافی کے شرط کے طلاق دیدی تو مہر عورت کو دینا لازم ہوگیا اس کا ادا کرنا شوہر پر لازم اور ضروری ہے۔

ولو مجبوبا أو عنينا أو خصيا أي الخلوة بلا الموانع المذكورة كالوطئ ولو كان الزوج مجبوبا أو نحوه فلها كمال المهر بعد الطلاق والخلوة. (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر، كراچی ۳/۱۵۵، زكريا ۳/ ۲۷۱)

وإذا خلا بها بلا مانع من الوطئ حسا أو شرعا أو طبعا كمرض يمنع الوطئ ورتق وصوم رمضان و إحرام فرض أو نفل و حيض و نفاس لزمه تمام المهر ولو كان خصيا أو عنينا و كذا لو كان مجبوبا. (ملتقى الأبحر، دار الكتب العلمية بيروت ۱/ ۵۱۴-۵۱۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/رجب المرجب ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۱۳۷)

شوہر عنین ہو تو بیوی کیا کرے؟

سوال [۷۰۵۹]: (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) شوہر وزوجہ ایک ہی شہر کے رہنے والے ہوں اور قاضی شہر حافظ قرآن اور قانون شرع کے تمام مسائل کو کما حقہ جانتا ہو تو کیا عنین کا معاملہ دوسرے شہر کے کسی قصبہ کے مفتی کے روبرو دائر وسماعت ہوسکتا ہے؟

(۲) کیا عنین کے معاملہ میں زوجہ کی درخواست پر بغیر اطلاع شوہر یکطرفہ کارروائی ہوسکتی ہے یا نہیں؟

(۳) اور بغیر سماعت اعذارِ شوہر و بغیر معائنہ ڈاکٹری نکاح فسخ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ قانون شریعت کی روشنی میں سوالات مذکورہ کے جوابات سے آگاہ فرمانے کی تکلیف برداشت کریں۔

المستفتی: عبد الحمید خاں رٹائرڈ ریڈر حافظ منزل ۱۰۴/۲۱، شری پورہ کوٹہ راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عنین کے بارے میں شرعی حکم یہی ہے کہ قاضی کے پاس درخواست پیش ہونے کے بعد قاضی کے حکم سے شوہر کو ایک سال علاج کی مہلت دینا واجب ہے اور اس درمیان میں شوہر کو بیوی سے ملنے اور ہمبستری کا پوار پورا موقع دینا بھی لازم ہے، ان امور کے بغیر عنین کا نکاح فسخ کرنے سے فسخ نہیں ہوگا، عورت بدستور عنین کی بیوی شمار ہوگی، اس سے تینوں سوالات کے جوابات واضح ہو گئے۔ (الحیلۃ الناجزۃ قدیم ۳۱ تا ۳۸، جدید امارت شرعیہ ہند ۶۳ تا ۷۳)

عن عبد الله قال: يؤجل العنين سنة، فإن وصل إليها، وإلا فرق بينهما ولها الصداق. (المعجم الكبير للطبراني، دار احياء التراث العربی بيروت ۹/ ۳۴۳ رقم ۹۷۰۶)

وادعت أنه عنين وطلبت الفرقة فإن القاضي يسأله هل وصل إليها أو لم يصل فإن أقر أنه لم يصل أجله سنة سواء كانت المرأة بكرا أم ثيبا، وإن أنكر وادعى الوصول إليها فإن كانت المرأة ثيبا فالقول قوله مع يمينه أنه وصل إليها.

(هندیه، كتاب الطلاق، الباب الثانی عشر فی العنين، زكريا قديم ۱/ ۵۲۳، جديد ۱/ ۵۷۶، تاتارخانية زكريا ۵/ ۲۲۰ رقم: ۷۷۰۴، هدايه اشرفی ديوبند ۲/ ۴۲۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۰۵۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۳/۱۳ھ

شوہر کو عنین بتا کر بیوی کا فسخ نکاح کا مطالبہ کرنا

سوال [۷۰۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک نوجوان کی چند سال ہوئے شادی ہوئی ہے، شادی کے چند ماہ بعد اختلافات کی وجہ سے لڑکی اپنے میکہ میں چلی گئی، لڑکی کا کہنا ہے کہ شوہر عنین ہے اور بار بار کوشش کے باوجود جماع پر قادر نہیں ہوسکا، جب کہ لڑکا کہتا ہے کہ بار بار کوشش کے باوجود عورت اس کو قریب نہیں ہونے دیتی، اور مختلف حیل اور بہانوں سے جماع نہیں کرنے دیتی، واضح رہے کہ شادی کے بعد کئی ماہ دونوں گھر کے ایک علیحدہ کمرے میں جدا رہے ہیں اس صورت میں عورت شوہر سے جدا ہونے کے لیے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے اور لڑکا اپنے عنین ہونے کا انکار کرتا ہے، اور طبی جانچ کا سرٹیفکیٹ پیش کرتا ہے، ڈاکٹروں کی یہ جانچ اعضاء کے سلامت ہونے تک محدود ہے اور سرٹیفکٹ میں اسی اعتبار سے اس کو تندرست کہا گیا ہے، عورت کی جانب سے یہاں کے محکمہ شرعیہ میں فسخ وتفریق کا مطالبہ کیا گیا ہے، اس پر لڑکے نے اپنے عنین نہ ہونے پر مذکورہ بالا تفصیلات والے طبی ثبوت پیش کیے ہیں، اس صورت میں کیا عورت کا مطالبۂ فسخ درست ہے یا نہیں؟ اور کیا شوہر کے پیش کردہ ثبوت معتبر مانے جائیں گے یا نہیں؟

المستفتی: مفتی احمد دیولوی، سکریٹری محکمہ شرعیہ ضلع بھروچ، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تحریر کے ہر گوشے پر غور کیا گیا، مناسب شکل یہ نظر آئی کہ لڑکے کے سرٹیفکٹ اور اس کے دعوے کا اعتبار کرکے فی الحال لڑکی کو لڑکے کے ساتھ رہ کر حقوق زوجیت ادا کرنے کا حکم صادر کردیا جائے اس کے بعد دونوں کو الگ الگ بلا کر سمجھایا جائے، لڑکی سے کہا جائے کہ شوہر کو قابو دینے میں مانع نہ بنے، اور لڑکے کو یہ سمجھایا جائے کہ اس کی دل جوئی کرکے حق ادا کرنے کی کوشش کرے، نیز شرعی حکم بھی یہی ہے کہ مردانہ کمزوری کی صورت میں ایک موقع سال بھر تک کے لیے شوہر کو دیا جائے اور اس زمانہ

میں بیوی شوہر کے پاس ہی رہا کرے۔

عـن عمر قال: يؤجل العنين سنة. (سنن الدارقطني، النكاح، دار الكتب العلمية بيروت ۳/۲۱۱، رقم: ۳۷٦۹)

فـإذا ثبت عدم الوصول إليها أجله القاضي سنة طلب الرجل التاجيل أو لـم يطلب و يشهد على التاكيد و يكتب لذٰلک تاريخا. (قاضيخان، كتاب النكاح، فصل في العنين زكريا ۱/۲٤٦، وعلى هامش الهندية زكريا ۱/٤۱۰، هنديه زكريا قديم ۱/۵۲۳، جديد ۱/۵۷٦، تاتارخانية زكريا ۵/۲۲۰ رقم: ۷۷۰٤، هدايه اشرفي ديو بند۲/٤۲۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ر رجب ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۷/ ۸۹۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱/ ۷/ ۱۴۲۶ھ

اگر شوہر عنین ہو تو تفریق کی صورت کیا ہوگی؟

سـوال [۷۰٦۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ہوا، والدین نے حسب حیثیت جہیز دیا، مہمانوں کی خاطر و تواضع کی، سسرال سے واپس آ کر ہندہ نے گھر کی خواتین کو بتلایا کہ میرا شوہر وظیفۂ زوجیت باوجود کوشش کے ادا نہیں کرسکا، جس پر چند عزیزوں نے فوراً طلاق کا مشورہ دیا، عبد اللہ کا اس سلسلے میں یہ کہنا ہے کہ اسلامی قانون کے مطابق فوراً طلاق لینا مناسب نہیں ہے، کسی دیندار طبیب حاذق سے ایک سال تک علاج کراؤ، اگر اس عرصہ میں زید ٹھیک ہو جائے تو ہندہ کو سسرال بھیج دو، اگر ایک سال علاج کے بعد بھی زید کی یہ تکلیف دور نہ ہو تو کسی شرعی عدالت سے رجوع ہو کر نکاح فسخ کرالو، گواہی کے طور پر حکیم صاحب کا بیان کافی ہوگا، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ مندرجہ بالا حالات میں عبد اللہ کا مشورہ درست ہے؟ اور ازروئے شرع کیا حکم ہے، شرعی فیصلہ سے آگاہ فرمائیں۔

المستفتی: محمد عمر، شاہجہاں پور (یو پی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شوہر حقوق زوجیت ادا کرسکتا ہے یا نہیں اس سلسلے میں صحیح صورت حال معلوم کرلی جائے اگر واقعی شوہر حقوق زوجیت ادا کرنے سے قاصر ہے تو اس کو علاج کا موقع دیا جائے، اس درمیان بیوی شوہر کے ساتھ رہے، اور اگر علاج کے باوجود کامیابی نہیں ملتی ہے تو محکمہ شرعیہ وعدالت شرعیہ میں عورت کو درخواست گذار کر وہاں سے فیصلہ حاصل کرنے کا حق ہے، اور شوہر سے شرعی تفریق حاصل کیے بغیر نہ عورت آزاد ہوسکتی ہے اور نہ ہی دوسرے سے نکاح کرنا جائز ہوسکتا ہے۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم ۱۰/۲۲، الحیلۃ الناجزۃ قدیم ۳۲، جدید امارت شرعیہ ہند ۶۷)

لو وجدته عنينا هو من لا يصل إلى النساء ...... أو خصيا لا ينتشر ذكره ...... أجل سنة ...... بانت بالتفرق من القاضي إن أبى طلاقها بطلبها. (شامي على الدر المحتار، كتاب الطلاق، باب العنين وغيره، زكريا ۵/۱۶۸ - ۱۷۲، كراچی ۳/۴۹۶-۴۹۸، قاضيخان ۱/۵۲۳، جدید ۱/۵۷۶، تاتارخانية زكريا ۵/۲۲۰ رقم: ۷۷۰۴، هدايه اشرفی دیوبند ۲/۴۲۰)

أما نكاح منكوحة الغير ...... لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا. (شامي، كتاب النكاح، مطلب في النكاح الفاسد، كراچی ۳/۱۳۲، زكريا ۴/۲۷۴) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۲۱/ جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۲۸۶)	۱۴۲۲/۶/۲۱ھ

مردانہ کمزوری والے شوہر کو کتنی مہلت دی جائے گی

سوال [۷۰۶۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مرد اور لڑکی کا نکاح تقریباً تین سال قبل ہوا تھا، اس دوران لڑکی اپنے شوہر کے یہاں چار پانچ بار جاچکی ہے لیکن آہستہ آہستہ طرفین کے تعلقات خراب ہوگئے اور نوبت یہاں تک آگئی ہے کہ لڑکی شوہر سے طلاق کا مطالبہ کررہی ہے، کیونکہ بقول اس کے

شوہر جسمانی طور پر ناقص ہے، اور ساتھ ساتھ مہر اور سامان جہیز مطالبہ کرتی ہے لیکن شوہر اس کی تردید کرتا ہے کہ میں بالکل تندرست ہوں اور میرے اندر کوئی جسمانی کمزوری نہیں ہے اس لیے میں محض اس بنا پر طلاق نہیں دوں گا ہاں اگر طلاق لینا ہے تو خلع کرلیا جائے، اور مہر اور سامانِ جہیز کے بدلے میں طلاق لے لی جائے، کیونکہ اس شادی میں کافی خرچہ ہوا ہے اور دوسری شادی میں بھی خرچ کرنا ہوگا، ہاں اگر میں خود طلاق دیتا، تو پھر مہر اور جملہ سامان جہیز واپس کردیتا، دوسری طرف لڑکی اور اس کے والدین مہر اور جہیز کا مطالبہ ساتھ ساتھ کررہے ہیں، کیونکہ ان کو بھی دوسری شادی کرنا ہے، اس میں سامان کی ضرورت ہے، اس لیے آنجناب سے گذارش ہے کہ لڑکی کا مطالبہ درست ہے یا نہیں؟ نیز یہ کہ خلع کی کیا شکل ہوگی؟

المستفتی: کامل کاندھلہ، مظفرنگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر شوہر مہر وسامان کے بغیر خلع یا طلاق کے لیے تیار نہیں ہے، جو کہ اس کے اختیار میں ہے، تو شرعاً اس پر کوئی جبر نہیں۔

وإذا تشاق الزوجان و خافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفدى بمال يخلعها به لقوله تعالىٰ: فلا جناح عليهما فيما افتدت به. (هدايه، كتاب الطلاق، باب الخلع اشرفی بکڈپو دیوبند ۲/ ۴۰۴، قدیم ۳۸۴)

اس طرح اگر طبی وشرعی تحقیق سے شوہر کا عنین ہونا اور نامرد ہونا ثابت ہو جائے تو ایک سال کی مہلت دینا لازم ہوگا، اور اس عرصہ میں شوہر اپنا علاج کراتا رہے گا، نیز بیوی کو شوہر کے ساتھ ہی رہنا ہوگا، اور اس درمیان اگر شوہر جماع پر قادر ہو جائے تو بیوی کا دعویٰ باطل ہوگا اور ہمیشہ شوہر کے ساتھ رہنا لازم ہوگا، اور اگر ایک سال کے بعد پھر شرعی وطبی تحقیق سے عنیت باقی رہنا ثابت ہو جائے تو دوبارہ محکمہ شرعیہ میں درخواست دے کر نکاح فسخ کرا سکتی ہے، اور شروع میں شرعی وطبی تحقیق سے عنین و نامرد ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے تو بیوی کا دعویٰ شرعاً باطل ہوگا اور شوہر کے ساتھ رہ کر زندگی گذارنی ہوگی۔

إذا رفعت المرأة زوجها إلى القاضي و ادعت أنه عنين و طلبت

الفرقة فإن القاضی یسأله هل وصل إلیها أو لم یصل، فإن أقر أنه لم یصل أجله سنة سواء کانت المرأة بکرا أم ثیبا، و إن أنکر وادعی الوصول إلیها فإن کانت المرأة ثیبا فالقول قوله مع یمینه أنه وصل إلیها کذا فی البدائع فإن حلف بطل حقها، و إن نکل یؤجل سنة کذا فی الکافی. (هندیه، الباب الثانی عشر فی العنین، زکریا دیوبند ۱/۵۲۲، هکذا فتاویٰ قاضیخاں زکریا ۱/۲٤٦، و علی هامش الهندیة ۱/۲۱۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۷۲۵)

قاضی شرعی کا شوہر کے نامرد ہونے کی وجہ سے نکاح فسخ کرنا

سوال [۷۰۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا لڑکا اگر لڑکی کو طلاق نہ دے تو وہ عدالت سے بوجہ نامردی طلاق حاصل کرسکتی ہے؟ اور کیا عدالت کے ذریعہ دی ہوئی طلاق شرعی طور پر جائز ہوگی، جبکہ جج مسلمان ہو، اگر جج غیر مسلم ہو تو کیا حکم ہے؟

المستفتی: نور علی ایڈوکیٹ ملہوپورا، مظفر نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مسلم جج احکام شرعیہ کے مطابق تفریق کرے، تو صحیح ہے، اور اگر جج غیر مسلم ہے یا مسلم جج احکام شرعیہ کے خلاف تفریق کردے تو صحیح نہ ہوگا۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۶/ ۲۲۶، جدید مکتبہ ادارہ الفاروق کراچی ۸/ ۴۹۴، وفتاویٰ رحیمیہ قدیم ۲/ ۱۴۳ تا ۱۴۴، جدید زکریا ۸/ ۳۷۷-۳۷۸)

﴿قال الله تعالی: وَلَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا. [النساء: ۱٤۱]﴾

لـم ینفذ حکم الکافر علی المسلم. (شامی، کتاب القضاء، باب التحکیم، کوئٹه ٤/٣٨٦، کراچی ٥/٤٢٨، زکریا ٨/١٢٦)

وقد اتفق الأئمة الحنفیة والشافعیة أنه یشترط لصحة الحکم و اعتباره حقوق العبادالدعویٰ الصحیحة وأنه لا بد فی ذٰلک من الخصومة الشرعیة. (شامی، کتاب القضاء، مطلب: الحکم الفعلی، کراچی ٥/٣٥٤، زکریا ٨/٢٣، تبیین الحقائق امدادیه ملتان ٤/١٩٣، زکریا ٥/١١٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱۴/۲۳)

زوجہ مفقود الخبر کیا کرے؟

سوال [۷۰۶۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: رقیہ کے شوہر کا دماغ خراب تھا جس کو تقریباً مکان سے گئے ہوئے چار سال ہو چکے، کافی تلاش وجستجو کے باوجود کچھ پتہ نہیں چلا کہ وہ زندہ بھی ہے یا نہیں؟ دوسری بات یہ ہے کہ رقیہ کے معاشی حالات بہت کمزور ہیں، چھوٹے کئی بچے ہیں، ایسی حالت میں رقیہ عقد ثانی کرنا چاہتی ہے؟

المستفتی: محمد اطہر محلّہ سرائے ترین، سنبھل مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب تک رقیہ اپنے موجودہ شوہر سے شرعی طور پر تفریق حاصل نہ کرے گی اس وقت تک نکاح ثانی ناجائز اور حرام ہوگا۔

أما نکاح منکوحة الغیر و معتدته فالدخول فیه (إلی قوله) لأنه لم یقل أحد بجوازه فلم ینعقد أصلا. (شامی، کتاب النکاح، مطلب: فی النکاح الفاسد کراچی ٣/١٣٢، زکریا ٤/٢٧٤)

والمحصنٰت من النساء عطف علی أمهاتکم یعنی حرمت علیکم

الـمحصنٰت من النساء أى ذوات الأزواج لا يحل للغير نكاحهن مالم يمت زوجهـا، أو يطـلـقها و تنقضى عدتها من الوفات أو الطلاق. (تـفسير مظهرى سورة النساء تحت رقم: ٢٤، زكريا ديوبند ٢/ ٦٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٠/ جمادی الاول ١٤١٢ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٢٧/ ٢٦٦٤)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
١٠/٥/١٤١٢ھ

مفقود الخبر کی بیوی کا حکم

سوال [٧٠٦٥]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہندہ کا شوہر سات سال پہلے غائب ہوا تھا ہندہ کے پاس دو بچے بھی ہیں، دو تین سال پہلے شوہر کا ایک خط آیا تھا اور ایک جگہ اپنے ایک رشتہ دار کو نظر بھی آیا اس کے بعد اس کا کوئی سراغ نہیں ملا، ہندہ کے والدین اس کا نکاح کرنا چاہتے ہیں، اس صورت میں اس کے نکاح کی صورت کیا ہوگی؟ مع حوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: تصدق حسین راجپور مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سات سال سے شوہر کے غائب ہو جانے کی وجہ سے میاں بیوی کے درمیان نکاح باقی رہنے میں کوئی اثر نہیں پڑے گا، دونوں کا نکاح بدستور باقی ہے، لہٰذا اگر ہندہ کا نکاح موجودہ شوہر سے طلاق یا شرعی تفریق حاصل کیے بغیر دوسری جگہ کیا جائے گا تو وہ نکاح صحیح اور درست نہ ہوگا، لہٰذا اگر شوہر لا پتہ ہے اس کا کسی طرح سراغ نہیں مل رہا ہے تو ہندہ اپنے قریب کے محکمہ شرعیہ کے سامنے اپنا معاملہ پیش کر دے اور محکمہ شرعیہ تحقیق کرنے کے بعد شرعی تفریق کر دے گی، اس کے بعد عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح ہو سکتا ہے، اور تفریق حاصل کیے بغیر دوسری جگہ نکاح کرنا کسی طرح درست نہیں ہے۔

والـمـحـصـنٰـت من النساء عطف على أمهاتكم يعنى حرمت عليكم

المحصنٰت من النساء أی ذوات الأزواج لا یحل للغیر نکاحهن مالم یمت زوجها، أو یطلقها و تنقضی عدتها من الوفات أو الطلاق. (تفسیر مظهری، سورة النساء، تحت رقم: ٢٤، زکریا دیوبند ٢/٦٤)

أما نکاح منکوحة الغیر و معتدته فالدخول فیه لا یوجب العدة إن علم أنها للغیر؛ لأنه لم یقل أحد بجوازه، فلم ینعقد أصلا. (شامی، کتاب النکاح، مطلب: فی النکاح الفاسد کراچی ٣/١٣٢، زکریا ٤/٢٧٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم جمادی الثانیہ ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۰۱۷)

زوجۂ مفقود الخبر کے نکاح کا مسئلہ

سوال [۷۰۶۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید جس کا نکاح ہندہ سے ہوا، پھر زید نکاح کے تقریباً ایک ہفتہ بعد فرار ہوگیا، زید کو فرار ہوئے تقریباً چھ سال ہوگئے ہیں، اب زید کے بارے میں نہ تو یہ تحقیق ہے کہ وہ زندہ ہے اور نہ اس کے مردہ ہونے کی کوئی تحقیق ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ منکوحہ ہندہ نکاحِ ثانی کرسکتی ہے یا نہیں؟ مزید یہ کہ ہندہ ابھی تک زید کے ماں باپ کے خرچہ پر زندگی گذار رہی ہے، اور ہندہ اب اپنے ماں باپ کے گھر ہے، باوجود اس کے ہندہ کے ماں باپ زید کے ماں باپ سے جبراً خرچ طلب کرتے ہیں، ان کا یہ خرچ لینا درست ہے یا نہیں؟ اور ہندہ کیا کرے؟ نکاح ثانی کرے یا نہ کرے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: منیر حسن، پونچھ، کشمیر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شوہر سے طلاق یا شرعی تفریق حاصل کیے بغیر دوسری جگہ شادی کرنا جائز نہ ہوگا، لہٰذا شوہر کے غائب ہو جانے کی صورت میں لڑکی اپنا

معاملہ محکمہ شرعیہ یا شرعی پنچایت میں پیش کردے، وہاں سے شرعی فیصلہ حاصل ہوجائے گا اور بیوی کے نفقہ کا ذمہ دار شوہر ہوتا ہے اس کے والدین نہیں، لہٰذا زید کے مفقود ہونے کی صورت میں اس کے والدین سے جبراً نفقہ لینا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: الحیلۃ الناجزۃ قدیم ۴۸، جدید امارت شرعیہ ہند ۸۵-۸۶، کفایت المفتی قدیم ۶/ ۲۰۹، جدید زکریا مطول ۸/ ۵۱۰، احسن الفتاویٰ ۸/ ۴۲۰، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۸/ ۱۷۲، جدید ڈابھیل ۱۳/ ۲۱۱)

فی حدیث طویل: فاتقوا الله فی النساء فإنكم أخذتموهن بأمان الله، و استحللتم فروجهن بكلمة الله، ولكم عليهن أن لا يوطئن فرشكم أحدا تكرهونه، فإن فعلن ذٰلک فاضربوهن ضربا غير مبرح، ولهن عليكم رزقهن و كسوتهن بالمعروف. (صحيح مسلم، كتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ، النسخة الهندية ١/ ٣٩٧، بيت الافكار رقم: ١٢١٨)

تجب على الرجل نفقة امرأته المسلمة. (تاتارخانية زكريا ٥/ ٣٥٨، رقم: ٨٢٠١، عالمگيری، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات زكريا قديم ١/ ٥٤٤، جديد ١/ ٥٩٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۹۳۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲؍ ۶؍ ۱۴۱۷ھ

زوجۂ مفقود الخبر کتنے سال نکاح ثانی سے رکے گی؟

سوال [۷۰۶۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مفقود الخبر شخص کی بیوی کو کتنے سال تک نکاح سے رکنا پڑے گا، پانچ سال یا تین سال؟

مفقود الخبر شخص کی بیوی دار القضاء میں یہ درخواست دے کہ میرے شوہر پانچ سال سے یا چار سال سے غائب ہیں، تو تین سال یا چار سال اس وقت سے لیا جائے گا جس وقت سے زوجۂ مفقود الخبر غائب ہے، یا اس وقت سے لیا جائے گا جب سے زوجۂ مفقود الخبر نے

دارالقضاء میں درخواست پیش کی ہے؟

المستفتی: محمد ابراہیم مہیش پور بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قاضی یا شرعی محکمہ کے پاس درخواست گذارنے کے چار سال بعد تفریق ہوگی، اورنہایت ناگزیر حالات میں قاضی یا شرعی محکمہ درخواست گذارنے کے ایک سال بعد تفریق کا حکم لگا سکتا ہے،اس کے بعد عدت وفات گذار کر دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔(الحیلۃ الناجزۃ، مطبوعہ دارالاشاعت دیوبند۹۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ربیع الاول ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۵۱۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۳/۱۲ھ

مفقود الخبر کی زوجہ کتنے سال انتظار کرے اور اس کے نفقہ کا حکم

سوال [۷۰۶۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کے چار لڑکے ہیں، جب لڑکوں نے علیٰحدہ ہونے پر اصرار کیا اور کسی طرح نہ مانے تو زید اپنی زندگی کا کمایا ہوا کل مال چاروں لڑکوں میں برابر تقسیم کردیا، اور چاروں سے لکھوا کر بھی لے لیا وہ کاغذات رجسٹری شدہ محفوظ ہیں، دو لڑکوں نے ایک جگہ ساجھے میں کام شروع کیا، غلط راہ پر چلنے پر کافی نقصانات ہوئے، اور سمجھانے بجھانے پر بھی نہ مانے، آخر میں دونوں بھائیوں میں جھگڑا ہوا، اور دونوں علیٰحدہ ہوگئے، دونوں نے الگ الگ کام کرلیا، ایک کا کام فیل ہوگیا، یہاں تک کہ جو مکان اس کے رہنے کے لیے دیا تھا وہ بیچ دیا، اور بیچ کر لاپتہ ہوگیا، اس واقعہ کو تقریباً تین سال کا عرصہ گذر گیا اس فرار لڑکے کی بیوی اور لڑکی ہے جو کہ اپنے میکہ میں رہتی ہے، میکہ والے نہایت غریب ہیں، میکہ والے زید کو کہتے ہیں کہ اپنی بہو کو گھر لاؤ، جبکہ زید کے لڑکے کو فرار ہوئے تین سال کا عرصہ ہوگیا، براہ کرام یہ بتلائیں کہ شریعت کے مطابق لڑکے کی بیوی اور پوتی کا حق نکلتا ہے یا نہیں؟ حالانکہ زید اپنی تمام ملکیت

اپنے چاروں لڑکوں کو برابر تقسیم کر چکا ہے۔

مذکورہ بالاصورت میں بیوی اپنے شوہر کا انتظار کب تک کریگی؟ جبکہ بیوی کی عمر ابھی ۲۰/ برس ہے؟

المستفتی: حاجی امیرحسن محلّہ علی خاں کاشی پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اگر زید کا لڑکا بالکل لا پتہ ہوگیا اور بیوی کے اخراجات کا کوئی انتظام نہیں ہے تو اگر غائب شوہر کی ملکیت میں مال ہو تو اس میں سے بیوی اور بچی کا خرچ لیا جائے گا، اور اگر کوئی مال وغیرہ نہیں ہے تو بیوی اپنے شوہر کے نام بھائی یا چچا سے قرض لے کر اپنی ضروریات پوری کرتی رہے اور غائب شوہر کی واپسی پر اس سے روپیہ لے کر قرض ادا کرے۔

كما في الدر المختار لو غائب وله زوجة وصغار تقبل بينتها على النكاح إن لم يكن عالم به ثم يفرض لهم ثم يأمرها بالإنفاق أو الاستدانة لترجع. (الدر المختار مع الشامي، باب النفقة كراچی ۳/۳۰۹، زكريا ۵/۳۳۲)

بھائی اور چچا پر واجب ہے کہ قرض دیں۔

كما في الدر المختار: وتجب الإدانة على من تجب عليه نفقتها و نفقة الصغار لو لا الزوج كأخ و عم ويحبس الأخ و نحوه إذا امتنع. (در مختار كراچی ۳/۵۹۲، زكريا ۵/۳۰۹)

(۲) اگر بیوی کو معصیت کا سخت خطرہ ہے تو وہ اپنا معاملہ شرعی پنچایت میں پیش کرے اور شرعی پنچایت بیوی کے حالات کی تفتیش کرکے ''الحیلۃ الناجزۃ جدید امارت شرعیہ ہند ۸۴تا ۹۴'' میں لکھے ہوئے احکام کے مطابق موجودہ نکاح فسخ کرا کر نکاح ثانی کی صورت نکلوائے گی۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۲۰۸)

شرعی تفریق حاصل کیے بغیر زوجۂ مفقود الخبر کا دوسرے سے نکاح کرنا

سوال [۷۰۶۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہندہ کی شادی ابوبکر سے ہوئی تھی، شادی کے بعد فوراً ابوبکر کمانے کی غرض سے ۹؍سال باہر غائب رہا، ہندہ کو کچھ پتہ نہ چلنے پر دوسری شادی کر لی، شادی کے دو سال گذر جانے کے بعد شوہر اول واپس آ گیا اب ہندہ شوہر اول کے پاس جانا چاہتی ہے اب ہندہ کو شوہر ثانی سے طلاق کی ضرورت پڑے گی یا نہیں؟

المستفتی: محمد اکرم بھاگلپوری، مدرسہ جامع الہدیٰ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر ہندہ نے شوہر اول سے شرعی تفریق حاصل کیے بغیر دوسرا نکاح کیا ہے تو اس کا دوسرا نکاح شرعاً منعقد نہیں ہوا ہے، ہندہ بدستور شوہر اول ہی کی بیوی ہے، اس پر لازم ہے کہ شوہر اول کے پاس آ جائے اور اس کے لیے عدت گذارنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

والمحصنٰت من النساء عطف على أمهاتكم يعنى حرمت عليكم المحصنٰت من النساء أى ذوات الأزواج لا يحل للغير نكاحهن مالم يمت زوجها، أو يطلقها و تنقضى عدتها من الوفات أو الطلاق. (تفسير مظهری، سورة النساء، تحت رقم: ٢٤، زكريا ديوبند ٢/٦٤)

أما نكاح منكوحة الغير و معتدته فالدخول فيه لايوجب العدة إن علم أنها للغير لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا. (شامی، كتاب النكاح، مطلب: فى النكاح الفاسد، زكريا ٤/٢٧٤، كراچى ٣/١٣٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍صفر المظفر ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/۳۳۰۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۲/۱۰ھ

زوجۂ مفقود کا زبردستی نکاح کرنا

سوال [۷۰۷۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہندہ کا شوہر بکر اس کی بدچلنی یا کسی دوسری وجہ سے اس کو میکہ پہنچا کر کئی سال سے روپوش ہوگیا ہے، وہ نہ تو اپنا پتہ بتاتا ہے نہ ہی ہندہ کے کسی طرح کے حق کی ادائیگی کا خیال کرتا ہے، گاؤں والوں کا کہنا ہے کہ ہندہ کا ناجائز تعلق زید سے ہوگیا ہے، اس لیے کہ گاؤں کے کچھ لوگوں نے ہندہ اور زید کو ایک ساتھ گفتگو کرتے ہوئے دیکھا ہے، ہندہ کی والدہ اور اس کے رشتہ داروں کا کہنا ہے کہ زید اور ہندہ کی شادی کرادی جائے، کیونکہ ہندہ کا شوہر مفقود الخبر ہے اس کی خبر گیری نہیں کرتا ہے، اور زید کا ناجائز تعلق بھی ہندہ سے ہوگیا ہے، اس لیے زید سے نکاح کرادیا جائے، ہندہ کے رشتہ داروں کے استفسار پر گاؤں کے ایک عالم صاحب نے زوجہ مفقود الخبر کے متعلق فقہاء کے اقوال کی وضاحت کرتے ہوئے شرعی مسئلہ بتایا کہ اگر نکاح ہی کرانا ہے تو قاضی شرعی کی طرف رجوع کیا جائے، قاضی ہندہ کے شوہر کی تحقیق و جستجو کے بعد میت قرار دے اور عورت عدت وفات گذارے، پھر زید کا نکاح ہندہ سے درست ہوگا، اس سے پہلے نکاح کرانا اجتماعی طور پر حرام کاری کی اجازت دینا ہے، ہندہ کے رشتہ داروں نے شرعی مسئلہ کو یہ کہہ کر رد کردیا کہ مسئلہ مسائل کا وقت نہیں ہے، کیونکہ جلدی نکاح کرانا ہے، ادھر ہندہ کے رشتہ دار اور کچھ نوجوان نیز سرکردہ لوگوں نے زید کو ڈرا دھمکا کر ہندہ کے گھر ڈھکیل دیا اور ہنگامہ کرکے لوگوں کو جمع کیا، اور زید کو ڈرا دھمکا کر نکاح کے لیے راضی کرنے کی کوشش کی، زید ان لوگوں کی ہر بات کے جواب میں انکار کرتا ہے زید کے والد بھی اسطرح کے نکاح سے راضی نہیں، اس لیے وہ نکاح کے وقت موجود نہیں ہیں، جب زید کے رضا کی کوئی صورت نظر نہیں آئی، تو ہندہ کے رشتہ دار اور اس کے گھر پر موجود گاؤں کے سرکردہ لوگوں نے کسی طرح مجبور کرکے اس کا نکاح محلّہ کی مسجد کے امام سے پڑھوا دیا، زید نے مجبوراً نکاح قبول کرلیا، اس نکاح خوانی کے لیے چھ سو اکیاون روپئے لیے گئے، پانچ سو

روپیہ مسجد کے لیے اور ایک سو اکیاون روپیہ امام کو دیئے گئے، اس کے بعد تمام لوگ ہندہ کے گھر کھانا کھا کر ہنستے ہوئے اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ اب سوالات یہ ہیں:

(۱) کہ زید کا نکاح ہندہ سے منعقد ہوا، اگر زید ہندہ کو چھوڑ دیتا ہے اور الگ تھلگ رہتا ہے تو کیا وہ گناہگار ہوگا، اور زید پر مہر کی ادائیگی کیا شرعاً واجب ہوگی؟

(۲) ان تمام لوگوں کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا فیصلہ ہے؟ جن لوگوں نے مل جل کر نکاح کرایا؟

(۳) ہندہ کے گھر میں لوگوں کا کھانا پھر چھ سو اکیاون روپیہ لے کر مسجد کی تعمیر میں پانچو سو روپیہ لگانا، اور ایک سو اکیاون روپئے امام کو دینا جس نے نکاح پڑھایا اور ان کا بخوشی قبول کر لینا حلال ہے یا حرام؟

(۴) مذکورہ امام نے مسئلہ جاننے کے باوجود اس قسم کا ایک نکاح ایک عورت کا جبکہ عدت گذار رہی تھی، دوران عدت ہی پڑھا دیا ہے، کیا اس امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے، ایسا امام جو جان بوجھ کر اس قسم کا نکاح پڑھا کر گاؤں میں تفریق پیدا کرتا ہے اس کی امامت کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(۵) عمرو کا کہنا ہے چونکہ مجلس میں شریک لوگوں نے شرعی مسئلہ کو استہزاء واستخفافاً رد کر دیا اور اس طرح نکاح کرا دینے کو حلال سمجھا اس لیے تمام شرکاء کا ایمان جاتا رہا، کیا عمرو کا کہنا درست ہے؟

(۶) کیا تمام شرکاء کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح کی ضرورت ہے؟ نیز تجدید نکاح کی کیا صورت ہوگی؟

(۷) گاؤں کے اکثر لوگ متشرع ہیں، صوم وصلاۃ کے پابند ہیں، لیکن گاؤں کے امام انہیں سرکردہ لوگوں کی باتوں پر عمل کرتے ہیں، شریعت کا لحاظ نہیں کرتے، تاکہ ملازمت باقی رہے، اگر شرعی مسئلہ بتایا جائے تو فتنہ وفساد ہونے کا خطرہ ہے، ایسی صورت میں فتنہ وفساد سے بچنے کے لیے گاؤں والوں کے لیے اپنی عیدین ودیگر نمازوں کا دوسری

جگہ انتظام کرنا جائز ہے؟

المستفتی: نثار احمد، پیرپنتی بازار، بھاگلپور (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جن عالم صاحب نے یہ مسئلہ بتایا ہے کہ جب تک کسی شرعی محکمہ سے رابطہ قائم کرکے ہندہ کا پہلے شوہر سے طلاق کا حکم حاصل نہ کرلیا جائے گا زید یا کسی اور شخص کے ساتھ نکاح جائز نہیں وہ صحیح مسئلہ ہے، لہٰذا اس کی خلاف ورزی کرکے پہلے شوہر سے شرعی تفریق حاصل کرنے سے پہلے جو نکاح مسجد میں پڑھایا گیا ہے وہ نکاح باطل ہے۔

أما نکاح منکوحة الغیر...... فلم ینعقد أصلا. (شامی، کتاب النکاح، باب النکاح الفاسد، کراچی ۱۳۲/۳، زکریا ۲۷۴/٤، عالمگیری زکریا قدیم ۲۸۰/۱، جدید ۳٤٦/۱)

اور اس نکاح میں مسجد کے لیے جو پانچ سو روپیہ لیے گئے ہیں وہ حرام ہیں مسجد میں اس کا استعمال جائز نہیں اور امام صاحب کو جو روپئے دیئے گئے ہیں وہ بھی حلال نہیں ہیں۔

أما لو أنفق فی ذٰلک مالا خبیثا أو مالا سببہ الخبیث والطیب فیکرہ؛ لأن اللّٰہ تعالیٰ لایقبل إلا بطیب فیکرہ تلویث بیتہ بمالا یقبلہ. (شامی، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ کراچی ٦٥٨/۱، زکریا ٤٣١/٢)

اور جان بوجھ کر جن لوگوں نے اس نکاح میں شرکت کی ہے وہ سب کے سب فاسق اور گناہ کبیرہ کے مرتکب ہیں، ان سب پر توبہ لازم ہے، اور ہندہ کا زید کے ساتھ رہنا حرام کاری اور زنا کاری ہے، فوراً دونوں کو الگ کردینا لازم ہے، ورنہ خدا کا عذاب دور نہیں ہے، اللہ کی طرف سے عظیم ترین عذاب نازل ہوسکتا ہے، اور آخرت کا عذاب اس سے بھی زبردست ہے، اس لیے جن لوگوں نے مل کر نکاح کرایا ہے وہ فوراً توبہ کریں اور ہندہ کو فوری طور پر الگ کریں، ہندہ شرعی طور پر پہلے شوہر کی بیوی ہے، اور امام صاحب کو شریعت کے خلاف گاؤں کے سرکردہ لوگوں کی رائے پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، اگر وہاں رہ کر شریعت پر عمل کرنا مشکل ہے تو وہاں کی ملازمت فوراً چھوڑ دیں، نیز امام صاحب پر بھی توبہ لازم ہے، کہ انہوں نے جان بوجھ کر نکاح پڑھایا ہے اور یہ کہنا غلط ہے کہ شرعی مسئلہ پر عمل کرنے سے فتنہ ہوگا، مسلمانوں کے پاس ہی تو

شرعی مسئلہ پیش کیا جائے گا کوئی غیر مسلم تو نہیں ہے، سب ہی مسلمان ہیں، اس لیے ان کے سامنے مسئلہ بتایا جائے، اور شرعی مسئلہ پر عمل کیا جائے، اور اگر کوئی مزاحمت کرے تو تمام مسلمانوں کو اس کے خلاف ایک رائے پر متفق ہو جانا چاہیے، اور اگر یہ ممکن نہیں ہے تو ان لوگوں کا ساتھ نہ دے کر الگ سے عبادت گاہ بنا کر اس میں عبادت کی جا سکتی ہے۔

عن جرير بن عبد الله قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ما من رجل يكون في قوم يعمل فيهم بالمعاصي يقدرون في على أن يغيرو عليه و لا يغيرون إلا أصابهم منه بعقاب قبل أن يموتوا. (سنن أبي داؤد، كتاب الملاحم، باب الامر و النهی النسخة الهندية ۲/ ۵۹٦ دار السلام رقم: ۴۳۳۹، مشكاة ۲/ ۴۳۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۱۹/ جمادی الثانی ۱۴۲۱ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۷۷۲۹)	۱۴۲۱/۶/۱۹ھ

زوجۂ مفقود کے سامان جہیز و نکاح کا حکم

سوال [۷۰۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ مؤرخہ ۱۵/۱ اکتوبر ۱۹۹۵ء کو بعوض مہر غیر معجّل مبلغ دس ہزار روپئے معہ ۵/ تولہ سونا موجودہ زیور اور بیس تولہ چاندی منعقد ہوا تھا، اور ہندہ رخصت ہو کر چلی گئی تھی۔

زید ایک فیکٹری میں ملازم تھا، ٹھیک ایک مہینہ ۲۶/ دن کے بعد زید فیکٹری سے لا پتہ ہو گیا، کافی دوڑ دھوپ اور تلاش کے بعد زید کا اب تک کوئی سراغ نہ مل سکا، ہندہ کی سسرال والوں نے اسے اس کے میکے (باپ کے گھر) پہنچا دیا، اور اس کی کسی قسم کی کوئی کفالت بھی نہیں کرتے ہیں، اب تقریباً ڈھائی سال کا عرصہ گذر گیا، ہندہ اپنے شوہر کی واپسی اور زندگی سے مایوس ہو چکی ہے۔

دریں صورت کیا ہندہ کے وارثین (ماں باپ) سے اپنے مہر مبلغ دس ہزار روپئے اور موجودہ زیور ۵/ تولے سونا اور ۲۰/ تولہ چاندی کا مطالبہ کر سکتی ہے، کیا زید کے وارثوں پر

واجب نہیں کہ وہ ہندہ کا مہر ادا کریں، اگر انکار کریں تو ان کے لیے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے نیز زید کے وارثین ہندہ کے جہیز کا سامان واپس کرنے سے بھی انکار کرتے ہیں جبکہ وہ بھی زید کی زندگی و واپسی سے مایوس ہو چکے ہیں تو کیا ہندہ کے سامان جہیز کا واپس کرنا ان پر واجب نہیں، ہندہ اگر کسی جگہ دوسرا نکاح کرنا چاہے تو اس کے لیے شرع مطہر کا کیا حکم ہے؟ اوراس کا طریقہ کیا ہے؟

المستفتی: عبداللہ رام نگر، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہندہ کے مہر میں جتنی بھی چیزیں ہیں وہ سب کے سب اس کا حق اوراس کی ملکیت ہیں اب جب شوہر کی طرف سے اس کا کوئی حق ادا نہیں ہو رہا ہے، تو اس کو اپنی ساری چیز لے کر میکے جانے کا حق ہے، اور ملکیت کو جہاں چاہے جس طرح چاہے استعمال کرسکتی ہے۔

المالک هو المتصرف فی الأعیان المملوکة کیف شاء من الملک. (بیضاوی، مکتبه رشیدیه دیو بند ۱/ ۷)

کسی کو اس کا حق دبانے کا حق نہیں ہے، سسرال والوں پر لازم ہے کہ اس کا حق اس کے حوالہ کردیں۔

لایجوز لأحد أن یاخذ مال أحد بلا سبب شرعی. (قواعد الفقه اشرفی دیو بند ص: ۱۱۰)

(۲) ہندہ اگر دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے تو پہلے شوہر سے شرعی تفریق حاصل کرنے سے پہلے نکاح جائز نہیں ہے، اور شرعی تفریق کے لیے محکمہ شرعیہ سے رابطہ قائم کرے وہاں سے شرعی فیصلہ مل سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍محرم الحرام ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۷۴۹)

موت کی اطلاع کے بعد لوٹ کر آنے والے شوہر کی بیوی کے درمیان میں نکاح اور بچے کا حکم

سوال [۷۰۷۲]: (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص زید سال بھر سے غائب تھا، لیکن روپیہ وغیرہ بھیجا کرتا تھا، کچھ دنوں سے وہ شخص جگہ بدل کر کہیں چلا گیا اس دوران خط وکتابت بند تھی کسی نے وہاں سے آکر خبر دی کہ وہ (زید) انتقال کر گیا، اس خبر کو سن کر لڑکی والوں نے لڑکی کی شادی دوسرے شخص سے کرادی اس دوسرے شخص سے ایک لڑکا بھی ہوگیا پھر ایک سال کے بعد زید واپس آگیا تو اب یہ عورت کس کی بیوی رہے گی، اور جو بچہ ہوا ہے اس کا نسب کس سے ثابت ہوگا؟

المستفتی: عبدالصمد، حیات العلوم مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسے شخص کی بیوی کو جس کا شوہر غائب ہو کوئی شخص آکر یہ خبر دیتا ہے کہ تیرے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے اور عورت نے مخبر کی بات پر اعتماد کرتے ہوئے عدت گذار کر دوسرے مرد سے نکاح کرلیا اور اس سے بچہ بھی ہوگیا تو یہ نکاح صحیح ہوگیا اور بچہ بھی دوسرے شخص سے ثابت النسب ہوگا، لیکن شوہر اول کے واپس آجانے کی صورت میں بیوی شوہر اول کو مل جائے گی اور بچہ دوسرے شخص سے ہی ثابت النسب ہوگا جیسا کہ اس پر یہ عبارتیں دلالت کرتی ہیں۔

غاب عن امرأته فتزوجت بآخر وولدت أولادا ثم جاء الزوج الأول فالأولاد للثاني على المذهب الذى رجع إليه الإمام وعليه الفتوىٰ كما فى الخانية، وفى الشامية: شامل لما إذا بلغها موته أو طلاقه فاعتدت و تزوجت ثم بان خلافه. (در مختار مع الشامی، باب العدة، فصل فى ثبوت النسب، کراچی ۳/۵۵۲، زکریا ۵/۲٤۷)

أخبرها ثقة أن زوجها الغائب مات أو طلقها ثلاثا أو أتاها منه كتاب على يد ثقة بالطلاق إن أكبر رأيها أنه حق فلا بأس أن تعتد و تتزوج. (شامی،

باب العدة کراچی ۳/ ۵۲۹، زکریا ۵/ ۲۱۴-۲۱۵، هندیه زکریا قدیم ۱/ ۵۳۰، جدید ۱/ ۵۸۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم رجب ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۵۱۲)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/ ۷/ ۱۴۱۴ھ

طلاق کے بعد پیش آمدہ چند سوالات کے جوابات

سوال [۷۰۷۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک لڑکی جس کی شادی ۲۸/ فروری ۱۹۹۹ء بالعوض ۲۵/ ہزار روپئے سکہ رائج الوقت مہر کے ساتھ کردی گئی تھی، شادی کے چار ماہ بعد لڑکی کے اوپر الزام تراشی کر کے اس کے سسرال والوں نے لڑکی کو میکہ بھیج دیا، اس وقت لڑکی تین ماہ سے حاملہ تھی، اب تمام کوششوں کے بعد بھی لڑکی کو اس کا شوہر رکھنے کو تیار نہیں ہے، اور نوبت طلاق کی آچکی ہے، چنانچہ آپ سے استدعا ہے کہ از روئے شرع حسب ذیل سوالات کے جوابات تحریر فرمائیں۔

(۱) شادی کے وقت شوہر کی طرف سے چڑھائے گئے زیور اور کپڑے پر طلاق کے بعد کس کا حق ہے؟ شوہر کا یا بیوی کا؟

(۲) بچہ کی پیدائش سے پہلے اور پیدائش کے بعد تک کے خرچہ کا ذمہ دار کون ہے، لڑکی کے والدین یا لڑکی کا شوہر؟

(۳) طلاق کے بعد لڑکی کے والدین کی طرف سے دئے گئے جہیز پر کس کا حق ہے؟ بیوی کا یا شوہر کا؟

(۴) مہر چاہے معجّل ہو یا غیر معجّل اس پر کس کا حق ہے؟

(۵) عدت کے دوران جملہ مصارف کا ذمہ دار کون ہے؟ شوہر یا والدین؟

ازراہ کرم مطلوبہ شرعی جوابات سے مطلع فرما کر بندہ کو ممنون ومشکور فرمائیں۔

المستفتی: حاجی شہزاد عالم محلّہ گوئیاں باغ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شادی کے بعد دئے گئے کپڑے پرلڑکی کا حق ہے، اور زیورات آپ کی برادری کے عرف پرمبنی ہے،اگرآپ کے یہاں لڑکی کومالک بنادیا جاتا ہے تو وہ بھی لڑکی کا حق ہے، اوراگرآپ کے یہاں لڑکی کو مالک نہیں بنایا جاتا ہے تو وہ شوہر کا حق ہے،اس کے بارے میں برادری کے بااثر لوگ فیصلہ کریں اور بچہ کی پیدائش تک کا پوراخرچہ شوہر پرلازم ہے،اورولادت کا خرچہ بھی شوہر پر ہے،لڑکی کے والدین پرنہیں اور پیدائش کے بعد بچہ کی پرورش کا حق اس وقت تک لڑکی کورہےگا جب تک بچہ کے علاوہ دوسرے غیرمحرم سے شادی نہ کرے،لڑکا ہوتو سات سال تک اورلڑکی ہوتو ۹؍سال تک حق رہےگا،اس کے بعد شوہر کا حق ہے،اور جہیز کا سامان پورا کا پورا لڑکی کا حق ہے، نیز طلاق کے بعد عدت یعنی تین ماہواری تک کا خرچہ شوہر پرلازم ہے،اورطلاق کے بعدمہرمعجّل ہو یامہرمؤجل ہرحال میں پورا کاپورالڑکی کا حق ہے،اگرشوہر نےازخودطلاق دی ہو۔(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۸/۳۱۱)

وإن كان العرف خلاف ذٰلک بأن كان يدفعونه على وجه الهبة ولا ينظرون فى ذٰلک إلى إعطاء البدل فحكمه حكم الهبة فى سائر أحكامه فلا رجوع فيه بعد الهلاک أو الاستهلاک والأصل فيه أن المعروف عرفا كالمشروط شرطا. (شامی، کتاب الهبة، کراچی ٥/٦٩٦، زکریا ٨/٥٠١)

وإذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسكنى فى عدتها رجعيا كان أو بائنا. (هدايه، اشرفی ديوبند ٢/٤٤٣)

ونفقة الأولاد الصغار على الأب لا يشاركه فيها أحد كما لا يشاركه فى نفقة الزوجة. (هدايه، اشرفی ديوبند٢/٤٤٤)

ويكون الغلام عندهن حتى يستغنى عنها -إلى- وقدر بتسع أو سبع وتحته قدر الخصاف بسبع سنين وعليه الفتوىٰ ثم نجبر الأب على أخذه، والجارية عند الأم حتى تحيض و تحته فقدره أبو الليث تسع سنين وعليه الفتوىٰ. (مجمع الأنهر مع ملتقى الأبحر، دار الكتب العلمية بيروت ٢/١٦٨ تا ١٧٠)

والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة الدخول، والخلوة الصحيحة وموت أحد الزوجين. (هنديه زكريا قديم ۱/ ۳۰۳، جديد ۱/ ۳۷۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍شعبان ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۳۲۱)

مطلقہ کن کن چیزوں کی مستحق ہے؟

سوال [۷۰۷۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک منکوحہ عورت اپنے شوہر کی ناگفتہ بہ اور ناجائز حرکات وسکنات کی وجہ سے مجبور ہوکر طلاق لینا چاہتی ہے، لہٰذا ایسی حالت میں وہ مہر، زیورات، نان ونفقہ، جہیز وغیرہ اور اس کے ماسوا دیگر کن کن چیزوں کی مستحق ہے؟

المستفتی: محمد تسلیم دیوان کا بازار مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب شوہر طلاق دینے کے لیے تیار نہیں ہے اور بیوی طلاق لینے پر مصر ہے تو ایسی صورت میں شوہر کو بدل خلع لینے کا حق ہوتا ہے اور بدل خلع میاں بیوی کے درمیان جو بھی طے ہو جائے اس پر صحیح ہو جاتا ہے، اور مذکورہ اشیاء سب بیوی کی ملکیت ہیں، ان میں سے جس پر خلع کیا جائے گا اس کا مطالبہ شوہر سے کرنے کا حق نہیں ہے، بقیہ سب بیوی کا حق ہے۔

الحق متى ثبت لا يبطل بالتاخير. (قواعد الفقه ص: ۷۷)

الخلع عقد يفتقر إلى الإيجاب والقبول يثبت الفرقة و يستحق عليها العوض، وفي السغناقي: هو عبارة عن أخذ مال من المرأة بإزاء ملك النكاح بلفظ الخلع. (تاتارخانية زكريا ۵/ ۵ رقم: ۷۰۷۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۹۰۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۳/۱۱ھ

طلاق کی صورت میں شوہر پر کن کن چیزوں کی ادائیگی لازم ہے؟

سوال [۷۰۷۵]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے اور میری بیوی کے درمیان شادی کے بعد ہی سے نااتفاقی ولڑائی رہی جس کی وجہ سے میں نے دوسری شادی کرلی اور اب پہلی بیوی مجھ سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے اور ایک لاکھ تیس ہزار روپیہ جو جہیز کی خریداری کے لیے دیا گیا تھا اس کا مطالبہ کرتی ہے اور گیارہ تولہ سونا بھی لڑکی کا تھا، جو اس وقت اسی کے پاس ہے، اسی طرح ایک لڑکا تین سال کا ہے، اس کا خرچہ اور حصہ کا مطالبہ کرتی ہے اور یہ مطالبہ ۲۵/۲۰/لاکھ روپئے کا ہے، اور شادی کے کھانے اور کپڑے میں ایک لاکھ روپیہ خرچ ہوا، اس کا بھی مطالبہ کرتی ہے تو دریافت یہ کرنا ہے کہ یہ سب مطالبات شرعاً درست ہیں، شریعت کی رو سے اگر طلاق دی جائے تو کون کون سی چیزیں واپس ہوں گی؟ اور مذکورہ مطالبات کے بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد ندیم ممبئ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سوالنامہ میں مذکورہ مطالبات کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ جہیز کی خریداری کے نام پر دی جانے والی رقم کی مالک بھی بیوی ہوگی، اور بصورت طلاق شوہر پر اس کی واپسی لازمی اور ضروری ہے۔

أن الجهاز للمرأة إذا طلقها تاخذه كله. (شامی، کتاب النکاح، باب المهر، کراچی ۳/۱۵۸، زکریا ٤/۳۱۱)

اور گیارہ تولہ سونا جو بیوی کے پاس ہے اس کی مالک بھی وہی ہے۔

أسباب التمليك ثلاثة: الأول الناقل للملک من مالک إلى مالک آخر كالبيع والهبة. (شرح المجلة اتحاد دیوبند ١/٦٧٩ رقم المادة ١٢٤٨)

چھوٹی اولاد کا نفقہ اور خرچہ باپ کے ذمہ ہوتا ہے خواہ بچہ ماں کے پاس ہی کیوں نہ ہو، لہٰذا تین سال کا جو بچہ ہے اس کا خرچہ باپ پر واجب ہے۔

نفقة الأولاد الصغار على الأب لا يشاركه فيها أحد. (هنديه، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الرابع في نفقة الاولاد زكريا قديم ١/ ٥٦٠، جديد ١/ ٦٠٧)

ونفقة الصغير واجبة على أبيه. (تاتارخانية ٥/ ٤١٢ رقم: ٨٣٣٣)

اور بچہ کے حصہ کی جو بات کہی گئی ہے اس کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ باپ کی زندگی میں باپ کی جائیداد اور ملکیت میں بیٹے کا کوئی حصہ نہیں بنتا۔

كل يتصرف في ملكه كيف شاء. (شرح المجلة ١/ ٦٥٤ رقم المادة ١١٩٢)

الإرث يثبت بعد موت المورث. (البحر الرائق، كتاب الفرائض زكريا ٩/ ٣٦٤، كوئٹه ٩/ ٣٩٤)

اور شادی کے کھانے اور کپڑے میں جو خرچ ہوا ہے عورت کو اس کے مطالبہ کا شرعاً کوئی حق نہیں ہے۔

لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامی، كتاب الحدود، باب التعزير، كراچی ٤/ ٦١)

مذکورہ بالا امور کے علاوہ جو مہر مقرر کیا گیا تھا اگر اب تک وہ ادا نہیں کیا ہے تو بصورت طلاق اس کی ادائیگی بھی شوہر پر لازم وضروری ہے؛ کیونکہ یہ عورت کا شرعی حق ہے۔

وأفاد أن المهر وجب بنفس العقد ...... وإنما يتأكد لزوم تمامه بالوطئ ونحوه. (شامی، كتاب النكاح، باب المهر، كراچی ٣/ ١٠٢، زكريا ٤/ ٢٣٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۳؍ رجب ۱۴۳۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۴۴۸)	۳؍ ۷؍ ۱۴۳۲ھ

طلاق دینے کے بعد شوہر کے ذمہ کیا کیا واجب ہے؟

سوال [۷۰۷۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک لڑکی کو طلاق مغلظہ واقع ہونے کے بعد اس کے شوہر کو کیا کیا کام کرنا ہیں اور

کیا کیا ادائیگی کرنی ہے؟

(۱) مہر کی ادائیگی جب کہ لڑکی کے باپ نے زبردستی طلاق دلوائی ہے ہوگی یا نہیں؟

(۲) جہیز جو لڑکی کے باپ نے شادی کے وقت زیور، کپڑا، فرنیچر وغیرہ دیا تھا واپس دیا جائے گا کہ نہیں؟

(۳) لڑکے کی طرف سے جو ملبوسات یا زیورات چڑھائے گئے تھے وہ کس کی ملکیت ہوں گے، جب کہ برادری کے رواج کے مطابق وہ سب سامان لڑکے کو واپس ملتا ہے؟

(۴) پہننے کے جوڑے جو لڑکی کے باپ یا ماں نے لڑکی کو دیئے اور جو کچھ استعمال کر چکے ہیں کیا وہ بھی واپس ہوں گے اور استعمال شدہ کی قیمت دینی ہوگی؟

(۵) عدت کی مدت کا خرچہ دینا ہوگا کہ نہیں؟

المستفتی: محمد راشد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) اگر بیوی سے ہمبستری ہو چکی ہے تو زور دباؤ کے ساتھ طلاق کی صورت میں بھی شوہر پر مہر ادا کرنا لازم ہوگا اس لیے کہ مہر کے لزوم کا تعلق ہمبستری سے ہے اور ہمبستری ہو چکی ہے۔

وإن أكره على طلاق امرأته، وتحته في الهداية: فيضاف إلى المكره من حيث أنه إتلاف بخلاف ما إذا دخل بها لأن المهر قد تقرر بالدخول لا بالطلاق. (هدايه، كتاب الإكراه، اشرفی ديوبند ۳/ ۳۵۰)

(۲) جہیز کا تمام سامان لڑکی کی ملکیت ہے اس کا واپس کر دینا لازم ہے۔

(۳) لڑکے کی طرف سے جو سامان زیور وغیرہ ہیں ان کا مدار عرف پر ہے اگر برادری کے عرف اور رواج میں یہی ہے کہ وہ لڑکے کو واپس مل جاتے ہیں تو وہ لڑکے ہی کے ہیں اور اگر لڑکی اس کی مالک ہو جاتی ہے تو رواج کے مطابق لڑکی کو ملیں گے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۳/ ۳۳۴، جدید ڈابھیل ۱۲/ ۱۰۶)

وإذا بعث الزوج إلی أهل زوجته أشياء عند زفافها منها ديباج فلما زفت إليه أراد أن يسترد من المرأة، ليس له ذٰلک، إذا بعث إليها علی جهة التمليک ...... جهز زوجها ثم زعم أن الذی دفعه إليها ماله، وكان علی وجه العارية عندها، وقالت: هو ملكی جهزتنی به، أو قال الزوج ذٰلک بعد قولها ...... وقال فی الواقعات: إن كان العرف ظاهرا بمثله فی الجهاز كما فی ديارنا فالقول قول الزوج. (هنديه، الفصل السادس عشر فی جهاز البيت، زكريا قديم ۱/۳۲۷، جديد ۱/۳۹۳)

(۴) جو اشیاء لڑکی والوں نے لڑکے کے متعلقین کو رشتہ یا شادی کے موقع پر دی ہیں وہ سب ہدیہ ہیں وہ معمولی اشیاء عام طور پر باقی بھی نہیں رہتی ہیں، البتہ اگر ایسی اشیاء کی واپسی کا بھی برادری میں رواج ہے، تو ان میں جو اشیاء صحیح وسالم باقی ہیں وہ واپس ملیں گی اور جو اشیاء صحیح وسالم نہیں ہیں ان کا تاوان لازم نہیں۔

الثابت بالعرف كالثابت بالنص. (عقود رسم المفتی قديم ص: ۹۵، جديد، دار الكتاب ديوبند ص: ۱۵۳)

(۵) اگر لڑکی شوہر کے گھر رہ کر عدت گذارتی ہے یا جہاں رہ کر عدت گذارتی ہے، شوہر اس سے راضی ہے، وہاں عدت گذارتی ہے تو عدت کا خرچہ شوہر پر واجب ہے ورنہ نہیں۔

وتجب لمطلقة الرجعی والبائن والفرقة بلا معصية وتحته فی الشامية: وتسقط بالنشوز وتعود بالعود واطلق فشمل الحاصل وغيرها والبائن بثلاث أو أقل. (در مختار مع الشامی، باب النفقة، مطلب: فی نفقة المطلقة، زكريا ۵/۳۳۳، كراچی ۳/۶۰۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۸۴۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۹/۱/۱۴۱۵ھ

تین طلاق کے بعد مہر کا مطالبہ

سوال [۷۰۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: (۱) میری بیٹی صبا پروین کو میرے داماد نے تین طلاق دیدیا ہے تو طلاق ہوگئی یا نہیں؟

(۲) مہر فاطمی مقرر ہوا تھا، شوہر نے ابھی ادائیگی نہیں کی ہے، تو دینا لازم ہے یا نہیں؟ مہر فاطمی کی مقدار کیا ہے؟

المستفتی: طارق حسین بیگم والی مسجد اصالتپورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب آپ کے داماد نے آپ کی بیٹی کو تین طلاق دے دی ہے تو آپ کی بیٹی پر طلاق مغلظہ واقع ہوکر شوہر پر قطعی طور پر حرام ہوگئی اور اس کے شوہر پر مہر کا ادا کرنا لازم ہے اور مہر فاطمی کی مقدار موجودہ زمانہ کے حساب سے ڈیڑھ کلو تیس گرام نو سو ملی گرام چاندی ہے۔ (مستفاد: انوار نبوت ۲۵۲، ایضاح الطحاوی ۳/۱۹۳، ایضاح المسائل ۱۳۰)

لو قال لزوجته: أنت طالق طالق طالق طلقت ثلاثا. (الأشباه والنظائر قديم ص: ۲۱۹، جديد زكريا ص: ۳۷٦)

فالمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول والخلوة الصحيحة أو موت أحد الزوجين سواء كان مسمى أو مهر المثل. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان ما يتأكد به المهر زكريا ۲/۵۸٤، هنديه زكريا قديم ۱/۳۰۳، جديد ۱/۳۷۰، البحر الرائق كوئٹه ۳/۱٤۳، زكريا ۳/۲۵۱، هدايه اشرفي ديو بند ۲/۳۲٤، شامي كراچی ۳/۱۰۲، زكريا ٤/۲۳۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۹؍محرم الحرام ۱۴۳۵ھ	احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۳۷۶)	۱۴۳۵/۱/۹ھ

زوجین طلاق دینا لینا چاہیں تو مہر کا کیا حکم ہے؟

سوال [۷۰۷۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اگر میاں بیوی آپسی اختلافات کی بنا پر طلاق دینا لینا چاہیں تو مہر کی کیا

صورت ہوگی؟ اگر مرد طلاق دے تو مہر کس طرح ادا کیا جائے اور عورت طلاق لے تو مہر کی ادائیگی میرے اوپر لازم ہوگی یا اس میں کچھ چھوٹ ہوگی۔

المستفتی: محمد ادریس سیفی، ہلدوانی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر خلع کیے بغیر ویسے ہی طلاق دے دے تو اس صورت میں مہر ساقط نہ ہوگی بلکہ مکمل مہر کی ادائیگی لازم ہوگی، اور اگر خلع کرے، جس کی صورت یہ ہے کہ زوجہ مہر معاف کر دے اور شوہر طلاق دیدے یا مرد کہے کہ میں نے تجھ سے مہر کے بدلے خلع کیا اور عورت قبول کرلے تو اس صورت میں مہر ساقط ہو جائے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۰/ ۱۸۷، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۹/ ۳۴۵، جدید ڈابھیل ۱۲/ ۳۶۰)

المهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول والخلوة الصحيحة أو موت أحد الزوجين سواء كان مسمى أو مهر المثل حتى لا يسقط شيئ منه بعد ذلك إلا بإبراء من صاحب الحق. (بدائع، كتاب النكاح، فصل في بيان ما يتأكد به المهر زكريا ۲/ ۵۸٤، هنديه زكريا قديم ۱/ ۳۰۳، جديد ۱/ ۳۷۰، البحر الرائق كوئٹه ۳/ ۱٤۳، زكريا ۳/ ۲۵۱، هدايه، اشرفى ديوبند ۲/ ۳۲٤، شامى، كراچى ۳/ ۱۰۲، زكريا ٤/ ۲۳۳)

ويسقط الخلع كل حق لكل منهما على الآخر مما يتعلق بذلك النكاح، إلا نفقة العدة و سكناها فلا يسقطان إلا إذا نص عليها فتسقط النفقة لا السكنى. (تنوير الأبصار مع در المختار، باب الخلع كراچى ۳/ ٤۵۲ - ٤۵۳، زكريا ۵/ ۱۰۳-۱۰٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/ رجب ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۲۴۱)

طلاق کے بعد مہر وغیرہ کی واپسی کا حکم

سوال [۷۰۷۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ میں نے ۶/دسمبر۱۹۹۴ءکو اپنی شادی کی تھی، میری بیوی اس وقت سروس کرتی تھی، جس کی تنخواہ صرف پانچ سو روپیہ مہینہ تھی، اور وہ سروس کرنے نگینہ سے ہلدور جایا کرتی تھی، میں نے ان سے یہ کہا کہ تم سروس چھوڑ دو اس نے جواب میں یہ کہا کہ تم کو چھوڑ سکتی ہوں سروس نہیں چھوڑوں گی، اگر تم میری سروس چھوڑوا رہے ہو تو اپنی دوکان چھوڑ دو یا تم مجھے ۵۰۰ روپیہ مہینہ دینا اسٹام پر لکھ کر دو کہ ہر مہینہ دیا کروں گا، اس کے بعد اس نے کہا کہ میں ۱۹۹۷ء تک ملازمت کروں گی اس کے بعد چھوڑ دوں گی، اس نے نوکری نہیں چھوڑی، اس بارے میں کئی بار تکرار ہوتی رہی، ایک موقع ایسا آیا کہ میں اپنے گھر ناشتہ کرنے گیا، تو وہ چارپائی پر لیٹی ہوئی تھی میں نے اپنی ہمشیرہ کو دو انڈے لاکر دیئے، اس نے ایک انڈا چھوٹے بھائی کو بنا کر دیا اتنے میں میری اہلیہ غصہ کی حالت میں اٹھی اور اوپر والے کمرہ میں جاکر کواڑ بند کر کے رونا چلانا شروع کر دیا تو میں اوپر گیا اور جاکر کہا، دروازہ کھولو اس نے دروازہ نہیں کھولا، کئی مرتبہ کہا کھولو، پھر میں نے کہا میں کھڑکی توڑ کر اندر آجاؤں گا تو اس نے کواڑ کھول دیئے تو میں نے اپنے منہ سے تین طلاق والے الفاظ کہے یعنی میں نے کہہ دیا تم کو طلاق دی، پھر بیوی کو اس کے گھر والے ۱۲/۲۳/ ۱۹۹۸ءکو اپنے ساتھ لے گئے وہ اپنے ماں باپ کے یہاں ہے اور مہر اور دیگر سامان جو کچھ جہیز میں دیا گیا تھا اور جو زیورات ہم نے چڑھائے تھے یا انہوں نے چڑھائے تھے اس سامان کی کس طرح واپسی ہونی چاہیے، جو صحیح طریقہ شرعاً ہو تحریر فرمائیں۔

المستفتی: شہزاد انور پنجابیان، نگینہ بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب آپ نے تین طلاق والے الفاظ زبان سے نکالے تو بیوی پر تین طلاق واقع ہوگئی اور بیوی کو پورا مہر اور جہیز کا سارا سامان اور میکے سے آئے ہوئے تمام زیورات ملیں گے ان میں کسی کا کوئی حق نہیں اور جو زیورات آپ نے دیا ہے وہ آپ کی برادری کے عرف اور رواج پر ہوگا اگر آپ کے یہاں بیوی کو مالک بنایا جاتا ہے تو اس کی حقدار بیوی ہی ہوگی، اور اگر واپس لینے کا دستور ہے تو اسے آپ روک سکتے ہیں۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۳/ ۳۳۴، جدید ڈابھیل ۱۲/ ۱۰۶)

المهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، أو موت أحد الزوجين . (بدائع، كتاب النكاح، فصل فى بيان ما يتأكد به المهر، زكريا ٢/ ٥٨٤)

أن الجهاز للمرأة إذا طلقها تاخذه كله. (شامی کراچی ۳/۱۵۸، زکریا ٤/ ٣١١)

الثابت بالعرف كالثابت بالنص. (شرح عقود رسم المفتی دار الکتاب دیو بند ص: ۱۵۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/محرم الحرام ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۵۹۳۳)

طلاق کی صورت میں زیورات کا حکم

سوال [۷۰۸۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حسب روایت شادی کے موقع پر میری بچی کو سسرال والوں کی جانب سے زیور چڑھایا گیا اغلب یہ ہے کہ رشتہ بحال نہیں رہ سکے گا، رشتہ منقطع ہونے کی صورت میں وہ زیور جولڑکے والوں کی جانب سے اس موقع پر دلہن کو دیا گیا وہ کس کی ملکیت مانی جائے گی، مالکانہ تصرف کس کا ہوگا؟

نوٹ ہماری برادری میں یہ عام رواج ہے کہ طلاق کے موقع پرلڑکی کے گھر والوں کی جانب سے دئے گئے سامان واپس کردئے جاتے ہیں، اسی طرح لڑکے کی جانب سے دئے گئے زیورات اس کو واپس کردئے جاتے ہیں، البتہ اِکا دُکا واقعہ ایسا بھی ہوا ہے کہ لڑکے والوں نے اپنے دیئے ہوئے زیورات واپس نہیں لیے ہیں۔

المستفتی: چودھری شریعت اللہ، اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب برادری کا عام دستور یہ ہے کہ طلاق کے وقت میں جانبین سے دئے گئے سامان واپس ہوجاتے ہیں اور اس میں لڑکے والوں کی

طرف سے جو زیور دیا گیا وہ بھی واپس ہوجا تا ہے، اور لڑکی والوں کی طرف سے جو بھی سامان دیا گیا وہ بھی واپس ہوجا تا ہے، تو ایسی صورت میں طلاق کے بعد لڑکی کو لڑکے والوں کی طرف سے دیئے گئے زیورات نہیں ملیں گے بلکہ واپس کرنا ہوگا، اور ایک آدھ واقعہ جو اس کے خلاف ہوا ہے اس کا اعتبار نہیں۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۵/۱۲۳، جدید زکریا مطول ۷/ ۴۴۸، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۹/ ۳۹۹، جدید ڈابھیل ۱۲/۱۲۱-۱۲۲)

المختار للفتویٰ أن یحکم بکون الجهاز ملکا لا عاریة لأنه الظاهر الغالب إلا فی بلدة جرت العادة بدفع الکل عاریة. (شامی، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب: فی دعوی الأب أن الجهاز عاریة کراچی ۳/۱۵۷، زکریا ۴/۳۰۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ / جمادی الاول ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۳۵۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/۵/۱۴۲۵ھ

شوہر بیوی کو طلاق دے تو مہر و جہیز کا حکم

سوال [۷۰۸۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک عورت اپنے شوہر کے یہاں پانچ سال رہی، پھر شوہر نے دوسری شادی کرلی، تقریباً ۶/ سال سے عورت گھر (میکے) میں ہے، شادی کا سارا سامان شوہر کے گھر ہے، اب ان کا شوہر طلاق دینا چاہتا ہے، لہٰذا آپ بتائیں کہ شرعی طور پر ان کے حق میں سے کیا کیا ملنا چاہیے؟

المستفتی: محمد صدیق مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر شوہر از خود طلاق دے دے گا تو بیوی کو پورا مہر ملے گا اور جہیز کا پورا سامان اسی کی ملکیت ہے اس میں شوہر کا کوئی دخل نہیں وہ ہر حال میں بیوی کی ملکیت ہے۔

وإذا خلا الرجل بامرأة ولیس هناک مانع من الوطئ ثم طلقها فلها

كمال المهر. (هدايه، كتاب النكاح، باب المهر، اشرفی دیوبند ۲/ ۳۲۵)

أن الجهاز للمرأة إذا طلقها تاخذه كله. (شامی،کراچی ۳/ ۱۵۸، زکریا ٤/ ۳۱۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۱۹/۲/۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۶۱۲)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۲/۵ھ

مطلقہ کے جہیز کی واپسی کا حکم

سوال [۷۰۸۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کی بیوی کو کسی عارض کی بنا پر طلاق ہوئی مطلقہ کی کچھ چیزیں زید کے پاس ہیں، زید دینا چاہتا ہے، سسرال کے لوگ واپس کر دیتے ہیں، ایسی مجبوری کی حالت میں کیا کریں، معافی تلافی بھی باقی رہے، اصل مسئلہ آخرت کا ہے یہ پریشانی درپیش ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: طلاق ہو جانے کے بعد بیوی کا سامان واپس کر دینا زید پر لازم اور ضروری ہے اور سامان جس حالت میں ہے اسی حالت میں واپس کرنا ضروری ہے، یعنی نیا ہو تو نیا، پرانا ہو تو پرانا اور جو استعمال کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ گئے ہیں اس کو اسی حالت میں واپس کر دینا چاہیے، اور بیوی کے میکہ والوں کو حق نہیں ہے کہ لینے سے انکار کر دیں ہاں البتہ بیوی کو حق ہے کہ یا تو لے لے یا معاف کر دے۔

خطب بنت رجل و بعث إليها أشياء ولم يزوجها أبوها فما بعث للمهر يسترد عينه قائما فقط وإن تغير بالاستعمال، وفي الشامية: لأنه مسلط عليه من قبل المالك فلا يلزم في مقابلة ما انتقص باستعماله شيئ.

(الدر المختار مع الشامی، كتاب النكاح، باب المهر كراچی ۳/ ۱۵۳، زکریا ٤/ ۳۰٤،

البحر الرائق کوئٹہ ۳/ ۱۸۶، زکریا ۳/ ۳۲٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۸۸۵۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۶/۱۲ھ

کیا طلاق کی صورت میں جہیز اور شادی کے کپڑوں کو واپس کرنا لازم ہے؟

سوال [۷۰۸۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میاں بیوی میں نا اتفاقی اتنی بڑھ گئی کہ تھانہ عدالت تک بات پہنچ گئی اور اب تفریق کی نوبت ہے، ایسی صورت میں کیا لڑکی کا جہیز واپس کیا جائے گا اور جو سامان کپڑا وغیرہ لڑکی کے گھر والوں نے لڑکے کو دیا یا اس کے عزیزوں کو دیا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ واپس ہوگا یا نہیں؟ اسی طرح اگر لڑکا خود طلاق دے یا لڑکی والے طلاق مانگیں تو مہر واجب ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لڑکی کے میکے سے بطور جہیز جو سامان لڑکی کو ملے ہیں، وہ سب لڑکی کی ملکیت ہے اس کو واپس کر دینا شوہر پر واجب ہے اور لڑکے اور اس کے عزیزوں کو جو کپڑے دیئے جاتے ہیں وہ سب ہبہ اور تحفہ کے طور پر دیئے جاتے ہیں عرف میں وہ واپس نہیں ہوتے اور نہ ہی وہ سب صحیح سالم باقی رہتے ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ جدید ڈابھیل ۱۲/ ۱۰۶)

أن الجهاز للمرأة إذا طلقها تاخذه كله. (شامی، کتاب النکاح، باب المهر، کراچی ۳/ ۱۵۸، زکریا ٤/ ۳۱۱)

الثابت بالعرف كالثابت بالنص. (شرح عقود رسم المفتی قدیم ص: ۹۵، جدید دار الکتاب دیوبند ص: ۱۵۳)

لڑکا اگر اپنی طرف سے بخوشی طلاق دیتا ہے تو مہر کا ادا کرنا اس پر واجب ہوتا ہے اور اگر لڑکی طلاق مانگتی ہے اور لڑکا طلاق نہیں دیتا ہے اور خلع کی شکل اختیار کی جا رہی ہے تو مہر خلع

مین بدل خلع کے طور پر ختم ہو جاتا ہے، پھر مہر لینے کا حق نہیں ہوتا ہے۔

﴿قال اللہ تعالیٰ: **فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا يُقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَا فِيۡمَا افۡتَدَتۡ بِهٖ.** (البقرۃ: ۲۲۹)﴾

وإن تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفدى نفسها منه بمال يخلعها به ...... **فإذا فعل ذٰلک وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال.** (هدايه، باب الخلع، اشرفی دیو بند ۲/ ۴۰۴، تاتارخانية زكريا ۵/ ۵ رقم: ۷۰۷۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/ ۳/ ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۳۷۲)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/ ۳/ ۱۴۱۶ھ

بیوی کے مطالبہ پر طلاق جہیز، مہر اور بچی کا حکم

سوال [۷۰۸۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) میں نے تقریباً ڈھائی سال قبل شادی کی تھی اب حالات یہ ہیں کہ میری بیوی میرے ساتھ رہنا نہیں چاہتی اور طلاق کا مطالبہ کرتی ہے تو اگر لڑکی خود طلاق کا مطالبہ کرے تو کیا مہر کی واپسی کی شرط پر طلاق دے سکتے ہیں، یا شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۲) ہماری قوم کی ایک سماجی رسم یہ ہے کہ زیور کے ساتھ کچھ رقم بھی لڑکی کے نام اس کے کھاتہ میں جمع کرتے ہیں، جو بعد میں شوہر کے گھر لے کر آجاتی ہے، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ زیور اور رقم کے بارے میں کیا حکم ہے؟ ہمارے گھر خاندان میں طلاق کے موقع پر زیور واپس لے لیا جاتا ہے اور رقم بھی واپس لے لی جاتی ہے؟

(۳) جہیز کا سامان کس کو ملے گا؟

(۴) میری ڈیڑھ سال کی بچی ہے اس کی پرورش کا حق کس کو ہے، اگر میری بیوی

دوسری شادی کرلے تو لڑکی کس کے پاس رہے گی اور اس کا خرچہ صرفہ کس کے ذمہ ہوگا اور کتنا دینا ہوگا؟ شرعی حکم تحریر فرمادیں۔

المستفتی: راشدعلی گریر، بلاری، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) اگر لڑکی طلاق کا مطالبہ کررہی ہے اور آپ کی طرف سے اس پر کوئی ظلم وزیادتی نہیں ہے، اور حقوق زوجیت کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہیں ہے تو ایسی صورت میں آپ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ مہر کی معافی کی شرط لگا کر طلاق دیدیں۔

اور اگر مہر ادا کیا جاچکا ہے تو اس کی واپسی کی شرط پر بھی طلاق دے سکتے ہیں۔

﴿قال اللہ تعالیٰ: فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ. [البقرة: ۲۲۹]﴾

إن طلقها علی مال فقبلت وقع الطلاق ولزمها المال. (هندیه زکریا قدیم ۱/ ۴۹۵، جدید ۱/ ۵۵۴، هدایه، اشرفی دیوبند ۲/ ۴۰۵)

وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا یقیما حدود اللہ تعالیٰ فلا بأس بأن تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به، وفی الزاد: وإذا فعل ذٰلک وقع بالخلع تطلیقة بائنة، ولزمها المال. (تاتارخانیة زکریا ۵/ ۵ رقم: ۷۰۷۱، هدایه، اشرفی دیوبند ۲/ ۴۰۴)

(۲) جب آپ کی برادری اور سماج میں یہ دستور ہے کہ جمع شدہ زیور اور رقم طلاق کے موقع پر واپس لی جاتی ہے تو ایسی صورت میں اس رقم اور زیور کا مالک شوہر ہی ہوا کرے گا، اور برادری کے عرف ورواج کے مطابق زیور اور رقم شوہر کو واپس مل جائے گا۔

الجهاز للمرأة اذا طلقها تأخذه کله وإذا ماتت یورث عنها. (شامی، کراچی ۳/ ۱۵۸، زکریا ۴/ ۳۱۱)

والفتویٰ أنه إن کان العرف مستمرا أن الأب یدفع الجهاز ملکا لا عاریة. (الأشباه والنظائر قدیم ص: ۱۵۷)

المختار للفتویٰ أن یحکم بکون الجهاز ملکا لا عاریة. (شامی زکریا ۳۰۹/٤، کراچی ۱۵۷/۳، إیضاح النوادر ۱۲/۲)

(۳) جہیز کا سامان ہر حال میں بیوی کی ملکیت ہے اس کا سامان اس کو واپس کر دینا شوہر پر لازم ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۱۲۰/۶، ایضاح النوادر ۱۴/۲)

قال فی الواقعات: إن کان العرف ظاهراً بمثله فی الجهاز کما فی دیارنا فالقول قول الزوج و إن کان مشترکا فالقول قول الأب ...... وهذا التفصیل هو المختار للفتویٰ. (هندیه، زکریا قدیم ۳۲۷/۱، جدید ۳۹۳/۱)

والمعتمد البناء علی العرف. (شامی، کراچی ۱۵۷/۳، زکریا ۳۰۹/٤)

(۴) بچی کی پرورش کا حق بالغ ہونے تک ماں کو حاصل ہوتا ہے اگر ماں بچی کے باپ کے خاندان کے علاوہ کسی دوسری جگہ شادی کرے اور نانی اور خالہ بھی موجود نہ ہو تو بچی کی پرورش کا حق بچی کی دادی کو حاصل ہے اور اس کے کھانے پینے کا خرچہ باپ کے ذمہ ہوگا، مگر تعلیم وتعلم یا بیماری وغیرہ کے نام سے بیجا خرچہ کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ جدید ڈابھیل ۵۶۸/۱۳-۵۶۹، کفایت المفتی قدیم ۴۰۸/۶ تا ۴۱۱، جدید زکریا مطول ۷۹/۹-۸۲)

وإن لم یکن للأم أم فأم الأب أولیٰ من سواها و إن علت. (هندیه زکریا قدیم ۵٤۱/۱، جدید ۵۹۲/۱)

والأم والجدة أحق بالجاریة حتی تحیض. (عالمگیری، زکریا قدیم ۵٤۲/۱، جدید ۵۹۳/۱، الدر المختار مع الشامی، زکریا ۲۵۲/۵ تا ۲٦٦، کراچی ۵۵۵/۳ تا ۵٦٦)

نفقة الأولاد الصغار علی الأب لا یشارکه فیها أحد. (هندیه زکریا قدیم ۵٦۰/۱، جدید ٦۰۷/۱)

تجب النفقة والسکنیٰ والکسوة لولده الصغیر الفقیر. (البحر الرائق کوئٹه ۲۰۱/٤، زکریا ۳٤۰/٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۴ر محرم الحرام ۱۴۳۱ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۸۴۲/۳۸)	۴ر محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

کیا طلاق کے بعد شوہر پر مہر، جہیز اور قرض کی رقم واپس کرنا لازم ہے؟

سوال [۷۰۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے شوہر نے آپسی نااتفاقی کی وجہ سے مجھے فون پر تین مرتبہ طلاق دیدی اور یہ الفاظ کہے تھے کہ میں نے تمہیں طلاق دی اور اس طرح تین سے زائد مرتبہ طلاق دیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اگر اتنا کافی نہیں ہے تو دس بیس مرتبہ کہوں، اب دریافت یہ کرنا ہے کہ یہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اور انہوں نے میرا مہر بھی ابھی تک ادا نہیں کیا ہے، وہ مجھے ملے گا یا نہیں؟ میرا جہیز کا سامان واپس ملے گا یا نہیں؟ میں نے ان کو کاروبار کرنے کے لیے ستر ہزار روپیہ بطور قرض دیا تھا وہ مجھے واپس ملے گا یا نہیں؟

المستفتی: ریحانہ بواسطہ محمد عارف، محلّہ طویلہ نیر بیر ماؤنٹ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) جب تین سے زائد طلاق دیدی ہے تو اس سے طلاق مغلظہ واقع ہوکر بیوی شوہر پر قطعی طور پر حرام ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے طرفین میں نکاح بھی درست نہ ہوگا، اور بیوی کا مہر اور جہیز کا سارا سامان اسے واپس کردے۔ (مستفاد: محمودیہ جدید ڈابھیل ۱۲/۷۸، ۱۰۶، ۱۱۶)

لو قال أنت طالق أكثر الطلاق أو أنت طالق مرارا أو ألوفا ...... فثلاث هو المختار: وفي الشامية: قوله (أو ألوفا) أي فيقع به الثلاث و يلغو الزائد. (شامی، کراچی ۳/ ۲۸۰، زکریا ٤/ ٥٠٤)

و إن كان الطلاق ثلاثا في الحرة أو ثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا و يدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها.

(هداية اشرفی دیو بند۲/ ۳۹۹)

الأصل أن الزوجة به المعوض كاملا كالبيع. (الموسوعة الفقهية ۳۹/ ۱۷۲)

فـالـمهـر يتأكد له بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، و موت أحد الزوجين سواء كان مسمى أو مهر المثل حتى لا يسقط شيئ منه بـعـد ذٰلک إلا بالإبراء عن صاحب الحق. (بـدائـع زكـريا ۲/ ۵۸۴، هنديه زكريا قديم ۱/ ۳۰۳، جديد ۱/ ۳۷۰، شامى كراچى ۳/ ۱۰۲، زكريا ۴/ ۲۳۳)

(۲) ستر ہزارروپئے کا قرض جو کاروبار کے لیے بیوی نے شوہر کو دیا تھا وہ بھی بیوی کا حق ہے، لہٰذا اس کو بھی واپس کرنا شوہر پر لازم ہے۔

الـقروض يجب في الشريعة الإسلامية أن تقضىٰ بأمثالها. (بحوث فى قضايا فقهية معاصرة بحواله محموديه جديد ڈابهيل ۱۶/ ۴۱۰)

الديون تقضى بأمثالها. (شامى، كتاب الأيمان، زكريا ۵/۶۷۵، كراچى ۳/۸۴۸)

وإن كـان من المثليات يلزمه إعطاء مثله ...... وإن انقطع المثل بأن لا يوجد في السوق و إن كان يوجد في البيوت فقيمته يوم الخصومة أى وقت القضاء عند الإمام الأعظم رحمه الله. (شرح المجلة رستم باز ۱/ ۴۹۰، رقم المادة ۸۹۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۹۸۲)

طلاق کے بعد مہر، عدت کا خرچہ، بچہ، اور جہیز کا حکم

سـوال [۷۰۸۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں نے اپنی لڑکی کی شادی امروہہ میں محمد اسلم ولد عبدالسلام کے ساتھ پانچ سال پہلے کی تھی، شادی کرتے وقت یہ بات طے ہوئی تھی، کہ یہ سعودیہ میں رہتے ہیں، اور شادی کے ۶/ مہینہ کے بعد آجائیں گے یا پھر لڑکی کو سعودیہ بلالیں گے، اس وعدہ کے خلاف وہ ساڑھے تین سال میں واپس آئے اور اس بیچ میں شادی کے ایک سال کے اندر لڑکا ہوا،

ساڑھے تین سال کے بعد آنے پر پھر دو مہینے کے بعد چلے گئے، اس وجہ سے دونوں میاں بیوی کے تعلقات خراب ہونا شروع ہوگئے، اس کے بعد وہ ۸؍ مہینے کے بعد پھر واپس آئے، آنے کے بعد دوسرا لڑکا ان کے سامنے پیدائش میں مرگیا، اس بیچ پیسے کی آمد اور خرچ کا حساب کتاب ہونے پر دونوں میاں بیوی کے تعلقات اور خراب ہوگئے، اب وہ رکھنے کے لیے تیار نہیں ہیں، لڑکی اپنے لڑکے کو لے کر میکہ میں آگئی، لڑکی اپنے لڑکے کے ساتھ ۸؍ مہینے سے میکہ میں رہ رہی ہے، لڑکا ابھی چار سال کا ہے، باہر رہنے کی وجہ سے لڑکا باپ کو بالکل نہیں جانتا ایسے حالات میں ساری کوشش کے باوجود وہ لڑکی کو رکھنے پر تیار نہیں ہیں، وہ دوسری شادی کرنے جارہے ہیں، لڑکی کو ابھی طلاق نہیں دی ہے، جس کی وجہ سے ہم یہ چاہتے ہیں کہ لڑکی کا جہیز اور دین مہر اور بچہ کا حق اور اس کی ماں کا حق ان کی ملکیت میں کیا بنتا ہے، آپ اس کو خلاصہ کر کے بتادیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفیق: جب شوہر خود ہی بیوی کو رکھنا نہیں چاہتا تو اس کو چاہیے کہ شریعت کے مطابق احسن طریقہ پر ایک طلاق دے دے۔

فالأحسن أن يطلق الرجل امرأته تطليقة واحدة فى طهر لم يجامعها فيه. (هدايه، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، اشرفى ديوبند ٢/ ٣٥٤)

اور بیوی نے اگر مہر معاف نہیں کیا ہے، تو اس کو پورا مہر ملے گا۔

فالمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: ......حتى لا يسقط شيئ منه بعد ذٰلك إلا بالإبراء من صاحب الحق. (بدائع الصنائع، زكريا ٢/ ٥٨٤، هنديه زكريا قديم ١/ ٣٠٣، جديد ١/ ٣٧٠، البحر الرائق كوئٹه ٣/ ١٤٣، زكريا ٣/ ٢٥١، شامى كراچى ٣/ ١٠٢، زكريا ٤/ ٢٣٣)

اور طلاق کے بعد عدت کا خرچہ بھی ملے گا۔

إذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسكنىٰ فى عدتها رجعيا كان أو بائنا. (هدايه، باب النفقة اشرفى ديوبند ٢/ ٤٤٣)

سات سال کی عمر تک بچہ کی پرورش میں جو خرچ ہوگا باپ کے ذمہ اس کا ادا کرنا لازم ہوگا۔

وإذا وقعت الفرقة بين الزوجين فالأم أحق بالولد والنفقة على الأب حتى ياكل وحده و يشرب وحده والخصاف قدر الاستغناء بسبع سنين اعتبارا للغالب (هدايه) وعليه الفتویٰ. (فتح القدير، دار الفكر بيورت ٤/٣٦٧ تا ٣٧١، كوئٹه ٤/١٨٤ تا ١٨٨، زكريا ٤/٣٣٠ تا ٣٣٤)

نیز جہیز کا سامان پورا کا پورا بیوی کو واپس لینے کا حق ہوگا، اس لیے کہ یہ اسی کی ملک ہے۔

فإن كل واحد يعلم أن الجهاز ملك المرأة. (شامی، باب النفقة، مطلب: فيما لو زفت إليه بلا جهاز، كراچی ٣/٥٨٥، زكريا ٥/٢٩٩)

البتہ جو کچھ لڑکی والوں کی طرف سے شوہر کو دیا گیا تھا وہ برادری کے عرف پر محمول ہے اگر عرف و رواج یہ ہے کہ شوہر مالک رہتا ہے تو واپس لینے کا حق نہیں اور اگر مالک بنانے کا رواج نہیں ہے تو واپس لینے کا حق ہے۔

إن كان العرف أنهم يدفعونه على وجه البدل يلزم الوفاء، فإن كان العرف خلاف ذٰلک فحكمه حكم الهبة فی سائر أحكامه. (شامی، كتاب الهبة كراچی ٥/٦٩٦، زكريا ٨/٥٠١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۵/ جمادی الاول ۱۴۲۰ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۱۶۹)	۱۴۲۰/۵/۲۵ھ

کیا مطلقہ کو مہر، زیورات، اور جہیز کی واپسی کے مطالبہ کا حق ہے؟

سوال [۷۰۸۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ۲۸/ فروری ۲۰۰۸ء کو میرے شوہر مہتاب خان نے مجھے فون پر تین مرتبہ طلاق دیدی، مجھے اس کے ذیل میں چند باتیں معلوم کرنی ہیں:

(۱) میرا مہر ایک لاکھ روپیہ ہے، مجھے اپنا مہر ملے گا یا نہیں؟ شوہر پر مہر دینا

واجب ہے یا نہیں؟

(۲) میرے زیورات جو تقریباً پندرہ تولہ سونا ہے جس کو میرے شوہر نے بیچ کر شراب کباب میں خرچ کر دیا ہے، مجھے اپنے زیورات ملنے چاہیے یا نہیں؟

(۳) میرے والد نے میری شادی کے موقع پر پینسٹھ ہزار روپئے کی نئی موٹر سائیکل دی تھی وہ مجھے واپس ملنی چاہیے یا نہیں؟

المستفتی: یاسمین عالم بنت خورشید عالم پکا باغ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) جب میاں بیوی کے درمیان طلاق واقع ہوگئی تو بیوی کو اپنا مہر فوری وصول کرنے کا حق ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ جدید ڈابھیل۱۲/۸۷)

فالمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول والخلوة الصحيحة و موت أحد الزوجين سواء كان مسمى أو مهر المثل حتى لايسقط شئ منه بعد ذٰلک إلا بالإبراء من صاحب الحق. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح،فصل فى بيان ما يتأكد به المهر، هنديه زكريا قديم ۳۰۳/۱، جديد ۳۷۰/۱، البحر الرائق كوئٹه ۱٤۳/۳، زكريا ۲٥۱/۳)

(۲) ماں باپ کی طرف سے شادی کے وقت بیٹی کو جو زیورات دیئے گئے ہیں وہ بیٹی ہی کی ملکیت ہیں، شوہر کو بیچ کھانے کا حق نہیں ہے، لہٰذا بیوی کو اپنے زیورات کے مطالبہ کا حق ہے۔

في الهندية: امرأة دفعت متاعا لها إلى الزوج و قالت: ''ایں را فروش و در کتخدائی خرچ کن'' ففعل، هل عليه قيمته لها؟ نعم، كذا في الفتاوىٰ الخجندى. (هنديه، الفصل السادس عشر فى جهاز البنت زكريا قديم ۳۲۸/۱، جديد ۳۹٤/۱)

(۳) جہیز میں جو سامان لڑکی والے دیتے ہیں جیسا کہ فرنیچر اور گاڑی وغیرہ یہ سب درحقیقت اپنی بیٹی کے لیے دیا جاتا ہے لیکن داماد کو بیٹی کی طرف سے استعمال کی اجازت مل جاتی ہے، مگر ملکیت بیٹی کی ہی رہتی ہے، اس لیے موٹر سائیکل اگر چہ داماد کے چلانے کی چیز ہے مگر حقیقت میں ملکیت بیٹی کی ہوتی ہے، اس لیے علیٰحدگی کے وقت یہ موٹر سائیکل بیوی کو

واپس لینے کا حق ہوگا، یہی ہمارے ہندوستان کا عرف ہے، اس لیے موٹر سائیکل یا اس کی قیمت وصول کرنے کا حق بھی بیوی کو حاصل ہے۔ (مستفاد: انوار نبوت ۶۹۱)

امرأة دفعت متاعا لها إلى الزوج وقالت: ''این را فروش و در کتخدائی خرچ کن'' ففعل هل عليه قيمته لها؟ نعم، كذا في فتاوىٰ الخجندي. (هنديه زكريا قديم ۱/۳۲۸، جديد ۱/۳۹٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ربیع الاول ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۵۰۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۳/۱۳ھ

ایک مجلس کی تین طلاق نیز مہر، نفقہ اور بچوں کی پرورش کا حکم

سوال [۷۰۸۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) فرقان علی بن سید نواب علی مرحوم نے اپنی اہلیہ نسیم فاطمہ عرف چندہ دختر سید وصی احمد مرحوم کو پانچ یا چھ سال قبل طلاق دیدی تھی، لیکن فرقان اور اس کی اہلیہ کے اہل خانہ اور عزیز واقارب نے یہ کہہ کر فرقان کے گھر چندہ کو رکھوادیا تھا کہ امام شافعی اور اہل حدیث مسلک میں تین یا تین سے زائد طلاق ایک مجلس میں دیدی جائیں تو وہ ایک طلاق ہی شمار ہوں گی، اور شوہر کو رجوع اور اپنے زیر نکاح رکھنے کا مکمل اختیار ہے، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ کہیں جانبین کا یہ سمجھوتہ اور فیصلہ عند اللہ قابل گرفت اور مواخذہ تو نہیں ہوا؟

(۲) فرقان علی نے دوبارہ پھر ۱۴/ مارچ ۲۰۰۷ء کو چندہ کو اس کے میکے پہنچا کر طلاق دیدی اور اس کو اس کے میکے ہی چھوڑ دیا، بھائیوں نے سمجھایا کہ تو نے اپنا گھر برباد کرلیا، اس کو رکھ لے، تو اس نے کہا میں اس کو کسی حال میں نہیں رکھ سکتا، اگر میرے گھر اور سسرال والوں نے بیوی کو رکھنے پر مجبور کیا تو میں کہیں جا کر مر جاؤں گا، اور گھر کبھی بھی منہ نہ دکھاؤں گا اس صورت میں شرعی کیا حکم ہے؟ کیا شرع میں کسی نوعیت کی گنجائش ہے کہ دوبارہ نکاح جدید ہوجائے؟

(۳) مذکورہ صورت مسئلہ میں طلاق واقع ہونے کی صورت میں شوہر اس کا مہر، نان ونفقہ اور دار سکنی کا خرچہ جو طلاق ہونے کے بعد دورانِ عدت شوہر کے ذمے ہوتا ہے کیسے ادا کرے، کتنا خرچ اس کو دے شرعی اعتبار سے، شوہر کو کیا کیا خرچہ دینا پڑے گا، حالانکہ طلاق کی عدت بھی گذر گئی، آج تک تین ماہ اٹھارہ دن ہوگئے؟ شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۴) فرقان علی کی شادی کو ۹ ر نومبر ۲۰۰۷ء کو تیرہ سال ہونے جارہے ہیں، مطلقہ سے تین لڑکیاں ہیں، جو اسی کے پاس ہیں، ان کا خرچہ برداشت کررہا ہے، ایک لڑکی کی عمر ۱۱ر سال، ایک کی ۹ رسال، تیسری کی عمر ۶ رسال۔

صورت مذکورہ پر نظر رکھ کر قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل ومدلل جواب ارسال فرمائیں، کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد عمران ساکن موضع کھونسارہ پرگنہ، بدایوں یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) ایک مجلس میں تین یا تین سے زائد طلاق دینے سے چاروں اماموں کے نزدیک تینوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں، اور سوال میں جو امام شافعی کا مسلک لکھا گیا ہے، یہ صحیح نہیں ہے، امام شافعی پر الزام ہے، بلکہ امام شافعی کے نزدیک بھی تین واقع ہوتی ہیں، اور جو لوگ اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں، جو درحقیقت غیر مقلدین ائمہ اربعہ میں سے کسی کے مسلک کو ماننے والے نہیں ہیں، وہ گمراہ فرقہ ہے، ان کی باتیں حجت نہیں بن سکتی، اس لیے مذکورہ صورت میں بیوی پر تینوں طلاقیں واقع ہوگئیں ہیں اور ساتھ رہنا قطعاً جائز نہیں، ہاں البتہ حلالہ کے طریقہ سے گنجائش ہے۔

من قال لامرأته أنت طالق ثلاثا فقال الشافعي و مالک و أبو حنيفة و أحمد جماهير العلماء من السلف والخلف يقع الثلاث. (نووی علی مسلم، کتاب الطلاق، باب الطلاق الثلاث ۱/۴۷۸، مرقاۃ شرح المشکوٰۃ، باب الخلع الطلاق الثلاث بلفظ واحد امدادیہ ملتان ۶/۲۹۳، بذل المجهود شرح ابی داؤد، الطلاق، باب بقية نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، مکتبہ یحی سہارنپور ۳/۲۷۶، دار البشائر الاسلامیة بیروت ۸/۹۵ تحت الرقم: ۲۲۰۰)

(۲) فرقان کی بیوی پر پہلے ہی تین طلاق چاروں اماموں کے نزدیک واقع ہوگئیں، اوراب تک جو بیوی کے ساتھ رہ رہا تھا، وہ بدکاری اورحرام کاری ہورہی تھی، ساتھ میں رکھنا جائز ہی نہ تھا، اب اگر دونوں ساتھ میں رہنا چاہیں تو حلالہ شرعی کے بغیر جائز نہیں ہوسکتا، یعنی عدت گذرنے کے بعد بیوی کسی دوسرے مرد کے ساتھ نکاح صحیح کرے اوراس مرد کے ساتھ ہم بستر اورصحبت ہوجائے پھراس کے بعداس مرد کی طرف سے طلاق واقع ہوجائے یا شوہر کا انتقال ہوجائے پھرعدت گذرنے کے بعدفرقان کے ساتھ اس کا نکاح ہوسکتا ہے۔

وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (عالمگیری، زکریا قدیم ۱/۴۷۳، جدید ۱/۵۳۵، هدایه اشرفی دیوبند ۲/۳۹۹، قدوری، امدادیه دیوبند ۱۷۸، مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ۲/۸۸، تاتارخانية زكريا ۵/۱۴۷ رقم: ۷۵۰۳)

لو قال لزوجته أنت طالق طالق طالق طلقت ثلاثا. (الأشباه قديم ص: ۲۱۹، جديد زكريا ص: ۳۷۶)

(۳) جومہر متعین ہو چکا ہے، طلاق دینے کے بعد پورا مہرادا کرنا شوہر پرلازم ہے اورعدت کا خرچہ دورانِ عدت شوہر پر اس وقت لازم ہوتا ہے کہ جب شوہر کے کہنے کے مطابق عدت گذارے، نافرمانی کی شکل نہ ہواورعدت کا زمانہ گذر جانے کے بعد گذشتہ خرچہ کا مطالبہ کرنا جائز نہیں، اور نہ شوہر پر گذشتہ خرچہ دینا لازم ہے، جب کہ دونوں کے درمیان پہلے سے نہ طے ہوا ہو، اور نہ ہی قاضی شرعی کا فیصلہ ہوا ہو، اور یہاں پر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

إن المهر قد وجب بالعقد و صار دينا في ذمته. (بدائع، كتاب النكاح، فصل بي بيان ما يتأكد به المهر، زكريا ۲/۵۸۴)

والنفقة لا تصير دينا إلا بالقضاء أو الرضا أي اصطلاحهما على قدر معين فقبل ذٰلك لا يلزمه شيئ. (الدر المختار مع الشامي كراچی ۳/۵۹۴، زكريا ۵/۳۱۱)

(۴) بچوں کی پرورش کا خرچہ باپ کے اوپر لازم ہوتا ہے، فرقان علی پر اپنے بچوں کی پرورش کا خرچہ اورانتظام کرنا لازم ہے۔

وتجب النفقة بأنواعها أى من الطعام و الكسوة والسكنىٰ على الحر لطفله. (شامی، کراچی۳/ ۶۱۲، زکریا ۵/ ۳۳٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۳۴۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/ ۶/ ۱۴۲۸ھ

مہر، طلاق، زیورات اور بچے سے متعلق سوالات کے جوابات

سوال [۷۰۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: سائل کی شادی دہلی ساکن لڑکی سے تقریباً پونے دوسال قبل ہوئی تھی، میری بیوی کے ایک لڑکا دہلی میں یعنی (لڑکی کے میکے میں) پیدا ہوا، جس کی عمر ابھی ٦؍ ماہ ہے، شادی سے کچھ ماہ بعد سے ہی میری بیوی نے میری مرضی کے خلاف میکے میں بھی زیادہ رہنا اپنا دستور بنالیا اور مشکل سے وہ مرادآباد میرے گھر کل ۲ یا ۳ ماہ ہی رہی، میرے والد سے، گھر والوں سے بار بار یہ کہنے پر کہ وہ اپنے اس فعل سے باز آئے اور مرادآباد میں ہی رہ کر میرے ساتھ زندگی بسر کرے، لیکن اس پر کسی بھی بات کا اثر نہیں ہوا اور وہ اپنے رویہ پر ہی قائم رہی، اب لگ بھگ ایک سال سے وہ دہلی یعنی اپنے میکے میں ہی مقیم ہے، اور اب میری اپنے گھر والوں کی مرضی سے مجھ سے طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے، اور کسی بھی صورت میں میرے ساتھ رہنے کو تیار نہیں ہے، میں نے دونوں طرف کے معزز لوگوں کو ساتھ لے کر بھی بات چیت کی اور علیٰحدگی کی وجہ جاننی چاہی لیکن میری بیوی وسسرال والوں نے نہ تو کوئی وجہ بتائی اور نہ ہی میرے ساتھ بیوی رہنے پر رضا مند ہوئی اور طلاق کے مطالبہ پر اٹل ہے۔ لہٰذا درج بالا صورت میں درج ذیل مسائل کا حل مطلوب ہے اور وہ یہ ہیں کہ:

(۱) بغیر کسی وجہ سے اپنی مرضی سے طلاق لینے کی صورت میں اس کا مہر کا مطالبہ جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ وہ شادی کے پہلے ہی دن مہر معاف کر چکی ہے؟

(۲) کیا وہ ان حالات میں نان ونفقہ پانے کی حقدار ہے؟

(۳) کیا بچے کی پرورش کا ذمہ میرے اوپر لازم ہے؟

(۴) کیا وہ بچے کی پرورش کے نام پر اپنے میکے میں ہی رہ کر خرچہ مانگنے کی حقدار ہے؟

(۵) کیا وہ میرے اور میرے گھر والوں کے ذریعہ شادی کے موقعہ پر چڑھائے گئے زیورات، کپڑے وغیرہ کی مالک ہے؟ کیا میں ان کو واپس مانگنے کا حقدار ہوں؟ جبکہ وہ خود اپنی مرضی سے طلاق مانگ رہی ہے؟

(۶) کیا میری بیوی کے مجھ سے ایک سال سے علیحدہ رہنے اور کوئی کلام یا کسی طرح کا کوئی تعلق نہ رکھنے نیز طلاق کا مطالبہ کرنے اور اپنے اس فیصلے پر قائم رہنے سے طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

(۷) طلاق زبان سے دینا لازم ہے یا پھر تحریری طور پر بھی دینے سے طلاق واقع ہو جائے گی؟

(۸) کیا عورت کے طلاق طلاق کو لکھ کر تحریری طور پر شوہر کو خلع نامہ بھیج دینے سے بھی طلاق واقع ہو جائے گی؟

المستفتی: نور حسین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) پہلی رات میں مہر معاف کرانے سے معاف نہیں ہوتا، اس لیے کہ اس رات میں شرما حضوری اور لاج میں مجبوری کی صورت ہوتی ہے، اس لیے پہلی رات میں معافی کا اعتبار نہیں، لہٰذا اس کے مہر کا حق بدستور باقی ہے اور بغیر کسی خاص وجہ کے، اگر طلاق لینے پر مصر ہے، تو شوہر کو اس بات کی شرط لگانے کی گنجائش ہو جاتی ہے کہ مہر کے بدلہ اور مہر کو معاف کرنے کی شرط پر طلاق دی جائے، اور ایک طلاق سے بھی طلاق ہو جاتی ہے، تین طلاق کی ضرورت نہیں۔

وإن طلقها على مال فقبلت وقع الطلاق و لزمها المال. (هدايه، كتاب الطلاق، باب الخلع، اشرفی دیوبند ۲/۴۰۵، هنديه زكريا قديم ۱/۴۹۵، جديد ۱/۵۵۴)

(۲) عورت جب شوہر کی اجازت کے بغیر میکے چلی جائے تو جب تک از خود واپس نہ آجائے شرعاً ناشزہ شمار ہوتی ہے اس لیے ایسی عورت کے لیے شوہر کے اوپر نان ونفقہ لازم نہیں ہوتا ہے، نیز طلاق دینے کے بعد عدت کا خرچہ بھی واجب نہیں ہوتا ہے۔

لا نفقة لخارجة من بيته بغير حق وهي الناشزة حتى تعود. (شامی، كتاب الطلاق، باب النفقة، کراچی ٣/٥٧٦، زكريا ٥/٢٨٦)

وإن نشزت فلا نفقة لها حتى تعود إلى منزله، والناشزة: هي الخارجة عن منزل زوجها المانعة نفسها منه. (عالمگیری زكريا قديم ١/٥٤٥، جديد ١/٥٩٥)

والمعتدة إذا كانت لا تلزم بيت العدة بل تسكن زمانا وتبرز زمانا لا تستحق النفقة. (عالمگیری زكريا قديم ١/٥٥٨، جديد ١/٦٠٥)

(۳-۴) بچہ اگر لڑکا ہو تو سات سال تک اور لڑکی ہو تو مشتہات ہونے تک ماں کو اپنے پاس رکھنے کا حق ہے، لیکن ماں کے پاس رہنے کے زمانہ میں باپ خرچہ خود اٹھائے گا، اور اپنی حیثیت کے اعتبار سے جو بھی خرچہ دے گا اس سے زائد مانگنے کا حق ماں کو نہیں، اور بیمار ہو جائے تو باپ اپنی مرضی سے علاج کرائے گا، جس ڈاکٹر کے پاس چاہے علاج کرا سکتا ہے، ماں کو اس میں رکاوٹ پیدا کرنے کا حق نہیں۔

والأم والجدة أحق بالغلام حتى يستغني وقدر بسبع سنين ...... والأم والجدة أحق بالجارية حتى تحيض، وفي نوادر هشام عن محمد: إذا بلغت حد الشهوة. (عالمگیری، زكريا قديم ١/٥٤٢، جديد ١/٥٩٣)

وتجب النفقة بأنواعها على الحر لطفله يعم الأنثى. (شامی، کراچی ٣/٦١٢، زكريا ٥/٣٣٦)

نفقة الأولاد الصغار على الأب لا يشاركه فيها أحد. (عالمگیری، زكريا قديم ١/٥٦٠، جديد ١/٦٠٧)

وبعد الفطام يفرض القاضي نفقة الصغار على قدر طاقة الأب وتدفع إلى الأم حتى تنفق على الأولاد. (عالمگیری، زكريا قديم ١/٥٦١، جديد ١/٦٠٨)

(۵) لڑکی کے ماں باپ کی طرف سے شادی کے موقع پر جو زیورات لڑکی کو دئے جاتے ہیں اور جو کپڑے دئے جاتے ہیں، ان سب کی مالک لڑکی ہی ہوتی ہے، اس میں لڑکے کا کوئی دخل نہیں، اور لڑکے والوں نے جو زیورات چڑھائے ہیں، اگر اس کا مالک لڑکی کو نہیں بنایا گیا، اور نہ ہی ان کی برادری میں جدائیگی کے موقع پر لڑکی کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے تو ایسے حالات میں وہ زیورات لڑکے یا اس کے گھر والوں کی ملکیت ہیں، علیحدگی کے وقت میں واپس لینے کا حق ہے۔

وإذا بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها منها ديباج فلما زفت إليه أراد أن يسترد من المرأة الديباج ليس له ذلک إذا بعث إليها على جهة التمليک . (عالمگیری، زکریا قدیم ۱/۳۲۷، جدید ۱/۳۹۳)

(۶) شوہر کے الگ رہنے اور شوہر کی نافرمانی کرنے اور طلاق مانگنے کی وجہ سے اس پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی، اگر اسی طرح شوہر سے الگ رہ کر زندگی گذار دے تب بھی طلاق نہیں ہوگی۔

الطلاق ...... شرعاً رفع قيد النكاح فى الحال بالبائن أو المآل بالرجعي بلفظ مخصوص : هو مااشتمل على الطلاق . (در مختار مع الشامی کراچی ۳/۲۲۷، زکریا ٤/٤٢٤ تا ٤٢٦)

(۷) زبان سے طلاق دینے سے ہر حال میں طلاق واقع ہو جاتی ہے اور تحریری طلاق بخوشی خود لکھا ہے یا خود لکھوایا ہے یا اس کو سن کر بخوشی اس پر دستخط کیا ہے تب تحریری طلاق پڑ جاتی ہے ورنہ نہیں۔

كتب الطلاق إن مستبينا على نحو لوح وقع إن نوى و قيل مطلقا .

(در مختار مع الشامی کراچی ۳/۲٤٦، زکریا ٤/٤٥٦)

رجل استكتب من رجل آخر إلى امرأته كتابا بطلاقها و قرأه على الزوج فأخذه و طواه و ختم و كتب فى عنوانه وبعث به إلى امرأته فأتاها

الكتاب و أقر الزوج أنه كتابه فإن الطلاق يقع عليها . (هنديه، زكريا قديم ۱/۳۷۹، جديد ۱/٤٤٦، تاتارخانية زكريا ٤/ ٥٣١، رقم ٦٨٨٣)

(۸) عورت کے طلاق، طلاق لکھ کر تحریری طور پر شوہر کو خلع نامہ کے طور پر بھیجنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، اس لیے کہ شریعت نے طلاق دینے کا حق شوہر کو دیا ہے، عورت کو نہیں۔

المرأة لاتملك الطلاق بل هو ملكه . (شامی، باب الخلع کراچی ۳/٤٤٢، زکریا ٥/٨٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۵۸۹/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۷/۴/۱۴۲۷ھ

طلاق کے بعد لڑکے سے شادی کے خرچ کا مطالبہ کرنا

سوال [۷۰۹۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: شوہر پر طلاق دینے کے بعد شرعاً عورت کے کیا حقوق لازم ہیں، مثلاً زمانۂ عدت کا نفقہ ادائیگی مہر اور سامان جہیز کی واپسی کیا ان حقوق کے علاوہ شرعاً اور بھی حقوق ہیں، اگر لڑکی کے والدین وغیرہ سماجی قانون کا سہارا لے کر شوہر پر یہ دباؤ ڈالیں کہ ہم نے لڑکی کی شادی میں جتنا خرچ کیا وہ سب ادا کرو، مثلاً شادی میں جو لوگوں کو کھانا کھلایا ہے اور جو شامیانہ وغیرہ میں خرچ ہوا ہے وہ سب ادا کرو، تو اب شریعت اس میں کیا کہتی ہے، ان امور کی وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں۔

المستفتی: مبارک حسین صدیقی، مولانا آزاد نگر، ہلدوانی، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شوہر پر زمانہ عدت کا نفقہ وخرچہ واجب الادا ہے اور جہیز کا سامان اسی حالت میں واپس کرنا ضروری ہے، جس حالت میں اس وقت موجود ہے نیا ہو تو نیا، پرانا ہو تو پرانا، صحیح ہو تو صحیح، ٹوٹ گیا ہو تو اسی حالت میں واپس کرنا لازم ہے، اور جو

ختم ہوگیا اس کا واپس کرنا لازم نہیں ہے، ان چیزوں کی ادائیگی کے بعد شوہر پر بیوی کا کوئی دوسرا مطالبہ شرعی طور پر باقی نہیں رہتا۔

عن عائشة أن رسول الله قال لفاطمة: إنما السكنى و النفقة لمن كان لزوجها عليها رجعة . (سنن الدار قطنی، الطلاق دار الكتب العلمية بيروت ١٥/٤ رقم: ٣٩٠٨)

وفي حديث طويل: قال عمر: لانترک كتاب الله وسنة نبينا صلى الله عليه وسلم لقول امرأة، لا ندري لعلها حفظت أو نسيت لها السكنى و النفقة "قال الله تعالىٰ: لاتخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن إلا أن يأتين بفاحشة مبينة . (صحيح مسلم، الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها، النسخة الهندية ٤٨٥/١، بيت الافكار رقم: ١٤٨٠)

أجمع العلماء على أن المطلقة طلاقا رجعيا تستحق النفقة والسكنى أيضا مادامت العدة قائمة سواء كانت حاملا أو حائلا و أما المبتوتة فلها النفقة والسكنىٰ أيضا . (الفتاوىٰ التاتارخانية زكريا ٣٩٩/٥ رقم: ٨٣٠٢)

وكذا يسترد ما بعث هدية وهو قائم دون الهالک و المستهلک لأنه في معنى الهبة أى الهلاک والاستهلاک مانع من الرجوع بها .

(شامي، كتاب النكاح، باب المهر كراچی ١٥٣/٣، زكريا ٣٠٤/٤)

اور شادی میں لڑکی والوں نے جو بارات کو کھانا کھلایا یا ناشتہ کرایا یا دیگر خرچہ کیا تو اس کا تاوان لڑکے اور اس کے والدین پر واجب نہیں، لہٰذا ان لڑکی والوں کو اس کا مطالبہ کرنا درست نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۲۹۲/۳، جدید ڈابھیل ۱۲۵/۱۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ربیع الاول ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۹۵۲/۳۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۳/۲ھ

حمل کی حالت میں طلاق عدت اور نفقہ کا حکم

سوال [۷۰۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: عزیزم محمد سالم نے اپنی زوجہ انیسہ بیگم کو ایک ہی وقت میں کئی لوگوں کی موجودگی میں طلاق دیدی کہ میں نے تجھ کو طلاق دی، کئی مرتبہ کہا ہے، انیسہ بیگم سات ماہ کے حمل سے ہے، انیسہ بیگم کا بھائی محمد سالم کے یہاں سے اپنے گھر پر لے گیا، اب یقینی طور پر بچہ کی پیدائش وہیں پر ہونی ہے، لہٰذا ایسی صورت میں اس کو طلاق ہوئی یا نہیں، اگر ہوئی تو اس کی عدت اور خرچ کا کیا حکم ہے؟ جب کہ وہ اپنے بھائی کے گھر ہے، عزیزوں کے زور دینے پر محمد سالم پھر سے مطلقہ انیسہ بیگم کو واپس لانا چاہتا ہے، لہٰذا اس سلسلے میں شرعی احکام کیا ہیں پوری وضاحت سے تحریر فرمادیں۔

المستفتی: سعادت حسین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ میں کئی مرتبہ کے الفاظ ہیں اگر کئی مرتبہ سے تین مرتبہ یا اس سے زیادہ مراد ہے، تو انیسہ بیگم پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی ہے، اب اگر محمد سالم انیسہ بیگم کو دوبارہ اپنے پاس بیوی بنا کر رکھنا چاہتا ہے تو حلالہ کے بغیر جائز نہ ہوگا، البتہ حلالہ شرعی کے بعد دوبارہ نکاح کر کے میاں بیوی کی زندگی دونوں گذار سکتے ہیں اس کے بغیر نہیں، نیز انیسہ بیگم کا اپنے گھر پر عدت گذارنا اگر شوہر کی مرضی سے ہے تو محمد سالم پر عدت کا خرچہ واجب ہے۔

وإن كان الطلاق ثلاثا في الحرة و ثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا و يدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها.
(هنديه، زكريا قديم ۱/۴۷۳، جديد ۱/۵۳۵، هدايه اشرفي ديوبند ۲/۳۹۹، مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ۲/۸۸)

في حديث طويل: قال عمر: لا نترك كتاب الله و سنة نبينا صلى الله عليه وسلم لقول امرأة، لاندري لعلها حفظت أو نسيت لها السكنى والنفقة، قال عز و جل لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن إلا أن يأتين بفاحشة مبينة. (صحيح مسلم، الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها، النسخة الهندية ۱/۴۸۵، بيت الافكار رقم: ۱۴۸۰)

وإذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسكنى في عدتها رجعيا كان

أو بائنا . (هدایه، کتاب الطلاق، باب النفقة اشرفی دیو بند ۲/۴۴۳)

أجمع العلماء على أن المطلقة طلاقا رجعيا تستحق النفقة و السكنى أيضا مادامت العدة قائمة سواء كانت حاملا أو حائلا، و أما المبتوتة فلها النفقة والسكنى أيضا . (تاتارخانية زكريا ۵/۳۹۹ رقم: ۸۳۰۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ رجب المرجب ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۸۸۱/۳۸)

مہر کی معافی کے بدلے میں طلاق، عدت کا خرچ اور جہیز وغیرہ کا حکم

سوال [۷۰۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) اگر کوئی لڑکی اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے اور شوہر طلاق نہ دینا چاہتا ہوتو کیا مہر کی معافی یا مہر کے بدلہ میں طلاق دی جائے، شرعی حکم کیا ہے؟

(۲) طلاق کے بعد عدت کا خرچ کتنا دینا ضروری ہے، بیوی جو مطالبہ کرے یا جو شوہر کی حیثیت ہے؟

(۳) اس طرح سامان جہیز اور دیگر سامان زیور وغیرہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: عاصم پرویز، محلّہ کسرول مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) مہر کی معافی کے بدلے میں جو طلاق دی جائے اس طلاق کے بعد مہر کے مطالبہ کا حق باقی نہیں رہتا اور شرعاً شریعت میں بیوی کے اصرار پر مہر کی معافی کے بدلے طلاق دینا جائز اور درست ہے۔

وإن طلقها على مال فقبلت وقع الطلاق ولزمها المال. (هدایه، کتاب الطلاق، باب الخلع اشرفی دیوبند ۲/۴۰۵، هندیه زکریا قدیم ۱/۴۹۵، جدید ۱/۵۵۴)

(۲) اگر شوہر نے اپنی طرف سے طلاق دی ہے اور مہر اور عدت کے خرچ وغیرہ کی معافی کی کوئی شرط نہیں لگائی ہے تو ایسی صورت میں شوہر کے اوپر مہر کا ادا کرنا بھی واجب ہے، اور عدت کا خرچہ بھی دینا لازم ہوتا ہے، لیکن اگر بیوی کے اصرار پر مہر کے بدلے طلاق دی ہے اور بوقت طلاق یہ شرط لگائی ہے کہ عدت کا خرچہ نہیں دیا جائے گا اس طرح شرط کے ساتھ طلاق دی گئی ہے تو نہ مہر ادا کرنا واجب ہے اور نہ عدت کا خرچہ شوہر پر واجب ہے اور اگر عدت کے خرچہ کے بارے میں کوئی شرط نہیں لگائی ہے، تو عدت کا خرچہ دینا لازم ہے، اور شوہر اپنی حیثیت کے اعتبار سے عدت کا خرچہ ادا کرے گا، شریعت کی طرف سے اس کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے۔

ولا تقع البراء ة عن نفقة العدة في الخلع والمبارأة والطلاق بمال إلا بشرط في قولهم. (عالمگیری، زکریا قدیم ۱/۴۸۹، جدید ۱/۵۴۸)

(۳) جہیز کا سامان اور بیوی کے زیورات وغیرہ بیوی ہی کا حق ہے، اس میں شوہر اور اس کے متعلقین کا کوئی حق نہیں رہتا ہے، طلاق کے بعد ان چیزوں کا واپس کرنا شوہر پر بہر صورت لازم ہے۔

المختار للفتویٰ أن يحكم بكون الجهاز ملكا لا عارية. (شامی، کراچی ۳/۱۵۷، زکریا ۴/۳۰۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۷۳۸)

طلاق ثلاثہ کے بعد عدت، مہر، نان ونفقہ اور زیورات کا حکم

سوال [۷۰۹۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) شوہر نے بیوی کو کسی بات پر مارا پیٹا اور اس کے بعد تین بار کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی، اس کے بعد لڑکا کہتا ہے کہ میں نشہ میں تھا جبکہ لڑکا کسی قسم کا نشہ نہیں کرتا، اس کا کہنا ہے کہ میں نے کوئی درد وغیرہ کی گولی کھائی تھی جس کا نشہ تھا اس واقعہ

کے۲۴ر گھنٹہ بعدلڑکے نے اپنی خالہ کے سامنے پھر وہی طلاق کے لفظ دہرائے اور پھر کئی بار طلاق کے الفاظ دہرائے ان الفاظ کولڑکی نے بغور سنا، دریافت یہ ہے کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟

(۲) طلاق کے بعدلڑکی عدت اپنے شوہر کے گھر گذارے گیا اپنی ماں کے گھر؟

(۳) طلاق کے بعدلڑکی کا نان ونفقہ شوہر پر کتنی مدت تک بنے گا اور کتنا بنے گا، ایک۹ر ماہ کی بچی ہے اس کی ذمہ داری کس پر ہوگی اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

(۴) شوہر نے مہر ادا نہیں کیا ہے اس بارے میں کیا حکم ہے؟

(۵) شادی کی پہلی رات جوزیور بطور تحفہ شوہر نے بیوی کو دیا تھا اس کے لیے کیا حکم ہے؟

(۶) جوسامان لڑکی کے والدین نے لڑکی کو بطور جہیز دیا تھا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور جو خرچ شادی میں کھانا کھلانے یا دیگر امور میں ہوئے تھے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۷) اگر شوہر لڑکی کو اپنے گھر عدت کی مدت تک رکھنے پر راضی نہ ہو تو لڑکی کیا کسی کرائے کے مکان میں اپنے بھائی اور ماں کے ساتھ رہ سکتی ہے یا نہیں؟ اور اس کے اخراجات کون برداشت کرے گا؟

المستفتی: محمد انور کمال محلّہ تمبا کو والان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی، اب بدوں حلالہ شرعیہ کے دونوں کے درمیان نکاح درست نہیں اور شوہر کا یہ کہنا معتبر نہیں ہے کہ میں نے کوئی درد وغیرہ کی دوا کھائی جس کا نشہ تھا، اس لیے کہ چوبیس گھنٹہ کے بعد اس نے اپنی خالہ کے سامنے کئی مرتبہ تین طلاق کے الفاظ کو دہرایا ہے۔

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا طلق الرجل امرأته ثلاثا لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره ويذوق كل واحد منهما عسيلة صاحبه.

(دار قطنی، الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت ٤/ ٢١)

إذا قال لزوجته أنت طالق طالق طالق طلقت ثلاثا. (الأشباه قديم ص: ٢١٩، جديد زكريا ص: ٤/ ٢١)

(۲) عورت کے لیے عدت شوہر ہی کے گھر پر گذارنے کا حکم ہے، ہاں البتہ اگر شوہر کے گھر میں اس کی حفاظت اور نامحرم وغیرہ سے پردہ کا مسئلہ دشوار ہو تو میکہ میں جاکر عدت گذار سکتی ہے۔

وعلى المعتدة أن تعتد في المنزل الذي يضاف إليها بالسكنى حال وقوع الفرقة والموت. (فتح القدير، باب العدة، فصل وعلى المبتوتة والمتوفى عنها زوجها، دار الفكر بيروت ٤/٣٤٤، زكريا ٤/٣١٠، كوئٹه ٤/١٦٦)

(۳) مطلقہ کی عدت کا خرچہ شوہر پر واجب ہوتا ہے اور اس کی عدت تین ماہواری تک ہے، تین ماہواری گذرنے کے بعد شوہر کے ذمہ کوئی چیز لازم نہیں ہوتی ہے، اور سوالنامہ میں نو ماہ کی جس بچی کا ذکر ہے اس کے بالغ ہونے تک خرچ کی ذمہ داری باپ پر ہوگی اور اس کی تعلیم وتربیت سے متعلق باپ کو اختیار حاصل ہوگا کہ جس طرح کے اسکول میں چاہے تعلیم دے اس کا تعلیمی خرچ ماں کو لینے کا حق نہیں اور باپ کھانے کپڑے کا خرچہ اپنی صواب دید کے مطابق دے گا۔

إذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسكنىٰ في عدتها. (هدايه، اشرفی دیوبند ٢/٤٤٣)

ونفقة الأولاد الصغار على الأب. (فتح القدير، دار الفكر بيروت ٤/٤١٠، كوئٹه ٤/٢١٧، زكريا ٤/٣٧١)

(۴) اگر شوہر نے مہر ادا نہیں کیا ہے تو طلاق کے بعد عورت کا پورا مہر ادا کرنا شوہر کے ذمہ لازم ہے۔

﴿**قال الله تعالىٰ: وَآتُوا النِّسَآءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً.** [النساء: ٤]﴾

﴿**وقال الله تعالىٰ جل جلاله: فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً.** [النساء: ٢٤]﴾

(۵) شوہر نے بیوی کو تحفہ کے طور پر جوزیور دیا ہے چاہے پہلی رات میں دیا ہو یا بعد

میں وہ بیوی کی ملکیت ہے۔

حکم الهبة ثبوت الملک للموهب له. (تاتارخانية زكريا ١٤/٤١٣ رقم: ٢١٥٣٧)

(۶) جہیز کا سامان عورت کی ملکیت ہے اور شادی کے موقع پر جو کھانا کھلایا اور دیگر امور میں جو خرچ ہوا ہے وہ لڑکی والوں کا اپنا خرچہ ہے اس کی ادائیگی کا شوہر مکلّف نہیں۔

عن أبی حمید الساعدی أن رسول الله ﷺ قال: لا یحل لمسلم أن یاخذ مال أخیه بغیر حق. (مجمع الزوائد، باب الغصب و حرمة مال المسلم، دار الكتب العلمية بيروت ٤/١٧١، مسند أحمد بن حنبل ٥/٤٢٥، رقم: ٢٤٠٠٣)

المختار للفتویٰ أن یحکم بکون الجهاز ملکا. (شامی کراچی ۳/۱۵۷، زكريا ٤/٣٠٩)

(۷) اگر شوہر لڑکی کو ایام عدت اپنے گھر میں گذارنے پر راضی نہیں ہے تو اس پر لازم ہے کہ کوئی دوسرا انتظام کرے یا کوئی کرایہ کا گھر لے کر دے اور اس کا کرایہ بھی شوہر کے ذمہ ہوگا، ہاں البتہ لڑکی اگر اپنے اختیار سے میکہ میں جا کر عدت گذارتی ہے تو شوہر پر کوئی خرچہ لازم نہیں ہے۔

وإذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسکنی. (هدايه، اشرفی ديوبند ٢/٤٤٣)

وإن نشزت فلا نفقة لها. (هدايه اشرفی ديوبند ٢/٤٤٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍محرم الحرام ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۲۵۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/۱/۱۴۳۱ھ

طلاق کے مطالبہ پر مہر، جہیز اور زیورات وغیرہ کا حکم

سوال [۷۰۹۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) نوشاد انور کی بیوی فرح تقریباً چار ماہ سے اپنے میکہ میں رک گئی ہے اور اپنے شوہر کے پاس آنا نہیں چاہتی اور طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے، تو اگر طلاق دی جائے تو مہر

دینا ہوگا یا نہیں؟

(۲) اور جو زیور چڑھایا گیا وہ واپس ملے گا یا نہیں؟ جب کہ ہمارے یہاں زیور کا مالک شوہر ہی ہوتا ہے؟

(۳) جہیز کا سامان واپس دیا جائے گا یا نہیں، اسی طرح جو کپڑے پہننے کے لیے یا شادی کے بعد سے اب تک جو چیزیں شوہر اس کے گھر والوں کو گفٹ میں دی تھیں وہ بھی واپس دیئے جائیں گے؟

(۴) جہیز میں ایک اسکوٹر دیا گیا تھا، جو چوری ہو گیا تھا کیا اسے بھی خرید کر دینا ہوگا، مذکورہ مسائل کا جواب تحریر فرمادیں؟

المستفتی: رفیق احمد، سیدی سرائے مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) طلاق دینے کا اختیار شوہر کو ہوتا ہے، لہٰذا اگر شوہر نوشادانور اپنی اہلیہ کو طلاق دیدیتا ہے تو طلاق واقع ہوجائے گی اور مہر کی ادائیگی بہرحال لازم ہوگی، تاہم شوہر کو اس بات کا اختیار ہے کہ معافی مہر کی شرط پر طلاق دے، ایسی صورت میں مہر معاف ہوجائے گا، اور شوہر پر مہر ادا کرنا لازم نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۳/۳۶۰)

والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، و موت أحد الزوجين حتى لا يسقط منه شيئ بعد ذٰلک إلا بالإبراء. (هنديه، زكريا قديم ۱/۳۰۳، جديد ۱/۳۷۰)

إن طلقها على مال فقبلت وقع الطلاق و لزمها المال. (هنديه، زكريا قديم ۱/٤٩٥، جديد ۱/٥٥٤)

ولو قال لها أنت طالق على ألف فقبلت طلقت و عليها الألف. (هنديه، زكريا قديم ۱/٤٩٦، جديد ۱/٥٥٥، هدايه اشرفى ديوبند ۲/٤٠٧، تاتارخانية زكريا ٤/٦٠٠، رقم ٧٠٣٧)

(۲) جوزیور شوہر کی طرف سے بیوی کو چڑھایا گیا ہے اگر اس طرح کے زیور کا مالک شوہر ہی ہوتا ہے جیسا کہ سوالنامہ میں مذکور ہے تو شوہر کی طرف سے چڑھایا گیا زیور ان کو واپس کر دینا فرح پر لازم ہے۔

عن أنس بن مالک قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: العارية مؤداة والمنحة مردودة. (سنن ابن ماجه، أبواب الأحكام، باب العارية النسخة الهندية ۱۷۳/۲، دار السلام رقم: ۲۳۹۸)

ولو بعث إلى امرأته ولم يذكر جهة فقالت: هو هدية وقال: هو من المهر فالقول له بيمينه والبينة لها في غير المهيا للأكل. (هنديه، زكريا قديم ۳۲۲/۱، جديد ۳۸۸/۱)

وللمعير أن يرجع فيها متى شاء. (تاتارخانية، ٦۹/۱٦ رقم: ۲٤۲۳۱)

(۳) جہیز کا جو سامان شادی کے موقع پر دیا جاتا ہے وہ لڑکی کی ملکیت ہے طلاق ہو جانے کے بعد اسے لڑکی کو دینا لازم ہے، اور جو سامان کپڑے وغیرہ شوہر یا شوہر کے گھر والوں کو بطور ہدیہ کے دیئے گئے ہیں وہ اس کو واپس نہیں ملیں گے، اور جہیز کا جو سامان جس حالت میں ہے اسی حالت میں واپس ہوگا۔

سئل أبو القاسم عمن بعث جهازاً إلى بيت زوج البنة ولم يقل حين وجهه أنه هدية؟ قال: يحمل على الهدية. (تاتارخانية ۲۰۹/٤ رقم: ٥۱۸۸)

أن الجهاز للمرأة إذا طلقها تأخذه كله. (شامی، زكريا ۳۱۱/٤، كراچی ۱٥۸/۳)

المختار للفتویٰ أن يحكم بكون الجهاز ملكا لا عارية؛ لأنه الظاهر الغالب. (شامی كراچی ۱٥۷/۳، زكريا ۳۰۹/٤)

(۴) جو اسکوٹر جہیز میں دیا گیا تھا اور وہ چوری ہوگیا تو اس کی قیمت کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۳۸۸/۱۷)

وكذا يسترد ما بعث هدية وهو قائم دون الهالك والمستهلك. (شامی، کراچی ١٥٣/٣، زكريا ٣٠٤/٤، مجمع الأنهر دارالكتب العلمية بيروت ٥٣٢/١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٣٠؍محرم الحرام ١٤٣٣ھ
(الف فتویٰ نمبر: ١٠٦١٦/٣٩)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
١٤٣٣/١/٣٠ھ

نافرمان بیوی کو طلاق دینے پر مہر اور بچوں کی پرورش کے متعلق سوالات وجوابات

سوال [٧٠٩٥]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: رئیس احمد کی شادی کو تقریباً تین سال کا عرصہ ہوا، دونوں سے تقریباً دو سال کا بچہ بھی موجود ہے، ان تین سالوں میں بیوی نے اپنے شوہر کے حقوق ادا نہیں کیے شوہر کی مرضی اور شریعت کے خلاف زندگی گذارتی ہے اس لیے میں رئیس احمد اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہوں، تو شرعاً اجازت ہے یا نہیں؟

(١) جو حق مہر شوہر نے بیوی کو نکاح کے وقت زیور کے طور پر دئے کیا وہ مہر کی ادائیگی مانی جائے گی یا نہیں؟

(٢) جو بچہ تقریباً دو سال کا ہے اور ماں کا دودھ چھوڑ چکا ہے اس کے لیے کیا حکم ہے؟ وہ ماں کے ساتھ رہے گا یا باپ کے ساتھ؟ اگر ماں بچہ مانگتی ہے اور اس کے خرچ کے لیے کہتی ہے تو کتنا خرچ دینا ضروری ہے تعلیم اور علاج کا کتنا خرچ ہوگا؟

(٣) شوہر اپنے بچے کو کس عمر میں لے سکتا ہے اگر بیوی دوسرا نکاح کر لے تو بچہ کو پہلا شوہر (والد) لے سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: رئیس احمد آزاد نگر، ہلدوانی نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (١) نافرمان بیوی کو طلاق دینا شریعت میں لازم نہیں ہے، لہٰذا آپ کو اپنے حالات کے مطابق فیصلہ کرنے کا مکمل اختیار حاصل ہے،

البتہ طلاق دینے کی صورت میں عدت کے ایام کا خرچہ آپ پر لازم ہوگا۔

لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرة. (شامی، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع کراچی ٦/٤٢٧، زکریا ٩/٦١١، البحر الرائق کوئٹه ٣/١٠٧، زکریا ٣/١٨٨)

إن سببه الحاجة إلی الخلاص عند تباین الاختلاف وعروض البغضاء الموجبة. (شامی زکریا ٤/٤٢٨، کراچی ٣/٢٢٨)

المعتدة عن طلاق تستحق النفقة والسکنی. (هندیه زکریا قدیم ١/٥٥٧، جدید ١/٦٠٥)

(٢) زیور کی شکل میں مہر کی ادائیگی درست ہے۔

ولو بعث إلی امرأته شیئا وقال هو من المهر فالقول له. (شامی کراچی ٣/١٥١، زکریا ٤/٣٠١)

(٣) طلاق کے بعد علیحدگی کی صورت میں ماں کو بچہ سات سال کی عمر تک اپنی پرورش میں رکھنے کا حق حاصل ہے، اور سات سال کی عمر کے بعد باپ کو حق ہوگا، کہ بچہ کو اپنے پاس رکھ لے، اور اس سات سالہ مدت کے درمیان ماں اگر دوسرا نکاح کر لیتی ہے تو بچہ سے اس کا حق پرورش ساقط ہو جائے گا، اور بچہ باپ کے سپرد کر دیا جائے گا، اور تعلیم وعلاج کے سلسلے میں باپ کو اختیار ہے، جس اسکول میں چاہے پڑھائے، اور جس ہسپتال میں چاہے علاج کرائے، ماں کو اس سلسلے میں مداخلت کا کوئی حق نہیں ہے۔

أحق الناس بحضانة الصغیر حال قیام النکاح وبعد الفرقة الأم. (هندیه زکریا قدیم ١/٥٤١، جدید ١/٥٩٢)

وبعد ما استغنی الغلام، وبلغت الجاریة، فالعصبة أولیٰ یقدم الأقرب فالأقرب. (هندیه زکریا قدیم ١/٥٤٢، جدید ١/٥٩٣)

الأم والجدة أحق بالغلام حتی یستغنی وقدر بسبع سنین. (هندیه زکریا قدیم ١/٥٤١، زکریا قدیم ١/٥٤٢، جدید ١/٥٩٣)

إنما یبطل حق الحضانة لهؤلاء النسوة بالتزوج. (هندیه زکریا قدیم

۱/ ۵٤۱، جدید ۱/ ۵۹۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍رجب ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۴۵۶/۳۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۷/۵ھ

عدالت میں طلاق نامہ کے دخول، حضانت اور وراثت سے متعلق سوالات کے جوابات

سوال [۷۰۹۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کرملا سمیع اللہ ابن عبد العزیز کی شادی شاہرہ بیگم بنت اکبر صاحب سے ہوئی تھی جس سے تین بچے (دو بچیاں اور ایک بچہ ہے) جن کی عمریں اب اس وقت ۱۹؍سال، ۱۷؍سال اور ۱۵؍سال ہیں، چند سالوں کے بعد زوجہ اپنے میکے چلے گئی اور آنے کو تیار نہیں ہوئی، جس پر کرملا سمیع اللہ نے ایک طلاق بائن لکھ کر بتاریخ ۲۰۰۰/۶/۵ء کو بذریعہ کوریر مع عدت خرچ کے روانہ کیا، جس کو مطلقہ نے وصول نہیں کیا، اس کے بعد کرملا سمیع اللہ نے بذریعہ وکیل عدالت سے منظور کرانے کی غرض سے ۲۰۰۰/۸/۱۷ء کو عدت کے اندر ہی اپنا بیان مع دو گواہوں کے قلم بند کرایا، جس میں تین طلاق کا تذکرہ ہے، اور عدالت میں عدت کا خرچ بھی جمع کر دیا گیا۔

عدالتی کارروائی شروع ہونے کے تقریباً چار سال بعد عدالت نے یہ فیصلہ سنایا کہ عدالت مسلم پرسنل لاء میں مداخلت تو نہیں کرتی مگر عدالتی اصول سے یہ طلاق واقع نہیں ہوئی ہے، دوسری جانب عدالتی کارروائی کے درمیان ہی مطلقہ نے عدالت سے نان ونفقہ کا مطالبہ کیا تھا جس پر عدالت نے تین ہزار روپئے ماہانہ ادا کرنے کا حکم صادر کیا، عدالت کے اس فیصلہ کو چیلنج کرنے کے لیے اوپر کی عدالتوں سے رجوع کیا گیا تو دونوں اوپری عدالتوں نے بھی نچلی عدالت کے حکم کو برقرار رکھا، چنانچہ عدالت کے حکم کے مطابق اب تک ماہانہ تین ہزار روپئے ادا کیا جا رہا ہے۔

واضح ہو کہ کرملا سمیع اللہ کے مذکورہ مطلقہ سے تینوں بچے طلاق کے وقت سے اب تک

اپنے والد ہی کے ساتھ ہیں، کبھی ان کی والدہ نے نہ ان بچوں کا مطالبہ کیا نہ ہی یہ بچے اپنی ماں کے پاس گئے، اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ:

(۱) بحکم شرعی طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور اگر واقع ہوئی ہے تو کون سی طلاق واقع ہوئی؟

(۲) عدالت کا طلاق نہ ماننا کیسا ہے؟

(۳) عدالت کا ماہانہ خرچ ۳۰۰۰ روپئے متعین کرنا ازروئے شرع کیسا ہے؟

(۴) بچوں کی پرورش کا حق اب کس کو ہے؟

(۵) کیا بچے اگر اپنی ماں کے پاس جانا چاہیں تو باپ کو ان بچوں کو روکنا درست ہے؟ اور اگر بچے اپنی ماں کے پاس نہ جانا چاہیں تو؟

(۶) کیا کرملا سمیع اللہ کی جائیداد میں مطلقہ کا حق بنتا ہے؟

المستفتی: کرملا سمیع اللہ کدری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) جب کرملا سمیع اللہ نے دو گواہوں کے ساتھ از خود بذریعہ وکیل عدالت میں تین طلاق داخل کردی ہے اور وہ بھی اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ عدالتی کارروائی سے پہلے ایک طلاق بائن لکھ کر بھیج دی ہے اور ساتھ میں عدت کا خرچہ بھی جمع کردیا ہے تو ایسی صورت میں اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی ہے، عدالت اس کو تسلیم کرے یا نہ کرے ہر صورت میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی ہے۔

إن أرسل الطلاق بأن كتب أما بعد: فأنت طالق فكما كتب هذا يقع الطلاق وتلزمه العدة من وقت الكتابة. (شامی، كتاب الطلاق، قبيل باب الصريح كراچی ۳/۲٤٦، زكريا ٤/٤٥٦، هنديه زكريا قديم ١/٣٧٨، جديد ١/٤٤٦)

ولو استكتب من آخر كتابا بطلاقها و قرأه على الزوج فأخذه الزوج و ختمه و عنونه وبعث به إليها فأتاها وقع إن أقر الزوج أنه كتابه. (شامی، زكريا ٤/٤٥٦، كراچی ٣/٢٤٦، هنديه زكريا قديم ١/٣٧٩، جديد ١/٤٤٦، تاتارخانية زكريا ٤/٥٣١ رقم: ٦٨٤٣)

لو قال لزوجته: أنت طالق طالق طالق طلقت ثلاثا. (الأشباه قديم ص: ۲۱۹، جديد زكريا ص: ۳۷٦)

(۲) جب شرعی طور پر طلاق واقع ہو چکی ہے تو اس کے معتبر ہونے کے لیے غیر مسلم عدالت کے طلاق نہ ماننے سے وقوع طلاق میں کوئی فرق نہیں آئیگا، اور عدالت کا اس پر اصرار کرنا مسلم پرسنل لاء میں مداخلت ہے، جو ہندوستانی قانون کے اعتبار سے بھی درست نہیں۔

(۳) عدالت کا عدت گذر جانے کے بعد تین ہزار روپیہ ماہانہ مقرر کر دینا اور اس کی ادائیگی پر دباؤ ڈالنا یا قانونی سرکیولر جاری کرنا مسلم پرسنل لاء میں مداخلت ہے، اس لیے کہ شریعت میں عدت کے ختم ہو جانے کے بعد کوئی خرچہ لازم نہیں ہوتا۔

وإذا مضت مدة لم ينفق الزوج و طالبته بذٰلک فلا شئ لها. (هداية، باب النفقة اشرفی ديوبند ۲/ ٤٤٠)

ولو أقام الزوج البينة على إقرارها بانقضاء العدة سقطت نفقتها. (قاضی خان على الهندية زكريا ۱/ ۲٦۳، وعلى هامش الهندية ۱/ ٤٤۱)

(۴) سوالنامہ میں تینوں بچوں کی عمر لکھی گئی ہے مذکورہ بچوں کی پرورش کا حق باپ کو ہے، اس لیے کہ لڑکے کو سات سال کے بعد باپ کو اپنے پاس رکھنے کا حق حاصل ہے، اور لڑکیوں کو بالغ ہو جانے کے بعد یعنی ماہواری شروع ہو جانے کے بعد باپ کو اپنے پاس رکھنے کا حق ہے، اور ان کی شادی بیاہ کا انتظام بھی باپ ہی کرے گا۔

والأم والجدة أحق بالغلام حتى يستغني وقدر بسبع سنين. (هنديه، زكريا قديم ۱/ ٥٤۲، جديد ۱/ ٥۹۳)

والأم والجدة أحق بالجارية حتى تحيض. (هنديه زكريا قديم ٥٤۲، جديد ۱/ ٥۹۳)

(۵) بچوں کو ماں سے ملاقات کے لیے جانے آنے پر روکنا باپ کے لیے درست نہیں، بچے باپ کے پاس رہیں گے، لیکن ساتھ میں اپنی ماں سے وقتاً فوقتاً ملاقات کے لیے جانے آنے کا حق ہے۔

إذا سقطت حضانة الأم وأخذه الأب لا يجبر على أن يرسله لها بل هی إذا أرادت أن تراه لا تمنع من ذلک. (شامی، قبیل باب النفقة کراچی ۳/ ۷۱، زکریا ۵/ ۲۷۵)

(۶) کرملا سمیع اللہ کی جائیداد میں مطلقہ کوکوئی حق نہیں ہے، اور نہ ہی جائیداد میں کسی طرح کا کوئی حق حاصل کرنے کے لیے سرکاری دباؤ ڈالنے کا حق ہے۔

ویستحق الإرث برحم و نکاح وولاء. (شامی، کتاب الفرائض، کراچی ۶/ ۷۶۲، زکریا ۱۰/ ۴۹۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

نوٹ: ہمارے دارالافتاء میں کوئی لیٹر پیڈ نہیں ہے صرف مہر لگائی جاتی ہے۔

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ / رجب المرجب ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۷۷۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳۰/ ۷/ ۱۴۳۳ھ

طلاق کی صورت میں مہر، جہیز اور زیورات کا حکم

سوال [۷۰۹۷]: (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محمد عمر کی شادی ہمراہ معظّمہ خاتون سے مبلغ پندرہ ہزار روپیہ مہر کے ساتھ ہوئی، شادی کے بعد دو مہینہ تک دونوں مل کر ازدواجی زندگی گذارتے رہے، ایک دن لڑکی کے والد بہانہ بنا کر سارے زیور کے ساتھ (جو زیور لڑکی کے والد نے دیا تھا اور محمد عمر نے شادی کے موقع پر دیا تھا) لے کر اپنے گھر چلے گئے، چند روز کے بعد جب محمد عمر اپنی بیوی معظّمہ کو بلانے گیا تو ان کے والد نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ تم لوگوں سے کچھ بات چیت کروں گا، اس لیے اپنے ذمہ داروں کو ساتھ لے کر آؤ جب محمد عمر دوبارہ چند حضرات کو لے کر گئے تو انہوں نے یہ کہا کہ لڑکی وہاں یعنی گلاب باڑی جو محمد عمر کا مکان ہے اور وہیں پر کاروبار کرتے ہیں، نہیں جائے گی، محمد عمر اپنا مکان اور کاروبار چھوڑنے کو تیار نہیں ہے، خاص بات یہ ہے کہ جو محمد عمر نے اپنی جانب سے زیور بروقت شادی معظّمہ خاتون یعنی اپنی بیوی کو چڑھایا تھا وہ زیور اور اپنے پندرہ ہزار روپیہ کے مہر کی حقدار ہے یا نہیں؟

(۱) طلاق کالڑکی کی طرف سے مطالبہ ہور ہا ہے تو مہر دینا ضروری ہے یا نہیں؟

(۲) جو زیور لڑکے نے چڑھایا ہے ہمارے یہاں کا رواج ہے کہ طلاق کے بعد اسے واپس لے لیا جاتا ہے تو وہ کیسے ملے گا؟

(۳) جہیز واپس دیا جائے گا یا نہیں؟ شرعی حکم کیا ہے؟

(۴) کچہری اور عدالت سے جو طلاق حاصل کی جاتی ہے اور اس کے بعد دوسری جگہ نکاح کیا جاتا ہے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) مسئلہ مذکورہ میں اگر شوہر از خود طلاق دینے کے لیے تیار نہیں ہے اور لڑکی والے طلاق مانگ رہے ہیں تو ایسی صورت میں بلا ظلم وزیادتی کے محض رہائشی مکا کی تبدیلی کی ضد پر شوہر کے اوپر دباؤ ڈالنا اور پھر طلاق کا مطالبہ کرنا بیوی کے لیے جائز نہیں ہے، ہاں البتہ وہاں رہنے میں اس کے اوپر ظلم وزیادتی یا عصمت دری کا خطرہ ہور ہا ہو تب تبدیلی مکان کا مطالبہ جائز ہوسکتا ہے اور مذکورہ صورت میں بلا کسی خاص وجہ کے طلاق کا مطالبہ کرنا بیوی کے لیے جائز نہیں ہے اب اگر پھر بھی طلاق لینے پر بضد ہے تو شوہر پر طلاق دینا لازم نہیں ہے اور بیوی اپنا مہر معاف کر کے خلع کرا سکتی ہے۔

﴿**قال الله تعالیٰ: فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهِ.** [البقرة: ۲۲۹] ﴾

وإن تشاقا الزوجان وخافا أن لايقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها به فإذا فعل ذلك وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال. (هدايه، كتاب الطلاق، باب الخلع اشرفي ديوبند ۲/ ٤٠٤، تاتارخانية زكريا ٥/ ٥ رقم: ۷۰۷۱)

(۲) شادی کے موقعہ پر جو زیور لڑکے کی طرف سے لڑکی کو دیا جاتا ہے اس کا مدار عرف ورواج پر ہے، اگر آپ کی برادری کا عرف ورواج یہ ہے کہ زیور کا مالک لڑکا رہتا ہے تو یہ زیور لڑکے کا رہے گا، بیوی کا اس میں کوئی حق نہیں ہے، اور اگر عرف یہ ہے کہ زیور کی مالک

بیوی رہتی ہے تو بیوی کو ملے گا، لڑکے کا کوئی حق نہیں ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۵/۱۲۳، جدید زکریا مطول ۷/ ۴۴۸، ۵/۱۳۴، جدید زکریا مطول ۷/۴۵۳)

وإذا بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها منها ديباج فلما زفت إليه أراد أن يسترد من المرأة ليس له ذٰلک إذا بعث إليها على جهة التمليک ...... جهز زوجها ثم زعم أن الذى دفعه إليها ماله وكان على وجه العارية عندها وقالت هو ملكى جهزتنى به ...... وقال فى الواقعات: إن كان العرف ظاهرا بمثله فى الجهاز كما فى ديارنا فالقول قول الزوج. (هنديه، زكريا قديم ١/٣٢٧، جديد ١/٣٩٣)

(۳) شادی کے موقعہ پر باپ کی طرف سے لڑکی کو جو جہیز دیا جاتا ہے وہ ہر حال میں لڑکی ہی کا رہتا ہے، لڑکے کا کوئی حق نہیں، جہیز کی واپسی ضروری ہے۔

جهز ابنته فإن الأب اشترى لها فى صغرها و فى كبرها وسلم لها فى صحته فهو لها خاصة. (شامى زكريا ٤/٣٠٩، كراچى ٣/١٥٧)

(۴) غیر مسلم عدالت سے غیر مسلم جج کے فیصلے سے جو طلاق لی جاتی ہے وہ شرعی طور پر معتبر نہیں ہے، اس لیے اس طلاق سے عورت شوہر کے نکاح سے نہیں نکلتی ہے، اور نہ ہی اس کے لیے دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہوسکتا ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۲/۱۵۲، فتاویٰ دار العلوم ۸/۴۰۴، کفایت المفتی قدیم ۶/ ۱۳۵، جدید زکریا مطول ۸/ ۵۳۸)

﴿**قال الله تعالىٰ: وَلَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا.**

[النساء:١٤١]﴾

﴿**لم ينفذ حكم الكافر على المسلم و ينفذ للمسلم على الذمى.**

(شامى، كتاب القضايا، باب التحكيم زكريا ٨/١٢٦، كراچى ٥/٤٢٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ ؍رجب ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۴/ ۵۸۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲؍۷؍۱۴۱۹ھ

طلاق، عدت، مہر ونفقہ اور بچے کے نسب و پرورش کا حکم

سوال [۷۰۹۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) زید کی شادی ہندہ سے ہوئی اور زید نے شادی سے اب تک ہندہ سے جماع نہیں کیا ہے لیکن تنہائی ہوئی ہے، زید جب چار پانچ مہینہ کے بعد سفر سے گھر آتا ہے تو ہندہ کو حمل کی حالت میں دیکھتا ہے تو زید قسم کھا کر کہتا ہے کہ یہ مجھ سے حمل نہیں اس لیے کہ ہم نے جماع نہیں کیا ہے، زید اب طلاق دینا چاہتا ہے کیا اس صورت میں مہر مکمل دینا ہو گیا یا نصف؟

(۲) حمل کی عدت کیا ہے؟

(۳) طلاق کے بعد عورت اپنی ماں کے گھر چلی جائے گی یا شوہر کے گھر رہے گی؟ اگر شوہر کے گھر میں عدت گذارنے کے خرچ کا علم ہے، تو ماں کے گھر میں عدت گذارنے کی صورت میں کیا شوہر کے اوپر خرچ واجب ہے؟

(۴) وضع حمل کے بعد کیا شوہر بیوی اور بچے کا خرچ دے گا اگر دے گا تو کیوں دے گا جبکہ شوہر سے یہ بچہ نہیں ہے، اور شوہر قسم کھا کر انکار کرتا ہے؟

المستفتی: محمد نجم الاسلام استو، چکدریا، بھاگلپور (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) مسئولہ صورت میں زید اگرچہ ہندہ سے جماع کا منکر ہے اس کے باوجود ہندہ کا حمل شرعاً زید ہی کی ہی طرف منسوب ہوگا اور طلاق دینے کی صورت میں زید پر مکمل مہر ادا کرنا لازم ہوگا۔

قال رسول اللّٰہ ﷺ: الولد للفراش وللعاهر الحجر. (بخاری شریف، کتاب المحاربین للعاهر الحجر، النسخة الهندية ۱۰۰۷/۲ رقم: ۶۵۵۹، ف: ۶۸۱۷)

يقام النكاح مقام الدخول فی إثبات النسب ولهٰذا قال النبی ﷺ: الولد للفراش وللعاهر الحجر وكذا لو تزوج المشرقية بمغربية فجاء ت

بـولد يثبت النسب و إن لم يوجد الدخول حقيقة لوجود سببه وهو النكاح. (بدائع، كتاب النكاح، فصل في ثبوت النسب زكريا ٢/٦٤٦)

ويتأكد عند وطئه أو خلوة صحت من الزوج أو موت أحدهما وفي الشامية: إنما يتأكد لزوم تمامه بالوطئ و نحوه. (شامی، کراچی ۳/۱۰۲، زکریا ٤/۲۳۳)

والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، و موت أحد الزوجين حتى لا يسقط منه شيئ بعد ذٰلك إلا بالإبراء. (هنديه زكريا قديم ١/٣٠٣، جديد ١/٣٧٠، البحر الرائق كوئٹه ٣/١٤٣، زكريا ٣/٢٥١)

(۲) حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔

﴿**قال الله تعالىٰ: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ.** [الطلاق: ٤]﴾

والعدة في حق الحامل وضع حملها. (در مختار، باب العدة كراچی ۳/۵۱۱، زكريا ٥/١٩٠)

وعدة الحامل أن تضع حملها ...... وليس للمعتدة بالحامل مدة سواء ولدت بعد الطلاق أو الموت بيوم أو أقل. (هنديه زكريا قديم ١/٥٢٨، جديد ١/٥٨١، ٥٨٢)

(۳) طلاق کے بعد شوہر کے گھر ہی رہ کر عدت گذارنا لازم ہے، شوہر کے گھر عدت گذارنے کی صورت میں بیوی نان ونفقہ کی حقدار ہوگی اور اگر شوہر کی مرضی کے مطابق دوسری جگہ عدت گذارے تو بھی شوہر پر عدت کا خرچہ لازم ہے۔

على المعتدة أن تعتد في المنزل الذي يضاف إليها بالسكنى حال وقوع الفرقة. (هنديه زكريا قديم ١/٥٣٥، جديد ١/٥٨٧)

قوله: "السكنىٰ" يلزم أن تلزم المنزل الذي يسكنان فيه قبل الطلاق. (شامی، باب النفقة كراچی ۳/۲۰۹، زكريا ٥/٣٣٣)

و تعتد أن أي معتدة طلاق و موت في بيت وجبت فيه ولا تخرجان منه. (در مختار كراچی ۳/۵۳٦، زكريا ٥/٢٢٥)

والمعتدة إذا كانت لا تلزم بيت العدة بل تسكن زمانا و تبرز زمانا لا

تستحق النفقة. (هنديه زكريا قديم ١/٥٥٨، جديد زكريا ١/٦٠٥)

(۴) اور عدت طلاق میں وضع حمل کے بعد شوہر پر بیوی کا خرچہ لازم نہیں اور جس نابالغ بچہ کا شوہر نے حالت حمل میں انکار کردیا تھا اس کا نان ونفقہ شوہر (اس بچہ کے والد) کے ذمہ ہوگا اور والد کے انکار کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔

إذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسكنى في عدتها. (اللباب، دار الأيمان ص:٢١١، هدايه اشرفي ديوبند ٢/٤٤٣)

وإذا مضت مدة لم ينفق الزوج عليها وطالبته بذٰلك فلا شيئ لها. (هدايه، اشرفي ديوبند ٢/ ٤٤٠)

ونفقة الأولاد الصغار على الأب لا يشاركه فيها أحد. (هدايه، اشرفي ديوبند٢/٤٤٤، هنديه زكريا قديم ١/٥٦٠، جديد ١/٦٠٧)

إذا لم يكن للصبي مال فالنفقة على والده. (تاتارخانية زكريا ٥/٤١٢ رقم: ٨٣٣٤)

والحكم فيه أنه يثبت النسب من غير دعوة ينتفي بمجرد النفي، وإنما ينتفي باللعان. (هنديه، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب، زكريا قديم ١/٥٣٦، جديد ١/٥٨٨)

وأما الذي لا يحتمل النفي فهو نسب ولد زوجة لايجري بينهما اللعان فإذا كان الزوجان ممن لا لعان بينهما لا ينتفي نسب الولد بالنفي. (بدائع الصنائع زكريا ٥/٣٨٢)

إذا تزوج الرجل امرأة وجاءت بولد لستة أشهر منذ تزوجها والزوجان حران مسلمان فادعى أحدهما أنه ابنه وأنكر الآخر فهو ابنه منهما. (تاتارخانية ١٣/٣٦٢، رقم: ١٩٥٥٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍صفر المظفر ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۶۲۴/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۲/۱۶ھ

عدالت شرعی کے نکاح ثانی کی اجازت کے بعد شوہر اول کا واپس آجانا

سوال [۷۰۹۹]: (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص نے ایک ایسی عورت سے نکاح کیا جس کے بارے میں یہ بتایا گیا کہ اس کا شوہر سات سال سے لا پتہ ہے، اور شرعی عدالت کرت پور بجنور میں اس کا فیصلہ کرا دیا گیا ہے، تین سال وہ اس کے نکاح میں رہی، اس اثناء سہ سالہ میں اس کے دو بچے بھی پیدا ہوئے، اب تین سال کے بعد موجودہ شوہر کی بمبئی سے گم شدہ شوہر کے رشتہ داروں سے اچانک ملاقات ہوگئی ان سے تحقیق حال کرنے پر پتہ چلا کہ اس کا پہلا شوہر موجود ہے اور انہوں نے مزید بتایا کہ وہ چند بار اس عورت کو لینے کے لیے بھی گیا، لیکن سسرالیوں نے اس پر سختی کر کے اس کو بھگا دیا اور نہیں بھیجا، اب موجودہ شوہر اپنے مکان پر آیا اور بیوی سے تحقیق حال کیا، تو اس نے بتایا کہ اس نکاح سے پہلے وہ احمد آباد میرے چچا کے پاس آئے تھے، انہوں نے کوئی بات چیت نہیں کی، لہٰذا وہ وہاں سے چلے گئے، یہ سن کر موجودہ شوہر نے اس عورت کو اس کے میکہ میں پہنچا دیا، اور چار سال سے وہ اپنی میکہ میں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ نکاح ثانی صحیح ہوا یا نہیں؟ اور بچے موجودہ شوہر سے پیدا ہوئے ہیں، حرامی ہیں؟ یا حلالی ہیں؟ اور اب وہ دونوں شوہروں میں سے کس کے نکاح میں ہے؟ اور کس کو طلاق دینے کا حق ہے؟ شوہر ثانی نے کافی کوشش کی، شرعی عدالت کا فیصلہ نامہ یا طلاق نامہ دستیاب ہو جائے مگر عورت کے گھر والوں کے پاس کوئی فیصلہ نامہ یا طلاق نامہ نہیں ہے، اب وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی شرعی عدالت کا کاغذ نہیں ہے، ہمیں قاضی صاحب نے کوئی کاغذ وغیرہ نہیں دیا تھا، ویسے ہی زبانی کہہ دیا تھا کہ کاغذ کی کوئی ضرورت نہیں ہے، تم اس کا نکاح کر دو، لہٰذا جواب شرعی سے مطلع فرمادیں۔

المستفتی: محمد محفوظ الرحمٰن شیر کوٹ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال نامے میں درج شدہ صورت میں اگر کرت پور کی شرعی عدالت نے واقعی پہلے شوہر سے تفریق پر فیصلہ دیا ہے اور پہلے شوہر نے بعد میں عورت

کے دعویٰ کے خلاف بات ثابت کردی ہے، تو تین حیض گذر کر عورت اس کو مل جائے گی۔

ونقل أن زوجته له والأولاد للثاني. (شامی، باب المفقود کوئٹہ ۳/۳٦۳، کراچی ٤/۲۹۷، زکریا دیوبند ٦/٤٦۳)

نیز مذکورہ عبارت سے معلوم ہوگیا کہ اولاد حرامی نہیں ہے، بلکہ دوسرے شوہر ہی کی شمار ہوگی، اور اگر عورت نے دوسرے شوہر کو دھوکہ دے کر غلط واقعات بیان کر کے نکاح کیا ہے تو نکاح فاسد واجب الفسخ ہے، عدت گذرنے پر شوہر اول لے جا سکتا ہے، اور اولاد اب بھی حرامی نہ ہوگی، بلکہ شوہر ثانی کے نسب سے ثابت ہوگی، اور عورت پر عدت گذارنا واجب ہوگا۔

عن أبي حنيفة أن الأولاد للزوج الثاني ورجع إلى هذا القول وعليه الفتوىٰ. (فتاویٰ عالمگیری، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه زكريا ديوبند ۱/۳۳۱، ٤/۱٤٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍ شوال المکرّم ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۹۵۰)

طلاق اور اس کے متعلقات کا بیان

سوال [۷۱۰۰]: (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) محمد شہزاد عالم نے اپنی بیوی نور سحر کو فون پر طلاق دے دی ہے، اور یہ الفاظ ادا کیے کہ ”میں نے تمہیں طلاق دی، میں نے تمہیں طلاق دیا، میں نے تمہیں طلاق دیا“ تو دریافت یہ کرنا ہے کہ طلاق ہوگئی یا نہیں؟

(۲) عورت کا خرچ اور مہر کی ادائیگی شوہر پر لازم ہے یا نہیں؟

(۳) ایک بیٹا ہے جس کی عمر ایک سال ہے، اس کی پرورش اور خرچ کس پر ہے؟

(۴) چڑھایا ہوا زیور، جہیز اور لڑکی کا زیور وغیرہ سب شوہر کے پاس ہے وہ سب لڑکی کو واپس ملے گا یا نہیں؟

المستفتی: محمد نعیم، دیوراج کمپاؤنڈ، ڈپٹی گنج، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شرعی طور پرفون پربھی طلاق واقع ہوجاتی ہے، جب شہزاد عالم نے اپنی بیوی نور سحر کوفون پر تین بارطلاق دیدی ہے تواس سے شرعی طور پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی ہےاورعدت کا خرچہاورمہر کی ادائیگی بھی شوہر پرلازم ہے،اور بیوی جہیز کےسامان کی خود مالک ہے،اس کا واپس کرنا بھی لازم ہے،اور جوزیوراس کے ماں باپ کی طرف سےآیا ہواہے وہ بھی بیوی کی ملکیت ہے،اور جوزیورات شہزادعالم کی طرف سے چڑھایاہواہےاگراس کی برادری میں بیوی کو مالک بنانے کادستورہےتووہ بھی بیوی کی ملکیت ہےاور جو بیٹاایک سال کاہے جب تک بیوی دوسری جگہ شادی نہ کرے تو پرورش کاحق ماں کو حاصل ہے،اوراس کاخرچہ باپ پرلازم ہے۔

أن المهر وجب بنفس العقد لكن مع احتمال سقوطه بردتها أو تقليبها ابنهأو تنصفه بطلاقها قبل الدخول و إنما يتأكد لزوم تمامه بالوطئ و نحوه. (شامی، کتاب النكاح، باب المهر، كراچی ۱۰۲/۳، زکریا ۲۳۳/٤)

وإذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسكنىٰ فى عدتها رجعيا كان أو بائنا . (هدايه، باب النفقة، اشرفی ديوبند ٤٤٣/٢)

وتجب لمطلقة الرجعي والبائن ...... النفقة والسكنىٰ والكسوة. (شامی، باب النفقة، زكريا ٤٤٣/٢، كراچی ٣٣٣/٥)

والأم والجدة أحق بالغلام حتى يأكل وحده و يشرب وحده ويلبس وحده و يستنجى وحده ...... وقدر الاستغناء بسبع سنين اعتباراً للغالب. (هدايه، باب حضانة الولد، اشرفی ديوبند ٤٣٥/٢)

والنفقة واجبة للمعتدة طالت العدة أو قصرت. (تاتارخانية زكريا ٣٩٩/٥، رقم: ٨٣٠٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمدقاسمی عفااللہ عنہ
۲۸؍ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر:۱۰۳۸۲/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۴/۲۸ھ

طلاق کی صورت میں جہیز، مہر اور بیوی کا حکم

سوال [۱۰۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں نے اپنی بیوی کو اس کی بدچلنی اور بدکرداری کی وجہ سے یہ کہہ کر کہ ”میں تجھے تہہ دل سے آزاد کرتا ہوں“ طلاق دیدیا تھا یہ لفظ کہے ہوئے آج تقریباً گیارہ مہینے ہو گئے اس وقت سے اب تک وہ میرے پاس نہ آئی اور نہ ہی میں نے اسے لانے کا ارادہ کیا، چونکہ وہ بدچلن عورت ہے، اب وہ طرح طرح کی دھمکیاں دیتی ہے تو کیا اس کو دھمکیاں دینے کا اختیار ہے، جبکہ میں اسے اپنی زوجیت سے الگ کر دیا ہوں۔

(۲) میرے تین بیٹے ہیں عمر تقریباً پانچ سال، تین سال، تین مہینے، پانچ سال اور تین مہینے کی عمر والے بچے ماں کے پاس ہیں اور تین سال کی عمر والا بچہ میرے پاس ہے، یہ لڑکے شرعاً کس کے پاس رہنے چاہئے، شرعی حکم کیا ہے اور کس عمر تک ماں کے پاس رہیں گے اور کس عمر میں باپ کے پاس رہیں گے، یا جو بھی شرعی حکم ہو واضح فرمائیے۔

(۳) میں اس کا مہر اس کا جہیز واپس کرنا چاہتا ہوں، مگر وہ لینے کے لیے نہ آئی اور نہ ہی کسی کو بھیجا ہے شرعی حکم کیا ہے؟

(۴) بچے اگر ماں کے پاس رہیں اور وہ مجھے خواہش کے باوجود نہ دے تو کیا مجھے ان بچوں کا خرچ دینا لازم ہے، میں اپنے بچوں کی تربیت وتعلیم اپنے پاس رکھ کر کرنا چاہتا ہوں اس لیے کہ میری بیوی بدچلن آوارہ ہے۔ امید ہے کہ مذکورہ سوالات کے جوابات سے نوازیں گے۔

المستفتی: محمد رئیس محلہ مچھلی بازار، تمبا کو والا، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شوہر نے جب لفظ آزاد کرنے سے طلاق دیدی ہے، تو بیوی پر ایک طلاق بائن واقع ہوگئی اور چونکہ یہ لفظ کہے گیارہ مہینے ہوگئے اس لیے بیوی کی عدت بھی گذر گئی اب وہ شوہر کی زوجیت سے بالکل خارج ہوگئی، اب اسے کسی طرح چارہ جوئی اور دھمکی کا حق نہیں ہے البتہ اگر دونوں بچوں کی وجہ سے ساتھ رہنا چاہیں تو باضابطہ

نکاح کر کے رہ سکتے ہیں، حلالہ کی ضرورت نہیں ہے اور اتنے دنوں تک اسے میکہ چھوڑے رکھنے سے ممکن ہے کہ وہ بدچلنی سے توبہ کر کے اپنی حالت کو سدھار چکی ہو۔

أنت حرة و سرحتک لا یحتمل السب والرد. (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الکنایات، زکریا ٤/٥٣٢، کراچی ٣/٣٠٠)

(۲) بیوی کا جہیز اور مہر شوہر کے گھر بطور امانت رہے گا شوہر اس کا امین ہے، لہٰذا جب تک جہیز بیوی کے گھر نہ پہنچ جائے اس وقت تک شوہر کے ذمہ اس کی حفاظت لازم ہے۔

وأما حکمها فوجوب الحفظ علی المودع و صیرورة المال أمانة في یده ووجوب أدائه عند طلب مالکه. (هندیه، کتاب الودیعة، الباب الأول، زکریا قدیم ٤/٣٣٨، جدید ٤/٣٤٩)

(۳) اور بچوں کی پرورش میں اگر ماں کی جانب سے مطالبہ ہو کہ وہ بچوں کی پرورش خود کرے گی تو سات سال تک ماں بچوں کو اپنے پاس رکھ کر پرورش کر سکتی ہے، مگر اس درمیان باپ کو بچوں سے ملنے اور پیار ومحبت کرنے کا حق ہے، ماں باپ کو منع نہیں کر سکتی ہے اور سات سال کے بعد ماں کو کوئی حق مطالبہ نہ ہوگا، کیونکہ بچوں کے خرچ اور ان کی تعلیم و تربیت کا ذمہ دار باپ ہے اس لیے سات سال کے بعد باپ کو حق ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اپنے پاس رکھ کر ان کی تعلیم وتربیت کا انتظام کرے۔

لان الذکر تنتهي حضانته بالسبع. (شامي، کتاب الطلاق، باب الحضانة، کراچی ٣/٥٦٥، زکریا ٥/٢٦٥)

وأما وقت الحضانة التي من قبل النساء فالأم والجدتان أحق بالغلام حتی یستغني عنهن فیاکل وحده ویشرب وحده ویلبس وحده کذا ذکر في ظاهر الروایة (إلی قوله) وذکر الخصاف سبع سنین أو ثماني سنین أو نحو ذلک. (بدائع الصنائع زکریا ٣/٤٥٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

الجواب صحیح	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۱۰/ربیع الاول ۱۴۲۶ھ
۱۴۲۶/۳/۱۱ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۸۷۵۲/۳۷)

علیٰحدگی کی صورت میں زیورات، جہیز اور مہر کا حکم

سوال [۷۱۰۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ علیٰحدگی یا طلاق کی صورت میں لڑکی کو جو زیورات چڑھائے گئے تھے یعنی سسرال سے جس کا وزن ساڑھے پانچ تولہ سونا ہے، جو لڑکی کے پاس ہے اور جو سامان جہیز میں دیا گیا تھا قریب ایک لاکھ پچیس ہزار روپیوں کا ہے، جس کو اس لڑکے نے اور اس کے گھر والوں نے بیدردی سے توڑ پھوڑ دیا ہے۔

(۱) زیورات لڑکی کو ملیں گے یا واپس شوہر کو دیئے جائیں گے؟

(۲) اسی طرح جہیز کا سامان لڑکی کو واپس ملے گا اور جو ٹوٹ پھوٹ گئے ہیں، ان کی قیمت وصول کی جائے گی یا وہی واپس ملیں گے، شرعی حکم کیا ہے؟

(۳) مہر پچیس ہزار روپیہ ہے وہ سب لڑکی کو شرعاً ملیں گے یا نہیں؟

(۴) لڑکی پانچ سال شوہر کے علاج کی وجہ سے اپنے میکہ میں رہی اس درمیان کے نان ونفقہ کا خرچ شوہر پر ہے یا نہیں؟

(۵) عدت کا خرچ شوہر پر ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: سمیع الرحمٰن اصالتپورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) سسرال والوں کی طرف سے جو زیورات چڑھائے گئے ہیں اگر دیتے وقت لڑکی کی ملکیت میں دینے کی صراحت نہیں کی ہے اور آپ کی برادری میں علیٰحدگی کے وقت واپسی کا رواج ہے تو وہ زیورات لڑکی کی ملکیت میں نہیں ہیں، واپس کردینا ہوگا اور اگر آپ کی برادری میں واپسی کا رواج نہیں ہے اور فریقین عدم رواج پر متفق بھی ہوں تو لڑکی کو مل سکتے ہیں۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۵/۱۲۶، جدید زکریا مطول ۱۳/۳۷۶)

الثابت بالعرف کالثابت بالنص. (شرح عقود رسم المفتی دار الکتاب دیوبند ص: ۱۵۳)

(۲) والدین کی طرف سے لڑکی کو جو جہیز کا سامان اور زیورات دیئے گئے ہیں وہ سب لڑکی کی ملکیت ہیں، لڑکی کو واپس ملیں گے، اور جو سامان ٹوٹ پھوٹ یا مستعمل ہو گئے ہیں ان کے بدلے میں نئے نہیں ملیں گے، بلکہ اسی حالت میں وہی چیز واپس ملے گی۔ (مستفاد: کفایت المفتی: قدیم ۵/۶ ۱۲، جدید زکریا مطول ۱۳/ ۶ ۳۷)

أن الجهاز للمرأة إذا طلقها تاخذه كله. (شامی، کتاب النکاح، باب المهر، کراچی ۳/ ۱۵۸، زکریا ٤/ ۳۱۱)

(۳) لڑکی کا جو مہر طے ہوا تھا طلاق کی صورت میں وہ مہر پورا کا پورا لڑکی کو ملے گا۔

والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، و موت أحد الزوجين سواء كان مسمى أو مهر المثل. (هندیه، زکریا قدیم ۱/ ۳۰۳، جدید ۱/ ۳۷۰، البحر الرائق کوئٹه ۳/ ۱٤۳، زکریا ۳/ ۲۵۱، شامی، کراچی ۳/ ۱۰۲، زکریا ٤/ ۲۳۳، بدائع زکریا ۲/ ۵۸٤)

(۴) جتنی مدت شوہر سے الگ میکے میں گذاری ہے اس مدت کا خرچہ شوہر پر لازم نہیں۔

وإذا مضت مدة لم ينفق الزوج عليها وطالبته بذٰلک فلا شئ لها إلا أن يكون القاضی فرض لها النفقة أو صالحت الزوج على مقدار نفقتها. (هدایه، اشرفی دیو بند ۲/ ٤٤۰)

(۵) عدت کا خرچ شوہر پر اس وقت لازم ہوتا ہے جب عدت کے زمانہ میں شوہر ہی کے گھر پر رہتی ہو یا شوہر جہاں کہے وہاں رہتی ہو، ورنہ شوہر پر عدت کا خرچ لازم نہیں ہوتا۔

والمعتدة إذا كانت لا تلزم بيت العدة بل تسكن زمانا و تبرز زمانا لا تستحق النفقة. (هندیه زکریا قدیم ۱/ ۵۵۸، جدید ۱/ ٦۰۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/۳/ ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۰۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲/۳/ ۱۴۱۹ھ

تین طلاق کے بعد زیور، نان ونفقہ، مہر اور بچوں کا حکم

سوال [۷۱۰۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: شاہانہ پروین دختر اقبال حسین مرحوم عرف کلن ساکن نئی بستی کی شادی تقریباً دو سال قبل ندیم احمد پسر لطیف احمد ساکن شیر کوٹ بجنور سے ہوئی تھی، شادی کے پانچویں دن ندیم نے اپنی بیوی شاہانہ پروین کا ہاتھ توڑ دیا تھا، اس کے بعد بھی مارتا پیٹتا رہتا تھا، لیکن بیوی نے اپنی ماں ومیکہ والوں سے شوہر کے مظالم کا تذکرہ تک نہیں کیا تاکہ نباہ ہوتا رہے۔

(۱) تقریباً بارہ دن ہو گئے ندیم احمد نے اپنے والدین سے مکان وروپیہ کے جھگڑے کے سبب غصہ میں آکر ایک ہی مرتبہ میں ۳/۴ بار اپنی بیوی شاہانہ کو اپنے والدین، خوشدامن وپڑوسیوں کے سامنے طلاق دیدی، اب ندیم احمد معافی مانگ رہا ہے کہ غلطی ہوگئی کوئی شکل رجوع کرنے کی نکلوادیں؟

(۲) اب کیا شادی میں میکہ کے علاوہ سسرال سے جو زیور طلائی وغیرہ، بری کے جوڑے، جہیز کا سامان، تحفہ تحائف جو کہ سسرال والوں شوہر، خسر وخوشدامن وغیرہ نے دولہن کو عطا کیے تھے، سسرال و میکے کے ان سب سامانوں کو لڑکی طلب کر کے حاصل کرنے کی حقدار ہے یا نہیں؟

(۴) نان نفقہ، عدت کا خرچہ ودیگر اخراجات کتنے عرصہ تک لڑکی طلب کر کے لینے کی حقدار ہے؟

(۵) لڑکی کے تین ماہ کی پہلی پیدائشی لڑکی ماں کے پاس موجود ہے اس کا کل خرچ کب تک اور کتنا لڑکی ندیم احمد سے طلب کرسکتی ہے؟

(۶) شوہر وسسرال والے اصرار کر رہے ہیں کہ کوئی گنجائش نکال کر فتویٰ حاصل کریں، اگر طلاق مغلظہ شرعی ہوگئی ہے تو حلالہ پر بھی دوبارہ لڑکی سے رجوع کرنے پر راضی و اصرار کر رہے ہیں، حلالہ کا طریقہ بھی تحریر فرمادیں۔

المستفتی: رئیس فاطمہ بیوہ اقبال حسین مرحوم نئی بستی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱-۲) جب تین مرتبہ سے زیادہ طلاق کے الفاظ شوہر نے استعمال کردیئے ہیں تو اس سے بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی ہے، اب بغیر حلالہ کے اس کے ساتھ نکاح بھی درست نہیں اور حلالہ کی شکل یہ ہے کہ بیوی عدت کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کرلے، اور اس سے ہمبستری بھی ہوجائے، اس کے بعد وہ اپنی مرضی سے طلاق دیدے پھر اس کے بعد دوبارہ عدت گذر جائے تب پہلے شوہر کے ساتھ نکاح کی گنجائش ہے۔

وإن كان الطلاق ثلاثا في الحرة و ثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (هنديه، فصل في ما تحل به المطلقة، زكريا قديم ۱/۴۷۳، جديد ۱/۵۳۵، هدايه اشرفی ديو بند ۲/۳۹۹)

(۳) شادی کے موقعہ پر لڑکی والوں نے جو جہیز کا سامان دیا ہے اور لڑکی والوں کی طرف سے جو تحفہ وتحائف لڑکی کو ملے ہیں تو دولہن بننے کے بعد جو اس کو میکہ سے ملے ہیں وہ اس کی ملکیت ہیں وہ کسی کا حق نہیں اسی طرح جو مہر متعین ہوچکا ہے وہ بھی اس کا حق ہے، اس کی ادائیگی بھی شوہر پر لازم ہے، اور شادی کے موقع پر جو بری کے اور دوسرے کپڑے ہیں وہ سب کے سب شرعی طور پر لڑکی کی ملکیت ہیں، ہاں البتہ جو لڑکے والوں کی طرف سے زیورات چڑھائے گئے تھے، اس کا مدار برادری کے عرف اور رواج پر ہے، جس برادری میں یہ رواج ہے کہ دلہن کو بوقت رخصتی جو زیورات دیئے جاتے ہیں دلہن اس کی مالک بن جاتی ہے تو ان برادریوں میں وہ زیورات بھی دلہن کی ملکیت ہیں اسی طریقہ سے برادری میں رواج ہو یا نہ ہو اور رخصتی کے وقت صراحت کے ساتھ کہہ دیا گیا ہو کہ یہ دولہن کی ملکیت ہے تب بھی یہ زیورات دلہن کی ملکیت ہوں گے، اور جس برادری میں مالک بنانے کا رواج نہیں ہے، بلکہ صرف چڑھائے جانے کا رواج ہے تو دلہن اس کی مالک نہیں ہوئی، اور بعد میں دلہن سے ان زیورات کے واپس لینے کا دستور ہے اور اس کو برا بھی نہیں مانا جاتا ہے، تو ایسی صورت میں دلہن ان زیورات کی مالک نہیں ہوئی، جو شادی کے وقت دولہا کی طرف سے دلہن کو پہنا کر لایا گیا تھا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۳/۳۲۴، جدید ڈابھیل ۱۲/۱۰۶)

أن الجهاز للمرأة إذا طلقها تاخذه كله. (شامی، باب المهر، کراچی

۱۵۸/۳، زکریا ۳۱۱/٤)

فالمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، و موت أحد الزوجين سواء كان مسمى أو مهر المثل. (بدائع، فصل فی بیان ما یتأكد به المهر، زكريا ٥٨٤/٢، هنديه زكرياقديم ٣٠٣/١، جديد ٣٧٠/١، شامی كراچی ١٠٢/٣، زكريا ٢٣٣/٤)

وإذا بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها منها ديباج فلما زفت إليه أراد أن يستر من المرأة ليس له ذٰلك إذا بعث إليها على جهة التمليك ...... جهز زوجها ثم زعم أن الذى دفعه إليها ماله، و كان على وجه العارية عندها، وقالت: هو ملكى جهزتنى به، أو قال الزوج: ذٰلك بعد موتها ...... وقال فى الواقعات: إن كان العرف ظاهراً بمثله فى الجهاز كما فى ديارنا فالقول قول الزوج. (هنديه زكريا قديم ٣٢٧/١، جديد ٣٩٣/١)

(۴) عدت کا نان ونفقہ شوہر کے اوپر اس وقت لازم ہے جب میکہ میں رہ کر کے عدت گذارنے پر شوہر راضی ہو اور یہ خرچہ تین ماہ وری گذرنے تک ہے، اس کے بعد مطالبہ کا حق نہیں رہتا۔

فإن كان الزوج قد طالبها بالنقلة فإن لم تمنع عن الانتقال إلى بيت الزوج فلها النفقة فأما إذا امتنعت عن الانتقال فإن كان الامتناع بحق بأن امتنعت لتستوفى مهرها فلها النفقة وأما إذا كان الامتناع بغير حق بأن كان أوفاها المهر مؤجلا أو وهبته منه فلا نفقة لها. (عالمگیری، باب النفقات، زكريا قديم ٥٤٥/١، جديد ٥٩٥/١)

(۵) تین ماہ کی جس لڑکی کا ذکر ہے اسے بالغ ہونے تک ماں اپنے پاس رکھنے کا حق رکھتی ہے، اور اس زمانہ کا خرچ باپ کے ذمہ لازم ہے، اور خرچہ کتنا ہوگا؟ تو محلّہ کے سمجھ دار لوگ شوہر کی آمدنی کو پیش نظر رکھ کر متعین کر سکتے ہیں، لیکن اگر ماں دوسری جگہ نکاح کرتی ہے تو باپ کو بچی کو اپنی پرورش میں لینے کا حق ہے۔

والأم والجدة أحق بالجارية حتى تحيض. (عالمگیری، زكريا قديم ٥٤٢/١، جديد ٥٩٣/١)

(٦) حلالہ کا طریقہ جواب نمبر ا میں آچکا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۵۸۱/۳۶)

الحیلۃ الناجیۃ (مختصر) الحیلۃ الناجزۃ

الحمد لله الذى جوز الحيلة للضرورة والصلاة والسلام على نور الهداية محمد صلى الله عليه وسلم أما بعد!

يا رب صل و سلم دائما ابدا ☆ على حبيبك خير الخلق كلهم

حرف آغاز

الحیلۃ الناجزۃ میں جن مسائل کو نہایت خصوصیت اور اہمیت دے کر تفصیلی دلائل کے ساتھ لکھا گیا ہے وہ کل دس ہیں:

(۱) جماعۃ المسلمین کی شرائط۔

(۲) مسئلہ زوجۂ مفقود۔

(۳) مسئلہ زوجۂ غائب غیر مفقود۔

(۴) مسئلہ زوجۂ متعنت۔

(۵) مسئلہ زوجۂ مجنون۔

(۶) مسئلہ زوجۂ عنین۔

(۷) مسئلہ حرمت مصاہرت۔

(۸) مسئلہ خیارِ کفاءت۔

(۹) مسئلہ خیارِ بلوغ۔

(۱۰) مسئلہ فرقتِ ارتداد۔

ان دس مسائل کا خلاصہ اور نچوڑ اس مقالہ میں پیش کیا گیا ہے اور ان دس میں سے اول الذکر چار مسائل یعنی جماعۃ المسلمین، مسئلہ زوجۂ مفقود، مسئلہ زوجہ غائب غیر مفقود، مسئلہ زوجۂ متعنت خصوصی طور پر مذہب مالکیہ سے فقہ مالکی کی شرائط کے مطابق لیے گئے ہیں۔

اورزوجۂ مجنون کے مسئلہ کا حل اگر چہ فقہ حنفی میں موجود ہے،مگر ہندوستان میں قاضی شرع اور حاکم مسلم نہ ہونے کی وجہ سے اس کا حل بھی فقہ مالکی سے لے کر پیش کیا گیا ہے۔

اور چار مسائل یعنی مسئلہ زوجۂ عنین ،مسئلۂ حرمت مصاہرت ،مسئلہ خیارِ بلوغ ،مسئلہ خیار کفاءت کے حل کے واسطے ہمارے ہندوستان میں مسلک مالکی سے جماعت مسلمین کے فیصلہ کو اختیار کیا گیا ہے۔

اور ایک مسئلہ یعنی فرقت ارتداد کے مسئلہ کا حق مفتیان کرام کے فتویٰ سے بھی ہوسکتا ہے، اب علی الترتیب تمام مسائل کو سرخیوں کے ساتھ اپنے اپنے عنوانات کے ذیل میں ملاحظہ کیا جائے۔

(۱) جماعۃ المسلمین کی شرائط

جماعۃ المسلمین یا شرعی پنچایت یا محکمۂ شرعیہ جس کو قاضی کی قائم مقامی حاصل ہے، فقہ مالکیہ سے لیا گیا ہے،لہٰذا اس جماعت کے فیصلہ کا اعتبار کرنے میں مسلک مالکی کی شرائط کا لحاظ رکھنا ضروری ہوگا ،ان کے یہاں جماعۃ المسلمین کے فیصلہ کے لیے جو شرطیں لازم ہیں ان کی رعایت بھی لازم ہوگی اس کے بغیر جماعۃ المسلمین یا شرعی پنچایت یا محکمہ شرعیہ کا فیصلہ معتبر نہ ہوگا اور مالکیہ کے یہاں اس جماعت کے فیصلہ کے معتبر ہونے کے لیے آٹھ شرطوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

(۱) اس جماعت میں کم از کم تین آدمی ہوں اور تین سے زائد حسب ضرورت جتنا چاہے اضافہ ہوسکتا ہے اور تین سے کم ایک یا دو کا فیصلہ معتبر نہ ہوگا۔

(۲) اس جماعت کے تمام ارکان کا عادل ہونا شرط ہے اور عادل وہ شخص ہے جو تمام کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو، صغائر پر مصر نہ ہو، لہٰذا سود خور، رشوت لینے والا ، ڈاڑھی منڈانے والا، جھوٹ بولنے والا ، بے نمازی اس جماعت کا رکن نہیں بن سکتا۔

ہاں البتہ ہمارے ہندوستان جیسے ممالک میں سرکاری عدالت کے قوانین سے باخبر

کرنے کے لیے کسی وکیل کو قانونی مشیر کے طور پر اعزازی رکن بنایا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہ ہونا چاہیے، اس لیے کہ درحقیقت وہ اصلی رکن نہیں ہوتا بلکہ اعزازی طور پر قانونی مشیر ہوتا ہے اور بہتر یہی ہے کہ یہ قانونی مشیر بھی باشرع ہو۔

(۳) اس جماعت کے تمام ارکان عالم ہوں، اگر اتنے اہل علم میسر نہ ہوں تو کم از کم ایک معاملہ فہم عالم دین کو اس جماعت کا رکن رکین بنایا جائے، ان ہی سے معاملہ سمجھ کر دوسرے ارکان بھی اپنی رائے قائم کریں گے، اور اگر کہیں بدقسمتی سے کوئی عالم میسر نہ ہو اور جماعت میں سب غیر عالم ہوں تو مقدمہ کی پوری فائل دوسری جگہ کسی معتبر عالم دین کے پاس لے جاکر پیش کرے، ان سے اچھی طرح سمجھنے کے بعد فیصلہ کے لیے قدم اٹھائے، اس کے بغیر فیصلہ کی اجازت نہیں۔

(۴) اس جماعت کو قاضی شرعی کی قائم مقامی حاصل ہوگی۔

(۵) اس جماعت کا فیصلہ شرعی فیصلہ کے درجہ میں ہوگا۔

(۶) قاضی شرعی کی موجودگی میں ایسی جماعت کا فیصلہ معتبر نہ ہوگا، بلکہ قاضی شرعی ہی سے فیصلہ لینا لازم ہے، جو شریعت کے مطابق فیصلہ کرتا ہو۔

(۷) فیصلہ میں تمام ارکان کا متفق ہونا لازم ہے اور کثرتِ رائے سے فیصلہ معتبر نہ ہوگا۔

(۸) مقدمہ کی سماعت میں شروع سے آخر تک متعین طور پر تین آدمی کا ہر موقع پر موجود رہنا لازم ہے، اگر ارکانِ محکمہ تین سے زائد پانچ سات یا دس پندرہ ہوں تو سماعت میں سب شریک ہوسکتے ہیں، لیکن شروع سے آخر تک مقدمہ کی فائل تیار کرنے والے افراد مشخص طور پر تین سے کم نہ ہوں، جو کسی بھی سماعت میں غیر حاضر نہ رہے ہوں، ایسے افراد تین سے زائد ہو سکتے ہیں، مگر کم نہیں ہوسکتے، یہ الحیلۃ الناجزۃ قدیم ص ۲۸ تا ۳۰، اور ۱۳۸/ تا ۱۴۰ کا خلاصہ ہے۔

(۲) مسئلہ زوجۂ مفقود

مفقود اور زوجۂ مفقود کا مسئلہ بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے، اور اس مسئلہ کے حل کا

مدار بھی قضاء قاضی یا جماعت المسلمین کے فیصلہ پر ہے، الحیلۃ الناجزۃ میں دو مقامات پر مسئلہ مفقود کو بڑی تفصیل اور اہمیت سے بیان کیا گیا ہے، پہلا مقام ۴۷ سے ۶۰ ر تک تیرہ صفحات پر مشتمل ہے، دوسرا مقام ۱۴۶ ر سے ۱۵۳ تک تقریباً ۸ ر صفحات پر مشتمل ہے، دونوں کا خلاصہ اور نچوڑ مختصر طور پر پیش خدمت ہے۔

مفقود کی دو قسمیں ہیں: (۱) وہ مفقود بلا کسی حادثہ یا میدان جنگ کے یونہی لاپتہ ہو گیا ہو۔

(۲) وہ مفقود جو میدان جنگ میں معرکہ کے دوران لاپتہ ہوگیا ہے یا فسادات اور مارکاٹ کے ہنگامہ اور حادثہ میں لاپتہ ہوگیا ہے، دونوں کو الگ الگ سرخیوں سے پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) بغیر حادثہ کے اچانک لاپتہ شخص

ایسا آدمی جو اچانک کسی حادثہ، معرکہ یا فسادات کے بغیر لاپتہ ہوگیا باوجود کوشش کے اس کا کہیں بھی سراغ نہ نکل سکے، اور بیوی انتظار انتظار میں پریشان ہوگئی ہے، تو ایسی صورت میں ہمارے ہندوستان جیسے ممالک میں ایسے مفقود کی بیوی کی نجات کے لیے مسلک مالکی سے مسئلہ لیا گیا ہے، امام مالکؒ کے مسلک کے مطابق عورت حاکم مسلم یا جماعت مسلمین کے پاس گواہوں کے ذریعہ سے اپنا معاملہ پیش کردے، اس کے بعد حاکم وقاضی یا محکمہ شرعیہ کے ماتحت میں مفقود کی تلاش وجستجو کی کوشش کی جائے، محکمہ شرعیہ کے ممبران اور قاضی کے افراد اور مفقود کے رشتہ دار سب اس کے بارے میں پتہ لگانے کی کوشش کریں، بالآخر اگر کسی طرح اس کا پتہ نہ چل سکے تو اس کے اوپر موت کا حکم لاگو کردیا جائے اور مفقود کی بیوی کو عدت گذارنے کا حکم دیدیا جائے۔

یہاں یہ بات نہایت اہمیت کی حامل ہے کہ مفقود کی بیوی امام مالک کے مسلک کے مطابق چار سال یا ایک سال مزید انتظار جو کرے گی وہ کس وقت سے کرے گی، تو الحیلۃ الناجزۃ قدیم ۴۸ ر میں لکھا ہے کہ امام مالک کے مسلک کے مطابق حکم حاکم کے بعد مفقود کی

بیوی کو چار سال انتظار کرنا لازم ہے، اس کے بعد عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح کرنے کی اجازت ہے۔

اور ص ۵۰ پر لکھا ہے کہ حاکم یا جماعۃ المسلمین کے پاس مرافعہ کرنے کے بعد حاکم یا جماعۃ المسلمین خود بھی مفقود کی تفتیش وتلاش کریں گے، اور حاکم وجماعت مسلمین بھی تفتیش و تلاش کے بعد جب پتہ لگنے سے مایوس ہو جائے تو اس کے بعد عورت کو چار سال تک مزید انتظار کا حکم کرے، پھر اگر ان چار سالوں کے اندر بھی مفقود کا پتہ نہ چلے تو مفقود کو ان چار سال کی مدت ختم ہونے پر مردہ تصور کیا جائے گا، اور عورت کو چار مہینہ دس دن عدت گذارنے کے بعد دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار رہوگا، اور الحیلۃ الناجزۃ قدیم ص ۵۹ اور اس کے حاشیہ میں پھر ص ۱۵۲ / اور اس کے حاشیہ میں بحث کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ چار سال انتظار کا حکم اس وقت ہے جب عورت اندیشۂ ابتلاء ظاہر نہ کرے اور صبر وتحمل اور عفت کے ساتھ زندگی گذار سکے، لیکن اگر یہ صورت ممکن نہ ہو اور اس نے ایک عرصہ دراز تک مفقود کا انتظار کرنے کے بعد مجبور ہو کر اسی حالت میں درخواست دی ہو جبکہ صبر سے عاجز ہوگئی ہو، تو مذہب مالکی کے موافق چار سال کی میعاد میں تخفیف کر کے ایک سال تک انتظار کی گنجائش دی گئی ہے، پھر دونوں جگہ حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ چار سال مزید انتظار کا حکم کب سے شروع ہوگا، اسی طرح اندیشۂ ابتلاء کی صورت میں ایک سال مزید انتظار کا حکم کب سے شروع ہوگا، تو اس میں لکھا ہے کہ مرافعہ کے بعد سے سالِ انتظار شروع ہوگا۔

تو حاصل یہ نکلا کہ الحیلۃ الناجزۃ میں تین جگہ تین طرح کی باتیں ملتی ہیں، مضبوط طریقے سے ایک پہلو کو ہر جگہ نہیں لکھا ہے چونکہ یہ زمانہ فتنہ کا ہے، اس لیے ان تینوں شکلوں میں سے آخری شکل اختیار کرنے کی گنجائش ہونی چاہیے، کہ دارالقضاء میں مرافعہ کے وقت سے سالِ انتظار کی ابتداء شمار کی جائے، اور اسی درمیان تحقیقات بھی ہوتی رہیں گی، پھر ایک سال کے بعد عورت کو فیصلہ نامہ پیش کر دیا جائے۔

الحیلۃ الناجزۃ قدیم ۶۰ / اور ۱۵۳ / میں مشترکہ طور پر ایک تتمہ لکھا ہے اس تتمہ کا حاصل

یہ ہے کہ اگر چار سال انتظار کرنے کے بعد فیصلہ کیا جائے تو مفقود کے اوپر موت کا حکم صادر کر دیا جائے اور مفقود کی بیوی پر عدتِ وفات چار مہینہ دس دن لازم کر دی جائے پھر عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح کرے گی، اور اگر ایک سال انتظار کرنے کے بعد فیصلہ کیا جائے تو موت کا فیصلہ صادر نہ کرے بلکہ ایک طلاق رجعی کا فیصلہ صادر کر دے، اور اس فیصلہ کے بعد عورت عدت گذارنا شروع کرے، اگر عدت کے اندر شوہر لوٹ آتا ہے تو اسے رجعت کا حق حاصل ہو جائے گا، اور رجعت کر کے بدستور زن وشوہر کی زندگی گذار سکتے ہیں، اور اگر عدت پوری ہونے کے بعد لوٹ آیا تو عورت کے اوپر طلاق بائنہ ہو جائے گی، اب شوہر رکھنا چاہے تو دوبارہ نکاح کرنا لازم ہوگا، اور عورت اس شوہر کے پاس نہ رہنا چاہے تو اس کو مجبور نہیں کیا جاسکتا بلکہ وہ جہاں چاہے دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔

اسی طرح اگر عدت پوری ہونے سے پہلے شوہر آ گیا لیکن اس نے رجعت فعلی یا قولی نہیں کی اور اسی حالت میں عدت پوری ہوگئی ہو تو بھی بائنہ ہو جائے گی، عورت کو پورا اختیار حاصل ہو جائے گا چاہے اسی شوہر کے ساتھ نکاح کرے یا اپنی مرضی سے دوسری جگہ نکاح کرے۔

(۲) فسادات یا حادثہ میں لاپتہ شخص

ایسا مفقود جو فسادات کے دوران لاپتہ ہو گیا ہو یا حوادثات میں لاپتہ ہو گیا ہو یا طوفان یا سیلاب وغیرہ میں یا سمندری سفر میں لاپتہ ہو گیا ہو، اور باوجود جستجو اور تلاش کے کہیں اس کا سراغ نہ نکل سکے اور سب کو ظن غالب ہو جائے کہ اب زندہ نہیں رہا تو ایسی صورت میں بھی عورت اس شوہر کے نکاح سے خود بخود نہیں نکلے گی بلکہ اس میں بھی قضاءِ قاضی یا جماعت مسلمین اس کے بارے میں تحقیقات کرے، اگر اس کی موت کا ظن غالب ہو جائے تو اس کے اوپر موت کا حکم لگا دیا جائے گا، اور حکم بالموت کے بعد اس کی بیوی عدت وفات چار مہینہ دس دن گذارنے کے بعد دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے، یہ مسئلہ شامی کی اس عبارت سے مستفاد ہوتا ہے:

و مقتضاه أنه يجتهد و يحكم القرائن الظاهرة الدالة علی موته و علی

هـذا يبتنی علی ما فی جامع الفتاویٰ حيث قال: وإذا فقد فی المهلكة فموته غـالـب فيـحـكـم بـه كـمـا إذا فـقـد فی وقت الملاقاة مع العدو أو مع قطاع الـطـريـق أو سـافـر علی المرض الغالب هلاكه أو كان سفره فی البحر و ما أشبه ذٰلک حكم بموته لأنه الغالب فی هٰذه الحالات. (شامی، كتاب المفقود، مطلب: فی الإفتاء بمذهب مالك فی زوجه المفقود، كراچی ٤/٢٩٦، زكريا ٦/٤٦٢)

تـرجـمـه: اوراس کا تقاضہ یہ ہے کہ اجتہاد اور جستجو کر کے موت پر دلالت کرنے والے ظاہری قرائن کے مطابق اس کے اوپر موت کا حکم صادر کیا جائے اور اسی پر مبنی ہیں وہ مسائل جو کہ جامع الفتاویٰ میں ہیں، چنانچہ فرمایا اور جب معرکہ اور فساد اور حادثہ میں کھو جائے تو اس کی موت غالب ہے، لہٰذا اس پر موت کا حکم لگا دیا جائے گا یہ ایسا ہے کہ جیسا کہ جب کوئی شخص میدانِ جنگ میں دشمنوں سے مقابلہ کے وقت لا پتہ ہو جائے یا ڈاکوؤں کے ہاتھ سے لا پتہ ہو جائے یا ایسے مرض کے ساتھ دور دراز سفر میں لا پتہ ہو جائے جس مرض میں اس کی ہلاکت غالب ہو یا اس کا سفر سمندر میں ہو اور ان جیسے واقعات میں اس کے اوپر موت کا حکم لگا دیا جائے گا، اس لیے کہ ایسے حالات میں اس کی موت غالب ہوتی ہے۔

(۳) مسئلہ زوجۂ غائب غیر مفقود

غائب غیر مفقود کا مطلب یہ ہے کہ شوہر گھر سے الگ دور جا کر رہنے لگے اور گھر والوں سے اپنے آپ کو غائب رکھے اور اس کا پتہ گھر والوں کو معلوم ہو، لیکن نہ وہ خود آتا ہے اور نہ ہی بیوی کو اپنے پاس بلاتا ہے اور نہ ہی خرچ کا انتظام کرتا ہے اور نہ ہی طلاق دیتا ہے، اس وجہ سے عورت اس شوہر سے تنگ اور پریشان ہو چکی ہو اس کی زوجیت میں باقی رہ کر عورت کے لیے زندگی اجیرن بن گئی ہو، تو ایسے غائب شخص کی بیوی کے لیے مسئلہ کا حل حنفی مسلک میں مشکل ہے، اس لیے اس مسئلہ کو بھی فقہ مالکی سے لیا گیا ہے تاکہ وقت ضرورت غائب شخص کی بیوی کے لیے نجات کا ذریعہ بن سکے، ایسی عورت کے لیے اس شوہر سے رہائی

حاصل کرنے کے لیے باتفاق ائمہ اربعہ صحیح صورت یہ ہے کہ یہ اس خاوند کو کسی طرح خلع پر راضی کرے اگر وہ شخص خلع پر راضی نہ ہو اور یہ عورت صبر کرکے اپنی زندگی عفت کے ساتھ گذار نہ سکے اور اس کے نان ونفقہ کی بھی کوئی صورت نہ ہو تو سخت مجبوری میں یہ بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکی کے موافق صورتِ ذیل اختیار کرکے رہائی حاصل کرے کہ جہاں قاضی شرعی نہ موجود ہو تو وہاں گواہوں کے ساتھ اپنا مقدمہ پیش کردے، اور جہاں قاضی شرعی موجود ہو تو وہاں جماعت مسلمین اور محکمہ شرعیہ میں اپنا مقدمہ پیش کردے، اور اس غائب کے ساتھ اپنا نکاح ہونا، پھر اس کی طرف سے خرچہ اخراجات کا نہ ملنا اور حقوق زوجیت کا ادا نہ کرنا گواہوں کے ذریعہ ثابت کردے اس کے بعد قاضی یا قائم مقام قاضی یعنی جماعت المسلمین اس غائب کے پاس حکم بھیجے کہ یا تو خود حاضر ہوکر اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا اس کو وہیں بلالو یا وہیں سے کوئی انتظام کردو ورنہ اسے طلاق دیدو اگر تم نے ان باتوں میں سے کوئی بات اختیار نہ کی تو پھر ہم خود تمہاری بیوی کو تمہاری زوجیت سے الگ کردیں گے، اگر خاوند اس پر بھی کوئی صورت قبول نہ کرے تو قاضی ایک مہینہ کے مزید انتظار کا حکم دے، اگر اس ایک مہینہ کی مدت میں بھی شوہر نے بیوی کی شکایت دور نہ کی تو غائب کی زوجیت سے الگ کردے، اور یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ زوجیت سے الگ کرنے کے لیے عورت کی طرف سے تفریق کا مطالبہ شرط ہے۔

ضروری ہدایت

قاضی جو اس غائب کے پاس بھیجے صرف بذریعہ ڈاک وغیرہ بھیجنا کافی نہیں، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ حکم نامہ دو ثقہ آدمیوں کو سنا کر اس غائب تک پہنچانے کے لیے ان دونوں کے حوالے کردے اور یہ دونوں شخص اس غائب کو حکم نامہ پہنچا کر اس سے جواب طلب کریں، اور جو کچھ جواب تحریری یا زبانی نفی یا اثبات میں دے اس کو خوب محفوظ رکھیں، احتیاط کے طور پر اسے لکھ لیں، پھر واپس آکر قاضی کے پاس شہادت دیدیں اس کے بعد قاضی جو بھی حکم

کرے ان دونوں ہی کی شہادت پر کرے۔(الحیلۃ الناجزۃ قدیم ۶۳ تا ۶۵، ۱۵۵ تا ۱۵۷ کا خلاصہ)

دور دراز علاقہ میں کمیشن بھیجنے کی ضرورت نہیں

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص پاکستان یا سعودی عرب یا دیگر ممالک میں رہتا ہے اور اس کا پورا پتہ معلوم ہے، خط و کتابت بھی ممکن ہے، اس کا ٹیلیفون نمبر بھی معلوم ہے مگر دو آدمیوں کو اس تک بھیجنا کسی طرح ممکن نہیں، اسی طرح ہندوستان کے دوسرے علاقہ کیرالا، تمل ناڈو یا اتر پردیش کا معاملہ ہے، شوہر بمبئی کیرالا یا کرناٹک یا آسام یا دور دراز علاقہ میں رہتا ہے، محکمہ شرعیہ کے بس میں نہیں ہے کہ دو آدمی کو وہاں بھیج سکے تو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے؟

الحیلۃ الناجزۃ قدیم ص ۶۳ اور ۶۵ رمیں فائدہ کے تحت اس کا جوب لکھا ہے کہ قاضی یا قائم مقام قاضی کے لیے اس کی بھی گنجائش ہے کہ بغیر آدمی بھیجے واقعہ کی گواہوں کے ذریعہ تحقیق کے بعد تفریق کا حکم صادر کردے۔

حاکم اور قائم مقام حاکم اس صورت میں جو حکم تفریق کا صادر کرے گا ایک طلاق رجعی کا حکم صادر کرے گا، تاکہ یہ گنجائش باقی رہے کہ جب شوہر عدت کے اندر اندر لوٹ کر آجائے تو بیوی کے پاس آکر باقاعدہ حقوق زوجیت اور خرچہ اخراجات ادا کرنے کا وعدہ کرے تو اس کو رجعت کا حق حاصل ہوسکے۔

اگر عدت کے اندر اندر لوٹ کر نہ آئے یا اگر رجعت نہ کرے تو عدت پوری ہونے کے بعد بائنہ ہوجائے گی، اب عورت شوہر کو نہیں مل سکے گی۔

یہ الحیلۃ الناجزۃ قدیم ۶۳ سے ۶۵ تک اور جزء ثانی میں ۱۵۵ سے ۱۵۷ صفحہ تک کا خلاصہ ہے۔

(۴) مسئلہ زوجۂ متعنت

شریعت کی اصطلاح میں متعنت اس شخص کو کہتے ہیں جو قدرت کے باوجود اپنی بیوی

کے حقوق نان ونفقہ اور حقوق زوجیت وغیرہ ادا نہیں کرتا ہے، اوراس کی بیوی لاپرواہ اور ظالم کے تعنت سے تنگ آچکی ہو تو ایسی ستم رسیدہ عورت کی رہائی کے لیے بھی مسئلہ کا حل مذہب مالکیہ سے لیا گیا ہے، کہ اولاً عورت کسی طرح خاوند سے خلع کے ذریعہ سے چھٹکارے کی کوشش کرے، لیکن اگر باوجود سعی بلیغ کے کوئی صورت نہ بن سکے تو سخت مجبوری کی وجہ سے متعنت کی بیوی قاضی شرعی کے پاس اور قاضی شرعی نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین کے پاس اپنا معاملہ پیش کردے، اورعورت کے لیے سخت مجبوری کی دوصورتیں ہیں:

(۱) عورت کے خرچ کا کوئی انتظام نہ ہو سکے، اور نہ عورت خود حفظ آبرو کے ساتھ کسبِ معاش پر قدرت رکھتی ہو۔

(۲) مجبوری کی دوسری صورت یہ ہے کہ اگر چہ بسہولت یا بدقت خرچ کا انتظام ہو سکتا ہے لیکن شوہر سے الگ رہنے میں ابتلاءِ معصیت کا سخت اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں اس شوہر سے علیٰحدگی کا راستہ اختیار کرنا عورت کے لیے جائز ہے۔

صورت تفریق

تفریق کی صورت یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی شرعی اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں جماعۃ المسلمین کے سامنے پیش کرے، اور جس کے پاس معاملہ پیش ہو وہ شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ معاملہ کی پوری تحقیق کرے، اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دیدو، یا ہم خود تمہاری بیوی کو تمہاری زوجیت سے الگ کردیں گے، اگر اس نوٹس کے باوجود ظالم شوہر کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا اس کے قائم مقام کو حق حاصل ہوگا کہ اس کی بیوی پر طلاق واقع کردے، اور اس فیصلہ میں کسی مدت کا انتظار اور مہلت کی باتفاق مالکیہ ضرورت نہیں۔

جو طلاق دی جائے وہ کون سی طلاق ہوگی، اس سلسلے میں مالکیہ کے یہاں دو قول ہیں، ایک قول میں طلاق بائن اور دوسرے قول میں طلاق رجعی ہے، اور مسلک مالکی کے بڑے

عالم علامہ صالح طلاق رجعی کو ترجیح دیتے ہیں، اس لیے ہمیں بھی طلاقِ رجعی کے قول کو راجح قرار دینا چاہیے، تاکہ شوہر عدت کے اندر اندر تعنت سے باز آکر رجعت کرنا چاہے تو رجعت کرسکے، اور عدت گذرنے کے بعد پھر شوہر کو کوئی اختیار باقی نہیں رہے گا۔

یہ نوٹ: الحیلۃ الناجزۃ قدیم ص ۶۱/تا ۶۲ اور ص ۱۵۳/تا ۱۵۴ کا خلاصہ ہے۔

(۵) مسئلہ زوجۂ مجنون

زوجۂ مجنون کے مسئلہ کا حل جو الحیلۃ الناجزۃ میں دوجگہ تفصیل سے لکھا گیا ہے اس کا نچوڑ یہاں پیش کیا جارہا ہے اس کو ہم نے پانچ سرخیوں اور ایک ضروری ہدایت پر مشتمل کردیا ہے جس سے مسئلہ کا نچوڑ سامنے آسکتا ہے، ملاحظہ ہو:

(۱) زوجۂ مجنون کے مسئلہ کا حل فقہ حنفی میں ہے

زوجۂ مجنون کے مسئلہ کا حل کسی حد تک فقہ حنفی میں بھی موجود ہے، حضرات شیخینؒ کے نزدیک زوجۂ مجنون کو فسخ نکاح کا حق حاصل نہیں ہے، اور حضرت امام محمد بن حسن شیبانیؒ کے نزدیک زوجۂ مجنون کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہے

(۲) فقہ مالکی سے ہی مسئلہ کا حل ہے

حنفی مسلک کے مطابق جیسا کہ امام محمدؒ کا قول ہے زوجہ مجنون کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوتا ہے لیکن اس کے لیے مسلک حنفی میں قاضی شرعی کا فیصلہ شرط ہے، جماعت مسلمین کا فیصلہ معتبر نہیں ہے اس لیے ہندوستان جیسے ممالک میں زوجۂ مجنون کے مسئلہ کے حل کے لیے مذہب مالکیہ کو اختیار کرنے کی ضرورت پڑ ہے تو زوجۂ مجنون کے مسئلہ کا حل شروع سے اخیر تک مذہب مالکیہ کی شرائط کے مطابق لازم ہوگا، ورنہ تلفیق لازم آئے گی جو کہ ممنوع ہے۔

(۳) جنون کی قسمیں

جنون کی دو قسمیں ہیں: جنون مطبق اور جنونِ غیر مطبق، پھر ایک شکل یہ بھی ہے کہ جنون سابق اور جنون حادث، جنون سابق کا مطلب یہ ہے کہ نکاح سے پہلے شوہر مجنون تھا، اور جنون حادث کا مطلب یہ ہے کہ نکاح کے بعد مجنون ہوا ہے

امام محمدؒ کے قول کے مطابق جنون مطبق اور جنون سابق کی صورت میں بلا کسی مہلت کے جب گواہوں کے ذریعہ سے جنون ثابت ہوجائے اسی وقت تفریق کے واسطے عورت کو اختیار دیدیا جائے گا، اور جنون حادث کی صورت میں امام محمدؒ کے نزدیک عنین کی طرح شوہر کو علاج کے لیے سال بھر کی مہلت دی جائے گی اور ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک بھی جنون کی وجہ سے خیار فسخ عورت کو حاصل ہوتا ہے، لیکن ہم نے امام مالکؒ کا مسلک اقرب ہونے کی وجہ سے عدول کے لیے انہیں کا مسلک اختیار کیا ہے، اور امام مالکؒ کے مسلک کے مطابق ہر قسم کے جنون کی صورت میں چاہے جنون حادث ہو یا جنون سابق، بہر صورت شوہر کو علاج کے واسطے ایک سال کی مہلت دینا ضروری ہے، چنانچہ فیصلہ کے لیے جب ہم نے جماعت مسلمین کو امام مالکؒ کے مسلک سے لیا ہے تو انہیں کے مسلک کے تمام شرائط کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہوگا، اس لیے زوجۂ مجنون کو ایک سال تک انتظار کا حکم دیا جائے گا تا کہ اس مدت کے درمیان مجنون کا علاج ہو سکے، اگر اس درمیان میں اس کا علاج ہوجائے اور صحت یاب ہو کر حقوق زوجیت کو پہچاننے لگے تو پھر زوجۂ مجنون کو اختیار فسخ حاصل نہ ہوگا، بلکہ اس کو اسی شوہر کے پاس رہنا لازم ہوگا۔

(۴) صورت تفریق

تفریق کے لیے پانچ شرطوں کو ملحوظ رکھنا لازم ہے:

اگر قاضی شرعی موجود ہے تو قانون شرعی کے مطابق فیصلہ کرنا ہے، اس کی عدالت میں

زوجۂ مجنون اپنے خاوند کے خطرناک جنون میں مبتلا ہونا ثابت کرے، پھر قاضی حنفی مسلک کے مطابق امام محمدؒ کے قول کی رعایت کرتے ہوئے جنون حادث کی صورت میں واقعہ کی تحقیق کرکے ایک سال علاج کے لیے مہلت دیدے، اور اگر جنون مطبق ہے جو تحقیقات اور گواہوں کے ذریعہ ثابت ہو چکا ہو تو اسی مجلس میں عورت کو فرقت کا اختیار دیدے، یہ اس صورت میں ہے جبکہ قاضی شرعی موجود ہو، اور فقہ حنفی کے مطابق فیصلہ ہو۔

اور اگر قاضی شرعی موجود نہیں ہے تو امام مالکؒ کے مسلک کے مطابق جماعت مسلمین محکمہ شرعیہ کے پاس زوجۂ مجنون اپنا معاملہ پیش کردے، جیسا کہ ہمارے ہندوستان کا حال ہے کہ یہاں قاضی شرعی موجود نہیں ہے، جماعت مسلمین اور محکمہ شرعیہ فیصلہ کرتا ہے تو ایسی صورت میں جنون مطبق ہو یا جنون سابق یا حنون حادث، ہر طرح کے جنون کی صورت میں مسلک مالکی کے مطابق عنین کی طرح مجنون کو علاج کے واسطے ایک سال کی مہلت دی جائے گی، اس کے بعد اگر اس کا جنون بدستور باقی رہے تو زوجۂ مجنون کو تفریق کا اختیار دیدیا جائے جب وہ تفریق کا مطالبہ کرے تو محکمہ شرعیہ اس کے مطالبہ کے مطابق نکاح فسخ کردے گا۔

(۵) تفریق کی شرائط

۱۔ نکاح سے پہلے عورت کو شوہر کے مجنون ہونے کا علم نہ ہو، لہٰذا اگر علم ہونے کے باوجود اس نے اس شوہر سے نکاح کرلیا تو اختیار فسخ حاصل نہ ہوگا۔

۲۔ نکاح کے بعد جنون کا علم ہونے پر اس کے ساتھ رہنے کی رضامندی صراحت کے ساتھ ظاہر نہ کی ہو۔

۳۔ مہلت کا سال گذرنے کے بعد دوبارہ قاضی کی عدالت میں درخواست دینا ضروری ہے، اور دوبارہ درخواست دینے پر قاضی عورت کو اختیار دے گا کہ چاہے اس شوہر کے ساتھ رہے یا علیٰحدگی کا مطالبہ کرے تو عورت اسی مجلس میں شوہر سے فرقت اختیار کرنے کی خواہش ظاہر کردے، اگر اس نے اسی مجلس میں فرقت کی خواہش ظاہر نہیں کی حتی کہ مجلس

برخاست ہوگئی یا عورت خود اٹھ گئی تو پھر عورت کو دوبارہ فرقت کے مطالبہ کا حق نہ ہوگا، بلکہ اسی شوہر کے ساتھ رہنا لازم ہوگا۔

۴۔ زوجۂ مجنون کو جب اس بات کا علم ہوجائے کہ شوہر کے مجنون ہونے کی وجہ سے فسخ نکاح کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے اس کے بعد عورت نے شوہر کو جماع یا دواعی جماع کا موقع نہ دیا ہو تب مطالبۂ فرقت کا اختیار ہے، اور اگر علم ہونے کے باوجود شوہر کو موقع دیا تو پھر فرقت کے مطالبہ کا حق نہیں ہے۔

۵۔ زوجۂ عنین کی طرح زوجۂ مجنون بھی اپنے خاوند سے تفریق اختیار کرنے میں خود مختار نہیں ہے، بلکہ قضاء قاضی شرط ہے۔

ضروری ہدایت

اگر کسی جگہ اوپر ذکر کئے گئے شرائط موجود نہ ہوں تو جنون کی وجہ سے تفریق نہیں ہوسکتی، لیکن اگر مجنون کے پاس آمدنی کا ذریعہ نہ ہو اور نہ ہی کسب معاش پر قدرت رکھتا ہو اور زوجہ کے لیے اخراجات کی کوئی دوسری سبیل بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں قاضی یا قاضی کے قائم مقام کے لیے اس بات کی گنجائش ہے، کہ مذہب مالکیہ کے مطابق عدم نفقہ کی وجہ سے دونوں میں تفریق کردے، اور یہ تفریق طلاق رجعی کے حکم میں ہوگی، لیکن اس میں اس بات کا لحاظ بھی ضروری ہے کہ نکاح سے پہلے عورت کو خاوند کے فقیر و نادار اور مفلوک الحال ہونے کا علم نہ ہو اگر پہلے سے معلوم تھا تو عدم نفقہ کی وجہ سے مطالبۂ تفریق کا حق حاصل نہ ہوگا، اور خرچہ اخراجات نہ ہونے کی وجہ سے جو تفریق کی صورت ہے یہ مسئلہ متعنت کے مشابہ ہے۔

(۶) زوجۂ عنین کا مسئلہ

زوجہ عنین کا مسئلہ الحیلۃ الناجزۃ میں مفصل بیان کیا گیا ہے اس کے پانچ پہلوؤں کو پیش نظر رکھ کر نچوڑ پیش کرتے ہیں جن سے مسئلہ خود بخود واضح ہوجائے گا۔

(۱) فیصلہ کون کرے

زوجۂ عنین کے مسئلہ کا حل حنفی مسلک میں موجود ہے اس مسئلے کے حل کے لیے جو شرائط ولوازمات ہیں ان میں فقہ حنفی اور فقہ مالکی دونوں مشترکہ طور پر متفق ہیں، اس لیے اس مسئلہ کے حل کے لیے فقہ حنفی سے عدول کی ضرورت نہیں، ہاں البتہ زوجۂ عنین کو شوہر کی زوجیت سے الگ کرنے کے لیے قضاءِ قاضی شرط ہے، لیکن ہندوستان اور اس جیسے ممالک میں قاضی شرعی موجود نہ ہونے کی وجہ سے فیصلہ کے واسطے مذہب مالکی سے صرف ایک جزء لیا گیا ہے، یعنی جماعت مسلمین اور پنچایت کا فیصلہ معتبر ہونا، خاص مذہب مالکیہ کا مسئلہ ہے کہ قاضی شرعی موجود نہ ہونے کی صورت میں مذہب مالکیہ کے مطابق جماعت مسلمین بھی زوجۂ عنین کو شوہر کی زوجیت سے الگ کرسکتی ہے۔

(۲) عنین کی حقیقت

فقہاء کی اصطلاح میں عنین اس کو کہتے ہیں کہ جو باوجود عضو مخصوص ہونے کے عورت سے جماع پر قادر نہ ہو، خواہ یہ حالت کسی مرض کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو یا ضعف اور کمزوری کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ اس پر کسی نے جادو کردیا ہو۔

اور اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ بعض عورتوں سے جماع پر قادر ہے اور بعض پر نہیں تو جس سے ہم بستری پر قادر نہ ہو اس عورت کے حق میں یہ شخص عنین سمجھا جائے گا۔ (الحیلۃ الناجزۃ ۱۳۱و۱۴)

(۳) تفریق کا حق

جب مرد کا عنین ہونا معتبر طریقہ سے ثابت ہو جائے تو زوجۂ عنین کو اپنے خاوند سے علیٰحدگی اختیار کرنے کا شرعاً حق حاصل ہوگا، اور زوجۂ عنین کو شوہر سے علیٰحدگی حاصل کرنے کے لیے کچھ شرائط ہیں جو ہم آگے ذکر کریں گے۔

(۴) صورت تفریق

زوجۂ عنین کے لیے شوہر سے جدائیگی حاصل کرنے کی صورت یہ ہے کہ عورت اپنا معاملہ قاضی شرعی کی عدالت میں پیش کردے، اور قاضی شرعی نہ ہونے کی صورت میں مذہب مالکیہ کے مطابق جماعت مسلمین اور محکمہ شرعیہ کے پاس معاملہ پیش کردے اور قاضی شرعی یا جماعت مسلمین الحیلۃ الناجزۃ ۳۱ر تا ۳۸ر اور ۱۴۰ر تا ۱۴۳ر میں لکھے ہوئے اصولوں کے مطابق تحقیقات کے بعد شوہر سے علیٰحدگی کا فیصلہ کردے۔

(۵) شرائط تفریق

زوجہ عنین کو اپنے شوہر سے علیٰحدگی حاصل کرنے کے لیے چند شرائط لازم ہیں، الحیلۃ الناجزۃ میں اس کے لیے پانچ شرطیں لکھی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

شرط (۱): نکاح سے پہلے عورت کو اس شخص کے عنین ہونے کا علم نہ ہو لہٰذا اگر پہلے ہی سے عنین ہونے کا علم تھا اس کے باوجود اس کے ساتھ نکاح کرلیا ہے تو عورت کو اس شوہر سے تفریق کا حق نہیں مل سکتا۔

شرط (۲): نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی شوہر اس عورت سے جماع نہ کر پایا ہو اور اگر ایک مرتبہ بھی جماع کر چکا ہو پھر بعد میں عنین ہوگیا ہو تو عورت کو فسخ نکاح کا اختیار نہ ہوگا۔

شرط (۳): جب سے عورت کو شوہر کے عنین ہونے کی خبر ہوئی اس وقت سے عورت نے اس کے ساتھ رہنے پر رضا کی تصریح نہ کی ہو ہو تو مطالبۂ تفریق کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

شرط (۴): قاضی کی عدالت میں مقدمہ پیش کرنے کے بعد جب شوہر کا عنین ہونا ثابت ہو چکا ہو تو قاضی شوہر کو علاج کے لیے ایک سال کی مہلت دے گا اور اس درمیان میاں بیوی ایک ساتھ رہیں گے، اور ایک سال کی مدت پوری ہونے کے بعد قاضی عورت کو اختیار دے کہ شوہر کے ساتھ رہنا چاہتی ہے یا تفریق؟ اور عورت اسی مجلس میں شوہر سے تفریق حاصل کرنے کا مطالبہ

ظاہر کرے تو قاضی عورت کو شوہر کے نکاح سے الگ کردے گا اور اگر عورت اسی مجلس میں اپنے خاوند کے ساتھ رہنا پسند کرے یا اس قدر سکوت اختیار کرے کہ مجلس برخاست ہوگئی، یا عورت مجلس سے کھڑی ہوگئی، یا جواب دینے میں اتنی دیر لگائی کہ آخر قاضی مجلس سے اٹھ گیا تو ان صورتوں میں شوہر سے علیٰحدگی کا حق باقی نہیں رہے گا، اب اسی شوہر کے ساتھ رہنا لازم ہوجائے گا۔

شرط (۵): ایک سال کی مہلت پوری کرنے کے بعد عورت کو اختیار دینا اور شوہر کے طلاق دینے سے انکار کرنے پر قاضی کا تفریق کردینا، یہ سب حکم قاضی کے محتاج ہیں، بغیر قاضی کے حکم کے ازخود عورت کو تفریق کا اختیار نہیں ہے۔

ہدایت

یہاں دو باتیں ملحوظ رکھنا لازم ہیں:

(۱) زوجہ عنین کو اگر شوہر کے ساتھ خلوت صحیحہ کے بعد زوجیت سے الگ کردیا گیا تو تفریق کے بعد پورا مہر ادا کرنا عنین پر واجب ہوگا۔

(۲) عنین کو ایک سال کی مہلت دینے کا حکم اس وقت ہوگا کہ جب وہ شخص عرفا عنین کی تعریف میں داخل ہو، اور عنین کی تعریف نمبر ۲ر میں اوپر گذر چکی ہے۔

لیکن اگر عضو تناسل کٹا ہوا ہو جس کو مجبوب کہتے ہیں، یا عضو تناسل خلقتاً اتنا کم ہو جو عضو تناسل نہ ہونے کے درجہ میں ہو تو ایسے شخص کو عنین نہیں کہا جائے گا، اور اس کو سال بھر کی مہلت بھی نہیں دی جائے گی، بلکہ اس کے عضو تناسل سے متعلق اس قدر کمزور یا مجبوب ہونا ثابت ہوجائے تو اسی وقت تفریق کردی جائے گی۔

یہ الحیلۃ الناجزۃ قدیم ص ۳۱/ تا ۳۸ر اور ۱۴۰ر تا ۱۴۳ر کا اختصار اور خلاصہ ہے۔

(۷) حرمت مصاہرت

حرمت مصاہرت کے ثبوت کے بعد عورت کے دوسری جگہ نکاح کے لیے شوہر کی

طرف سے متارکت یا قضاءِ قاضی یا جماعت مسلمین کا فیصلہ لازم ہے، حرمت مصاہرت سے شوہر بیوی ایک دوسرے کے لیے حرام ہو جاتے ہیں، اس میں بھی بسا اوقات قاضی شرعی یا محکمہ شرعیہ کے فیصلہ کی ضرورت پڑتی ہے، حرمت مصاہرت کے اسباب مسلک حنفی کے مطابق نہایت نازک ترین ہیں، اور آج کل کے زمانے میں چھوٹے چھوٹے مکانات اور مخلوط زندگی ہے، اس لیے اس کے واقعات کثرت کے ساتھ پیش آسکتے ہیں، چھوٹے مکان میں رات گذاری جارہی ہے، باپ نے جنسی خواہش پوری کرنے کے لیے شہوت کا ہاتھ بیوی پر رکھا، اندھیری رات میں غلطی سے اپنی بالغ لڑکی پر پڑجائے تو بیوی ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے، اسی طرح بیٹے نے اپنی بیوی سے جنسی خواہش پوری کرنے کے لیے اس کو پکڑا، لیکن غلطی سے ماں کو پکڑلیا تو ماں، باپ کے واسطے ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی، اسی طرح داماد نے ساس کو یا بیوی کے اصول وفروع میں سے کسی بالغ عورت کو جنسی خواہش کو پوری کرنے کے لیے شہوت کے ساتھ بالقصد یا بلاقصد پکڑا ہے تو بیوی اس شخص پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی اسی طرح بہو نے دعویٰ کیا کہ خسر نے اس کو شہوت کے ساتھ پکڑا ہے، مثلاً اس کا پستان پکڑلیا یا رخسار پر بوسہ دیدیا وغیرہ وغیرہ، اور بہو اس دعویٰ کو شہادت کے ذریعہ سے ثابت کردے یا گواہ نہ ہونے کی صورت میں شوہر اپنی بیوی کی تصدیق کرتا ہے، تو ان تمام صورتوں میں حرمت مصاہرت کا ثبوت ہوتا ہے لیکن محض حرمت مصاہرت کے ثبوت کے بعد عورت دوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی، اور دوسری جگہ نکاح کرنے کے لیے متارکت شرط ہے، اور متارکت کی شکل یہ ہے کہ شوہر اپنی زبان سے کہہ دے کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا ہے، اس کے بعد عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے، اور اگر شوہر متارکت اختیار نہ کرے تو ایسی صورت میں بیوی اگر دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے تو قاضی شرعی یا محکمہ شرعیہ کا فیصلہ لازم ہے، اور جب قاضی شرعی یا محکمہ شرعیہ کے پاس حرمت مصاہرت کا ثبوت ہو جائے گا تو میاں بیوی کے درمیان علیٰحدگی کا فیصلہ کردے گا، اس کے بعد عدت گذار کر عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔ (الحیلۃ الناجزۃ قدیم ص ۶۷/ سے ۸۱/ تک کا خلاصہ)

(۸) خیارِ کفاءت

خیارکفاءت سے فسخ کے لیے بھی قضاء قاضی یا جماعت مسلمین، محکمہ شرعیہ کا فیصلہ لازم ہے، خیارِ کفاءت سے متعلق الحیلۃ الناجزۃ میں چھ شکلیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے تین شکلیں نابالغ اور نابالغہ سے متعلق ہیں، اور تین شکلیں بالغہ عورت سے متعلق ہیں، ہم بالغہ عورت سے متعلق جو تین شکلیں ہیں ان کا خلاصہ پیش کرتے ہیں:

(۱) عورت بالغہ ہو، اس کا نکاح ولی کی اجازت اور رضاء سے غیر کفوٴ میں ہوجائے، اور شوہر کا غیر کفوٴ سے ہونا اولیاء کو پہلے سے معلوم ہے، تو ایسی صورت میں نکاح بلاتردد صحیح اور لازم ہوجاتا ہے، اور کسی کو فسخ کا اختیار نہیں رہتا ہے۔

(۲) بالغہ لڑکی کا نکاح ولی کی اجازت سے ایسے شخص کے ساتھ ہوجائے جس کی کفاءت کا حال معلوم نہ ہو، لیکن بوقت نکاح اولیاء نے کفاءت کی شرط لگائی تھی یا صراحتاً تو کفاءت کی شرط نہیں لگائی تھی، مگر خاوند کی طرف سے ہم کفوٴ ہونا ظاہر ہوگیا تھا، اور اس پر اعتماد کرکے نکاح کردیا گیا ہو، پھر اس کے بعد یہ ثابت ہوجائے کہ شوہر ہم کفوٴ نہیں ہے تو ایسی صورت میں اولیاء کو بھی حق فسخ حاصل ہے، اور عورت کو بھی حاصل ہے، لیکن عورت کو حق فسخ حاصل ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ اگر وہ باکرہ ہے تو غیر کفوٴ میں ہونا معلوم ہوتے ہی ظاہر کردے کہ مجھے اس نکاح کو باقی رکھنا منظور نہیں، اگر اس طرح اس نے فوری طور پر ظاہر نہیں کیا ہے تو اس کا خیارِ فسخ ختم ہوجاتا ہے، البتہ اولیاء کا خیار اور ثیبہ عورت کا خیار غیر کفوٴ میں ہونا معلوم ہونے کے بعد نکاح کی نامنظوری ظاہر کرنے میں تاخیر کرنے کی وجہ سے ختم نہیں ہوتا ہے، بلکہ وہ بدستور باقی رہتا ہے، اس خیارِ فسخ کے ثابت ہوجانے کے بعد قضاء قاضی یا جماعت مسلمین کے فیصلہ کے بغیر نکاح فسخ نہیں ہوتا، اس لیے کہ فسخ نکاح کے لیے اس معاملہ میں قاضی شرعی یا جماعت المسلمین یعنی محکمہ شرعیہ دارالقضاء میں معاملہ پیش کرنا لازم ہے، وہیں سے فسخ نکاح کا فیصلہ ہوگا، لیکن یہاں پر فقہاء کرام کے اس مفتی بہ قول کو پیش نظر رکھنا بھی ضروری اور لازم

ہے، کہ یہ خیارِ فسخ اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک عورت کا حمل ظاہر نہ ہو، لہٰذا جب حمل ظاہر ہو جائے گا یا بچہ کی ولادت ہو جائے گی تو حق ولد، حق کفاءت پر غالب آکر خیار کفاءت کو باطل کر دے گا، اب غیر کفو میں ہونے کی وجہ سے فسخ نکاح کا حق باقی نہ رہے گا۔ درمختار کی عبارت ملاحظہ فرمایئے:

الاعتراض فی غیر الکفء فیفسخه القاضی ویتجدد بتجدد النکاح مالم یسکت حتی تلد منه لئلا یضیع الولد وینبغی إلحاق الحبل الظاهر به.

(در مختار مع الشامی، کتاب النکاح، باب الولی، کراچی ۳/٥٦، زکریا ٤/١٥٦)

(۳) اولیاء کی اجازت اور رضا کے بغیر بالغہ لڑکی نے غیر کفو میں اپنا نکاح خود کرلیا تو ایسی صورت میں ’’الحیلۃ الناجزۃ‘‘ میں امام حسن بن زیادؒ اور متأخرین کے قول کا اعتبار کر کے نکاح کے باطل ہونے کا فیصلہ لکھا ہے، اور یہ بھی لکھا ہے کہ اگر اس نکاح کے بعد ولی عصبہ نے جائز بھی رکھا ہے تب بھی نکاح صحیح نہ ہوگا، اور درمختار میں اس قول کو مفتی بہ کہا ہے، اسی وجہ سے الحیلۃ الناجزۃ میں اسی قول پر زور دیا گیا ہے، اس کا خلاصہ الحیلۃ الناجزۃ قدیم میں ص: ۸۸/ سے ۹۱/ تک اور جدید ص: ۱۶۶/ سے ۱۶۸/ میں موجود ہے، اور درمختار مع الشامی کراچی ۳/۵٦، زکریا ۴/ ۱۵۷/ میں موجود ہے، لیکن حضرت مفتی کفایت اللہؒ نے کفایت المفتی ۵/۲۰۶ میں ظاہر الروایہ اور حسن بن زیادؒ کے قول کے درمیان توازن قائم کر کے ایک مناسب فیصلہ نقل فرمایا ہے، وہ یہ ہے کہ بالغہ لڑکی نے اگر اولیاء کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرلیا ہے، اس میں حسن بن زیادؒ اور متأخرین کا فتویٰ منعقد نہ ہونے کا ہے، مگر یہ قول معلل بہ علت فسادِ زمانہ ہے، جو خود درمختار کی عبارت میں موجود ہے، تو یہ خود بتاتا ہے کہ وہ ایک زجر وانتظام کا فتویٰ ہے، حلت وحرمت کا فتویٰ نہیں ہے، لہٰذا اس کے اوپر حلت وحرمت کی بنیاد قائم نہیں کی جاسکتی، اور ظاہر الروایہ کے قول کے مطابق مسئلہ کی بنیاد حلت وحرمت سے متعلق ہے، اس لیے اگر لڑکی نے اولیاء کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرلیا ہے، اگر نکاح فسخ کرنے کا ارادہ ہو تو بجائے حسن بن زیادؒ کے قول پر عمل کرنے کے ظاہر الروایہ کا اعتبار کر کے قاضی شرعی یا محکمہ شرعیہ سے فیصلہ لینا مناسب ہے۔

کفایت المفتی کی عبارت

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کفایت المفتی کی پوری عبارت بعینہٖ نقل کردی جائے تا کہ غور کرنے میں سہولت ہو، ملاحظہ فرمائیے:

جواب: اعوان کا اپنے آپ کو قریشی سمجھنا قریشی ہونے کے لیے کافی نہیں، بلکہ اس کا ثبوت ضروری ہے کہ اعوان قریشی ہیں، پھر دوسرے شخص نے جو اعوان میں سے نہیں ہے، اگر اعوان عورت سے بدوں اجازتِ اولیاء کے نکاح کرلیا، اور عورت بالغہ تھی تو نکاح ظاہر روایت کی بنا پر منعقد ہوگیا، پھر اگر یہ شخص عورت کے خاندان سے اس قدر کم درجہ کا ہو کہ عام طور پر ان میں مناکحت نہ ہوتی ہو، اور عار سمجھی جاتی ہو تو اولیاءِ عورت کو اعتراض کا حق ہے، وہ نکاح کو بذریعہ حاکم مجاز کے یا ایسی پنچایت کے جس کے فیصلے اس بارے میں عام طور پر قبول و نافذ ہوتے ہوں فسخ کرا سکتے ہیں، اگر ایسی پنچایت موجود نہ ہو تو انگریزی عدالتوں کے مسلمان جج کا فیصلہ بھی معتبر ہوگا، اس فیصلہ فسخ کے بعد اگر خاوند عورت کو علیٰحدہ نہ کرے تو حرام کا مرتکب ہوگا، فیصلۂ فسخ سے پہلے وہ زنا کا مرتکب نہیں ہے، متأخرین کا فتویٰ کہ نکاح منعقد نہیں ہوتا، معلول بعلتِ فسادِ زمان ہے، جو خود بتاتا ہے کہ وہ ایک زجر وانتظام کا فتویٰ ہے نہ یہ کہ حلت و حرمت کی بنیاد اس پر قائم کی جاسکتی ہے۔ (کفایت المفتی قدیم ۵/۲۰۶، جدید زکریا مطول ۷/ ۳۵۸)

(۹) خیارِ بلوغ

خیارِ بلوغ کے ذریعہ نکاح فسخ کرنے اور شوہر سے تفریق حاصل کرنے کے لیے قضاء قاضی یا جماعت مسلمین اور محکمہ شرعیہ کا فیصلہ لازم ہے، نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح اگر باپ یا دادا نے کردیا ہے تو نکاح نافذ بھی ہوجائے گا اور نابالغ لڑکے اور لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد خیارِ بلوغ بھی حاصل نہ ہوگا، اگرچہ نکاح غیر کفؤ میں کردیا ہو، یا غبنِ فاحش کے ساتھ کیا ہو، ہر صورت میں خیار بلوغ حاصل نہ ہوگا، لیکن شرط یہ ہے کہ باپ یا دادا جس وقت نابالغ کا نکاح کررہے تھے،

اس وقت ان کے ہوش وحواس صحیح سالم ہوں، اوران کے سوء الاختیار ہونے کی شہرت نہ ہو۔

اگر نابالغ کا نکاح باپ اور دادا کے علاوہ حقیقی بھائی یا چچا، تایا وغیرہ ولی ابعد نے کردیا ہے تو بالغ ہونے کے بعد نابالغ لڑکی کو خیارِ بلوغ حاصل ہے، بالغ ہوتے ہی فوراً زبان سے یہ کہہ دے کہ میں اس نکاح کو باقی رکھنا نہیں چاہتی، اگر بالغ ہوتے وقت وہاں کوئی موجود نہ رہا ہو تو زبان سے اپنے طور پر یہ کہہ دے کہ میں اس نکاح کو باقی رکھنا نہیں چاہتی، اس کے بعد فوراً اس سلسلہ میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنا دے، پھر اس کے بعد اس نکاح کو ختم کرنے کے لیے قاضی شرعی کے پاس اپیل کردے اور قاضی شرعی نہ ہونے کی صورت میں اس کے قائم مقام جماعت المسلمین، محکمہ شرعیہ جو آج ہندوستان میں چل رہا ہے اس میں معاملہ پیش کردے، اور ساتھ میں جن لوگوں کو نکاح کی نامنظوری سے بوقت بلوغ گواہ بنایا تھا ان کو بھی ساتھ لے جا کر ان کی شہادت پیش کردے، اور قاضی شرعی یا محکمۂ شرعیہ خیارِ بلوغ کے ثبوت پر گواہوں سے شہادت لینے کے بعد اس کا نکاح فسخ کردے۔

ہمارے ہندوستان میں خیارِ بلوغ کے مسئلہ کے حل کے لیے بھی محکمہ شرعیہ اور دار القضاء کی ضرورت ہے۔ (الحیلۃ الناجزۃ قدیم ۸۲/تا ۸۷/ کا خلاصہ)

(۱) مسئلہ فرقتِ ارتداد

اگر میاں بیوی میں سے کوئی ایک معاذ اللہ مرتد ہو جاتا ہے تو تباینِ دینین کی وجہ سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے، اور مسئلہ ارتداد میں کچھ تفصیل ہے کہ شوہر کے ارتداد کا مسئلہ الگ ہے اور بیوی کے ارتداد کا مسئلہ اس سے بالکل جداگانہ ہے، پھر اس کے بعد تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا مسئلہ پیش آتا ہے، پھر اس میں بعض صورتوں میں قضاء قاضی بھی شرط ہے، اور الحیلۃ الناجزۃ میں اس مسئلہ پر دو جگہ تفصیل سے لکھا گیا ہے: (۱) پہلا مقام ص ۹۵/ سے ۱۰۶/ تک (۲) دوسری جگہ ص: ۱۶۹/ سے ص: ۱۷۶/ تک، دونوں جگہ کافی مفصل بحث ہے، اس کا خلاصہ اور نچوڑ ہم یہاں پیش کریں گے۔

ارتدادِ شوہر

اگر معاذ اللہ کسی عورت کا شوہر مرتد ہوکر اسلام سے پھر جائے تو بالا جماع ائمہ اربعہ و باتفاق جمہور فقہاء اس کا نکاح خود فسخ ہو جائے گا، اس میں قضاءِ قاضی اور حکمِ حاکم کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔

اگر خلوتِ صحیحہ سے قبل مرتد ہوا ہے تو خاوند پر نصف مہر لازم ہے، اور عورت پر عدت بھی واجب نہیں ہے، اور اگر خلوت صحیحہ کے بعد مرتد ہوا ہے تو شوہر پر پورا مہر لازم ہے، اور عورت پر عدت بھی واجب ہے، نیز اس مرتد شخص پر عدت کا خرچہ بھی لازم ہے، اور عدت گذرنے کے بعد عورت اپنی مرضی سے جہاں چاہے دوسرا نکاح کر کے باعصمت زندگی گذار سکتی ہے۔ (الحیلۃ الناجزۃ قدیم ص ۹۷ ر ۱۷۲)

ارتدادِ زوجہ

عورت کے مرتد ہونے کا مسئلہ بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے، چونکہ لوگوں کے درمیان یہ شہرت ہے کہ ارتداد کی وجہ سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے تو اس بنا پر بعض لوگوں نے مسائل نہ جاننے اور ناواقفیت کی بنا پر فسخ نکاح کا مسئلہ بتا دیا، جس کی بنا پر بہت سی آوارہ عورتیں شوہر سے جان چھڑانے کے لیے مرتد ہوکر زندگی کے اعمالِ صالحہ برباد کر بیٹھیں، حالانکہ عورت کو ارتداد کی وجہ سے شوہر کے نکاح سے آزاد ہوکر دوسری جگہ نکاح کرنے کا ہرگز اختیار نہیں ہے۔ اب اس سلسلے میں مذہب حنفیہ میں تین قول ہیں:

قول (۱): ظاہر الروایہ: اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت کے مرتد ہوجانے سے نکاح تو فوراً فسخ ہو جاتا ہے لیکن عورت کو تجدید اسلام اور شوہر اول سے نکاح پر مجبور کیا جائے گا، چاہے مرتد ہوتے وقت عورت کا ارادہ شوہر اول سے علیٰحدگی اختیار کرنا ہو یا حقیقت میں اس کے عقائد بدل جانے کی وجہ سے مرتد ہوگئی ہو، ہر صورت میں پہلے شوہر کے پاس رہنے پر مجبور کیا جائے گا۔

قول (۲): نوادر کی روایت: اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر عورت دارالاسلام میں مرتد ہوگئی ہے تو اسے باندی بنا کر رکھا جائے گا، اور اس کے خاوند کا قبضہ اس پر بدستور باقی رہے گا، اور اگر غیر اسلامی ممالک میں عورت مرتد ہوگئی ہے تو وہاں کے علماء اس بات کا فتویٰ دیں گے کہ عورت شوہر کے اختیار سے باہر نہیں ہوتی۔

قول (۳): مشائخ بلخ وسمرقند، بعض مشائخ بخاریٰ، اسماعیل زاہد، ابونصر دبوسی اور ابوالقاسم صفار وغیرہ کا فتویٰ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے کی صورت میں نکاح فسخ ہی نہیں ہوتا ہے، بلکہ یہ عورت بدستور شوہر سابق کے نکاح میں رہتی ہے۔

اب حاصل یہ نکلا کہ عورت کے مرتد ہو جانے کی صورت میں حنفیہ کے یہاں تین قول ہیں، کہ ظاہر الروایہ کے مطابق نکاح فسخ ہو جاتا ہے، لیکن تجدید اسلام کے بعد شوہر اول کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور کیا جائے گا، دوسری جگہ نکاح کا اختیار نہیں دیا جائے گا، اور مشائخ بلخ وسمرقند و بخاریٰ وغیرہ کے قول کے مطابق نکاح فسخ ہی نہ ہوگا، بلکہ بدستور باقی رہے گا، اور بروایتِ نوادر عورت کو کنیز بنا کر رکھا جائے گا، ان تینوں اقوال میں اگر چہ کچھ اختلاف ہے، لیکن اتنی بات پر تینوں متفق ہیں کہ عورت کو کسی طرح یہ حق نہ دیا جائے گا کہ وہ اپنے پہلے خاوند کے نکاح سے الگ ہوکر دوسری جگہ نکاح کر لے۔

اب ہندوستان میں بحالت موجودہ پہلی روایت کو اختیار کرتے ہوئے فسخ نکاح کا حکم دینے کے بعد تجدید نکاح پر مجبور کرنے والی کوئی قوت مسلمانوں کے ہاتھ میں موجود نہیں ہے، اور جہاں تھوڑی بہت قوت ہوتی ہے وہاں بھی ہزاروں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، اسی لیے ظاہر الروایہ پر عمل کرنا ہندوستان میں بحالت موجودہ غیر ممکن ہے، اور نوادر کی روایت پر عمل کرنا اس سے زیادہ مشکل ہے، اس لیے کہ مرتدہ عورت کو باندی بنانا ہندوستان میں کسی طرح ممکن نہیں ہے۔

اس لیے بجز اس کے کوئی چارہ نہیں ہے کہ مشائخ بلخ وسمرقند وغیرہ کے قول کو اختیار کر کے اسی پر فتویٰ دیا جائے، کہ عورت مرتد ہونے کی وجہ سے شوہر کے نکاح سے جدا ہی نہیں

ہوتی، بلکہ بدستور شوہر کے نکاح میں باقی رہتی ہے۔

لہٰذا اس فتویٰ کو ہندوستان میں عام کرنے کی ضرورت ہے کہ مرتد ہونے کی وجہ سے عورت، شوہر کے نکاح سے باہر نہیں ہوتی ہے، لیکن یہ بات بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ شوہر کے لیے اس وقت تک عورت سے استمتاع یا جماع کرنا درست نہ ہوگا جب تک کہ عورت تجدید اسلام نہ کرے، اور احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ ظاہر الروایہ کے مطابق تجدید اسلام کے بعد معمولی مہر کے ساتھ تجدید نکاح بھی کرلیا جائے، اس لیے کہ تجدید نکاح کے لیے کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہوتی ہے۔ (یہ الحیلة الناجزة کی تفصیل کا مختصر خلاصہ ہے)

اللهم تقبل منا انک انت السميع العليم

يارب صل وسلم دائما ابدا ☆ على حبيبک خير الخلق كلهم

شبیر احمد قاسمی

مدرسہ شاہی مرادآباد

۱۲؍رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

فسخ نکاح کی بعض وجوہ کی تنقیح

نحمده و نصلی علی رسوله الكريم، أما بعد!

سوالات کے جوابات تحریر کرنے سے پہلے بطور تمہید چند ضروری باتیں سامنے آجانی لازم ہیں:

پہلی بات

بے یار و مددگار مظلومہ عورت کی نجات اور دستگیری کے لیے ہندوستان جیسے غیر اسلامی ملک میں اس کا مشکل مسئلہ حل کرنے کے لیے حضرت تھانوی قدس سرہ نے ''الحیلۃ الناجزۃ'' مرتب فرمائی، اور الحیلۃ الناجزۃ میں جن مسائل کو نہایت خصوصی اہمیت دے کر لکھا گیا ہے، وہ کل دس ہیں:

(۱) جماعت المسلمین کا مسئلہ اور اس کی شرائط جو خاص طور پر مسلک مالکی سے لیا گیا ہے (۲) مسئلہ زوجۂ مفقود (۳) مسئلہ زوجۂ غائب غیر مفقود (۴) مسئلہ زوجۂ متعنت (۵) مسئلہ زوجۂ مجنون (۶) مسئلہ زوجۂ عنین (۷) مسئلہ حرمتِ مصاہرت (۸) مسئلہ خیار کفاءت (۹) مسئلہ خیار بلوغ (۱۰) مسئلہ فرقت ارتداد۔

ان دس مسائل میں سے اول الذکر چار مسائل یعنی جماعت المسلمین، مسئلہ زوجۂ مفقود، مسئلہ زوجۂ غائب غیر مفقود، مسئلہ زوجۂ متعنت، خصوصی طور پر مذہب مالکی، فقہ مالکی کی شرائط کے مطابق لیے گئے اور زوجۂ مجنون کے مسئلہ کا حل امام محمدؒ کے قول کے مطابق اگرچہ فقہ حنفی میں موجود ہے، مگر اس کے فیصلہ کے لیے امام محمدؒ کے نزدیک قاضی شرعی اور حاکم مسلم کی شرط ہے، اور ہندوستان میں قاضی شرعی اور حاکم مسلم نہ ہونے کی وجہ سے اس کا حل بھی فقہ مالکی سے لیا گیا ہے، اور چار مسائل یعنی زوجۂ عنین مسئلہ حرمت مصاہرت، مسئلہ خیار بلوغ، مسئلہ خیار کفاءت کے حل کے لیے ہمارے ہندوستان میں مسلک مالکی سے جماعت المسلمین کے فیصلہ کو اختیار کیا گیا ہے؛ اس لیے یہ مسائل ''الحیلۃ الناجزۃ'' کا جزو بن گئے، اور ایک

مسئلہ یعنی فرقت ارتداد کا حل مفتیان کرام کے فتاویٰ سے بھی ہوسکتا ہے؛ لیکن اس مسئلہ کی اہمیت کی وجہ سے اس کو بھی الحیلۃ الناجزۃ'' کا جزو بنادیا گیا۔

دوسری بات

اوران دس مسائل کے علاوہ چند مسائل وہ بھی ہیں جن کے اندر حضرت مولانا عبد الصمد رحمانی علیہ الرحمہ نائب امیر شریعت بہار نے وجوہ فسخ کے اندر شمار فرمائے تھے، اس سلسلہ میں باقاعدہ ان کا ایک مختصر رسالہ بھی ہے۔

تیسری بات

''الحیلۃ الناجزۃ'' میں جن وجوہ فسخ کو ذکر کیا گیا ہے، ان کے علاوہ دیگر وجوہ فسخ کیا ہوسکتی ہیں؟ اس سلسلے میں اصولی طور پر دو وجہیں ہمارے سامنے آئی ہیں:

(۱) شوہر کے عضو تناسل میں ایسی کمی اور کمزوری ہو جس کی وجہ سے جماع پر کلی طور پر کسی طرح قادر نہ ہو۔

(۲) عورت کو اس شوہر کے ساتھ رہنے میں اپنی جان کا خطرہ ہو، جیسا کہ مسئلہ زوجۂ مجنون میں حقوق زوجیت کی ادائیگی نہ ہونے کے ساتھ یہ علت بھی بیان کی گئی ہے:

وکذٰلک إذا وجدته مجنونا موسوسا یخاف علیها قتله. (کتاب الآثار کراچی ص: ۲۵٤) یعنی عورت کو مجنون شوہر کی طرف سے قتل کا خطرہ ہو۔

یہ دو وجہیں ایسی ہیں کہ جن کے اوپر سوال نامہ میں ذکر کردہ تقریباً سارے سوالات کے جوابات کا مدار ہے؛ لہٰذا ان دونوں وجہوں کو پیش نظر رکھنا ہر سوال کے جواب میں لازم ہوگا اب اس کے بعد سوالات کے جوابات ملاحظہ فرمائیے:

فالج زدہ شخص کی زوجہ

سوال [۷۱۰۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: ایک شخص پر فالج کا اتنا شدید اثر ہے کہ وہ حرکت بھی نہیں کرسکتا، نیز وہ ہوش و حواس میں بھی نہیں ہے کہ اسی حال میں لمبی مدت گذر چکی ہے، بیوی جوان ہے، وہ اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کے لیے دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے، جب کہ شوہر کو اتنا ہوش نہیں کہ اس سے طلاق لی جائے یا اس کو خلع پر آمادہ کیا جائے، کیا یہ فسخ نکاح کی وجہ بن سکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فالج کے مرض کو علماء نے وجوہ فسخ میں شمار نہیں فرمایا؛ بلکہ حضرت امام محمدؒ کی کتاب ''**کتاب الحجة علی اهل المدينة**'' کے حاشیہ پر حضرت مولانا مہدی حسنؒ نے اور علامہ طاہر پٹنیؒ نے ''مجمع بحار الانوار'' میں، امام ابن الاثیر جزریؒ نے ''النہایۃ فی غریب الحدیث'' میں تحریر فرمایا ہے:

الفالج داء الأنبياء و هو داء معروف يرخي بعض البدن. (النهاية ٣/ ٤٢١، مجمع بحار الأنوار ٤/ ١٧٥، كتاب الحجة على أهل المدينة ٣/ ٤٤٥)

فالج حضرات انبیاء کی بیماریوں میں سے ایک بیماری ہے، جس سے شفایابی کی امید ہوتی ہے، بہت سے لوگوں کو دیکھنے میں آیا ہے کہ ان کے اوپر فالج پڑ گیا ہے اور بعد میں شفایاب ہوکر تندرست ہو چکے ہیں؛ اس لیے فالج کو وجوہ فسخ میں شمار نہیں کیا جاسکتا، ہاں البتہ اگر ایسا شدید ترین حملہ ہوا ہے جس کی وجہ سے ہوش وحواس باقی نہیں رہا ہے اور اس کے جسم کی حرکت بند ہو چکی ہے اور اس پر ایک لمبی مدت گذر چکی ہے، بیوی جوان العمر ہے اور عزت و آبرو کی حفاظ کے ساتھ شوہر کی طرف سے حق زوجیت کی ادائیگی کے بغیر زندگی گذارنا دشوار ہو گیا، تو ایسی صورت میں بظاہر فسخ نکاح کی یہ علت پائی جاتی ہے، جس میں یہ کہا گیا ہے کہ شوہر جماع پر کسی طرح قادر نہیں ہے، ایسی صورت میں مسئلۂ عنین میں شامل کر کے اس عورت کے بارے میں فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ جس طریقہ سے عنین کو مرافعہ کے بعد ایک سال کی مہلت دی جاتی ہے، اسی طرح شدید ترین خطرناک فالج زدہ آدمی کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی، اور اس ایک سال کے درمیان علاج ومعالجہ میں کامیابی حاصل نہ ہو سکے اور اس کے روبہ صحت

ہونے کی امید نہ رہے تو قاضی یا جماعت المسلمین عورت کے مطالبہ پر فسخ نکاح کر کے اس کو آزادی دلا سکتے ہیں۔ ذیل کی عبارت سے یہ مسئلہ واضح ہوسکتا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

إنما تقع الفرقة إذا لم يقدر على الجماع وفي ذٰلک يضرب الأجل سنة. (كتاب الحجة على أهل المدينة ٣/٤٤٣)

إذا رفعت المرأة زوجها إلى القاضي و إدعت أنه عنين و طلبت الفرقة فإن القاضي يسأله وصل أو لم يصل فإن أقرانه لم يصل أجله سنة كانت المرأة بكراً أو ثيبا. (هنديه، زكريا قديم ١/٥٢٣، جديد ١/٥٧٦)

قال أبوحنيفة ليس للمرأة أن تفارق زوجها إذا كانت به داء من جنون، أو جذام، أو برص، أو عمى، أو مقعد أو مكلوح، أو أكلة بعد أن يكون يجامع. (كتاب الحجة على أهل المدينة ٣/٤٤٣)

ایسی بیماری جس کی وجہ سے جماع پر قادر نہ ہو

سوال [۷۱۰۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص کو کوئی ایسی بیماری لاحق ہوگئی، جس کی وجہ سے وہ حقوق زوجیت کی ادائیگی پر بالکل قادر نہیں رہا۔ اور ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق وہ قابل علاج بھی نہیں ہے، اور بیوی کے لیے شوہر کی اس معذوری کی وجہ سے اپنی عصمت وعفت کی حفاظت دشوار ہے، اور ابتلاء معصیت کا شدید اندیشہ ہے، جب کہ شوہر نہ تو طلاق دیتا ہے، اور نہ ہی خلع پر آمادہ ہے، کیا ایسی صورت میں بیوی کے مطالبہ پر فسخ نکاح ہوسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اگر ایسی بیماری لاحق ہوگئی ہے جس کی وجہ سے حقوق زوجیت کی ادائیگی پر کسی طرح بھی قادر نہیں ہے اور ڈاکٹروں نے اسے لاعلاج قرار دے دیا ہے اور اس مرض سے پہلے بیوی سے جنسی تعلق قائم کر چکا تھا، اور اب اس مرض کی وجہ سے بیوی کے حق میں شوہر کالعدم ہو چکا ہے، اور اس کا عضوتناسل ایسا کمزور ہو چکا ہے جس کی

وجہ سے جماع پر کسی طرح قادر نہیں ہے، مثلاً کمزوری کی وجہ سے گھنڈی کی طرح ہو گیا ہے اور عورت کے لیے اپنی عصمت وعفت کی حفاظت مشکل ہو چکی ہے اور ابتلاء معصیت کا شدید اندیشہ ہے اور شوہر طلاق بھی نہیں دیتا ہے اور نہ ہی خلع پر آمادہ ہے، تو ایسی صورت میں وجوہ فسخ میں سے وہ علت اس میں پائی جا رہی ہے، یعنی جماع پر کلی طور پر قادر نہیں ہے، تو ایسی صورت میں عورت کے لیے قاضی یا جماعت المسلمین کے پاس فسخ نکاح کا مقدمہ دائر کرنا جائز ہوگا؛ لیکن اس مسئلہ میں بھی عنین کی طرح ایک سال کی مہلت دی جائے گی؛ اس لیے کہ یہ مجبوب کی طرح نہیں ہے کہ اس کا عضو تناسل ہی کٹ گیا ہو؛ بلکہ عضو تناسل باقی ہے؛ اس لیے علاج کے لیے اسے مہلت دی جائے گی، جزئیات ملاحظہ فرمائیے، اس کو محیط برہانی میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

وإن وجدت زوجها خصيا، فإن كان بحال تنتشر آلته و تصل إلى المرأة لا خيار لها، و إن كان لا تنتشر آلته ولا تصل إلى المرأة، فالجواب فيه كالجواب في العنين . (المحيط البرهاني، دار القرآن، المجلس العلمي ٤/٢٤١ رقم: ٤١٦٨)

اس کو درمختار کی عبارت ''فیہ نظر'' کے ذیل میں علامہ شامیؒ نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے، جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وجوہ فسخ کی اصل علت جماع پر قادر نہ ہونا ہے اور عضو تناسل کا ایسا کمزور ہو جانا ہے جو جماع کے لیے کسی طرح لائق نہ ہو، ملاحظہ فرمائیے:

إذا وجدت المرأة زوجها مجبوبا، أو مقطوع الذكر فقط، أو صغيرة جدا، الزر ولو قصيرا لا يمكنه إدخاله داخل الفرج فليس لها الفرقة، وفيه نظر: وتحته في الشامية: قوله وفيه نظر: أشار إلى ما قاله الشرنبلالي في شرحه على الوهبانية أقول: إن هذا حاله دون حال العنين لإمكان زوال عنته، فيصل إليها وهو مستحيل هنا، فحكمه حكم المجبوب بجامع أنه لا يمكنه إدخال آلته القصيرة داخل الفرج، فالضرر الحاصل للمرأة به مساو لضرر المجبوب، فلها طلب التفريق، وبهذا ظهر أن انتفاء التفريق لا وجه له، وهو من القنية فلا يسلم، قلت: لكن لم ينفرد به صاحب القنية، بل نقله

فی الفتح، والبحر عن المحيط و الأحسن الجواب بأن المراد بداخل الفرج نهايته المعتاد الوصول إليها، ولذا قال فی البحر: وظاهره أنه إذا كان لا يمكنه إدخاله أصلا، فإنه كالمجبوب لتقييده بالداخل، وقدمنا ما هو صريح فی اشتراط إدخال الحشفة. (در مختار مع الشامی کراچی ۳/۴۹۴، زکریا ۵/۱۶٦، منحة الخالق علی هامش البحر الرائق زکریا ٤/۲۰۷، کوئٹه ٤/۱۲۳)

برص وجذام وغیرہ کا مریض

سوال [۷۱۰٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: شوہر کو کوئی ایسی بیماری لاحق ہوگئی جس کی وجہ سے بیوی کو اس سخت کراہت وشدید نفرت ہوگئی (جیسے برص وجذام وغیرہ امراض) اور عورت شوہر کے ساتھ رہنے پر آمادہ نہیں، جب کہ شوہر کسی طرح طلاق یا خلع پر تیار نہیں تو کیا ایسی صورت میں فسخ نکاح ہوسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مرض جذام اور برص وجہ فسخ بن سکتے ہیں یا نہیں؟ یہ مسئلہ کافی اہمیت کا حامل ہے، یہ مرض شوہر کے اندر ہو یا بیوی کے اندر، دونوں صورتوں میں جمہور علماء کے نزدیک علت فسخ نہیں ہوسکتے، اگر یہ مرض شوہر کے اندر لاحق ہے اور شوہر جماع پر قدرت رکھتا ہے، تو ایسی صورت میں بیوی کو اس مرض کی وجہ سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور شوہر کے جماع پر قادر ہونے کی وجہ سے عفت کا خطرہ نہیں ہے، تو باتفاق حنفیہ عورت کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق نہیں، حضرت امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، عطاء بن ابی رباح، ابراہیم نخعی، عمر بن عبدالعزیز، سفیان ثوری، امام اوزاعی اور داؤد ظاہری رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک عورت کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق نہیں ہوگا۔

اور بعض کتب فقہ میں یہ بات ملتی ہے کہ اگر برص اور جذام کا مرض شوہر کے اندر پایا جائے تو امام محمدؒ کے نزدیک عورت کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق ہے اور بیوی کے اندر پائے جانے کی صورت میں فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق شوہر کو نہیں ہے؛ اس لیے کہ بیوی کو زوجیت سے ختم

کرنے کے سلسلے میں شوہر کو قاضی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے؛ بلکہ اسے طلاق دینے کا اختیار رہتا ہے، کتب فقہ میں یہ بات ملتی ہے کہ مگر امام محمدؒ کی دو کتابیں ہمارے سامنے ہیں: ''کتاب الآثار'' اور ''کتاب الحجة علی اهل المدينة'' تو کتاب الآثار کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا جذامی جس کے قریب ہونے پر عورت کسی طرح قدرت نہ رکھتی ہو، اس سے علیٰحدگی کے لیے عورت کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق ہے؛ لیکن اس کے برخلاف امام محمدؒ کی ''کتاب الحجة علی اهل المدينة'' میں امام محمدؒ نے اہل مدینہ پر رد کرتے ہوئے صاف الفاظ کے ساتھ دلائل کے ذریعہ ثابت فرمایا ہے کہ جذامی سے علیٰحدگی حاصل کرنے کے لیے عورت کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق نہیں ہے، اہل مدینہ کی رائے یہ تھی کہ جذامی سے فسخ نکاح کے مطالبہ کرنے کا عورت کو حق ہے، لیکن برص یا اپاہج اور مفلوج ہونے کی وجہ سے فسخ نکاح کا اختیار نہیں ہے، تو اس پر امام محمدؒ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عمل کے ذریعہ رد فرمایا ہے کہ مرض جذام کی وجہ سے اس سے نفرت کرنا جائز نہیں ہے، شوہر کو بیوی سے الگ ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا، اس سلسلے میں میں امام محمدؒ نے جو دلائل نقل فرمائے ہیں، ہم اس جگہ ان دلائل کو بھی نقل کریں گے؛ اس لیے برص اور جذام کا مرض وجوہ فسخ میں داخل نہیں ہوسکتا، اب اس مسئلہ کے ذیل میں ہم اولاً فقہاء کی عبارتیں نقل کرتے ہیں، پھر اس کے بعد کتاب الآثار کی عبارت نقل کردیتے ہیں اور اس کے بعد کتاب الحجۃ کی عبارت نقل کردیتے ہیں:

درمختار اور شامی کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

ولایتخیر أحدهما أی الزوجین بعیب الآخر فاحشا، کجنون، و جذام، وبرص، و رتق، وقرن، وخالف الأئمة الثلاثة فی الخمسة لو بالزوج (وتحته فی الشامية) ولا یتخیر الخ: أی لیس لواحد من الزوجین خیار فسخ النکاح بعیب فی الآخر عند أبی حنیفة، و أبی یوسف وهو قول عطاء، والنخعی، وعمر بن عبد العزیز، و أبی زیاد، و أبی قلابة، و ابن أبی لیلیٰ والأوزاعی، والثوری، والخطابی، وداؤد الظاهری وأتباعه، وفی المبسوط:

أنـه مـذهـب عـلى و ابن مسعود رضى الله عنهم فتح. قوله: وجذام، هو راء يتشـقـق به الجلد وينتن و يقطع اللحم، قهستانى قوله:لو بالزوج فى العبارة خـلـل، فـإنـا تـقـتـضـى عدم خيار الزوج عندهم إذا كانت هذه الخمسة فى الـزوجة، والـواقـع خـلافـه، والـظـاهـر أن أصلها، وخالف الأئمة الثلاثة فى الـخـمسة مـطـلقا، ومحمد فى الثلاثة الأول لو بالزوج كما يفهم من البحر وغيره. (الدر المختار مع الشامی زکریا ۵/ ۱۷۵، کراچی ۳/ ۵۰۱)

اور ''ملتقی الابحر'' کی عبارت ذیل میں ''الدر المنتقی'' میں اس طرح نقل کیا گیا ہے:

ولاخيار لها إن وجدت به جنونا أو جذاما أو برصا خلافا لمحمد و لا له لو وجد بها ذٰلک أو رتقا أو قرنا، (وتحته فى الدر المنتقى): ولا خيار لها أى للزوجة إن وجدت به عيبا، ولو فاحشا جنونا، أو جذاما، أو بـرصـا، أو جربا، أو جدريا، أو زمانة، أوسوء خلق، أو غير ذٰلک سوى الـعـنـانة، والـجـب والـخصى لما مر خلافا لمحمد إذا كانت بحال لا تطيق المقام معه. (ملتقى الأبحر مع الدر المنتقى، دار الكتب العلمية بيروت ۲/ ۱۴۱)

اور ''کتاب الآثار'' میں حضرت امام محمد بن حسن شیبانیؒ نے اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمائی ہے:

وكـذٰلک إذا وجـدتـه مـجـنـونا موسوسا يخاف عليها قتله أو وجدته مجذوما منقطعا لا تقدر على الدنو منه، وأشباه هذا من العيوب التى لا تحتمل فهـذا أشـد مـن الـعنين والمجبوب، وقد جاء فى العنين أن عمر بن الخطاب رضى الله عنه قال: إنها تؤجل سنة ثم تخير، وجاء أيضا فى الموسوس أثر عن عـمر بن الخطاب رضى الله عنه أنه أجلها، ثم خيرها و كذٰلک العيوب التى لا تحتمل هى أشد من المجبوب والعنين. (كتاب الآثار ص: ۲۵۴)

اور ''کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ'' میں حضرت امام محمدؒ نے جذامی کی بیوی کو فسخ نکاح

کے مطالبہ کا حق نہ ہونے کے بارے میں کافی زور دے کر دلائل پیش فرمائے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جذامی کو کھانے پر بلایا، اور جس جگہ سے جذامی نے کھایا ہے اسی جگہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تناول فرمایا، نیز حضور صلی اللہ کی ایک حدیث بھی نقل فرمائی اور نیز ایک اثر بھی نقل فرمایا، ملاحظہ فرمایئے:

وقال محمد: وكيف افترق المجذوم، والمجنون وغيرهما من نحو الأبرص، والأعمى، والمقعد، فإن قالوا: إنما نقول هٰذا في الأمر لا يحتمل قيل لهم: وما تعنون بقولكم ”لايحتمل“ للتقذر أو لغيره؟ فإن كان لتقذر فقد كره أن يتقذر، وقد بلغنا عن أبي بكر الصديق رضي الله عنه أن ركبا قدموا عليه من اليمن، فأتاهم بطعام فتنحى رجل منهم، فقال له بعض القوم: إن به ضربا من الجذام، فقال له: أدنه، فأدناه، فجعل يأكل الأجذم، وجعل أبو بكر يأكل من حيث يأكل الأجذم.

وبلغنا عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: هلك المقتذر، فليس ينبغي أن يفرق بين امرأة و زوجها للتقذر، فالمرء المسلم أعظم حرمة من أن يفرق بينه و بين امرأته بهذا، وشبهه.

وإن قلتم: لايحتمل لأنه لا يسعى على امرأته، ولاينبغي لها من فضل الله، فكيف يقولون؟ وإن كان موسرا كثيرا لمال، فأنفق عليها أكثر مما ينفق على مثلها، أينبغي لكم أن تفرقوا بينها وبينه كذٰلك؟

فإن قلتم: لانفرق بينهما لهٰذا، فأي شيئ تعنون بقولكم ذٰلك ”لايحتمل“ وقد احتمله أبوبكر رضي الله عنه في فضله؟ وما كان ذٰلك عليه بواجب، وإن كان ذٰلك بواجب على المرأة في أمر زوجها فقد بلغنا عن النبي صلى الله عليه وسلم في ذٰلك حديث لا يرد و لايجهل، ولا يشك فيه معروف.

إن سائلة سألته فقالت: يا رسول الله! ماحق الزوج على امرأته؟

قـال: لـو سـال منخراه قيحا أو دما، فهذا من الأمر الذى لا يحتمل فلم يـقـل الـنبـى صـلـى الـلـه عـليه وسلم إن ذٰلک مما يفرق بين المرأة و زوجهـا، ولـكـنـه قـال لـو مصت ذٰلک ماأدت ما أوجب الله عليها من الحق، فكيف يفرق بينهما بهذا وشبهه؟

وهـل تـعـلـمون أن أحدا فى زمان النبى صلى الله عليه وسلم، أو فـى زمـان أبـى بـكـر أو فـى زمان عمر رضى الله عنهما فرق بينه و بين امرأته من دائه من جذام أو غيره؟

أخبـرنـا مـحـمـد بـن الحسن قال: أخبرنا إسماعيل بن عياش، قال: حـدثنى ابن جريج عن عطاء بن أبى رباح فى الرجل يتزوج المرأة، و به داء أو جذام، أو برص قال: لاتخير. (كتاب الحجة على أهل المدنية ٣/ ٤٤٥ تا ٤٥٠)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جذامی اور مبروص اسی طرح مفلوج اور اپاہج آدمی بیوی سے ہمبستری پر قدرت رکھتے ہوں اور بیوی کے خرچ واخراجات پر قادر ہوں، تو ان سے فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق بیوی کو حاصل نہیں ہوتا؛ اس لیے برص اور جذام وغیرہ کو وجوہ فسخ میں شامل کرنا درست نہیں ہونا چاہیے، اور مشاہدہ میں سینکڑوں مردوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ برص کے مرض میں مبتلا ہیں، اور بیوی کے ساتھ خوشگوار زندگی گذار رہے ہیں، اسی طرح اگر عورت میں جذام یا برص وغیرہ کا مرض لاحق ہو جائے، تو وہ اسی شوہر کی بیوی ہوگی اور شوہر کے ہاتھ میں چونکہ طلاق کا اختیار ہوتا ہے؛ اس لیے چاہے تو وہ طلاق دے گا یا اپنے پاس بیوی بنا کر رکھے گا، جیسا کہ اس عبارت سے واضح ہوتا ہے:

مـحـمـد قال: أخبرنا أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم فى الرجل يتزوج المرأة، فيجدها مجذومة أو برصا، قال: هى امرأته إن شاء طلق، و إن شاء أمسک، قال محمد: و به ناخذ؛ لأن الطلاق بيده. (كتاب الآثار للإمام محمد، مكتبه الرحيم اكيڈمی ص/ ٢٥٤ رقم: ٤٠٣)

''البحر الرائق'' کی عبارت میں اس بات کو واضح کر دیا گیا ہے کہ برص اور جذام وغیرہ

فسخ نکاح کی علت نہیں ہے، عبارت ملاحظہ فرمائیے:

لاخيار لأحد الزوجين بعيب في الآخر؛ لأن المستحق بالعقد هو الوطئ، والعيب لا يفوته إلى قوله أطلق العيب، فشمل الجذام، والبرص والجنون، والرتق، والقرن. (البحر الرائق، باب العنين وغيره، كوئٹه ١٢٦/٤، زكريا ٢١٢/٤)

اور ''مبسوط سرخسی'' میں کافی وضاحت کے ساتھ عبارت نقل کی گئی ہے کہ جذام اور برص وغیرہ امراض سے عورت کو فسخ وغیرہ کے مطالبہ کا حق نہیں ہے، جب کہ شوہر جماع پر پوری طرح قادر ہو، مبسوط کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

فأما المرأة إذا وجدت بالزوج عيب الجنون، أو الجذام، أو البرص، فليس لها أن ترده به في قول أبي حنيفة، و أبي يوسف رحمهما الله، وعلى قول محمد لها الخيار إذا كان على حال لا تطيق المقام معه؛ لأنه تعذر عليها الوصول إلى حقها لمعنى فيه، فكان بمنزلة ما لو وجدته مجبوبا أو عنينا، ولكنا نقول بهذه العيوب لا ينسد عليها باب استيفاء المقصود، إنما تقل رغبتها فيه أو تتأذى بالصحبة والعشرة معه، و ذٰلک غير مثبت لها الخيار كما لو وجدته سئ الخلق، أو مقطوع اليدين أو الرجلين بخلاف الجب والعنة على ما قررنا يوضح الفرق أن الزوج هناک ظالم في إمساكها من غير حاجة إليها، وللقاضي ولاية إزالة الظلم بالطلاق، وهنا الزوج غير ظالم في إمساكها مع صدق حاجته إليها، وذٰلک لا يثبت لها الخيار. (كتاب المبسوط للإمام سرخسي، باب خيار النكاح، دار الكتب العلمية بيروت ٩٧/٥)

ایڈز اوراس جیسے مہلک متعدی مرض کی وجہ سے فسخ نکاح

سوال [۷۱۰۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: شوہر کو ''ایڈز'' یا کوئی ایسا متعدی مرض لاحق ہوگیا، جس کی وجہ سے اس بات کا شدید اندیشہ ہے کہ جنسی تعلق قائم کرنے کی وجہ سے بیوی کو بھی وہ جان لیوا بیماری لاحق ہوجائے گی،

اس حال میں بیوی کسی قیمت پر شوہر کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی اور شوہر طلاق یا خلع پر بھی آمادہ نہیں ہے، تو کیا اس بناء پر نکاح فسخ ہوسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جان لیوا خطرہ کی وجہ سے فسخ نکاح کا مطالبہ کرنا عورت کے لیے جائز ہے، اور ''ایڈز'' کا مرض یقینی طور پر متعدی ہے، اور یہ مرض کینسر سے بھی زیادہ خطرناک اور مہلک ہے؛ اس لیے اس جیسے مرض کی وجہ سے فسخ نکاح کے مطالبہ کا عورت کو حق ہوگا، جیسا کہ مسئلہ زوجۂ مجنون میں مجنون شوہر سے فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق اس لیے بھی دیا گیا ہے کہ کہیں مجنون شوہر بیوی کو جان سے نہ مار دے، تو جس طرح شوہر کی طرف سے قتل کے خطرے سے فسخ نکاح کا حق دیا گیا ہے، اسی طرح جان لیوا مرض کی وجہ سے بھی فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق ہونا چاہیے، جیسا کہ امام محمدؒ نے ''کتاب الآثار'' میں مجنن شوہر سے فسخ نکاح کے واسطے اسی کو علت قرار دیا ہے۔

ولو وجدته مجبوبا كان لها الخيار؛ لأن الطلاق ليس بيدها وكذٰلك إذا وجدته مجنونا موسوسا يخاف عليها قتله. (كتاب الآثار ص: ٢٥٤)

قوت تولید نہ ہونے کی وجہ سے فسخ نکاح کا مطالبہ

سوال [۷۱۰۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بسا اوقات آدمی کو جماع پر قدرت ہوتی ہے؛ لیکن اس کے مادہ منویہ میں قوت تولید کی صلاحیت بالکل معدوم ہوتی ہے؛ اس لیے اولاد نہیں ہوسکتی، جب کہ عورت کو اولاد کی شدید خواہش ہے، تو کیا ایسی صورت میں عورت کے مطالبہ پر فسخ نکاح ہوسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر شوہر کے مادہ میں قوت تولید کی صلاحیت معدوم ہے، مگر اس کے اندر عورت کے ساتھ ہم بستری پر مکمل قدرت موجود ہے اور ہم بستری

کے معاملہ میں ناکام نہیں ہے، اور بیوی کو اس سلسلے میں کوئی شکایت نہیں ہے، تو ایسی صورت میں صرف اولاد نہ ہونے کی وجہ سے فسخ نکاح کا مطالبہ کرنا بیوی کے لیے جائز نہیں ہے، اسی طرح بیوی کے محض بانجھ ہونے کی وجہ سے شوہر کے لیے بیوی کو طلاق دینا شوہر کی طرف سے ظلم ہوگا، ہاں البتہ دوسری شادی کرنے میں اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور عورت کی طرف سے فسخ نکاح کا مطالبہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ شوہر ہم بستری کا حق ادا کرنے پر قادر نہ ہو، جیسا کہ ''تاتارخانیۃ'' اور ''المحیط البرہانی'' کی اس عبارت سے واضح ہوتا ہے:

وهو نظير المريض إذا تزوج فوجدته المرأته لا يقدر على جماعها، فرافعته إلى القاضي، فالقاضي لا يفرق بينهما لخصومتهافي الحال بل ينتظر برؤه. (الفتاوىٰ التاتارخانية، زكريا جديد ٥/ ٢٢٤ رقم: ٧٧١٥، المحيط البرهانى، المجلس العلمى ٤/ ٢٤٠ رقم: ٤١٦٤)

اور الموسوعۃ الفقہیۃ میں مزید وضاحت کے ساتھ عبارت موجود ہے، ملاحظہ فرمائیے:

اتفق جمهور الفقهاء على أن العقم ليس عيبا يثبت به خيار طلب فسخ عقد النكاح إذا وجده أحد الزوجين فى الآخر. (الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٠/ ٢٦٨)

عمر قید کی وجہ سے فسخ نکاح

سوال [۷۱۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص کو عمر قید کی سزا ہوگئی، یا کسی سنگین جرم کے الزام میں گرفتاری ہوکر سالوں سے جیل میں بند ہے، نہ تو حکومت سزا کو طے کرتی ہے اور نہ ہی اسے رہائی مل رہی ہے، بے سہارا بیوی تنہائی کی زندگی سے عاجز آگئی ہے، اور اپنی عزت وآبرو پر خطرہ محسوس کرنے لگی ہے، جس کی بناء پر فسخ نکاح کا مطالبہ کرتی ہے، تو کیا فسخ نکاح ہوسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس شخص کو عمر قید کی سزا مل گئی ہے، یا ایک لمبی

مدت تک کے لیے جیل میں بند ہے، نہ تو حکومت اس کے لیے سزا طے کرتی ہے اور نہ ہی اسے رہائی مل رہی ہے، اور اس کی بیوی تنہائی کی زندگی سے عاجز آ گئی ہے، خاص طور پر اگر بیوی جوان العمر ہے تو اس کے لیے نان ونفقہ سے زیادہ اپنی عزت وعصمت اور آبروی کی حفاظت کا مسئلہ ہے، اور فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے، تو ایسی صورت میں اولاً یہ کوشش ہونی چاہیے کہ شوہر سے کسی طرح طلاق حاصل کرلے، اور اگر شوہر طلاق دینے پر تیار نہیں تو خلع پر آمادہ کرنے کی کوشش کی جائے، اگر وہ خلع پر بھی آمادہ نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ۱۰/ ۲۲۹ تا ۲۳۱، امداد المفتیین طبع دارالاشاعت کراچی ۶۷۲) میں یہی مسئلہ لکھا ہے اور اس شخص کو غائب غیر مفقود کے درجہ میں قرار دیا جائے گا، اور ''الحیلۃ الناجزۃ'' میں غائب غیر مفقود کی بیوی کے نکاح کے فسخ کرنے سے متعلق جو اصول لکھے ہیں ان کے مطابق قاضی یا جماعت مسلمین اس کی بیوی کو رہائی دے سکتی ہے، اور الحیلۃ الناجزۃ میں غائب غیر مفقود کا مسئلہ نسخۂ قدیم/ ۶۳ تا ۶۵، اور ۱۵۵ تا ۱۵۷ میں اور نسخۂ جدید ۱۰۳ تا ۱۰۶ میں مفصل طور پر یہ مسئلہ وجوب اور جوان عورت کو ابتلاء معصیت سے رہائی دینے سے متعلق مسئلہ فقہ مالکی سے لیا گیا ہے، اور علامہ سعید ابن صدیق الفلاحی المالکی کی عبارت اس مسئلہ سے متعلق بہت واضح ہے جو ''الحیلۃ الناجزۃ'' میں منقول ہے، ملاحظہ فرمائیے:

قال الشبرخيطي: في هذا المحل بشرط أن تدوم النفقة لكل زوجة الأسير و مفقود أرض الشرك، وإلا فلها الطلاق، وإذا ثبت لهما الطلاق بذلک، فليثبت لها إذا خشيتا الزنى بالأولىٰ، لأن ضرر الوطئ أشد من ضرر عدم النفقة، ألا ترىٰ! إن إسقاط النفقة يلزمها، و إسقاطها حقها في الوطئ لها، ولها أن ترجع فيه، و أيضا النفقة يمكن تحصيلها لها بتسلف أو سوال بخلاف الوطئ. (ملخصا مستفاد: فتاویٰ علماء مالکیه بحواله الحیلة الناجزة جدید ۲۶۲، قدیم ۱۲۶)

ناچاقی اور بے جا مار پیٹ کی وجہ سے فسخ نکاح کا مطالبہ

سوال [۷۱۱۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: شوہر ظالم وجابر ہے اور بیوی کو ہر وقت بے جا مار پیٹ کرتا رہتا ہے تو کیا بے جا مار پیٹ کرنا فسخ نکاح کا سبب بن سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوی کے ساتھ شوہر کو ہمدردی اور رواداری کا حکم فرمایا ہے، اور بیجا مار پیٹ سے منع فرمایا ہے۔

استوصوا بالنساء. (البخاری حدیث:٤٩٩٤، رقم: ١٠٣٩، الأحوال الشخصية ص:٢٣٢)

عن حكيم بن معاوية عن أبيه أن رجلا سأل النبي ﷺ: ما حق المرأة على الزوج؟ قال: يطعمها إذا طعم، ويكسوها إذا اكتسى ولايضرب الوجه ولا يقبح ولا تهجر، إلا في بيتك. (المعجم الكبير ١٩/٤٢٨، رقم: ١٠٣٩، الأحوال الشخصية ص: ٢٣٢)

اس کے برخلاف شوہر کی طرف سے بے جا مار پیٹ اور ظلم وزیادتی کی وجہ سے بیوی کے دل میں شوہر کے بارے میں تنفر پیدا ہو جائے اور اب وہ اس کے ظلم وزیادتی کی وجہ سے اس کے ساتھ رہنے کے لیے تیار نہیں ہے، اور شوہر طلاق دینے پر بھی آمادہ نہیں ہے، مگر حقوق زوجیت کی ادائیگی میں کوئی کمی نہیں ہے، ایسی صورت میں شوہر سے حد درجہ نفرت ہو جانے کی وجہ سے اس سے علیحدگی اختیار کرنا چاہتی ہے، اور جانبین کے متعلقین کے صلح اور مصالحت کی کوشش کے باوجود نبھاؤ کی کوئی شکل نہ ہو اور شوہر نہ طلاق دینے پر تیار ہے اور نہ ہی خلع کرنے پر آمادہ ہے، ایسی صورت میں کتب احناف میں اس سلسلے میں کوئی جزئیہ نہیں مل سکا؛ لیکن مالکیہ کے یہاں اس سلسلے میں شوہر کو متعنت کے درجہ میں قرار دے کر اس ظالم شوہر سے

چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے فسخ نکاح کی گنجائش ہے؛ لہٰذا ایسی ستم رسیدہ مظلوم عورت کے بارے میں قاضی یا جماعت المسلمین حالات کا جائزہ لے کر مسلک مالکی کے مطابق تفریق کردینے کا مجاز ہوگا، جیسا کہ شیخ ابوزہرہ کی ''کتاب الاحوال الشخصیۃ'' کی اس عبارت سے واضح ہوتا ہے:

المنصوص عليه في مذهب مالك رضى الله عنه أن الزوج إن تعدى على زوجته بأن أذاها إيذاء غير سائغ له شرعا، ورفعت أمرها إلى القضاء، و أثبتت الإيذاء زجره و اكتفى بذٰلك إن أرادت البقاء، وإن عجزت عن الإثبات و تكررت الشكوىٰ أسكنها بين قوم صالحين و إذا ادعى كل واحد منهما إضرار الآخر به، وعجز كل واحد منهما عن الإثبات و أشكل الأمر على القضاء بعث حكمين عدلين رشيدين من أهلهما إن أمكن، و إلا فمن غيرهما و أصلحا بينهما إن أمكن الإصلاح فإن لم يمكن الإصلاح كان لهما التفريق بخلع على المهر إن تبين لهما أن الأذى أو النشوز من جانبها، وبغير خلع إن تبين لهما أن الأذى من جانبه و يقدر أن الأمر إن جهلت الحال أو تبين أنه من جانبهما، و يقع الطلاق ولو لم يطلب الزوجان أو أحدهما الطلاق، والتفريق بعمل الحكمين في هذا الحال يكون في الشقاق في ذاته، و إن لم يثبت الأذىٰ، و آذاها وأثبتت الإيذاء وطلبت التفريق بناء عليه طلق القاضي عليه، و إثباتها الضرر يكون بالشهادة عليه. (الأحوال الشخصية للشيخ محمد أبو زهرة، طبع دار الفكر العربي ص: ٣٦٢-٣٦٣)

کلمہ کفریہ کی وجہ سے فسخ نکاح کا مسئلہ

سوال [۷۱۱۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں: ایک شخص نے فقہاء کرام کے ذکر کردہ کلمات کفریہ کا تلفظ کیا، بیوی نے اسے سن لیا، کسی مفتی سے مسئلہ معلوم کیا، توانہوں نے تجدید ایمان و نکاح کا حکم دیا، بیوی تجدید نکاح پر راضی نہیں؛ بلکہ دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے، تو ایسی صورت میں عورت ازخود دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے یا محاکم شرعیہ وغیرہ سے فسخ نکاح کا حکم حاصل کرنے کے بعد ہی دوسرا نکاح کرنا جائز ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر شوہر نے نعوذ باللہ ایسا کلمہ کفریہ زبان سے نکالا ہے، جس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہ تو ایسی صورت میں شوہر کے اوپر ارتداد کا حکم لاگو ہو جاتا ہے، اگر شرعی طور پر اس کا ارتداد ثابت ہو جائے تو باجماع ائمہ اربعہ اس کا نکاح خود بخود فسخ ہو جاتا ہے، قضائے قاضی یا محکمہ شرعیہ اور جماعت المسلمین کی طرف سے تفریق کی ضرورت نہیں، ''الحیلۃ الناجزۃ'' میں اس مسئلہ کو وضاحت سے تحریر فرمایا گیا ہے، اس کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

''اگر معاذ اللہ کسی عورت کا شوہر مرتد ہوکر اسلام سے پھر جائے تو باجماع ائمہ اربعہ و باتفاق جمہور فقہاء اس کا نکاح خود بخود فسخ ہو جائے گا، اس میں قضائے قاضی اور حکم حاکم کی بھی کوئی ضرورت نہیں''۔

اگر خلوت صحیحہ سے قبل مرتد ہوا ہے، تو خاوند پر نصف مہر لازم ہے، اور عورت پر عدت واجب نہیں ہے، اور اگر خلوت صحیحہ کے بعد مرتد ہوا ہے تو شوہر پر پورا مہر لازم ہے، اور عورت پر عدت بھی واجب ہے، نیز اس مرتد شخص پر عدت کا خرچ بھی لازم ہے اور عدت گذرنے کے بعد عورت اپنی مرضی سے جہاں چاہے دوسرا نکاح کر کے باعصمت زندگی گذار سکتی ہے۔
(انوار رحمت/۴۷۴، الحیلۃ الناجزۃ قدیم/ ۹۷-۱۷۲، طبع جدید ۲۰۸)

چند جزئیات ملاحظہ فرمائیے: ''درمختار'' اور ''شامی'' میں اس کو ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

وارتداد أحدهما أي الزوجين فسخ فلا ينقص عددا عاجل بلا قضاء، فللموطوءة ولو حكما كل مهرها لتأكده به ولغيرها نصفه لو مسمى، (وتحته في

الشامية): فلو ارتد مراراً و جدد الإسلام فی کل مرة، وجدد النکاح علی قول أبی حنیفة تحل امرأته من غیر إصابة زوج ثان، بحر عن الخانية قوله: بلا قضاء، أی بلا توقف علی قضاء القاضی، و کذا بلا توقف علی مضی مدة فی المدخول بها، کما فی البحر. (الدر المختار مع الشامی، کراچی ۳/۱۹۳-۱۹۴، زکریا ٤/٣٦٦)

''تبیین الحقائق''اور''مجمع الأنہر''میں ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا گیا ہے:

وارتداد أحدهما فسخ فی الحال، وهذا قول أبی حنیفة و أبی یوسف، وقال محمد: إن کانت الردة من المرأة، فکذٰلک، و إن کانت من الزوج فهی فرقة بطلاق. (تبیین الحقائق زکریا ۲/ ٦٢٢، امدادیه ملتان ۲/ ۷۸، مجمع الأنهر بیروت، دار الکتب العلمیة ١/ ٥٤٦)

وجوہ فسخ کی مزید پانچ صورتیں

عورت کو جن صورتوں میں فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق ہوتا ہے، ان کے متعلق ''الحیلة الناجزة''میں تفصیلی تحریر موجود ہے، اور مزید چند شکلیں اسی مقالہ میں سوالات کے جوابات کے تحت آچکی ہیں، ان کے علاوہ مزید پانچ صورتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

(۱) نکاح اس شرط پر ہوا ہے کہ مرد آزاد شخص ہے، پھر نکاح کے بعد پتہ چلا کہ شوہر آزاد نہیں ہے، بلکہ غلام ہے، تو ایسی صورت میں عورت کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق ہے۔

(۲) نکاح کی بات اس طرح طے ہوئی تھی کہ کسی خاص شخص کے بیٹے کے ساتھ نکاح ہو رہا ہے، پھر نکاح کے بعد پتہ چلا کہ شوہر کے ماں باپ کا اتا پتہ نہیں ہے، اور جس کو اس کا باپ بتلایا گیا تھا، وہ شخص شوہر کو کہیں سے اٹھا کر لایا ہے، اور اس کو اپنا لے پالک بنالیا ہے، تو ایسی صورت میں عورت کو اس شوہر سے فسخ نکاح کرانے کے مطالبہ کا حق ہے۔

(۳) نکاح مخصوص شخص کے بیٹے کے ساتھ ہونا طے ہوا ہے، لیکن نکاح کے بعد پتہ چلا کہ شوہر ولدالزنا ہے، تو ایسی صورت میں بھی فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق ہے۔

(۴) نکاح کی بات اس طرح طے ہوئی تھی کہ شوہر سنی اور صحیح العقیدہ شخص ہے، پھر

نکاح کے بعد پتہ چلا کہ بدعتی اور غلط عقیدہ کا آدمی ہے، تو ایسی صورت میں بھی فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق ہے۔

(۵) نکاح اس بات پر طے ہوا تھا کہ شوہر نان ونفقہ پر قدرت رکھتا ہے، مگر نکاح کے بعد پتہ چلا کہ وہ نان ونفقہ سے عاجز ہے، تو ایسی صورت میں بھی فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق ہے، اس کو ''الدر المنتقی'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

تزوجته على أنه حر فإذا هو عبد، أو على أنه فلان بن فلان، فإذا هو لقيط، أو ابن الزنا، أو على أنه سني، فظهر أنه بدعي، أو على أنه قادر على المهر أو النفقة، فإذا هو عاجز، فإنه يثبت لها الخيار. (الدر المنتقى في شرح الملتقى دار الكتب العلمية بيروت، جديد ٢/ ١٤١)

تجاویز بابت ''فسخ نکاح کی بعض وجوہ کی تنقیح''

ادارۃ المباحث الفقہیۃ جمعیۃ علماء ہند کے گیارہویں فقہی اجتماع بتاریخ: ۱۳/۱۴/۱۵/فروری ۲۰۱۵ء مطابق ۲۳/۲۴/۲۵/ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ میں ''فسخ نکاح کی بعض وجوہ کی تنقیح'' کے بارے میں بحث وتمحیص کے بعد درج ذیل امور طے پائے:

(۱) جب زوجین کے اختلاف یا بیوی کے مطالبۂ تفریق کا مقدمہ محکمہ شرعیہ یا دار القضاء کے سامنے آئے تو اولاً مصالحت کی پوری کوشش کی جائے اور اگر شوہر اس پر راضی نہ ہو تو ترغیب وترہیب کے ذریعہ اس کو طلاق یا خلع پر آمادہ کرنے کی حتی الوسع کوشش کی جائے۔

(۲) شوہر شدید فالج یا لا علاج بیماری میں مبتلا ہو جائے اور اس بیماری کی وجہ سے وہ بیوی کے نفقہ کی ادائیگی پر قادر نہیں ہے، نہ ہی بیوی کے لیے نفقہ کی کوئی دوسری سبیل موجود ہے، اور شوہر یا تو مفقود الحواس ہونے کی وجہ سے طلاق یا خلع پر قادر ہی نہیں ہے یا وہ طلاق یا خلع پر آمادہ نہیں ہے، تو محکمہ شرعیہ یا دار القضاء پوری صورت حال کی تحقیق کے بعد الحیلۃ الناجزۃ میں مذکورہ شرائط وتفصیلات کے مطابق نکاح کو فسخ کرنے کا مجاز ہے۔

(۳) شوہر اگر ایڈز کی مہلک اور خطرناک بیماری میں مبتلا ہے اور حق زوجیت ادا

کرنے کی صورت میں یہ بیوی بھی اس مہلک اور جان لیوا بیماری کا شکار ہو جائے گی اور حقوق زوجیت ادا نہ ہونے کی وجہ سے ابتلائے معصیت کا شدید خطرہ ہے اور بیوی اس حالت میں کسی بھی طرح شوہر کے ساتھ رہنے پر آمادہ نہیں ہے، تمام تر ترغیب وترہیب کے باوجود شوہر طلاق یا خلع پر بھی تیار نہ ہو تو یہ شکل بھی وجہ فسخ بن سکتی ہے۔

(۴) شوہر میں قوت تولید کا نہ ہونا وجہ فسخ نہیں ہے۔

(۵) ایسا قیدی جس کی طویل عرصہ تک رہائی کی کوئی توقع نہ ہو اور اس کی بیوی کے پاس اخراجات کے اسباب موجود ہوں تو اس کی بیوی کے لیے مطالبۂ فسخ کی اجازت نہ ہوگی، اور اگر بیوی کے لیے اخراجات کے اسباب نہیں ہیں، جس کی وجہ سے وہ اس کی زوجیت میں رہنے کے لیے تیار نہ ہو تو یہ صورت فسخ نکاح کا سبب بن سکتی ہے، اور اگر اخراجات کا انتظام ہے لیکن بیوی کے جوان ہونے کی وجہ سے ابتلائے معصیت کا قوی اندیشہ ہے اور شوہر کسی طرح بھی طلاق یا خلع پر تیار نہیں ہے تو اس خاص صورت میں عورت کو ضرر فتنہ سے بچانے کے لیے فسخ نکاح کے مطالبے کا حق ہوگا۔

(۶) شوہر کی بے جا مار پیٹ کی وجہ سے اگر زوجین کے درمیان حد درجہ نفرت پیدا ہو جائے اور مصالحت یا طلاق یا خلع کی کوئی صورت نہ نکل سکے تو تفویض طلاق کا طریقہ اختیار کیا جائے، یعنی بیوی کو سمجھا بجھا کر شوہر کے یہاں بھیج دیا جائے، اور شوہر سے یہ تحریر لے لی جائے کہ اگر آئندہ بیوی کے ساتھ مار پیٹ کی نوبت آئی تو محکمہ شرعیہ کو طلاق بائن واقع کرنے کا اختیار ہوگا، اور اگر شوہر تفویض طلاق پر تیار نہ ہو تو دفع ظلم کے لیے نکاح کو ختم کیا جاسکتا ہے۔

(۷) اگر کسی شوہر نے کوئی کلمۂ کفر کہا یا ایسا کفریہ عمل کیا جس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہ ہو اور تحقیق کے بعد خود وہ ارتداد کا اقرار کرلے تو فوری طور پر نکاح ختم ہو جائے گا، اور بعد عدت وہ دوسرے شخص سے نکاح کرنے کی مجاز ہوگی، لیکن اگر شوہر اس کا اقراری نہ ہو یا اس کے قول وعمل میں تاویل کا کوئی پہلو نکلتا ہو تو وہ موجب فسخ نہیں بن سکتا۔

❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۳ باب الظهار والإيلاء

زوجین کا ایک دوسرے کو ابا امی کہنے کا حکم

سوال [۷۱۱۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہمارے محلّہ میں ایک آدمی اپنی بیوی کو امی امی کہہ کر خطاب کرتا ہے اور عورت بھی اپنے شوہر کو ابا ابا کہہ کر خطاب کرتی ہے، اور کبھی مرد اپنی بیوی کے دودھ بھی پیتا ہے، محلّہ کے لوگوں نے اس کو ان مذمومہ افعال سے منع بھی کیا مگر وہ اس سے باز نہیں آیا اور اسی حال میں آج کئی سال سے دونوں میاں بیوی رہ رہے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ کیا ان کا نکاح باقی ہے اگر نہیں تو ان پر شرعاً کیا حکم جاری ہوگا۔

المستفتی: محمد شمیس، گوالپاڑا، آسام

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شوہر کا بیوی کو ماں کہنا یا بیوی کا شوہر کو ابا کہنا لغویات میں سے ہے، فقہاء نے اس طرح خطاب کرنے کو مکروہ لکھا ہے، اسی طرح بیوی کا دودھ پینا ناجائز اور حرام ہے، اس عمل سے نکاح میں تو کوئی فرق نہیں آیا لیکن ایسا کرنا سخت ترین گناہ کا باعث ہے، اس لیے دونوں اعمال سے اجتناب لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۹/۴۶۴، فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۶/ ۲۵۷، جدید زکریا ۸/۲۵، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۸/۱۲۶، ۱۰/۴، ۳۷، جدید ڈابھیل ۱۳/ ۳۲۹، ۳۳۰)

ويكره قوله: أنت أمي و يا ابنتي و يا أختي. (در مختار، كتاب الطلاق، باب الظهار، كراچی ۳/ ٤٧٠، زكريا ديو بند ٥/ ١٣١)

وقيد بالتشبيه لأنه لو خلا عنه بأن قال أنت أمي لا يكون مظاهرا لكنه مكروه لقربه من التشبيه. (البحر الرائق، كوئٹه ٤/ ٩٨، زكريا ٤/ ١٦٥)

وظهارها منه لغو، فلا حرمة عليها ولا كفارة به يفتى. (الدر المختار كراچی ۳/٤٦٧، زكريا ٥/١٢٧)

إذا مضت مدة الرضاع لم يتعلق بالرضاع تحريم. (عالمگیری، كتاب الرضاع زكريا قديم ١/٣٤٣، جديد ١/٤٠٩)

ولم يبح الإرضاع بعد مدته لأنه جزء آدمي والانتفاع به لغير ضرورة حرام على الصحيح. (در مختار، كراچی ۳/٢٢٥، زكريا ٤/٤٢١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۷۲۹۲)

اپنی بیوی کو امی کہنے کا حکم

سوال [۷۱۱۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بیوی نے اپنے شوہر کو رات میں اٹھایا اس کا شوہر سو رہا تھا اس نے سوتے ہوئے کو اٹھایا اشارے سے وہ جاگ گیا اس کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ میری بیوی ہے جو مجھ کو جگا رہی ہے تو اس نے بیداری کی حالت میں اپنی بیوی کو امی کہا، امی کیا بات ہے، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا صرف یہی لفظ کہا کہ امی کیا بات ہے لیکن یہ لفظ جان بوجھ کر کہا تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟ نکاح میں تو کوئی فرق نہیں آیا؟

المستفتی: فصاحت حسین مدرسہ بدر العلوم گنگوار، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اپنی بیوی کو امی کہنا مکروہ ہے، بالقصد اس طرح کا جملہ نہیں نکالنا چاہیے، البتہ اس سے نکاح میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

وفي الدر المختار ويكره قوله أنت أمي و يا ابنتي، في الشامية: وفي أنت أمي لا يكون مظاهرا، وينبغي أن يكون مكروها. (در مختار مع الشامي،

كتاب الطلاق، باب الظهار، زكريا ٥/١٣١، كراچی ٣/٤٧٠)

وقيد بالتشبيه لأنه لو خلا عنه بأن قال أنت أمي لا يكون مظاهراً لكنه مكروه لقربه من التشبيه. (البحر الرائق كوئٹه ٤/٩٨، زكريا ٤/١٦٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۱۵/۵/۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۰۱۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۵/۲۴ھ

بیوی کو ماں کہنا

سوال [۷۱۱۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بکر اور ہندہ دونوں شوہر بیوی کے تعلقات عرصہ دراز سے بہتر چل رہے تھے، اچانک باتوں باتوں میں دونوں میاں بیوی کے درمیان جھگڑا پیدا ہوا، بکر نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا کہ تو میری ماں لگتی ہے، صرف ایک بار کہا، اب دریافت یہ ہے کہ بکر کے لیے کیا حکم ہے؟ کیا نکاح فاسد ہوگیا اور کیا طلاق واقع ہوگئی؟

المستفتی: مولانا خورشید عمری کلاں، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جھگڑے کے دوران بیوی کو ''ماں لگتی ہے'' کہنے میں اس کا ارادہ اگر بیوی کو ڈرانا، ڈانٹنا مقصد ہے تو اس سے نکاح پر کوئی خرابی نہیں آئی وہ لفظ محض لغو ہے، البتہ ایسے الفاظ زبان سے نکالنا اچھا نہیں ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ زکریا ۲/۲۸۰)

ففي أنت أمي لايكون مظاهرا، وينبغي أن يكون مكروها. (فتح القدير، كتاب الطلاق، باب الظهار، كوئٹه ٤/٩١، زكريا ٤/٢٢٥، كراچی ٣/٤٧٠، زكريا ٥/١٣١، هنديه زكريا قديم ١/٥٠٧، جديد ١/٥٦٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۵۶۹)

’’خدا کی قسم میں اس کو نہیں رکھ سکتا‘‘ کہنے کا حکم

سوال [۷۱۱۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کی اہلیہ نے اپنے والد سے کچھ نا مناسب جھوٹی شکایتیں کیں، جن پر ان کو بہت غصہ آیا، اور زید کے گھر پہنچ کر زید سے تلخ کلامی سے پیش آئے، چونکہ اس قسم کی باتیں زید نے کہی نہ تھیں، اس لیے اس کو بھی اس تلخ کلامی اور جھوٹے الزام پر غصہ آیا، کافی تکرار ہوئی اور پھر دوران تکرار زید نے خسر سے کہا، خدا کی قسم میں اس کو اب رکھ نہیں سکتا، آپ اس کو لے جائیے، اور بیوی کو بھی للکارہ کہ یہاں سے نکل، چونکہ آواز سن کر کئی آدمی وہاں پہنچ چکے تھے، انہوں نے زید کے خسر کو وہاں سے رخصت کر دیا، اور زید سے کہا کہ آپ اس کو مت نکالو جس پر زید خاموش ہو گیا، اب دریافت طلب یہ ہے کہ زید کے یہ الفاظ مفضی الی الطلاق تو نہیں ہیں۔

المستفتی: شاید نور، دونکپوری ٹانڈہ، ضلع رامپور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ’’خدا کی قسم میں اس کو اب رکھ نہیں سکتا‘‘ یہ جملہ ایلاء کنایہ میں سے ہے، اگر اس سے ایلاء کی نیت کی ہو، تو اگر چار ماہ کے اندر اندر ہم بستر ہو جائے تو صرف کفارہ یمین ادا کرنا واجب ہوگا، اور اگر چار ماہ گذر جانے کے بعد رکھنا چاہے تو دوبارہ نکاح اور کفارہ یمین دونوں واجب ہوں گے، اور اگر مذکورہ جملہ سے ایلاء کی نیت نہیں کی ہو، تو یہ مطلق یمین ہوگی، چار ماہ سے پہلے یا بعد میں جب بھی رکھے گا، ایک کفارۂ یمین ادا کرنا واجب ہوگا۔

(وقوله) والله لا أقربک و تحته والكناية كل لفظ لا يسبق إلى الفهم معنى الوقاع ويحتمل غيره مالم ينو نحو لا أمسک و لا آتيک (إلى قوله) لا أقرب فراشک فلايكون إيلاء بلا نية و يدين في القضاء. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الإيلاء، زكريا ديوبند ۱۰۱/۴، كوئٹه ۶۰/۴، شامی كراچی ۴۲۵/۳، زكريا ۶۲/۵)

’’یہاں سے نکل جا‘‘ یہ جملہ طلاق کے لیے کنایہ ہے، اگراس سے طلاق کی نیت کی ہوتو ایک طلاق بائن واقع ہوجائے گی، ورنہ کوئی حکم اس سے ثابت نہ ہوگا۔

أخرجي اذهبي تلزم النية في حالة الرضا والغضب والمذاكرة.

(شامي، باب الكنايات زكريا ٤/ ٥٣٤، كراچی ٣/ ٣٠٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵؍صفر ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۶۴۰)

’’اب تمہارے پاس کبھی نہیں آؤں گا‘‘ کہنے کا حکم

سوال [۷۷۱۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کا نکاح زینب سے ہوا، زینب سے ایک لڑکی ہوئی ڈیڑھ سال کے بعد پھر زینب کی دوسری لڑکی ہوئی جس روز کو دوسری لڑکی ہوئی اسی روز زید دلی سے آیا، اس لیے کہ زید دلی رہتا ہے، زید نے اپنی بیوی زینب کو مارا، پیٹا بھی اور بڑی لڑکی کو ساتھ لے کر زینب سے یہ کہہ کر دلی چلا گیا کہ اگر تم کو آنا ہوتو دلی آجانا اب تمہارے پاس کبھی نہیں آؤں گا، زینب بہت پریشان ہوئی، زینب نے اپنے اور شوہر کے کچھ رشتہ داروں پر زور دیا کہ وہ زید پر دباؤ ڈالیں کہ زید مجھے لے جائے جب ایک آدمی زید کے پاس دلی گیا کہ مفاہمت ہوجائے اس وقت زید نشہ میں تھا، اس لیے کہ زید شرابی ہے، لہٰذا جانے والے کو برا بھلا کہہ کر واپس کردیا، زینب ایک ڈیڑھ سال بہت پریشان رہی، ایک ڈیڑھ سال بعد زینب نے عمر سے نکاح کرلیا، زینب کو اب عمر سے چھ سات بچے بھی ہیں، زید زینب کے اس نکاح کی اطلاع پاکر بھی نہیں آیا اور نہ ہی کوئی اقدام کیا اب غور طلب بات یہ ہے کہ عمر کا نکاح زینب سے بغیر طلاق دئے ہوئے ہوا یا نہیں؟ کیا زید کا وہ جملہ کہ ’’اب میں تمہارے پاس کبھی بھی نہیں آؤں گا‘‘ ایلاء تو متصور نہیں ہوگا، اگر نہیں ہوتو پھر عمر کے نکاح کا کیا ہوگا، اور بچوں کا کیا ہوگا، نیز عمرو کے نکاح کے جواز کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: زید نے اپنی بیوی زینب کو جو الفاظ ”اب میں تمہارے پاس کبھی نہیں آؤں گا“ کہے ان الفاظ اور اس کی ان حرکتوں سے شرعاً ایلاء کا تحقق نہیں ہوا، لہٰذا زینب کا عمر سے نکاح کرنا ناجائز طریقہ پر ہوا، اور زینب نے عمرو کے ساتھ جو گذارا کیا وہ بھی بدکاری وزناکاری کے حکم میں ہے، لہٰذا اس کے بعد پیدا ہونے والی اولاد زید کی جانب منسوب ہو گی، عمران کا باپ نہ ہوگا، اب عمر سے نکاح کو درست وجائز کروانا ہو تو زید سے شرعی تفریق لازم ہوگی، اس شرط کو پورا کرنے کے بعد جائز ہوسکتا ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۵/۴۵۳)

كقوله في رجب لا أقربك حتى أصوم المحرم و كقوله إلا في مكان كذا أو حتى تفطمي ولدك و بينهما أربعة شهر فأكثر ولو أقل لم يكن موليا. (شامي، كتاب الطلاق، باب الإيلاء، كراچی ۳/ ۴۲۵، زكريا ۵/ ۶۲)

حلف لا يقربها في زمان أو مكان معين لايكون موليا. (هنديه، زكريا قديم ۱/ ۴۷۸، جديد ۱/ ۵۴۰)

أما نكاح منكوحة الغير و معتدته...... فلم ينعقد أصلا ...... (شامي، كتاب النكاح، مطلب في النكاح الفاسد زكريا ۴/ ۲۷۴، كراچی ۳/ ۱۳۲، هنديه زكريا قديم ۱/ ۲۸۰، جديد ۱/ ۳۴۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۷۹۸)

دل میں نہ لانے کے ارادے سے ایلاء کا ثبوت نہ ہوگا

سوال [۷۱۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری بیوی ۱۸/ ۵/ ۲۰۱۲ء کو اپنی بہنوں کے ساتھ اپنے میکہ دہلی چلی گئی اور اب تک واپس نہیں آئی نہ میں نے واپس بلانے کی کوشش کی نہ میں اسے بلانا چاہتا ہوں کیونکہ

کچھ باتوں کی وجہ سے میرا دل اس سے کراہیت کرتا ہے، یعنی پسند نہیں کرتا، میری بیوی کو دہلی گئے ہوئے چار مہینے سے زیادہ ہو چکے ہیں نہ وہ یہاں آئی اور نہ میں اس کے پاس گیا یہ میں نے بہت پہلے طے کرلیا تھا کیا اس صورت میں ہماری طرف سے طلاق ہو چکی ہے؟ پارہ ۲/ سورہ بقرہ آیت ۲۲۶، اور ۲۲۷ کا ترجمہ وتفسیر کا خلاصہ کیجئے؟

المستفتی: ارشاد علی قریشی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: چار مہینے سے زیادہ بیوی کا میکہ جا کر بیٹھ جانا یا شوہر کا بیوی کو میکے میں چھوڑ دینا شرعی ایلاء کے دائرہ میں داخل نہیں، شوہر نے اگر دل دل میں سوچ لیا ہے کہ اس کو نہیں لانا ہے، تب بھی ایلاء نہیں ہے، وہ بہرحال جب تک شوہر ارشاد علی قریشی خود اس کو طلاق نہیں دے گا، اس وقت تک اس کے نکاح میں بدستور باقی رہے گی، اور سوالنامہ میں جو شکل لکھی گئی ہے وہ شکل سورۂ بقرہ آیت ۲۲۶ /۲۲۷ کے حکم کے دائرے میں داخل نہیں ہے اور مذکورہ آیتوں میں شرعی ایلاء کا حکم ہے اور سوالنامہ میں جو شکل ہے وہ ایلاء کی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ قعدہ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۸۲۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/ ۱۱/ ۱۴۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۴ باب الخلع

خلع

سوال [۷۱۱۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اگر عورت اپنے شوہر سے طلاق لینا چاہے تو کیا عورت کو کچھ لکھ کر دینا پڑتا ہے اگر شوہر طلاق دے تو کیا خلع لینا پڑتا ہے، خلع میں مہر لے سکتے ہیں یا نہیں؟ خلع کے مسئلہ کی پوری جانکاری بتائیے؟

المستفتی: گلناز، اصالتپورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: میاں بیوی کے درمیان آپسی تناؤ کو ختم کر کے اتحاد واتفاق قائم کردینا ضروری ہے اگر نبھاؤ کی کوئی شکل نہ ہو اور شوہر طلاق دینے کے لیے تیار نہ ہو اور عورت شوہر سے الگ ہونے کے لیے بضد ہو تو عورت کی طرف سے مالی فدیہ دے کر خلع کی شکل اختیار کرنے کی گنجائش ہے اور مال لے کر شوہر بیوی کو چھوڑ دے پھر عدت گذرنے کے بعد عورت اپنی مرضی سے جہاں چاہے دوسری شادی کرسکتی ہے، اور مرد کو تو ہر وقت دوسری شادی کرنے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ بیوی کے حقوق ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ. [البقرة: ۲۲۹]﴾

قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ. [النساء: ۲]﴾

عن ابن عباس قال: جاء ت امرأة ثابت بن قيس بن شماس إلى النبى ﷺ فقالت: يا رسول الله! ما أنقم على ثابت فى دين ولا خلق إلا أنى أخاف الكفر، فقال رسول الله ﷺ: فتردِّين عليه حديقته فقالت: نعم فردت عليه وأمره ففارقها. (صحيح البخارى، كتاب الطلاق، باب الخلع و كيف الطلاق فيه ۲/۷۹۵، رقم: ۵۰۷۶، ف: ۵۲۷۶)

وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعها، وفى الزاد: وإذا فعل ذٰلک وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال. (تاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل السادس عشر فى الخلع، زكريا ۵/۵، رقم: ۷۰۷۱، هدايه اشرفى ديوبند ۲/۴۰۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶؍رجب المرجب ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۷۴۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۶/۷/۱۴۳۳ھ

شریعت میں خلع کی اجازت کب ہے؟

سوال [۷۱۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: شریعت میں خلع کی اجازت ہے یا نہیں؟ عورت اپنے شوہر کی بدخصلتی ظلم و زیادتی کی وجہ سے طلاق لینا چاہتی ہے؟

المستفتی: ساجد عباسی، برولان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خلع ایک عقد اور معاملہ ہے جس میں جانبین سے رضامندی لازمی اور ضروری ہے لیکن اگر شوہر راضی نہیں ہے تو پھر صرف آپ کی رضامندی سے خلع نہیں ہوسکتا ہے۔

وأما ركنه فهو الإيجاب والقبول لأنه عقد على الطلاق بعوض فلا

تقع الفرقة ولا يستحق العوض بدون القبول. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في ركن الخلع، زكريا ۳/ ۲۲۹، كراچی ۳/ ۱٤٥، شامی كراچی ۳/ ٤٤١، زكريا ٥/ ۸۸)

فی الملخص والإيضاح: الخلع عقد يفتقر إلى الإيجاب والقبول يثبت الفرقة و يستحق عليها العوض. (تاتارخانية زكريا ٥/ ٥ رقم: ۷۰۷۱)

والخلع جائز عند السلطان وغيره لأنه عقد يعتمد التراضی كسائر العقود وهو بمنزلة الطلاق بعوض. (المبسوط للسرخسی، دار الكتب العلمية بيروت ٦/ ۱۷۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۳؍ربیع الاول ۱۴۲۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۰۹۴)	۱۴۲۲/۳/۴ھ

شوہر کی رضامندی کے بغیر خلع کا حکم

سوال [۷۱۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: شریعت نے خلع کی اجازت تو دی ہے لیکن اگر شوہر طلاق دینے پر راضی نہ ہوتو اس بارے میں کیا مسئلہ تجویز کرنا چاہیے؟

المستفتی: ساجدہ اقبال بنت اقبال حسین، برولان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خلع کا مطلب یہ ہے کہ بیوی مہر معاف کرنے کی شرط پر یا مخصوص مال جو جانبین کی رضامندی سے طے ہوجائے اس کے دینے پر شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے اور شوہر اس کو لے کر طلاق دینے پر راضی ہو جائے لیکن شوہر کی رضامندی کے بغیر یہ خلع مشروع نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۰/ ۱۷۳)

وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدی نفسها منه بمال يخلعها به فإذا فعل ذٰلک وقع بالخلع تطليقة بائنة. (هدايه، كتاب الطلاق، باب

الخلع، اشرفی دیوبند ۲/ ۴۰۴، تاتارخانیة زکریا ۵/۵، شامی کراچی ۳/ ۴۴۱، زکریا ۵/۸۷)

وأما ركنه فهو الإيجاب والقبول لأنه عقد على الطلاق بعوض فلا تقع الفرقة ولا يستحق العوض بدون القبول . (بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی رکن الخلع زکریا ۳/ ۲۲۹، کراچی ۳/ ۱۴۵، شامی کراچی ۳/ ۴۴۱، زکریا ۵/ ۸۸)

والخلع جائز عند السلطان وغيره لأنه عقد يعتمد التراضي كسائر العقود وهو بمنزلة الطلاق بعوض. (المبسوط للسرخسی، دار الکتب العلمیة بیروت ۶/ ۱۷۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۱۰۸)

خلع نامہ پر دستخط کرنے سے طلاق کا حکم

سوال [۷۱۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: احمد کی اہلیہ نے احمد سے خلع کی درخواست کی کیونکہ دونوں میں نبھ نہیں رہی تھی، ہندوستانی قانون کا سہارا لے کر بیوی نے پولیس کیس کر دیا، احمد کو پولیس والوں نے گرفتار کر کے کہا کہ تو اپنی عورت کو خلع دے ورنہ جہیز ان ریٹرن قانون کے تحت تمہارے ساتھ معاملہ کیا جائے گا اور بھی دھمکیاں دیں تمہارے گھر والوں کو بھی پکڑا جا سکتا ہے، پولیس کے مجبور کرنے پر احمد نے ایک کاغذ پر دستخط کیے جو خلع نامہ کی شکل میں ہے، اور استفتاء کے ساتھ منسلک ہے، قاضی صاحب کو پولیس اسٹیشن لا کر اس کاغذ پر احمد سے دستخط کرا دیئے گئے، اب احمد یہ جاننا چاہتا ہے کہ آیا اس شکل میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کتنی واقع ہوئی، کیونکہ جس کاغذ پر دستخط ہیں اس کے الفاظ پر آپ بھی غور فرما لیں، جس میں لکھا ہوا ہے کہ طالب خلع ہونے پر ان کے شوہر نے طلاق بائن دے کر اپنی زوجیت سے خارج کر دیا، کیا ان الفاظ کے ساتھ تین طلاق ہو سکتی ہیں؟ اگر بفرض محال اس نے اپنی مرضی سے ہی دستخط کیے ہوں تو کیا

شکل ہوگی؟ اگر چہ احمد کا کہنا ہے، کہ میرا طلاق کا کوئی ارادہ نہیں تھا، لیکن پولیس کے دباؤ میں آکر میں نے خلع نامہ پر دستخط کیے ہیں، جو خلع نامہ اس استفتاء کے ساتھ منسلک ہے اس کے تحت کتنی طلاقیں واقع ہوئیں، اور رجوع کی اب کیا شکل ہے، جبکہ دونوں راضی ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سوالنامہ میں احمد سے مراد خلع نامہ کے میر مکرم علی خاں ہے اور اس نے محض پولیس کے دباؤ پر خلع نامہ پر دستخط کیا ہے، تو اس دستخط کی وجہ سے کوئی حکم شرعی نافذ نہیں ہوگا۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۵/ ۳۸۵، فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۳/ ۱۳۹، جدید زکریا ۸/ ۳۰۹)

رجل أكره بالضرب والحبس على أن يكتب طلاق امرأته فكتب فلانة بنت فلانة امرأته طالق، وفي الحاوي: ولم يعبر بلسانه لا تطلق. (فتاویٰ تاتارخانية زكريا ٤/ ٥٣٢، رقم: ٦٨٤٣، شامي، كتاب الطلاق، قبيل مطلب في مسائل التي تصح مع الإكراه، زكريا ٤/ ٤٤٠، كراچی ٣/ ٢٣٦)

اور اگر اس نے بخوشی دستخط کیا ہے تو خلع کی وجہ سے ایک طلاق بائن واقع ہوگئی ہے، اب اگر طرفین میں ساتھ رہنے کی رضامندی ہے تو بغیر حلالہ کے دونوں کے درمیان تجدید نکاح لازم ہے، اور تجدید نکاح کسی بھی وقت جائز ہے، اور اس نئے نکاح کے بعد پہلے کی طرح زن وشوہر کی زندگی گذارنا جائز ہوگا۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۵/ ۳۸۵)

عن عباس أن النبي صلى الله عليه وسلم جعل الخلع تطليقة بائنة. (سنن الدار قطني كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت ٤/ ٣١، رقم: ٣٩٨٠)

والخلع جائز عند السلطان وغيره لأنه عقد يعتمد التراضي كسائر العقود وهو بمنزلة الطلاق بعوض. (المبسوط للسرخسي، دار الكتب العلمية بيروت ٦/ ١٧٣، فتاویٰ شامي: كتاب الطلاق، باب الخلع كراچی ٣/ ٤٤١، زكريا ٥/ ٨٨، تاتارخانية زكريا ٥/ ٥، رقم: ٧٠٧١، بدائع الصنائع كراچی ٣/ ١٤٥، زكريا ٣/ ٢٢٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۵۸۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۴/۴ھ

خلع نامہ پر شوہر کے دستخط نہ کرنے سے خلع کا حکم

سوال [۷۱۲۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پروین بیگم کا اپنے شوہر دلشاد کے ساتھ دو سال سے تعلق نہیں ہے اور نہ قطعاً اس کی زوجیت میں رہنا چاہتی ہے، پروین کا کہنا ہے کہ دلشاد مجھے دوسرے لوگوں کے ساتھ رہنے کو کہتا ہے اور وہ لوگ شرابی اور بدچلن ہیں، پروین نے اپنے شوہر سے طلاق کا بھی مطالبہ کیا لیکن اس نے طلاق دینے سے انکار کر دیا، پھر اس نے ڈی ایم کے یہاں ایک درخواست ۱۲/فروری ۲۰۰۴ء کو پیش کی جس میں تحریر کیا کہ میرا آج سے دلشاد کے ساتھ میاں بیوی کا تعلق ختم ہوتا ہے اور اس نے اپنا مہر وجہیز وغیرہ معاف کیا اور اس کی شہرت اس نے اپنے پورے قصبہ میں کر دی، وکیل کے واسطے سے خلع کے کاغذات حاصل کر لیے، لیکن اس پر دلشاد کے دستخط اور نشان انگوٹھا نہیں ہے اس کے بعد عدالت میں طلاق کی ڈگری حاصل کرنے کا ایک مقدمہ کیا، چھ تاریخیں پڑیں، لیکن دلشاد کسی تاریخ پر حاضر نہیں ہوا، اور وکیل نے بھی یہ کہہ کر مقدمہ موقوف کر دیا کہ پروین تم کہاں تک مقدمہ لڑوگی وہ تو حاضر ہی نہیں ہوتا، سمن اور وارنٹ جاری کیے وہ اس نے لینے سے انکار کر دیا، اور اب تم فتویٰ منگوا کر اپنا نکاح کرلو، پروین ایک مجبور وبے کس نوعمر لڑکی ہے، اس کے کوئی بچہ بھی نہیں ہے وہ حلال اور شرعی طریقے سے دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہے کیا وہ اس صورت حال میں اپنا نکاح دوسری جگہ کر سکتی ہے، یا نہیں کر سکتی؟ خلع ہوا یا نہیں؟ خلع کے کاغذات پر اس کے دستخط ونشان انگوٹھا ضروری ہے؟ مفصل ومدلل جواب سے نوازیں۔

المستفتی: ریاست علی خاں بدایوں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب شوہر نے خلع کے کاغذات پر دستخط یا انگوٹھا نہیں لگایا اور نہ ہی زبانی طور پر خلع کیا تو اس سے خلع صحیح نہ ہوا، صرف عورت کا یہ کہنا کہ میں

نے مہر اور جہیز معاف کردیا، خلع کے لیے کافی نہیں ہے، شوہر کا اس کو قبول کرنا ضروری ہے، اور چونکہ شوہر نے طلاق بھی نہیں دی لہٰذا پروین بیگم اپنے شوہر دلشاد کے نکاح میں بدستور باقی رہے گی، اس لیے اس کے لیے ایسی صورت میں دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

وأما ركنه فهو الإيجاب والقبول لأنه عقد على الطلاق بعوض فلا تقع الفرقة ولا يستحق العوض بدون القبول . (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في ركن الخلع، زكريا ۳/۲۲۹، كراچی ۳/۱٤٥، شامی كراچی ۳/٤٤١، زكريا ٥/۸۸، تاتارخانية ٥/٥، رقم: ۷۰۷۱، مبسوط للسرخسی، دار الكتب العلمية بيروت ٦/۱۷۳)

وأما نكاح منكوحة الغير و معتدته...... لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا . (شامی، كتاب النكاح، مطلب في النكاح الفاسد كراچی ۳/۱۳۲، زكريا ٤/۲۷٤، هنديه زكريا قديم ۱/۲۸۰، جديد ۱/۳٤٦) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍رجب المرجب ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۵۳۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳/۷/۱۴۲۵ھ

خلع نامہ پر جبراً دستخط کرانے سے طلاق ہوگی یا نہیں؟

سوال [۷۱۲۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رامپور کا رہنے والا افتخار عرف منے اپنی بیوی عاصمہ کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے لیکن رامپور کی ایک شرعی عدالت نے عاصمہ کو خلع دلا دیا جبکہ افتخار خوشی سے خلع کے لیے تیار نہیں ہوا، اور نہ ہی اس نے ان کاغذات پر دستخط یا انگوٹھا لگایا اس سے زبردستی انگوٹھا لگوایا گیا تو کیا عورت کو زبردستی خلع دلایا جاسکتا ہے، اور کیا اس طرح طلاق ہوگی؟

المستفتی: افتخار عرف منے، رامپور

الجواب بعون الملک الوهاب: شریعت میں خلع مال کے عوض میں طلاق دینے کو کہتے ہیں اس سے طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے، صورت مسئولہ میں افتخار عرف

منے نے اگرکسی کے جبر واکراہ شرعی سے خلع نامہ پر انگوٹھا لگایا اور زبان سے الفاظ نہ کہے تو طلاق واقع نہ ہوئی۔

المراد : الإکراہ علی التلفظ بالطلاق فلو أکرہ علی أن یکتب طلاق امرأته لا تطلق. (رد المحتار ۲/ ۴۰۷)

اور اگر بغیر جبر واکراہ شرعی کے افتخار عرف منے نے خلع نامہ پر انگوٹھا لگایا تو طلاق واقع ہوگئی۔

لأن الکتاب کالخطاب.

کتبہ: ممتاز احمد نعیمی غفرلہ الباری
۲۷/ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ
جامعہ نعیمیہ مرادآباد

الجواب صحیح
محمد ایوب نعیمی غفرلہ
۲۷/ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ

دارالافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کا جواب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خلع سے ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہے، لیکن اس طلاق کے لیے شرط یہ ہے کہ شوہر پر زبردستی یا دباؤ کی شکل نہ ہو، لہٰذا اگر شوہر نے اپنے اختیار سے خلع نامہ یا طلاق نامہ پر دستخط یا انگوٹھا نہیں لگایا ہے اور نہ ہی اس نے زبانی طلاق دی ہے تو ایسی صورت میں خلع صحیح نہیں ہوتا، لہٰذا مذکورہ صورت میں دباؤ کے ساتھ خلع نامہ میں انگوٹھا لگوانے کی وجہ سے خلع یا طلاق صحیح نہیں ہوئی۔

وإذا فعل ذٰلک وقع بالخلع تطلیقة بائنة ولزمها المال. (تاتارخانية زکریا ۵/ ۵ رقم ۷۰۷۱)

وکذٰلک کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یمله بنفسه لا یقع به الطلاق إذا لم یقر أنه کتابه. (تاتارخانية زکریا ۴/ ۵۳۱ رقم: ۶۸۴۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۷۵۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲/ ۴/ ۱۴۱۷ھ

محض عورت کے لکھ دینے سے خلع کا حکم

سوال [۷۱۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اور اس کی بیوی کا زید کے والدین سے کچھ جھگڑا ہوا، زید اپنی بیوی کو لے کر اپنی سسرال چلا گیا، وہاں کچھ عرصہ کے لیے بیوی کو رہنے کے لیے چھوڑ دیا زید کے سسر بولے کہ تم اپنا زینہ اپنے والدین سے الگ کر کے رہو، زید بولا، ابھی مکان بننے تھوڑا ٹائم لگے گا، یہ بات ہو کے زید سسرال سے چلا گیا، بیوی اپنے میکہ میں رہی، کچھ ٹائم گذرنے پر زید کے سسر اور ان کے چھوٹے بھائی نے زید کے والد کے پاس آئے بات ہونے پر غصہ شروع ہو گیا، زید کے سسر اور ان کے چھوٹے بھائی نے زید کے والد کو مارنے کے لیے جوتا اٹھا لیا زید یہ دیکھ کر غصہ میں اپنے پر قابو نہیں رکھ سکا اور جوتا لے کر اپنے سسر کے چھوٹے بھائی کو مار دیا، سسر نے جا کر پولیس اسٹیشن میں رپورٹ کی، زید اپنی اس بڑی غلطی پر نادم وشرمندہ ہوا اور سسرال جا کر معافی مانگی، اس وقت سسر صاحب کی والدہ بھی تھیں، ان کے پاؤں پکڑے درمیان میں دوسرے رشتہ داروں نے پڑ کر فیصلہ کرانے کی کوشش کی کہ خاندان کی عزت باقی رہے جس طرح سے بھی ہو سکے چنانچہ رشتہ داروں اور بڑے آدمیوں کے کہنے پر زید کی بیوی کا سامان جہیز اور پیسہ زید کی سسرال والوں کو واپس کیا گیا جس کی وجہ سے زید کے سسر نے پولیس اسٹیشن سے رپورٹ واپس لی، بعد میں بڑے لوگ نے زید کے سسر سے بولے کہ آپ بتلایئے کہ تم اپنی لڑکی کو زید کے پاس بھیجتے ہو یا خلع چاہتے ہو، فوراً اس مسئلہ کو حل کیجئے، زید کے سسر بولے کہ میں اپنی لڑکی کو نہیں بھیجوں گا، مجھے تو خلع چاہیے یہ بول کر زید کے سسر بڑے لوگوں کے پاس سے جا کر اپنے گھر گئے اور قاضی صاحب کو بلا کر لڑکی سے خلع لکھوایا، جس کا مفہوم یہ ہے کہ لڑکی لکھتی ہے: میں فلاں بنت فلاں ہوں، میرا نکاح فلاں تاریخ میں فلاں بن فلاں سے ہوا ہے، اب میں بعض حالات سے مجبور ہو کر اپنے شوہر فلاں ابن فلاں کو خلع دیتی ہوں، فقط۔ اور میں نے شوہر سے چھ ہزار روپئے بھی وصول کیے، اس تحریر کو لے کر کئی روز تک قاضی صاحب زید کو تلاش کرتے رہے، دستخط کرانے کو، ایک اور زید کے دوست بھی اور رشتہ

کے آدمی بھی اس کاغذ کو لے زید کے پاس آئے، کہ اس پر دستخط کردے، تمہاری آپس میں صلح ہو جائے گی، زید کے دوست اور قریبی رشتہ آدمی قاضی صاحب کے مکان پر لے گئے تاکہ دستخط کرائیں، زید نے صاف الفاظ میں قاضی صاحب اور کئی افراد سے بولا، کہ میں اور ہمارے گھر والے خلع پر بالکل راضی نہیں ہیں، موجود افراد بولے یہ کوئی بات نہیں ہے اس میں کیس وغیرہ سے مستغنی ہے، اور تمہارے لیے سو روز کی گنجائش ہے، یہ تم چاہو تو سو روز کے اندر اندر اس کو خوش کر کے پھر اپنی بیوی بنا سکتے ہو، زید اس تحریر کو پڑھنا بھی نہیں جانتا تھا، اور نہ برضا و رغبت دستخط کیے تو تمام عبارات کو از اول تا آخر بغور پڑھ کر بتلائیے کہ زید کی بیوی کو خلع ہو گیا ہے یا نہیں؟ قرآن پاک اور حدیث پاک کی روشنی میں جواب باصواب سے مطلع فرمائیں، اس قسم کی تحریروں سے صرف دستخط کرانے اور ویسے ہی بلا رضا و رغبت سے طلاق ہو سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: بشیر احمد ولد فخر الزماں، اننت پور، اندھرا پردیش

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر زید خلع پر راضی نہیں ہے اور نہ ہی اپنی خوشی سے خلع نامہ لکھا ہے اور نہ ہی لکھوایا ہے اور نہ ہی بیوی کے لکھے ہوئے خلع نامہ کو پڑھ کر یا سن کر بخوشی دستخط کیے ہیں تو زید کی طرف سے خلع نہیں ہوا ہے اور محض بیوی کی تحریر سے شرعاً خلع ثابت نہیں ہوتا ہے، اس لیے مذکورہ تحریر سے میاں بیوی کے نکاح میں کوئی اثر نہیں پڑا، اور بیوی زید کے نکاح میں بدستور باقی ہے۔

والخلع هو من الكنايات فيعتبر فيه ما يعتبر فيها من قرائن الطلاق.

(الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الخلع، كراچی ۳/ ٤٤٤، زكريا ٥/ ٩٢)

وكذا كل كتاب لم يكتبه بخطه و لم يمله بنفسه لايقع الطلاق مالم يقر أنه كتابه. (شامی، كراچی ۳/ ٢٤٧، زكريا ٤/ ٤٥٦، قبيل باب الصريح، تاتارخانية زكريا ٤/ ٥٣١ رقم: ٦٨٤٣) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍ ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۰۵۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۰/۱۲/۴ھ

خلع میں طلاق اور مال کا حکم

سوال [۱۲۵-۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: رابعہ وامیر بالغ زوجین ہیں، رخصتی کے بعد زوجین باہم اتفاق واتحاد سے رہے، مگر کچھ دن بعد رابعہ کو امیر سے اختلاف ہو گیا، اور رابعہ وامیر کے درمیان کسی گھریلو ونجی معمولی مسئلہ پر تکرار ہو گئی، اور نوبت مار پیٹ تک آ گئی، ۲۶؍جون ۱۹۸۹ء کو رابعہ امیر کی عدم موجودگی میں شوہر سے اجازت لیے بغیر اپنے میکہ چلی گئی، ۲؍جولائی ۱۹۸۹ء کو رابعہ نے ایک مختصر سے مجمع میں امیر سے طلاق کا مطالبہ کیا، امیر نے طلاق سے انکار کرتے ہوئے مفاہمت ومصالحت کی تجویز رکھی، جسے رابعہ نے ماننے سے انکار کیا، امیر نے دوسری تجویز رکھی کہ طلاق کے معاملہ کو فی الحال ملتوی کر دیا جائے، ممکن ہے کہ دونوں کے درمیان رضامندی کے حالات پیدا ہو جائیں، مگر رابعہ نے اس تجویز کو بھی رد کرتے ہوئے طلاق پر اصرار کیا۔

امیر نے طلاق سے انکار کرتے ہوئے خلع کی تجویز رکھی، جسے رابعہ نے تسلیم کرتے ہوئے اپنے قلم سے مجمع میں مندرجہ ذیل تحریر لکھی:

میں ’’رابعہ بی المعروف احمد نساء بیگم بنت محمد علی خاں ساکن مقام فلاں اپنے شوہر امیر احمد خاں ولد عزیز احمد خاں ساکن مقام فلاں سے ۲؍نومبر ۱۹۸۸ء کے نکاح کی بنیاد پر مبلغ ۲۵؍ ہزار روپئے اور دوسرے مطالبات اگر بذمہ شوہر واجب ہوں کہ عوض خلع طلب کرتے ہوئے طلاق حاصل کرنے کی درخواست کرتی ہوں۔

رابعہ بی المعروف احمد نساء بیگم، زوجہ امیر احمد خاں

گواہ اول گواہ دوم

مندرجہ بالا خلع نامہ ایک عالم دین نے مجمع کو پڑھ کر سنایا جس کے جواب میں امیر نے مندرجہ ذیل تحریر اپنے قلم سے لکھی:

میں امیر احمد خاں ولد عزیز احمد خاں ساکن مقام فلاں اپنی زوجہ رابعہ بی المعروف احمد نساء بیگم کے خلع طلب کرنے پر مہر مبلغ ۲۵؍ ہزار روپئے اور دوسرے مطالبات اگر میرے ذمہ

واجب ہوں، اس کے عوض ۲ / نومبر ۱۹۸۸ء کو ہونے والے نکاح کو اپنی زوجیت سے الگ کرتے ہوئے طلاق بائن یعنی دوطلاق دیتا ہوں، ہوش وحواس کی حالت میں۔

امیر احمد خاں ولد عزیز احمد خاں

گواہ اول گواہ دوم

چند وضاحتیں اور حقائق:

(۱) خلع نامہ تحریر کرتے وقت رابعہ کی صرف دس ہزار روپئے مہر کی رقم امیر کے ذمہ واجب تھی، جس کی دستاویزات خود رابعہ کے پاس تھی، جس کی قبولیت کا اس نے مجمع میں اقرار کیا۔

(۲) رابعہ نے تحریروں کے تبادلہ کے وقت یا بعد میں امیر کو بقیہ رقم مبلغ ۱۵ / ہزار روپئے کی ادائیگی تسلیم نہ کرتے ہوئے طلاقوں کی قبولیت کا اقرار نہیں کیا۔

(۳) رابعہ نے ادائیگی بدل خلع ومعاوضہ طلاق ادا کرنے یا قبولیت کے لیے کوئی مہلت طلب نہیں کی۔

(۴) رابعہ کے کچھ مطالبات بطور قرض اور بطور کچھ سامان امیر احمد کے ذمہ واجب تھے۔

(۵) رابعہ نے مذکورہ تحریر کے لکھنے کے چند روز بعد ہی گواہ دوم سے اس سامان کو امیر سے منگوانے وبھجوانے کا تقاضہ کیا، جو وہ گھر چھوڑ گئی تھی۔

(۶) امیر معاوضۂ طلاق وبدل خلع چھوڑنے پر آمادہ نہیں۔

(۷) امیر کی تحریر سے رابعہ اور اس کے گھر والے مطمئن ہیں کہ رابعہ کو طلاق ہوگئی اور وہ بعد عدت آزاد ہوجائے گی جب کہ امیر کا خیال ہے کہ رابعہ پر طلاق ہی واقع نہیں ہوئی۔

برائے مہربانی مذکورہ دستاویزات وحقائق کی روشنی میں مدلل ومفصل بیان فرمائیں، اور جواب دیں کہ شرعاً وقضاءً کیا رابعہ کو طلاق ہوگئی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شرعاً وقضاءً رابعہ پر طلاق ہوچکی ہے، لیکن رابعہ پر شوہر کے دیئے ہوئے ۱۵ / ہزار روپیہ واپس کرنا واجب ہوگا۔

فإن طلقها على مال فقبلت وقع الطلاق ولزمها المال، وتحته في

الفتح: و قوله فقبلت وقع الطلاق أي غير متوقف على الأداء ولزمها المال فيطالبها به الخ. (فتح القدير، كتاب الطلاق، باب الخلع، دار الفكر بيروت ٤/٢١٨، ٢١٩، كوئٹه ٤/٦٤، زكريا ٤/١٩٦)

إذا علمت ذٰلک، فنقول: إذا قال لها! على أن تعطيني كذا فهو تعليق على فعل مستقبل صالح للمعاوضة فيشترط قبولها ليلزمها المال، فصار كأنه علقه على القبول إذ به يحصل غرضه من الطلاق بعوض فتطلق بالقبول و إن لم تعطه في الحال. (شامي، باب الخلع، مطلب في الفرق بين المصدر الصريح والمؤول، كراچی ٣/٤٦٢، زكريا ٥/١١٩)

قال محمد في الاصل: إذا قال الرجل لامرأته: أنت طالق بألف درهم، فقبلت طلقت و عليها ألف درهم.(تاتارخانية زكريا ٤/٦٠٠ رقم: ١٠٣٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ربیع الاول ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۶۸۵)

خلع کی ایک صورت

سوال [۷۱۲۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک لڑکی جس کا نام ناز انجم ہے وہ اپنے شوہر محمد اسلم سے خلع چاہتی ہے اور اپنی سسرال والوں پر الزام یہ رکھتی ہے کہ وہ مجھ پر ظلم وزیادتی کرتے ہیں، محمد اسلم کو جب اس پر متنبہ کیا گیا تو وہ یہ کہتے ہیں کہ مجھ کو ایک موقع اور دیدیا جائے میں اپنی بیوی کو کوئی تکلیف نہیں ہونے دوں گا، لیکن لڑکی اپنی ضد پر ہے کہ اب تو مجھ کو خلع چاہیے، اور لڑکی کا مہر ۲۰؍ ہزار روپئے نصف معجّل اور نصف مؤجل سکہ رائج الوقت ہے، اور لڑکی کا جہیز بھی لڑکے والوں کے یہاں پر ہے، جو کہ موجود ہے اور جو سامان لڑکے والوں نے لڑکی کو شادی کے وقت دیا تھا وہ بھی لڑکی والوں کے پاس ہے جو کہ موجود ہے، اب ان حالات میں خلع کے معاملہ میں واپسی

سامان جہیز اور مہر کی ادائیگی کی کیا صورت حال ہوگی؟

المستفتی: محمد نعیم ابراہیم ہاؤس، محلّہ پیرغیب مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب شوہر ایک موقع اور دیئے جانے کی درخواست کررہا ہے تو لڑکی اور لڑکی والوں پر لازم ہے کہ اس کو ایک موقع مزید دیدیں ورنہ لڑکی اور لڑکی والے گنہگار ہوں گے، اس لیے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں کے درمیان دوبارہ محبت و موافقت پیدا فرمادے۔

﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِنْ اَهْلِهَا اِنْ يُرِيْدَا اِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا.﴾ [النساء: ۳۵]

اور اگر خلع ہی کرنا ہے تو بیس ہزار روپیہ جو مہر قرار پایا ہے اس میں سے جو کچھ لڑکی نے وصول کیا ہے وہ شوہر کو واپس کردے اور جو وصول نہیں ہوا ہے وہ معاف کردے، اور شوہر کو اس کے ذریعہ خلع پر راضی کیا جائے، اور اگر شوہر پورا مہر اور تمام سامان جہیز کے بدلہ میں طلاق دینے یا خلع کرنے پر راضی ہے اور اس کے بغیر راضی نہیں ہے اور لڑکی کی مرضی بھی سب کچھ چھوڑ کر جان چھڑانے پر ہے تو پورا مہر اور سامان جہیز کے بدلہ میں خلع کرنا صحیح اور درست ہے، البتہ شوہر کے لیے مہر سے زائد لینا کراہت کے ساتھ جائز ہوگا۔

وإن كان النشوز منها كرهنا له أن يأخذ منه أكثر مما أعطاها، وفي رواية الجامع الصغير: طاب الفضل أيضا لإطلاق ما تلونا بداءً. (هدايه، كتاب الطلاق، باب الخلع، اشرفي ديوبند ۲/ ٤٠٤)

وكره أخذ أكثر مما أعطاها من المهر إن نشزت المرأة. (مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ۲/ ۱۰۲، تاتارخانية زكريا ۵/۸، رقم: ۷۰۷۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍صفر ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۲۵۴۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۲/۲/۱۲ھ

کیا کورٹ کا خلع معتبر ہے؟

سوال [۷۱۲۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مرد طلاق دیتا ہے اور عورت اپنے مرد سے خلع لیتی ہے اگر کسی عورت نے کورٹ سے خلع لے لی تو کیا وہ جائز ہے، بغیر کسی شرعی عذر کے مثلاً نہ ہی وہ مرد اپنی بیوی کو مارتا ہے، اور نہ ہی وہ نامرد ہے، اس لیے کہ اس مرد نے دوسری شادی کی تو اس کے ۳/ یا ۴/ بچے ہیں مرد کسی حال میں اسے طلاق دینا نہیں چاہتا تھا، کیا خلع لینے کے بعد بھی وہ مرد سے مہر کی رقم وصول کرسکتی ہے؟

المستفتی: عبدالقیوم کلکتہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دوسری شادی کرنے کا حق مرد کو ہر وقت ہے، اس پر روک لگانے کا حق موجودہ بیوی یا کسی اور کو نہیں ہے اور کورٹ کا خلع جو شوہر کی مرضی کے بغیر ہوا ہے شرعاً معتبر نہیں ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۲/۱۵۱)

﴿ **فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ**. [النساء: ۳] ﴾

﴿ **وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا**. [النساء: ۱۴۱] ﴾

لم ينفذ حكم الكافر على المسلم. (شامی، کتاب القضاء، باب التحکیم، کراچی ٥/٤٢٨، زکریا ٨/١٢٦)

نیز اگر مہر پر خلع کرلیا جائے تو عورت کو مہر طلب کرنے کا حق نہیں۔

وإن طلقها على مال فقبلت وقع الطلاق ولزمها المال. (هدایه، باب الخلع، اشرفی دیوبند ٢/٤٠٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۱۱/ربیع الاول ۱۴۱۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۹۰۷)	۱۱/۳/۱۴۱۵ھ

بوقت خلع شوہر کا معاشرہ کی معیاری رقم سے زیادہ مطالبہ کرنا

سوال [۷۱۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زینت کا نکاح حارث کے ساتھ ہوا، کچھ نا اتفاقی کی بنا پر خانہ جنگی ہوگئی، درمیان میں جو لوگ تھے، انہوں نے پوری کوشش کی لیکن حالات درست نہیں ہوئے، مجبور ہو کر زینت نے چند باعزت حضرات کے ذریعہ حارث کو یہ اطلاع کرائی کہ میں اپنا مہر اور سامان جہیز آپ کو چھوڑتی ہوں میرا کوئی مطالبہ نہیں ہوگا، مجھ کو آزاد کردو، طلاق دیدو، میرا نباہ آپ کے ساتھ نہیں ہوسکتا، اس کے جواب میں حارث نے ان حضرات کو اپنے بہنوئی کے ذریعہ یہ اطلاع کی کہ زینب یا اس کے والدین مبلغ ایک لاکھ روپئے نقد اور دیں تو میں زینب کو اپنے نکاح سے آزاد کردوں گا، طلاق دیدوں گا، زید کا بیان ہے کہ از روئے شرع حارث کو حق حاصل ہے کہ مزید روپئے کا مطالبہ کرے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرع حارث کو یہ حق دیتی ہے کہ وہ مہر، جہیز کے بعد رقم کا بھی مطالبہ کرسکتا ہے یا نہیں؟ شرع کی روشنی میں جواب سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: محمد عمر شاہجہاں پور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی صورت میں شوہر کو خلع پر راضی کرلیا جائے اور خلع کی شکل یہ ہے کہ مہر یا طے شدہ روپئے کے ذریعہ شوہر سے آزادی حاصل کرنے کی پیش کش کی جائے، اور شوہر اس پر راضی ہوجائے اور ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کسی خاص مقدار رقم پر جانبین متفق ہوجائیں، اور اس رقم کی ادائیگی کی شرط پر طلاق دی جائے، اور شوہر کے لیے یہ زیب نہیں ہے کہ معاشرہ کے معیار سے زیادہ نقد پیسہ کا مطالبہ کرے بلکہ ایک خاص حد میں رہ کر مطالبہ کا حق ہے، لہٰذا اگر ایک لاکھ روپئے کی ادائیگی عورت اور عورت کے خاندان کے لیے ناگزیر ہے تو اتنی رقم کا مطالبہ مناسب نہیں ہے، اور اگر ایک لاکھ روپئے کی ادائیگی ناگزیر نہیں ہے تو ایک لاکھ کے مطالبہ کی گنجائش ہوسکتی ہے۔

و إن طلقها على مال فقبلت، وقع الطلاق ولزمها المال . (هدایه، کتاب الطلاق، باب الخلع اشرفی دیو بند ۲/ ٤٠٥)

وإن كان النشوز منها كرهنا له أن ياخذ منه أكثر مما أعطاها، وفی رواية الجامع الصغير: طاب الفضل أيضا لإطلاق ما تلونا بد اءً. (هدایه، اشرفی دیو بند ۲/ ٤٠٤)

وكره أخذ أكثر مما أعطاها من المهر إن نشزت المرأة. (مجمع الأنهر، دار الکتب العلمية بيروت ۲/ ۱۰۲، تاتارخانية زكريا ٥/ ٨ رقم: ٧٠٧٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۲۸۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/ ۶/ ۱۴۲۲ھ

زوجین کی رضامندی سے طلاق ومہر کا حکم

سوال [۷۱۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرا نکاح شاہانہ پروین ولد انتظار حسین سے ہوا تھا، اب طلاق ہو رہی ہے، طلاق کے لیے دونوں راضی ہیں لڑکی اپنی سسرال نہیں آئی، اس صورت میں وہ اپنے مہروں کی حقدار ہے یا نہیں؟

المستفتی: دلدار حسین نئی بستی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر رخصتی سے قبل طلاق دی جا رہی ہے تو اگر لڑکی کی طرف سے خلع ہو رہا ہے تو نصف مہر کو بدل خلع قرار دے کر خلع کیا جا سکتا ہے اور لڑکی کو کچھ نہ ملے گا، اور اگر شوہر خود طلاق دے رہا ہے تو ایسی صورت میں نصف مہر لڑکی کو ملے گا۔

﴿قال الله تعالیٰ: وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّا اَنْ يَعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَ الَّذِیْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ. [البقرة: ۲۳۷]﴾

عن ابن عباسؓ فی قوله تعالیٰ: ’’وإن طلقتموهن من قبل أن تمسوهن الخ، فهو الرجل يتزوج المرأة وقد سمى لها صداقا، ثم يطلقها من قبل أن يمسها، والمس الجماع فلها نصف الصداق وليس لها أكثر من ذٰلک. (السنن الكبریٰ للبیهقی، دارالفکر بیروت ۱۱/۴۷ رقم: ۱٤۸۳٥)

ويجب نصفه بطلاق قبل وطئ أو خلوة. (در مختار، کتاب النکاح، باب المهر، کراچی ۳/۱۰٤، زکریا ٤/۲۳٥)

وإن طلقها قبل الدخول والخلوة فلها نصف المسمى. (هدایه، اشرفی دیوبند ۲/۳۲٤)

وللمطلقة قبل الدخول نصف المفروض. (تاتارخانیة، زکریا ٤/۲۲۰ رقم: ٦۰۲۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ ؍ربیع الاول ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۶۷۳/۳۳)

عورت کب خلع کا مطالبہ کرسکتی ہے

سوال [۷۱۳۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) عورت کو خلع کا حق کب حاصل ہے؟

(۲) کیا رخصتی سے قبل بھی عورت شرعاً خلع لے سکتی ہے یا نہیں؟

(۳) اگر عورت مرد سے خلع مانگ رہی ہے مگر مرد اس کو نامنظور کررہا ہے خواہ کسی بھی وجہ سے ہو، ایسی صورت میں وہ عورت کیا کرے، دوسری جگہ نکاح بھی نہیں کرسکتی، شرعاً کب تلک انتظار کرے گی؟ کب تک یہ نکاح قائم رہے گا، اور کس تک وقت انتظار کرنے کے بعد عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے؟ ابھی رخصتی بھی نہیں ہوئی؟

(۴) اگر کسی کا نکاح ہو گیا ہے، مگر رخصتی نہیں ہوئی ہے، رخصتی کی تقریب کو ہر بار کسی نہ کسی بہانے سے ٹالا جا رہا ہے، پھر لڑکی کے سرپرست حضرات کی جانب سے، عدالت عالیہ سے اس لڑکے پر جھوٹے الزامات لگا کر خلع کی درخواست کی جاتی ہے، اور لڑکے کو عدالت میں داخل بھی نہیں ہونے دیا جاتا ہے، اپنے اثر ورسوخ کے ذریعہ اور جھوٹے وعدے کیے جاتے ہیں، لڑکی کے سرپرست حضرات کی جانب سے اور لڑکا غیر ملکی ہے، اور ان تمام معاملات سے لڑکا و لڑکی بخوبی واقف ہیں، لڑکی لڑکے کے لائے ہوئے تحائف بھی لیتی ہے، مگر نہ معلوم کس وجہ سے عدالتی کاروائی جو جھوٹے الزامات لگا کر داخل کی گئی ہے اس پر دستخط کر دیتی ہے، اور خلع کی درخواست عدالت عالیہ میں پیش کرتی ہے، اور عدالت عالیہ چونکہ لڑکے کی غیر حاضری پر عدالت یکطرفہ فیصلہ سناتی ہے، لڑکی عدالت عالیہ میں خلع حاصل کرلیتی ہے جبکہ اس خلع میں لڑکے کی مرضی شامل نہیں ہے، عدالت میں دائر کردہ مقدمہ بھی جھوٹا ہے، کیا ایسی صورت میں شرعاً خلع واقع ہوا ہے یا نہیں؟ کیا یہ خلع شرعاً درست ہے، یا شرعاً نکاح باقی ہے، کیا لڑکا لڑکی دوبارہ پھر ملنا چاہیں تو کسی کفارہ کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اور دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا یا نہیں؟۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) جب میاں بیوی کے درمیان نباہ نہ ہو اور جانبین کے لوگ دونوں کو سمجھا بھی چکے ہوں مگر پھر بھی دونوں کے درمیان اتفاق نہ ہو پایا اور شوہر بیوی پر مستقل ظلم کرتا رہتا ہو، اور طلاق بھی نہیں دیتا ہے تو ایسی صورت میں شوہر کو مال دے کر آزادی حاصل کرلی جائے تو اس کو شرعاً خلع کہتے ہیں، شوہر کی طرف سے ظلم وتعدی نہ ہو تو بلاوجہ بیوی کو خلع کا مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہے۔

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ فَلَا تَعْتَدُوْھَا وَمَنْ یَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ. [البقرۃ: ۲۲۹]**﴾**

عن عکرمۃ عن ابن عباس أن امرأۃ ثابت بن قیس أتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ،

فقالت: یارسول الله! ثابت بن قیس ما أعتب علیه فی خلق و لا دین، ولکنی أکره الکفر فی الإسلام فقال رسول الله ﷺ: أتردین علیه حدیقته قالت: نعم، قال رسول الله ﷺ: أقبل الحدیقة وطلقها تطلیقة. (صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب الخلع، ۲/۷۹٤، رقم: ۵۰۷٤، ف: ۵۲۷۳)

وإن تشاق الزوجان وخافا أن لا یقیما حدود الله فلا بأس بأن تفتدی نفسها منه بمال یخلعها. (هدایه، کتاب الطلاق، باب الخلع، اشرفی دیوبند ۲/٤۰٤، تاتارخانیة زکریا ۵/۵ رقم: ۷۰۷۱)

(۲) رخصتی سے قبل چونکہ مذکورہ واقعہ میں بیوی کے درمیان نااتفاقی کی بات کا سوال نہیں ہے اور نہ شوہر کی طرف سے کوئی ظلم وتعدی کا ثبوت ہے اس لیے رخصتی سے قبل لڑکی کو خلع حاصل کرنے کا حق نہیں ہے، کیونکہ شوہر کے ظلم وتعدی سے نجات کے لیے خلع مشروع کیا گیا ہے۔

﴿قال الله تعالیٰ: **فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ یَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ.** [البقرة: ۲۲۹]﴾

میں اسی کو بیان کیا گیا ہے۔

(۳) اگر شوہر کی طرف سے ظلم وتعدی نہیں ہے تو ایسی صورت میں عورت کو خلع مانگنے کا حق نہیں ہے، اور اگر ایسی صورت میں شوہر خلع پر آمادہ نہ ہو اور نہ ہی طلاق دیتا ہو تو اسی شوہر کی ماتحتی میں رہنا عورت پر واجب ہے، اگر عورت شوہر کے پاس نہ جائے تو زندگی بھر کسی دوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی، وہ بدستور اسی شوہر کی بیوی رہے گی، البتہ اگر شوہر اس پر ظلم کرتا ہے اور طلاق بھی نہیں دیتا ہے تو خلع مانگنے کا حق ہے، اور اگر شوہر خلع پر بھی راضی نہیں ہے تو عورت شرعی عدالت میں اپنا معاملہ پیش کر کے آزادی حاصل کرسکتی ہے۔ (مستفاد: الحیلة الناجزة قدیم ۶۱، جدید ۱۰۰)

(۴) رخصتی سے قبل شوہر کی طرف سے چونکہ کوئی تعدی نہیں ہوئی ہے اس لیے خلع حاصل کرنے کا حق لڑکی کو نہیں ہے اور عدالت عالیہ چونکہ غیر شرعی ہے اس کا خلع اور طلاق

شرعی طور پر معتبر نہیں ہے، غیر شرعی عدالت کے خلع کے بعد بھی لڑکی بدستور شوہر کے نکاح میں باقی رہے گی ۔(مستفاد: ایضاح النوادر۲/ ۱۵۱-۱۵۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۹۲۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۳/۱۴۱۵ھ

شوہر طلاق نہ دے تو بیوی کیا کرے؟

سوال [۷۱۳۱]: (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زینب کی شادی زید سے ہوئی، زینب زید کے پاس چار ماہ رہی اور اس کے بعد سے زینب اپنے میکے میں رہ رہی ہے، اور زینب قریب چھ سال سے میکہ میں رہ رہی ہے، زید نہ تو زینب کو لاتا ہے نہ لانے کی بات کرتا ہے اور نہ ہی زینب کو خرچ دیتا ہے، نہ آزاد کرتا ہیں، اس درمیان میں زینب بہت پریشانی میں ہے، لہٰذا زینب چاہتی ہے کہ زید مجھ کو آزاد کردے، تا کہ میں دوسری شادی کرلوں، اور اپنی زندگی گذار سکوں، لہٰذا آپ سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: منظور احمد اعظمی ،محلّہ اسلام پور ڈیہہ، بھاگلپور بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر زید اپنے پاس رکھنا نہیں چاہتا ہے اور نہ ہی طلاق دیتا ہے تو خلع وغیرہ کے ذریعہ سے زید سے تفریق حاصل کرلی جائے اس کے بعد ہی دوسری جگہ نکاح ہوسکتا ہے، اور اگر زید خلع بھی نہیں کرتا ہے تو محکمہ شرعیہ میں اپنا معاملہ پیش کردے وہاں سے شرعی فیصلہ ہوجائے گا۔ (مستفاد: الحیلۃ الناجزۃ قدیم ۶۱، جدید ۱۰۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍رمضان ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۶۱۱)

خلع کے ذریعہ علیٰحدگی حاصل کرنا

سوال [۷۱۳۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک عورت ہے اس کی پہلی شادی ہوئی اس سے ۶/ بچے ہوئے، چار لڑکیاں ہیں، اور دو لڑکے کچھ افراد نے اس کی دوسری جگہ شادی کرادی، بعد میں معلوم ہوا کہ شوہر انتہائی ظالم ناکردار ہے چونکہ پہلے شوہر کے بچے بڑے ہوگئے ہیں، اس لیے یہ موجودہ شوہر کہتا ہے کہ مجھے کچھ نہیں کرنا اب تو میں پڑ کر کھاؤں گا، اور مارتا پیٹتا ہے بے انتہا ظلم کرتا ہے اس شوہر سے بھی دو لڑکیاں ہیں اب اگر وہ عورت اس سے چھٹکارا پانا چاہے تو شریعت کی رو سے اس کی کیا صورت ہے، اب وہ عورت اس سے عاجز آچکی ہے، اور کسی بھی حالت میں اس کے ساتھ رہنے کو گوارہ نہیں کرتی ہے اس عورت کے دوسرے شوہر پر دس ہزار روپیہ ہیں وہ مل سکتے ہیں یا نہیں؟۔

المستفتی: عزیز الرحمٰن مغلپورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ عورت پر اگر واقعتاً ظلم ہورہا ہے تو شوہر سے جان چھڑانے کے لیے خلع کی پیش کش کرسکتی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ. [البقرة: ۲۲۹] ﴾

وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدى نفسها بمال يخلعها به وفى الزاد: و إذا فعل ذٰلک وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال. (تاتارخانية، زكريا ۵/۵ رقم: ۷۰۷۱، هدايه اشرفى ديوبند ۲/ ۴۰۴)

اور اگر شوہر نہ طلاق دیتا ہے، اور نہ خلع پر تیار ہے اور نہ ہی ظلم وتعدی سے باز آتا ہے تو عورت اپنا معاملہ شرعی عدالت میں پیش کردے تو عدالت شرعیہ معاملہ کی اصلیت کی تحقیق کے

بعد فیصلہ کردے گی۔ (مستفاد: الحیلۃ الناجزۃ قدیم ۶۱، جدید ۱۰۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۹۳۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/ ۳/ ۱۴۱۵ھ

نبھاؤ نہ ہونے کی وجہ سے مہر معاف کر کے طلاق دینا

سوال [۷۱۳۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں اپنے شوہر سے طلاق چاہتی ہوں، کیونکہ میرے شوہر نہایت، بدمزاج اور لڑتے جھگڑتے ہیں، میرے ساتھ شوہر اور سسرال والوں کا رویہ قابل قبول نہیں ہے، میری زندگی ایک دوزخ بن گئی ہے، میرا ان کے ساتھ زندگی گذارنا ناممکن ہے، کسی طرح کا نبھاؤ نہیں ہوسکتا اب میں سسرال جانا نہیں چاہتی ہوں، ان حالات میں کیا مجھے طلاق ہوسکتی ہے، تاکہ پہاڑ جیسی زندگی کو مستقبل میں خوشگوار بنا سکوں شریعت کی روشنی میں جواب دیں؟

المستفتی: شہلا جبیں ولد حاجی شکیل احمد، رحمت نگر، کرولہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بہتر یہی ہے کہ آپ اپنے شوہر کے ساتھ کسی بھی طریقے سے نبھاؤ کی شکل اختیار کریں اور دونوں ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت کرتے ہوئے زندگی گذاریں لیکن اگر کسی بھی طرح نبھاؤ کی صورت نہیں ہے اور شوہر طلاق دینا نہیں چاہتا ہے اور آپ علیٰحدگی پر مصر ہیں، تو ایسی صورت میں آپ کے لیے یہ گنجائش ہے کہ آپ اپنا مہر معاف کر کے شوہر سے خلع حاصل کرلیں اور درمیان میں معتبر لوگوں کو ڈال کر مہر کی معافی پر طلاق حاصل کریں عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح کر کے باعصمت زندگی گذاریں۔

﴿قال اللہ تعالیٰ: **فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ.** [البقرة: ۲۲۹]﴾

وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدی نفسها بمال يخلعها به وفی الزاد: وإذا فعل ذٰلک وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال. (تاتارخانية، زكريا ٥/٥ رقم: ٧٠٧١، هدايه اشرفی ديوبند ٢/ ٤٠٤)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍صفر المظفر ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴۲۰/۲۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹؍صفر المظفر ۱۴۲۴ھ

جب ازدواجی زندگی گذارنا دشوار ہوجائے تو خلع کا حکم

سوال [۷۱۳۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زینب کی شادی زید کے ساتھ عرصہ قریب آج سے ۱۳؍سال پہلے شریعت محمدی کے مطابق ہوئی تھی، شادی کے بعد زینب اپنے شوہر کے گھر آتی جاتی رہی، اسی دوران ایک لڑکی کی ولادت زید کے گھر زینب سے ہوئی بعد ازاں مابین حالات ناخوشگوار رہنے لگے، اور زید نے اپنی بیوی زینب کو مختلف طریقے سے اذیتیں پہنچا کر ستانا شروع کر دیا، زید کے اس بدلے ہوئے کردار کو دیکھ کر زینب بذات خود اور اس کے میکے والوں نے آپسی بات چیت کے ذریعہ حالات کو بہتر بنانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن سوء اتفاق حالات جوں کے توں ہیں بلکہ زید کے مذکورہ ظالمانہ کردار میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے، اور زینب تنگ آکر بچی کو لے کر میکے چلی آئی۔

پھر چند ایام کے بعد اس نے سوچا اور اس نے اپنی زندگی کو بربادی سے بچانے کی خاطر زید کی طرف سے تمام ظلم وستم کو بالائے طاق رکھ کر آخری کوشش یہ بھی کی کہ وہ میکہ سے زید کے گھر چھوٹی سی بچی کو لے کر خود ہی چلی گئی اس پر زید نے صلہ یہ دیا کہ گھر کے ہر فرد کے پیر پکڑ کر معافی منگوائی اور خود سے آجانے کا ناجائز فائدہ اٹھا کر پھر سے مار پیٹ کا سلسلہ شروع کر دیا اور ایک دن اس نے آخر مار پیٹ کر زینب کو گھر سے نکال ہی دیا، یہ اذیت ناک واقعہ ۲۷؍مئی ۱۹۹۷ء کی صبح قریب چھ بجے پیش آیا، اس پر لوگوں سے رہا نہ گیا اور ہر طرف

سے مجبور ہوکر متعلقہ تھانہ میں رپورٹ درج کرائی، پولیس نے زید کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا، چند دن بعد جب وہ جیل سے گھر آیا تو یہ کہنا شروع کیا کہ جو ہونا تھا وہ ہوگیا اب ہم نہ لائیں گے اور نہ ہی طلاق دیں گے، اسی طرح زینب کی زندگی برباد کر ڈالیں گے، لیکن اس کے باوجود زینب اور اس کے میکے والوں نے دوبارہ آپسی بات چیت کے ذریعہ صلح کی پھر کوشش شروع کی لیکن حل کا کوئی راستہ نہ نکلا، نیز کچہری میں ایک مقدمہ جہیز کا دوسرا گذارہ کا چلتا رہا اور آج بھی چل رہا ہے، دورانِ مقدمہ بھی صلح کی کوشش کی گئی، بالآخر جہیز والے مقدمہ میں زید کو ۱۱/ جولائی ۲۰۰۳ء کو ۲/ سال کی قید کی سزا متعلقہ کچہری کے جج نے سنائی جس کے تحت زید قریب ۶/ ۷/ مہینہ جیل خانہ میں بھی رہا، بعدہٗ بذریعہ ہائی کورٹ کے اسٹے سے ضمانت پر رہا ہوا، چونکہ اس طویل مدت یعنی ۱۹۹۷ء سے ۲۰۰۴ء تک جب بھی زینب کی طرف سے صلح کی کوشش کی گئی تو زید نے یہی جملہ بار بار دہرایا اور دہرا رہا ہے کہ میں گذری ہوئی کوئی بات بھولا نہیں ہوں میرے اندر انتقامی جذبہ آج بھی موجود ہے، میں بدلہ لے کر رہوں گا، اسی لیے میں طلاق نہیں دے رہا ہوں، تاکہ کسی طرح زینب پھندے میں آئے اور میرا مقصد پورا ہو۔

محترم! زید کے مذکورہ وحشیانہ اور درندگانہ ارادے کو دیکھتے ہوئے زینب بھی یہ خوف کھا رہی ہے کہ اور یقین کے ساتھ یہ کہہ رہی ہے کہ اب میرا گذر زید کے گھر میں کسی طرح نہیں ہوسکتا اور مجھے جان کا خطرہ ہے اس لیے میں اب کسی طرح وہاں نہیں جاسکتی، اور زینب مکمل آٹھ سال سے اپنے میکہ میں اپنی نابالغ بچی کے ساتھ کسی طرح زندگی کے لمحات گذار رہی ہے۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ اگر زید مکر وفریب کے ذریعہ زینب کو اپنے گھر لانا ہی چاہے تب بھی زینب کسی طرح تیار نہیں ہے، اور خطرات محسوس کرتے ہوئے یہی کہہ رہی ہے کہ ہرگز ہرگز نہیں جاسکتی، آنجناب سے گذارش ہے کہ مذکورہ حالات کے پیش نظر شریعت کی روشنی میں زینب کو زید سے چھٹکارہ کی کوئی شکل ہو تو تحریر فرمائیں تاکہ زینب زید کے ظلم وجبر سے نجات پاسکے۔

المستفتی: محمد معروف قاسمی غفرلہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اب اگر دونوں کے درمیان خوشگوار زندگی کی

امید نہیں ہے اور زینب زید کے یہاں جانا نہیں چاہتی تو زینب مہر معاف کر کے یا کچھ روپیہ دے کر زید سے خلع یا طلاق حاصل کر کے آزاد ہوسکتی ہے۔

عن أبی سعید قال: أرادت أختی تختلع من زوجها، فأتت النبی ﷺ مع زوجها فذکرت له ذٰلک، فقال لها رسول الله ﷺ: تُرَدِّین علیه حدیقته ویطلقک قالت: نعم، وأزیده، فقال لها الثانیة: تُرَدِّین علیه حدیقته ویطلقک، قالت: نعم، و أزیده، فقال لها الثالثة: قالت: نعم، و أزیده فخلعها، فردت علیه حدیقته و زادته. (السنن الکبریٰ للبیهقی، الطلاق، باب الوجه الذی تحل به الفدیة، دار الفکر بیروت ۱۱/۱۸۱، رقم: ۱۵۲۲۰)

﴿**قال الله تعالیٰ: فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ یَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ.** [البقرة: ۲۲۹]﴾

وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا یقیما حدود الله فلا بأس بأن تفتدی نفسها بمال یخلعها به وفی الزاد: وإذا فعل ذٰلک وقع بالخلع تطلیقة بائنة ولزمها المال.

(تاتارخانیة، زکریا ۵/۵، رقم: ۷۰۷۱، هدایه، اشرفی دیوبند ۲/۴۰۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۱۷ر محرم الحرام ۱۴۲۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۲۰۳)	۱۷/۱/۱۴۲۵ھ

عورت طلاق لینے پر بضد ہو تو شوہر کیا کرے؟

سوال [۷۱۳۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری شادی محمد تسلیم ولد عبد العزیز ساکن نئی بستی کے ہمراہ شاداب اختر ولد عبد الحق محلّہ پختہ باغ سے مؤرخہ ۱۶ر فروری ۱۹۹۷ء دس ہزار روپیہ معجّل اور دس ہزار غیر معجّل طے ہوئے تھے، شادی کے فوراً بعد دونوں میں شکوک کی بنا پر اختلاف پیدا ہو گیا جس کو لڑکے نے تمام غلطیاں اپنی

مان کر اور روبرو پنچ محافظ اللہ تعالیٰ اور رسول چاہتے ہوئے لڑکی کو بلانے کا مطالبہ کیا مگر افسوس کسی طرح بھی لڑکی آنے کو تیار نہ ہوئی، اور طلاق ہی کا مطالبہ کرتی رہی، حالات کی نزاکت میں پنچوں نے مہر کی ادائیگی سے متعلق علماء دین سے شریعت ودین کی روشنی میں جواب چاہا ہے۔

نوٹ: لڑکی کے رشتہ دار اور والدین وغیرہ اپنی طرف سے اپنی لڑکی کی درخواست کو ہی ترجیح دے رہے ہیں، اپنے اوپر کسی طرح کے معاوضہ کا صاف انکار کر رہے ہیں۔

المستفتی: محمد یاسین نئی بستی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر لڑکی طلاق لینے پر بضد ہے تو وہ اپنا سارا مہر معاف کر کے شوہر کو طلاق پر آمادہ کرے اور خلع حاصل کرے نیز اگر شوہر زبان سے طلاق دے تو تین طلاق ہرگز نہ دے، بلکہ صرف ایک طلاق دیدے تاکہ لڑکی عدت گذار کر دوسری جگہ شادی کر لے یا سمجھ میں آجائے تو اپنے شوہر سابق سے دوبارہ نکاح کر سکے۔

﴿**قال اللہ تعالیٰ: فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ.** [البقرة: ۲۲۹]﴾

وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدى نفسها بمال يخلعها به. (تاتارخانية، زكريا ٥/٥ رقم: ٧٠٧١، هدايه اشرفى ديوبند ٢/٤٠٤)

إذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله أن يتزوجها فى العدة وبعد انقضائها. (هنديه، زكريا قديم ١/٤٧٢، جديد ١/٥٣٥، هدايه، اشرفى ديوبند ٢/٣٩٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍محرم الحرام ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۱۴۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/۱/۱۴۱۸ھ

لڑکا طلاق پر راضی نہ ہو تو خلع کی شکل اختیار کریں

سوال [۷۱۳۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: زید کا فاطمہ سے نکاح ہوا، رخصتی ہونے سے قبل لڑکی کے خاندان اور لڑکے کے خاندان والوں سے آپس میں رنجش اور لڑائی ہوگئی جس کی وجہ سے لڑکی کو گھر والوں نے رخصت نہیں کیا، اور لڑکی کے گھر والوں کا کہنا ہے کہ فاطمہ اپنی سسرال نہیں جانا چاہتی ہے اور لڑکے والے چاہتے ہیں کہ طلاق کسی طریقہ سے ہوجائے تو لڑکی والوں کے لیے طلاق پر اصرار کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: وحید الدین پرتا بگڈھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ سے واضح ہوتا ہے کہ لڑکے اور لڑکی کے درمیان کوئی رنجش نہیں ہے، بلکہ صرف دونوں خاندانوں میں اختلاف ہے اس لیے لڑکی والوں کو چاہیے کہ عزت و وقار کے ساتھ رخصت کردیں اور اگر لڑکی والے طلاق ہی لینا چاہتے ہیں تو اس کے لیے یہ شکل ہوسکتی ہے کہ لڑکے کو خلع پر راضی کرلیں اور وہ بخوشی خلع کرنے پر تیار ہوجائے اور زور زبردستی کر کے طلاق لینے کا حق نہیں ہے۔

وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا یقیما حدود الله فلا بأس بأن تفتدی نفسها بمال یخلعها به لقوله تعالیٰ: فلا جناح علیهما فیما افتدت به الخ.

(تاتارخانیة زکریا ٥/٥ رقم: ٧٠٧١، هدایه، کتاب الطلاق، باب الخلع اشرفی دیوبند ٢/٤٠٤)

والخلع جائز عند السلطان وغیره لأنه عقد یعتمد التراضی کسائر العقود. (المبسوط للسرخسی، دار الکتب العلمیة بیروت ٦/١٧٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰ر محرم الحرام ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۸۰۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۰/۱/۱۴۱۵ھ

شرابی طلاق نہ دے تو خلع کے ذریعہ تفریق حاصل کرنے کا حکم

سوال [۷۱۳۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری لڑکی جس کا نام مہر النساء ولد انظار حسین ساکن محلہ دیوان بازار، مراد آباد کا

ہوں، میں نے ۱۲/ جولائی ۹۴ءکو اپنی لڑکی مہر النساء کا عقد بنام رفعت حسین ولد بشارت حسین کے ساتھ کر دیا تھا، مگر رخصتی نہیں ہوئی تھی، اور نہ آج تک رخصتی ہوئی، مجھے ۱۲/ جولائی کے بعد معلوم ہوا ہے کہ لڑکا ہیروئن کا نشہ کرتا ہے جس کی میں نے پوری پوری تصدیق و تحقیق کرلی ہے ایسی حالت میں لڑکے کے اس عمل کے بعد لڑکی کو رخصت کرنا اس کی زندگی سے کھیلنا ہے تو ایسے حالات میں طلاق حاصل کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ اور لڑکا طلاق نہ دے تو کیا کیا جائے؟

المستفتی: منشی انظار حسین، دیوان بازار، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر واقعی یہ صحیح ہے کہ بوقت نکاح لڑکے کے نشہ کرنے کا علم نہیں تھا اور عقد نکاح ہوچکنے کے بعد اس کا علم ہوا ہے تو ایسی صورت میں اس لڑکے سے طلاق کا مطالبہ جائز اور درست ہے، جیسا کہ شامی کی اس عبارت سے واضح ہوتا ہے:

زوج بنته من رجل ظنه مصلحا لا يشرب مسكرا فإذا هو مدمن فقالت بعد الكبر: لا أرضى بالنكاح إن لم يكن أبوها يشرب المسكر ولا عرف به وغلبة أهل بيتها مصلحون فالنكاح باطل بالاتفاق. (شامی، کتاب النكاح، باب الكفاءة، زكريا ٤/ ٢١٤، کراچی ٣/ ٨٩)

ایسی صورت میں خلع کے ذریعہ سے الگ ہوجانے کی کوشش کی جائے۔

﴿قال الله تعالىٰ: فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ. [البقرة: ٢٢٩] **﴾**

خافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدى نفسها بمال يخلعها به. (تاتارخانية، زكريا ٥/ ٥ رقم: ٧٠٧١، هدايه اشرفى ديوبند ٢/ ٤٠٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰/ ذیقعدہ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۲۴۲)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳۰/ ۱۱/ ۱۴۱۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۵ باب الطلاق علی المال

لڑکی والوں کے مطالبۂ طلاق پر مہر اور دیگر اخراجات نہ دینے کی شرط لگانا

سوال [۷۱۳۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کی شادی ہندہ سے دو سال پہلے ہوئی تھی مگر ہندہ شروع ہی سے کہہ رہی ہے کہ میں زید کے گھر میں نہیں رہوں گی، اور اس بارے میں کافی لوگوں کی پنچایت بھی ہو چکی ہے، اس پنچایت میں ہندہ اور اس کے والدین نے یہی کہا ہے کہ ہماری لڑکی اس کے گھر نہیں رہے گی، اور زید سے طلاق مانگ رہے ہیں، لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر ہندہ کو طلاق ہوئی تو کیا زید ہندہ کا مہر ادا کرے گا، جبکہ ہندہ اور اس کے وارثین کی طرف سے ہی طلاق کی مانگ ہے، لہٰذا درخواست ہے کہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت فرمائیں اور اس صورت میں طلاق کے بعد عدت کا خرچ شوہر کو دینا پڑے گا یا نہیں؟

المستفتی: عبدالستار عمر پور پالکی، شیر کوٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر لڑکی اور لڑکی والے طلاق لینے پر مصر ہیں تو لڑکے کو اس شرط پر طلاق کو معلق کرنے کا اختیار ہے کہ مہر اور عدت کا خرچ معاف کر دیں، اور طلاق کے بعد پھر کسی چیز کا مطالبہ لڑکی والے نہ کریں۔

وإن طلقها على مال فقبلت وقع الطلاق، ولزمها المال لأن الزوج يستبد بالطلاق تنجيزا و تعليقا وقد علقه بقبولها (إلى قوله) وكان الطلاق بائنا. (هدايه، كتاب الطلاق، باب الخلع، اشرفی ديوبند ۲/۴۰۵)

قال محمد فی الأصل: إذا قال الرجل لامرأته: أنت طالق بألف

درهم فقبلت طلقت وعليها ألف درهم. (تاتارخانية زكريا ٤/ ٦٠٠ رقم: ٧٠٣٧)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ر شوال المکرّم ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۷۹۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۱۰/۱۶ھ

مہر اور دیگر اخراجات کی معافی کی شرط پر طلاق دینا

سوال [۷۱۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہندہ اپنے شوہر کے ساتھ زندگی گذارنے کو کسی بھی طرح تیار نہیں ہے، ہندہ کے والد صاحب، بھائی وغیرہ بھی طلاق چاہتے ہیں، ایک لڑکا بھی ہے، جس کی عمر قریب ڈھائی سال ہے اس طرح کے حالات میں شوہر کے اوپر مہر، نان ونفقہ کا خرچ وغیرہ دینا لازم ہے یا نہیں، جب کہ شوہر کسی بھی طرح طلاق دینے پر رضامند نہیں ہے، وہ اپنے ساتھ اپنی بیوی کو ہر طرح سے رکھنے کو تیار ہے؟

المستفتی: دلشاد احمد، کسرول مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہندہ کا بلاوجہ شوہر کی طرف سے ظلم وزیادتی کے بغیر اس کے پاس رہنے سے انکار کرنا عظیم ترین گناہ ہے، ایسی صورت میں ہندہ نافرمان اور ناشزہ کہلائے گی، اور شوہر کو طلاق پر مجبور کرنا انتہائی بے غیرتی اور بے شرمی کی بات ہے، مزید دونوں کا ایک بچہ ہے تو طلاق لے کر اس بچہ کو یتیم بنانا ایک دوسرا ظلم ہے، شوہر کو بھی چاہیے کہ بیوی کو محبت سے رکھے تاہم اگر ہندہ طلاق پر مصر ہے تو شوہر کو یہ حق ہے کہ مہر کی معافی اور دیگر خرچ واخراجات کے مطالبہ نہ کرنے کی شرط پر طلاق دیدے اور باقاعدہ اسٹامپ پیپر پر پہلے سب چیز لکھوا کر اس کے بعد طلاق دے تاکہ بعد میں کوئی مطالبہ کا جھگڑا نہ اٹھے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۳/ ۳۵۱-۳۵۲)

المعتبر في إيجاب النفقة احتباس ينتفع به الزوج بالوطئ أو الدواعي.

(الدر المنتقى فى شرح الملتقى، كتاب الطلاق، باب النفقة، دار الكتب العلمية بيروت ٢/١٨٠)

وإن طلقها على مال فقبلت وقع الطلاق، ولزمها المال وكان الطلاق بائنا. (هـنـديـه، الباب الثامن فى الخلع، الفصل الثالث فى الطلاق على المال، زكريا قديم ١/٤٩٥، جديد ١/٥٥٤، هدايه، اشرفى ديوبند ٢/٤٠٥)

وقال لها بعت منك مهرك بتطليقة فقالت: اشتريت يقع بائنا.

(تاتارخانية زكريا ٥/١٠ رقم: ٧٠٨٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۵۱۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۱۱/۱۳ھ

مہر اور عدت کے خرچہ کی معافی کے عوض طلاق

سوال [۷۱۴۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کی بیوی مجلس کے سامنے اپنی غلطی کا اقرار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ میں اپنے شوہر سے خلع چاہتی ہوں، زید کی بیوی نے اپنے شوہر سے طلاق لینے کے عوض دین مہر جو بھی خرچ ہے، معاف کردیا ہے، گواہوں کے ساتھ تحریر دی، اپنے شوہر سے طلاق لینے کی بار بار گذارش کرتی تھی، بیوی اپنے رہنے کو یعنی اس کو اپنے ساتھ رکھنا نہیں چاہتی، اس پر زید نے بھی حیران و پریشان ہوکر بیوی کے کہنے کے مطابق تین طلاق دیدی، زید بیوی کے ہاتھ کا کھانا پینا سب حرام سمجھتا ہے، اور بیوی بھی، علماءِ دین شریعت کی روشنی میں بتائیں کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

(۲) خرچ دینے کا حقدار زید ہے یا بیوی، اور بیوی دین مہر کا حق دار ہے یا نہیں؟ وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں؟

المستفتی: محمد بشیر رامپوری، متعلم مدرسہ شاہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ صورت میں بیوی پر تین طلاق واقع ہو

گئیں۔(مستفاد:احسن الفتاویٰ ۵/ ۳۸۱)

کما فی الهداية: أن يطلقها ثلاثا بكلمة واحدة أو ثلاثا فی طهر واحد فإذا فعل ذٰلک وقع الطلاق. (هدايه، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، اشرفی ديو بند۲/ ۳۵۵)

بیوی نے جب طلاق کے عوض میں دین مہر اور جو بھی خرچ ہے اس کی معافی کی تحریر لکھ کر دیدی ہے تو دین مہر کی حقدار نہیں ہے، لیکن دوران عدت اس کے لیے نفقہ ضروری ہے۔ (مستفا:احسن الفتاویٰ ۵/ ۳۷۸)

وإذا اختلعت بكل حق لها عليه فلها النفقة مادامت فی العدة لأنها لم يكن لها حق حال الخلع. (الشامی، كتاب الطلاق، باب الخلع كراچی ۳/ ٤٤٤، زكريا ٥/ ٩٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۲۶؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر:۳۲/ ۴۹۲۳)	۲۶/ ۶/ ۱۴۱۷ھ

نافرمان بیوی کو طلاق نہ دے کر خلع کرنا

سوال [۱۴۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرا نکاح اپنی تایا زادی سے ڈھائی ماہ قبل ہوا تھا، شادی کے بعد میری بیوی نے ہر بار حق زوجیت ادا کرتے وقت ناگواری، بدتمیزی اور بدکلامی کی، جس کو میں کچھ دن برداشت کرتا رہا، پھر میں نے اس کے والدین سے شکایت کی، انہوں نے بھی سمجھایا اور پھر سوا ماہ قبل حق زوجیت کی ادائیگی کے وقت بدکلامی اور گالی گلوج کی اس پر اس کے ۴/۵ ؍تھپڑ مار دیئے اور وہ ناراض ہوکر اپنے میکہ چلی گئی اور بلانے پر طلاق کا مطالبہ کر دیا، عورت کے خود طلاق مانگنے پر شرع کا کیا حکم ہے، میں طلاق نہیں دینا چاہتا، وہ سوا ماہ سے اپنے میکہ میں ہے اور آنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے، مجھے کیا کرنا ہوگا اور حدیث وشرع کا کیا حکم ہے؟ رہبری فرمائیں۔

المستفتی: محمد جمال شمسی، محلّہ بھٹی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو بیوی شوہر کی زوجیت میں رہ کر اس کے حقوق کی ادائیگی میں گریز کرے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں، اور بیوی پر یہ حکم ہے کہ شوہر جس وقت اور جب بھی ہم بستری کے لیے بلائے تو فوراً آجانا لازم ہے، اور اگر شدید مصروفیت میں مشغول ہو تب بھی سب کچھ چھوڑ کر شوہر کے پاس آجانا واجب ہے ورنہ بیوی سخت ترین گناہ گار ہوتی ہے۔

إذا الرجل دعا زوجته لحاجته فلتأته و إن كانت على التنور. (ترمذی شريف، كتاب الرضاع، باب ما جاء فی حق الزوج على المرأة، النسخة الهندية ۱/ ۲۱۹ دار السلام رقم: ۱۱۶۰)

نیز مذکورہ صورت میں عورت نافرمان ہے، لہٰذا اگر وہ علیحدگی چاہتی ہے تو شوہر پر طلاق دینا لازم نہیں ہے بلکہ مہر وغیرہ کے بدلہ خلع پر شوہر کو تیار کرنے کی کوشش کرسکتی ہے۔

﴿**قال الله تعالىٰ: فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ.** [البقرة: ۲۲۹]﴾

وإذا تشاقا الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعها به. (هدايه، اشرفی دیوبند ۲/ ۴۰۴، تاتارخانية، زكريا ۵/ ۵، رقم: ۷۰۷۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍ رجب ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۷۵۸)

بیوی کے طلاق کے مطالبہ پر شوہر کا مہر معاف کرانا

سوال [۷۱۴۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اگر لڑکی خود ہی طلاق کا مطالبہ کرے تو کیا شوہر مہر نہ دینے کی شرط پر طلاق دے

سکتا ہے، خلع کی کیا شکل ہے؟

المستفتی: راشد حسین، محلّہ آزادنگر میاں کالونی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب عورت خود ہی طلاق کا مطالبہ کررہی ہے تو شوہر کو اس طرح کی شرط لگانے کا حق ہے کہ عورت مہر معاف کردے اور خلع کی شکل یہ ہوتی ہے کہ میاں بیوی کے درمیان نبھاؤ کی کوئی شکل نہ ہوسکے اور شوہر طلاق بھی نہ دے تو مال فدیہ دے کر عورت جان چھڑانے کے لیے پیش کش کرے اور شوہر اس کو قبول کرے تو ایسی صورت میں ایک طلاق بائن شوہر کی طرف سے واقع ہوجاتی ہے، البتہ خلع کی شکل میں صراحت کے ساتھ طلاق کے الفاظ استعمال کرنا لازم نہیں ہے، صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ میں نے تیرے ساتھ اتنے مال پر خلع کرلیا یا میں نے تجھے بری کردیا، یا میں نے تجھے جدا کردیا، یا میں نے تجھے بائنہ کردیا ہے وغیرہ الفاظ سے خلع والی طلاق واقع ہوجائے گی، اور طلاق علی المال کی صورت میں ایک طلاق صریح بائن واقع ہوتی ہے اور اس میں صراحت کے ساتھ لفظ طلاق استعمال کرنا لازم ہے، اور طلاق صریح کے باوجود بائن اس لیے پڑتی ہے کہ عورت کی طرف سے جو مال دیا جارہا ہے وہ شوہر کے اختیار سے باہر ہونے کے لیے دیا جاتا ہے، اور یہ بات بائنہ کے بغیر ثابت نہیں ہوتی۔

أما إذا وقع الخلع على مهرها فإن لم يكن مقبوضا لها سقط عنها. (سكب الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، كتاب الطلاق، باب الخلع، دار الكتب العلمية بيروت ٢/١٠٥)

وإذا تشاقا الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعها به. (هدايه، اشرفی ديوبند ٢/٤٠٤، تاتارخانية، زكريا ٥/٥، رقم: ٧٠٧١)

وأما بيان كيفية هذا النوع فنقول: له كيفيتان: إحداهما أنه طلاق بائن؛ لأنه من كنايات الطلاق و أنها بوائن عندنا، ولأنه طلاق بعوض، وقد ملك الزوج العوض بقبولها فلا بد وأن تملك هي نفسها تحقيقا

للمعاوضة، ولا تملك نفسها إلا بالبائن فيكون طلاقا بائنا، ولأنها إنما بذلت العوض لتخليص نفسها، عن حبالة الزوج ولا تتخلص إلا بالبائن لأن الزوج يراجعها في الطلاق الرجعي، فلا تتخلص و يذهب مالها بغير شيئ وهذا لايجوز فكان الواقع بائنا. (بدائع الصنائع، زكريا ديوبند ۳/ ۲۲۸، كراچی ۳/ ۱۴۵)

وكذا الطلاق على مال أى أنه أيضا من الصريح و إن كان الواقع به بائنا. (شامی کراچی ۳/ ۳۰۷، زکریا ۴/ ۵۴۱) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍رجب المرجب ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۷۵۱)

بیوی کے مطالبۂ طلاق پر معافی مہر کی شرط لگانے کا حکم

سوال [۷۱۴۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرا نکاح تقریباً چار ماہ پہلے ۱۷ر فروری ۲۰۱۳ء کو شرع وسنت کے ساتھ مسجد میں ہوا تھا اور مہر پچیس ہزار روپئے تھا، میری زوجہ میرے ساتھ دو مہینہ دس دن رہی، اس بیچ ہم لوگ تقریباً دس دن کے لیے بمبئی بھی گئے، اور پندرہ بیس دن وہ میکے میں بھی رہی، کل ملا کر اب وہ بمبئی سے آ کر تیسرے دن ۳۰؍اپریل کو اپنے میکے چلی گئی جواب تک نہیں آئی اس بیچ میرے رشتہ داروں نے بلانے کی کوشش کی، لیکن انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ لڑکی کو لڑکا پسند نہیں اور ہم لوگ علیٰحدگی چاہتے ہیں لیکن میں اس کے لیے تیار نہیں تھا، اب اس کو گئے ہوئے ڈیڑھ مہینے سے زیادہ ہو گیا ہے اور لڑکی کی جانب سے غلط اور بے بنیاد الزام لگا کر پولیس میں درخواست لگادی جہاں مجھے طلب کرلیا گیا، اس کے بعد اپنی بیوی کی مرضی اور اس کی خواہش کا احترام کر کے بہت دکھ کے ساتھ اگر میں اس کو علیٰحدہ کروں تو کیا مجھے اس کا مہر دینا ہوگا؟ یا جو تحفے نکاح کے کئی دن کے بعد میں نے دئے، یا میرے گھر والوں نے اس کو دیئے وہ مجھے واپس لینے چاہیے؟ کیونکہ اس کا سونے چاندی کا سامان اور میری طرف کا سامان سب اسی کے پاس

ہے، باقی جہیز کے طور پر جو سامان ملا تھا کچھ کپڑوں کے علاوہ میرے پاس ہے؟

المستفتی: شاویز الرحمٰن ولد فضل الرحمٰن شیدی سرائے مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بیوی علیٰحدگی اختیار کرنے پر مصر ہے تو آپ کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ آپ علیٰحدگی میں شرط لگادیں کہ جو مہر باندھا گیا ہے اسے معاف کردے اور جو آپ کے دیئے ہوئے زیورات وغیرہ سامان ہیں وہ سب آپ کو واپس کردے، طلاق دینے کے واسطے آپ کے لیے یہ شرط رکھنا شرعاً جائز ہے، مگر ان کے یہاں سے آیا ہوا جہیز کا جو سامان ہے وہ جس حالت میں بھی ہو واپس کر دینا آپ پر لازم ہوگا، اور چونکہ وہ اپنے مطالبہ سے طلاق مانگنے پر مصر ہے اور شوہر کی طرف سے کوئی ظلم نہیں ہے؛ لہٰذا ایسی صورت میں شرعی طور پر عورت ناشزہ شمار ہوتی ہے، اس لیے عدت کا خرچہ دینا بھی آپ پر شرعی طور پر لازم نہیں ہوگا۔

وإن طلقها علی مال فقبلت وقع الطلاق ولزمها المال …… وكان الطلاق بائنا. (هدايه، كتاب الطلاق، باب الخلع، اشرفی ديوبند ۲/ ۴۰۵، هنديه، زكريا قديم ۱/ ۴۹۵، جديد ۱/ ۵۵۴)

وإن نشزت فلا نفقة لها. (هدايه، اشرفی ديوبند ۲/ ۴۳۸ باب النفقة)

ولا نفقة للناشزة مادامت على تلك الحالة. (تاتارخانية زكريا ۵/ ۳۶۵ رقم: ۸۲۱۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ رشعبان ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۰۲۲۳)

پہلی بیوی کے والد کے طلاق کے مطالبہ پر مہر معاف کرنے کی شرط لگانا

سوال [۷۱۴۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرا نکاح لگ بھگ چار سال پہلے ہوا تھا، میری منکوحہ آج سے لگ بھگ دو ماہ

پہلے اپنے میکہ سے کسی غیر مرد کے ساتھ فرار ہوگئی تھی جو آج تک واپس نہیں آئی اور نہ ہی اس کی کوئی خبر آئی، ہمارے دولڑکے ہیں جس میں سے ایک چھوٹا ہے،جس کی عمر چھ ماہ ہے، جسے وہ اپنے ساتھ لے گئی اور دوسرا جس کی عمر تقریباً ڈھائی سال ہے میرے پاس ہے، میں نے پندرہ روز پہلے نکاح کرلیا ہے اب میری پہلی بیوی کی والدہ مجھ سے جہیز طلب کررہی ہیں، میں جہیز دینے کو تیار ہوں، اور طلاق بھی دینا چاہتا ہوں،لیکن میرے تین مطالبات ہیں، میں مہر معاف کرانا چاہتا ہوں، عدت کا خرچہ معاف کرانا چاہتا ہوں، وہ میرا تقریباً ۱۵/ ہزار روپیہ کا زیور لے گئی ہے اس کی قیمت چاہتا ہوں، اب اس کی غیر موجودگی میں کیا سارے کام انجام دیئے جاسکتے ہیں؟

المستفتی: محمد شارق لاجپت نگر، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: طلاق دینے کے لیے جو شرائط اور مطالبات آپ نے رکھے ہیں، شرعی طور پر جائز اور درست ہیں۔

ولو قال أنت طالق علی ألف فقبلت طلقت وعلیها الألف وهو کقوله أنت طالق بألف. (هدایه، کتاب الطلاق، باب الخلع اشرفی دیوبند ۲/ ۴۰۷)

قال محمد فی الأصل: إذا قال الرجل لامرأته: أنت طالق بألف درهم فقبلت طلقت وعلیها ألف درهم وکذٰلک إذا قال أنت طالق علی ألف درهم. (تاتارخانیة زکریا ٤/ ٦٠٠ رقم: ٧٠٣٧)

مگر آپ یاد رکھیں کہ طلاق کے مطالبہ کا حق آپ کی بیوی کے والدین کو نہیں ہے، بلکہ خود بیوی کے مطالبہ پر ہی طلاق دی جائے اور نہ ہی بیوی کی اجازت کے بغیر اس کے جہیز کا سامان دینا چاہیے، ورنہ بعد میں پریشانیاں آپ پر آسکتی ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ شوال ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۴۶۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱/۱۰/ ۱۴۱۸ھ

منجانب سسرال مطالبۂ طلاق پر مہر نہ دینے اور مقدمہ میں خرچ شدہ رقم لینے کی شرط لگانا

سوال [۷۱۴۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری شادی دوسال قبل ہوئی اورلڑکی والوں نے میرے اوپر مقدمہ کردیا، جس کی وجہ سے میں بہت زیادہ پریشان ہوگیا اور اس مقدمہ میں میرے تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپیہ خرچ ہوئے،اس درمیان میں اس لڑکی سے ایک لڑکا بھی پیدا ہوا جوایک ماہ کے اندرانتقال کرگیا، اور اس درمیان میں لڑکی کی والدہ یہ کہہ کرلڑکی کو لے گئی کہ اس کے والدکی طبیعت خراب ہے، کچھ دن رہ کر کے پھرآ جائے گی ایک سال سے زیادہ ہوگیا ہے اس کومیکہ گئے ہوئے،اس درمیان کئی مرتبہ بلانے کے لیے گیا لیکن اس کی والدہ نے بہانہ بازی کر کے آنے نہیں دیا تو پھر میں نے مرادآباد میں بلانے کا دعویٰ کورٹ میں کردیا، اوراب وہ لوگ آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فیصلہ کرلو،لڑکی رہنا نہیں چاہتی، ان حالات میں مہر کا روپیہ میں دینے کا ذمہ دار ہوں یا نہیں، کیونکہ طلاق تو وہ خود مانگ رہی ہے،حالانکہ میں اس کورکھنا چاہتا ہوں، اورمقدمہ میں جوڈیڑھ لاکھ روپیہ خرچ ہوئے اس کا ذمہ دارکون ہوگا؟ اورلڑکی کی والدہ یہ بھی کہتی ہے کہ اگرتم نے طلاق نہیں دی تو میں اس کی شادی کسی اور سے کردوں گی تو اس صورت میں اس لڑکی کا نکاح کسی اور سے جائز ہے یا نہیں،اوروہ لڑکی بغیر میری مرضی کے خلع کرواسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد سجاد، پیرزادہ،مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لڑکی کی ماں یااس کے خاندان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ بلاکسی ظلم وزیادتی اورشرعی وجہ کے شوہر سے لڑکی کے واسطہ طلاق کا مطالبہ کرے اس طرح ضد پرآکرطلاق لینے پرلڑکی والے سخت گنہگار رہوں گے، اورشوہر کومہرکی معافی کی شرط لگانے کا حق ہے، اورشوہر سے طلاق لیے بغیر دوسری جگہ نکاح کرنا ناجائز اورحرام ہوگا، اوراس دوسرے مرد کے ساتھ رہنا بدکاری اور زنا کاری ہوگی۔

أيما امرأة سالت زوجها الطلاق من غير بأس حرم الله عليها أن تريح رائحة الجنة. (المستدرك، مكتبه نزار مصطفى الباز بيروت ۱۰۶۰/۳ رقم: ۲۸۰۹، مسند الدارمي، دار المغني بيروت ۱۴۵۷/۳، رقم: ۲۳۱۶)

وإن كان النشوز من قبلهاطاب له قدر المهر باتفاق الروايات. (تاتارخانية زكريا ۸/۵، رقم: ۷۰۷۵)

أما نكاح منكوحة الغير و معتدته -إلى- لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا. (شامي، كتاب النكاح، مطلب: في النكاح الفاسد، كراچی ۱۳۲/۳ زكريا ۲۷۴/۴)

اگر طلاق پر دباؤ ڈالتے ہیں تو شوہر کو حق ہوگا کہ مقدمہ میں جو خرچ ہوا ہے اس کے خرچہ کا مطالبہ کرے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۲۷؍محرم الحرام ۱۴۲۴ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۸۹۱/۳۶)	۱۴۲۴/۱/۲۷ھ

طلاق دینے کے لیے رقم کی شرط لگانا

سوال [۷۱۴۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چند سال قبل حامد حسن نے شبنم جہاں سے عقد کیا جس سے ایک لڑکی ہوئی، لیکن ماں کے گھر جانے کے بعد شبنم جہاں کے والدین اس کو حامد حسن کے گھر بھیجنے سے انکار کر رہے ہیں اور وہ خود بھی آنے کے لیے تیار نہیں جبکہ حامد حسن اس کو لانا چاہتا ہے، اور شبنم جہاں کے رشتہ دار طلاق کا مطالبہ کر رہے ہیں، اگر ان کے مطالبہ پر حامد حسن طلاق پر رضا مند ہو جائے اور کچھ زائد رقم کی شرط لگائے تو یہ کیسا ہے؟ نیز مہر اور جہیز کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: احمد حسن، سنبھل مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر حامد حسن کی طرف سے کوئی شرعی ظلم نہیں ہے،

پھر بھی شبنم جہاں حامد حسن کے پاس آنے کے لیے تیار نہیں ہے، تو حامد حسن کے لیے بطور خلع یا بطور طلاق علی المال مناسب زائد رقم وصول کرنا جائز ہوگا۔

قال الله تعالیٰ: ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ یَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ. [البقرة: ۲۲۹]﴾

وإذا تشاقا الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعها به. (هدایه، کتاب الطلاق، باب الخلع اشرفی دیوبند ۲/ ۴۰۴، تاتارخانیة زکریا ۵/ ۵ رقم: ۷۰۷۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶؍ محرم الحرام ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/ ۳۲۹۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۶/ ۱/ ۱۴۱۴ھ

طلاق علی المال کی ایک صورت

سوال [۷۱۴۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مسماۃ شاہ جہاں بیگم عرف بدھوا اپنے شوہر مختار احمد سے طلاق چاہتی تھی لیکن شوہر نے شرط لگائی کہ اگر مسماۃ مذکورہ اس کو مہر معجّل میں ملا ہوا مکان اس کے حق میں بذریعہ بیع نامہ واپس کردے، تو وہ طلاق دے دیگا، طلاق خلوت سے قبل عمل میں آئی ہے، لہٰذا مسماۃ مذکورہ نے شرط منظور کرتے ہوئے مکان جو اس کو مہر معجّل کی شکل میں بذریعہ بیع نامہ اس کے سسر نے دیا تھا شوہر کو بذریعہ بیع نامہ بغیر کسی رقم کے لیے ہوئے واپس کردیا ہے، مہر ایک ہزار روپئے مقرر ہوا تھا، نصف مہر معجّل اور نصف مؤجل، مہر مؤجل اس کو ملا ہی نہیں اور طلاق ہو گئی، ایسی حالت میں مذکورہ بیع نامہ واپسی کے ذریعہ مختار احمد کل ملکیت کے مالک مانے جائیں یا کسی جزء کے؟ شرعی حکم سے مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

نوٹ: دارالافتاء سے ۵؍ شعبان ۱۴۱۴ھ کو ایک فتویٰ لیا جاچکا ہے لیکن اس میں بیع

نامہ واپسی سے متعلق کوئی سوال وجواب نہیں تھا۔

المستفتی: عتیق الرحمٰن قریشی اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ خلع یا طلاق علی المال کی صورت ہے ایسی صورت میں شوہر اس مکان کا مالک بن جائے گا جو بیوی نے طلاق کے عوض شوہر کو دیا ہے، لہٰذا شوہر مختار احمد واپس شدہ مکان کا مالک ہوگا۔

وإن طلقها علی مال فقبلت وقع الطلاق و لزمها المال. (هدایه، کتاب الطلاق، باب الخلع، اشرفی دیوبند ۲/ ۴۰۵، هندیه زکریا قدیم ۱/ ۴۹۵، جدید ۱/ ۵۵۴)

إذا قال الرجل لإمرأته: أنت طالق بألف درهم فقبلت طلقت و علیها ألف درهم. (تاتارخانية ،زكريا ٤/ ٦٠٠ رقم: ٧٠٣٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۶ر محرم الحرام ۱۴۱۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۸۱۹)

بیوی طلاق لینے پر مصر ہو تو کیا کریں؟

سوال [۷۱۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری شادی ۱۱ر جون ۲۰۰۰ء کو ہمراہ سازیہ پروین ہوئی تھی، جس کا مہر مبلغ بیس ہزار روپیہ طے ہوا تھا، شادی کے کچھ ماہ بعد ہی لڑکی نے تکرار شروع کردیا اور خود وہ طلاق مانگنے لگی گھر پر رک گئی، میں طلاق دینا نہیں چاہتا، لیکن وہ ہر ایک سے طلاق کے لیے کہتی ہے اور طرح طرح کی دھونس دباؤ دیتی ہے کہ میں سب گھر والوں کو جیل بھیجوا دوں گی اور فوجداری پر آمادہ ہے اب لڑکی پیدا ہوئی ہے۔

مندرجہ بالا حالات میں لڑکی زبردستی طلاق مانگ رہی ہے ایسی صورت میں مہر کی رقم ادا کرنی ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ سامان وغیرہ سب واپس ہورہا ہے۔

لڑکی (بچہ) کی پرورش کرنے کا کس کا حق ہے۔

المستفتی: محمد محفوظ قریشی، محلّہ فیل خانہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) جب شوہر طلاق دینا نہیں چاہ رہا ہے، اور بیوی طلاق لینے پر مصر ہے تو ایسی صورت میں شوہر کو یہ حق ہے کہ وہ طلاق دینے پر یہ شرط لگائے کہ پہلے مہر معاف کرو پھر مہر معاف کرنے کی شرط پر طلاق دیدے یا خلع کی شرط لگائے۔

إن طلقها علی مال فقبلت وقع الطلاق ولزمها المال وکان الطلاق بائنا . (عالمگیری، الباب الثامن فی الخلع، الفصل الثالث فی الطلاق علی المال، زکریا قدیم ۱/۴۹۵، جدید ۱/۵۵۴، هدایه اشرفی دیوبند ۲/۴۰۵)

فإن خالعها علی مال أو علی ما فی ذمته من المهر و شرط علی نفسه لها مالا یجعل ذٰلک استثناء من بدل الخلع. (شامی، قبیل باب الظهار کراچی ۳/۴۶۵، زکریا ۵/۱۲۳)

(۲) اگر طلاق ہوجاتی ہے تو لڑکی کی پرورش کرنے کا حق ماں کو حاصل ہے اس کا خرچہ باپ کو دینا ہوگا لیکن یہ بات اس وقت تک ہے جب تک ماں دوسری جگہ نکاح نہ کرے، اگر دوسری جگہ نکاح کرلے تو باپ کو یہ حق حاصل ہوگا، کہ بچی کو اپنے پاس واپس لے لے۔

والأم والجدة أحق بالجاریة حتی تحیض. (عالمگیری، کتاب الطلاق، الباب السادس عشر فی الحضانة زکریا قدیم ۱/۵۴۲، جدید ۱/۵۹۳)

ولو تزوجت الأم بزوج آخر و تمسک الصغیرة معها، أم الأم فی بیت الراب، فللأب أن یأخذها منها صغیرة عند جدة تخون حقها. ،(عالمگیری، زکریا قدیم ۱/۵۴۱، جدید ۱/۵۹۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱؍صفر ۱۴۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۴۹۷)

بلا دلیل نامردی کا الزام دینے والی بیوی کو طلاق دینے کے لیے معافی مہر کی شرط لگانا

سوال [۷۱۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری شادی مؤرخہ.........کو ہوئی، ڈیڑھ ماہ تقریباً بہت اچھی طرح سے گذرا، میری بیوی مجھ کو یہ الزام دیتی ہے کہ میرا شوہر نامرد ہے، اور میرے لائق نہیں ہے، جبکہ ایسا نہیں ہے، الحمد للہ! اللہ کا شکر ہے کہ میں جنسی اعتبار سے فعال ہوں، اور بالکل صحیح اور تندرست ہوں، اور عورت کے قابل ہوں، ٹیسٹ وغیرہ بھی کرائے الحمد للہ صحیح ہیں، ہم نے ہر چند کوشش کرلی لڑکی آجائے اور گھر بنا رہے لیکن لڑکی والے راضی نہیں ہیں، طلاق مانگ رہے ہیں، اور میں طلاق دینے کو راضی نہیں ہوں، ایسی صورت میں اگر لڑکی والے طلاق لیں تو مہر ادا کرنا ہوگا یا نہیں جبکہ میری طرف سے کوئی کمی نہیں ہے، مہر کے متعلق واضح جواب سے نوازیں

المستفتی: مسعود احمد خان محلّہ عیدگاہ کھتاڑی رام نگر، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب شوہر کے اندر کچھ کمی نہیں ہے اور ڈاکٹری چیک اپ بھی ہوگیا ہے تو ایسی صورت میں عورت کا شوہر کو نامرد کہنا بے دلیل ہے یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ عورت کے مقابلے میں شوہر کمزور ہو، ایسی صورت میں جب لڑکی والے طلاق لینے پر مصر ہیں تو شوہر کے لیے جائز ہے کہ مہر کی معافی کی شرط لگادے، اور تحریری طور پر مہر کی معافی کی شرط لگا کر اولاً لڑکی سے دستخط کرالیا جائے اس کے بعد اس شرط پر طلاق دی جائے تو ایسی صورت میں مہر ادا کرنا شوہر پر لازم نہیں ہے۔

إن طلقها على مال فقبلت وقع الطلاق ولزمها المال و كان الطلاق بائنا. (هنديه، كتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع، الفصل الثالث في الطلاق على المال زكريا قديم ۱/۴۹۵، جديد ۱/۵۵٤، هدايه، اشرفي ديوبند ۲/٤۰۵)

رجل خلع امرأته بما لها عليه من المهر -إلى- كان الخلع

بمهرها إن كان المهر على الزوج يسقط. (هنديه، زكريا قديم ١/ ٤٨٩، جديد ١/ ٥٤٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍ شوال ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۲۶۴)

مہر معاف کرنے کی شرط پر طلاق

سوال [۷۱۵۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری بیوی گھریلو انتشار کے باعث اپنے میکہ میں رہ رہی ہے، وہ ہر طرح کی غیر مناسب اور ناجائز شرائط رکھ رہی ہے، جس کے سلسلے میں مصالحت کرانے والوں کے سامنے مزید ناجائز شرائط لگا کر طلاق کے لیے بضد ہے جبکہ میں اس کو اپنے گھر میں رکھنا چاہتا ہوں، اور طلاق نہیں دینا چاہتا ہوں، میری بیوی اور میرے خسر میرے ان جذبات کا ناجائز فائدہ اٹھا کر اب طلاق پر بضد ہیں، ایسی صورت میں کیا مجھے مہر ادا کرنا ہوگا، اگر مجھے طلاق دینی ہی پڑتی ہے، کیونکہ طلاق کی مانگ وضد لڑکی کی طرف سے ہو رہی ہے؟

المستفتی: نصرت علی محلّہ شاہی چبوترہ، امروہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب آپ طلاق نہیں دینا چاہتے اور لڑکی کے اہل خانہ طلاق پر بضد ہیں تو آپ کو یہ شرط لگانے کی شرعاً اجازت ہے کہ مہر معاف کیے بغیر میں طلاق نہیں دوں گا۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۸/ ۲۴۹)

وإن طلقها على مال وقع الطلاق ولزمها المال. (هدايه، كتاب الطلاق، باب الخلع اشرفی دیوبند ٢/ ٤٠٥، هنديه زكريا قديم ١/ ٤٩٥، جديد ١/ ٥٥٤)

رجل خلع امرأته بما لها عليه من المهر -إلى- كان الخلع

بمهرها إن كان المهر على الزوج يسقط. (هنديه، زكريا قديم ١/٤٨٩، جديد ١/٥٤٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۷۰۴۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۱/۲۴ھ

مہر کی معافی کی شرط پر طلاق دینا

سوال [۷۱۵۱]: (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری شادی ادریس حسن بن محمد احمد کے ساتھ ۹۴/۵/۷ء کو ہوئی نکاح کے بعد میں نے رخصت ہوکر اپنے شوہر کے ساتھ تقریباً چھ ماہ گذار لیے اور اس اثناء میں زن وشوہر کے تعلقات قائم رہے، لیکن اس چھ ماہ کے عرصہ میں میرے شوہر نے مجھ کو طرح طرح کی تکلیفیں بھی پہنچائیں اور سختیاں کیں، مزید سامان کی مانگ کرتے رہے، جو میری طاقت سے باہر ہے ان کی بیجا تکلیفوں ومطالبوں کی وجہ سے میں اپنے میکہ میں چلی آئی، اور چار سال کا عرصہ گذر گیا کچھ لوگ تصفیہ میں پڑے ہوئے ہیں لیکن ہم ان کے بیجا مطالبوں اور ناز یبا سختیوں کی بناء پر طلاق چاہتے ہیں، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ میرے طلاق کا مطالبہ کرنے پر اگر شوہر مجھ کو طلاق دیدے تو کیا میرا مہر اور ذاتی سامان جہیز وغیرہ لینے کا مجھ کو شرعاً حق ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر شوہر از خود طلاق دینے کے لیے تیار نہیں ہے اور آپ طلاق لے کر الگ ہوجانا چاہتی ہیں تو آپ کے طلاق پر اصرار کرنے کی صورت میں وہ اگر یہ شرط لگا کر طلاق دیتا ہے کہ آپ مہر معاف کردیں تو شرط کا اعتبار ہوگا، آپ مہر معاف کر کے طلاق لے سکتی ہیں، اور شوہر پر مہر کا ادا کرنا لازم نہ ہوگا، ہاں البتہ آپ کا ذاتی سامان آپ کو ملے گا۔

﴿قال الله تعالیٰ: **فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ.** [البقرة: ٢٢٩]﴾

وإذا تشاقا الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعها به ...... فإذا فعل ذٰلک وقع بالخلع تطليقة بائنة ولزمها المال.

(هدايه، كتاب الطلاق، باب الخلع، اشرفی ديوبند ۲/۴۰۴، تاتارخانية زكريا ۵/۵، رقم: ۷۰۷۱)

رجل خلع امرأته بمالها عليه من المهر -إلى- كان الخلع بمهرها، إن كان المهر على الزوج يسقط. (هنديه زكريا قديم ۱/۴۸۹، جديد ۱/۵۴۹)

فإن كل أحد يعلم أن الجهاز للمرأة إذا طلقها تاخذه كله. (شامی، باب المهر، مطلب فی دعوى الأب أن الجهاز عارية، كراچی ۳/۱۵۶، زكريا ۴/۳۱۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰/ربیع الاول ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۶۹۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۳/۳۰ھ

مہر معاف کرنے پر طلاق

سوال [۷۱۵۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری شادی کوتقریباً ڈیڑھ ماہ سے زائد عرصہ ہوا ہے اسی درمیان بیوی اور سسرال والوں سے کچھ ان بن ہوگئی، اب بیوی اور اس کے گھر والے مجھ سے طلاق لینا چاہتے ہیں، میں طلاق دینا نہیں چاہتا اور اب بھی اسے ساتھ رکھنا چاہتا ہوں، بیوی کے گھر والوں کی طرف سے مطالبہ ہے کہ بیوی کے نام مکان کرو جب بھیجیں گے، لیکن میرے پاس اپنا مکان نہیں ہے، مکان والد کا ہے وہ دینے کے لیے تیار نہیں ہیں، تو کیا ایسی صورت حال میں لڑکی کے مطالبہ پر مہر نہ دینے کی شرط لگا کر طلاق دے سکتا ہوں، شریعت کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد ارشد، محلّہ پیر غیب، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں جب لڑکی خود طلاق کا مطالبہ کررہی ہے تو شوہر کو یہ شرعی حق حاصل ہے کہ مہر کی معافی کی شرط پر طلاق کو معلق کردے تو اگر

عورت معافی مہر پر طلاق کو قبول کرتی ہے تو اس طرح طلاق دینے کی صورت میں مہر معاف ہو جائے گا، اور اس سے ایک طلاق بائن واقع ہوگی۔ (مستفاد: محمودیہ ڈابھیل ۱۳/ ۳۶۰، میرٹھ ۱۹/ ۳۸۵)

رجـل خـلـع امرأته بمالها عليه من المهر -إلى- كان الخلع بمهرها إن كـان المهر على الزوج يسقط. (هـنـديـه، الباب الثامن في الخلع، الفصل الاول في شرائط الخلع، زكريا قديم ١/ ٤٨٩، جديد ١/ ٥٤٩، البحر الرائق كوئٹه ٤/ ٧١، زكريا ٤/ ١١٩)

إذا أبـرأت المرأة زوجهـا عـمـا لهـا عـليـه على أن يطلقها ففعل جاز ذٰلک فجازت البراء ة. (تاتارخانية، زكريا ٤/ ٦١٠، رقم: ٧٠٧٠)

الـطـلاق عـلى المال لو قال خلعتک على كذا وسمى مالا معلوما لا يقع الطلاق مالم تقبل. (هنديه، زكريا قديم ١/ ٤٩٥، جديد ١/ ٥٥٤)

إن طـلـقهـا على مال فقبلت وقع الطلاق ولزمها المال وكان الطلاق بـائنا. (هـنـديـه، زكـريـا قـديم ١/ ٤٩٥، جديد ١/ ٥٥٤، هدايه، اشرفی ديوبند ٢/ ٤٠٥، مجمع الأنهر دار الكتب العلمية بيروت ٢/ ١٠٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ صفر ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۴۵۲)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۲/۲۸ھ

شوہر کا مہر کی معافی پر طلاق دینا

سوال [۷۱۵۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: امرین کی شادی زبیر کے ساتھ ہوئی تھی، کئی سالوں سے دونوں کے درمیان نااتفاقی چل رہی تھی، اب امرین زبیر کے پاس رہنا نہیں چاہتی اور زبیر اس کو طلاق دینا نہیں چاہتا اور زبیر نے دوسری شادی بھی کر رکھی ہے اور امرین کی طرف سے طلاق کا اصرار ہے تو زبیر یہ کہتا ہے کہ مہر معاف کرنے کی شرط پر طلاق دے سکتا ہوں، امرین کہتی ہے کہ چاہے مہر نہ دو مجھے فارغخطی چاہیے تو اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: شہناز بیگم اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب شوہر اس کو ساتھ رکھنے پر راضی ہے، لیکن لڑکی طلاق کا مطالبہ کررہی ہے اور اسی کے مطالبہ پر شوہر اسے طلاق دے رہا ہے، تو شوہر کے لیے جائز ہے کہ مہر نہ دینے کی شرط پر طلاق دے دے، ایسی شرط کے ساتھ طلاق دینے میں مہر کی ادائیگی اس پر لازم نہ ہوگی۔

أنت طالق بألف أو على ألف فقبلت لزم و بانت. (تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب الخلع، امداديه ملتان ۲/۲۷۱، زكريا ديوبند ۳/۱۸۹، تاتارخانية زكريا ٤/٦٠٠، رقم: ٧٠٣٧)

إن طلقها على مال فقبلت، وقع الطلاق ولزم المال. (هنديه، زكريا قديم ۱/٤٩٥، جديد ۱/٥٥٤، هدايه اشرفی ديوبند ۲/٤٠٥)

إذا أبرأت المرأة زوجها عما لها عليه على أن يطلقها ففعل جاز ذٰلک فجازت البراءة. (تاتارخانية زكريا ٤/٦١٠ رقم: ٧٠٧٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۳۷۲)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۴/۲۸ھ

کیا مہر کی معافی کی شرط لگا کر طلاق دے سکتے ہیں؟

سوال [۷۱۵۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے فرزند تنویر احمد کا نکاح ہمراہ معراج جہاں سے بالعوض مبلغ چالیس ہزار روپیہ عمل میں آیا، میرا فرزند الحمد للہ شرع اور پابند صوم وصلاۃ ہے، اور تبلیغ دین سے متعلق خدمات بھی بتوفیق الٰہی حتی المقدور انجام دیتا ہے، اور شرعی لباس میں ملبوس رہتا ہے، اس کی اہلیہ اس کے طرزِ حیات کو پسند نہیں کرتی ہے، بموقعہ شب زفاف اس نے میرے فرزند سے انتہائی ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے اپنے چہرے کو ریش مسنون سے مبرا رکھنے نیز جدید فیشن والے ملبوسات استعمال کرنے پر اصرار کیا، اور اسی بنیاد پر میرے فرزند کے ساتھ رہنے

پرآمادہ نہیں ہے، تقریباً ۲۳ ر ماہ یعنی بتاریخ ۲ر اکتوبر ۲۰۱۱ء سے اپنے والدین کے یہاں مقیم رہتے ہوئے طرح طرح کے مطالبات پر بضد ہے، اور اپنے مقصد کو حاصل کرنے کی غرض سے دو بے بنیاد مقدمات عدالت ہائے مجاز میں دائر کر رکھا ہے، جو ہنوز زیر سماعت ہیں، بصورت مسماۃ کے طلاق طلب کرنے پر دین مہر سامان جہیز وغیرہ کے بارے میں شرعی حکم سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں؟

المستفتی: محمد ادریس ولد جمال الدین محلّہ بھٹی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب بیوی طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے اور اس پر مصر ہے تو ایسی صورت میں شوہر کو اس طرح شرط لگانے کا حق ہے، کہ مہر معاف کرنے کی شرط پر طلاق دی جائیگی، لیکن اس کا جہیز کا سامان واپس کرنا شوہر پر لازم ہوگا۔

وإن طلقها على مال فقبلت وقع الطلاق ولزمها المال –إلى قوله– وكان الطلاق بائنا. (هدايه، كتاب الطلاق، باب الخلع، اشرفى ديوبند ٢/ ٤٠٥، نعيميه ديوبند ٢/ ٤١٤، هنديه زكريا قديم ١/ ٤٩٥، جديد ١/ ٥٥٤)

فإن كل أحد يعلم أن الجهاز ملك المرأة و أنه إذا طلقها تأخذه كله. (شامى، باب المهر، مطلب: فى دعوى الأب أن الجهاز عارية، كراچى ٣/ ١٥٦، زكريا ٤/ ٣١١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵ر شعبان ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۲۳۵)

طلاق دینے کے لیے مہر کی معافی کی شرط لگانے کا حکم

سوال [۷۱۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: فدوی کے بیٹے کی شادی مسماۃ صاحبہ بیگم دختر عبد الرشید ٹانڈہ سے تقریباً پندرہ سال

قبل ہوئی تھی، بیوی لگ بھگ دوسال قبل شوہر مذکور کے ساتھ رہی ہوگی، وہ بھی اس طرح کبھی سسرال اور کبھی میکے اور اب کافی عرصہ سے بیوی اپنے میکہ جا کر رک گئی، ان کو بلانے کی بار بار کوشش کی گئی، اس طرح کافی وقت گذر گیا، پنچایت نے بھی بیوی کو بلانے کی کوشش کی، لیکن بیوی نے شوہر کے گھر جانے سے صاف منع کر دیا اور کہا مجھے طلاق چاہیے جبکہ شوہر برابر بیوی کو چاہتا ہے، اور ہر کوئی کوشش کر کے تھک گیا، اب جبکہ بیوی طلاق چاہتی ہے اور اس بھری پنچایت کے سامنے بھی یہی الفاظ کہے کہ مجھے طلاق چاہیے، ایسی صورت میں مہر دینا کیسا ہے؟

المستفتی: قاری محمد صابر ٹانڈہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب مسلسل بیوی کی طرف سے طلاق کا مطالبہ ہے تو شوہر کے لیے ایسا کرنے کی گنجائش ہے کہ مہر کے معاف کرنے کی شرط پر طلاق دے اور بیوی مہر کے معاف کرنے اور مہر کے بدلے میں طلاق لینے پر آمادہ ہو جائے اور شوہر مہر کے بدلے میں طلاق دیدے تو یہ جائز ہے۔

وإن طلقها علی مال فقبلت وقع الطلاق ولزمها المال لأن الزوج یستبد بالطلاق تنجیزا و تعلیقا وقد علقه بقبولها. (هدایه مع الفتح، کتاب الطلاق، باب الخلع، دار الفکر بیروت ٤/٢١٨، کوئٹه ٤/٦٤، زکریا دیوبند٤/١٩٦)

رجل خلع امرأته بمالها علیه من المهر –إلی– کان الخلع بمهرها، إن کان المهر علی الزوج یسقط. (هندیه، زکریا قدیم ١/٤٨٩، جدید ١/٥٤٩)

إذا أبرأت المرأة زوجها عما لها علیه علی أن یطلقها ففعل جاز ذلک فجازت البراء ة. (تاتارخانیة زکریا ٤/٦١٠، رقم: ٧٠٧٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍صفر ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۴۵۰/۳۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۲/۱۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۶ باب العدة

عدت کے لغوی واصطلاحی معنی

سوال [۷۱۵۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: عدت کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم ومطلب کیا ہے؟ وضاحت کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: محمد جاوید رشید فاروقی رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عدت کے لغوی معنی عورت کے طلاق یا شوہر کی وفات پر سوگ کا زمانہ اور اصطلاح شرع میں جب کسی کا شوہر طلاق دیدے یا خلع وایلاء وغیرہ کسی اور طرح سے نکاح ٹوٹ جائے یا شوہر مرجائے تو ان سب صورتوں میں تھوڑی مدت تک عورت کو ایک گھر میں رہنا پڑتا ہے، جب تک یہ مدت ختم نہ ہو تب تک نہ گھر سے باہر نکل سکتی ہے نہ اپنا نکاح کرسکتی ہے، اس مدت کے گذارنے کو عدت کہتے ہیں اور یہ عدت طلاق والی عورت کے لیے تین حیض گذرنے تک ہے اور جن کو حیض نہیں آتا ان کے لیے تین مہینے اور جس کا شوہر مرجائے اس کے لیے چار مہینہ دس دن ہیں۔ (بہشتی زیور اختری ۴/۶۱)

العدة: بكسر العين و تشديد الدال المفتوحة ما تمكثه المرأة بعد طلاقها أو وفاة زوجها، لمعرفة براءة رحمها. (معجم لغة الفقهاء، كراچی ۳۰۶)

هی انتظار مدة معلومة يلزم المرأة بعد زوال النكاح حقيقة أو شبهة المتأكد بالدخول أو الموت. (عالمگيری، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة، زكريا قديم ۱/۵۲۶، جديد ۱/۵۷۹)

وإذا طلق الرجل امرأته بائنا أو رجعيا أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق وهي حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة أقراء لقوله تعالىٰ: والمطلقٰت يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء (البقرة: ٢٢٨) …… وإن كانت ممن لا تحيض من صغر أو كبر فعدتها ثلاثة أشهر لقوله تعالىٰ: واللآئي يئسن من المحيض من نسائكم إن ارتبتم فعدتهن ثلاثة أشهر (الطلاق: ٤) …… وإن كانت حاملا فعدتها أن تضع حملها لقوله تعالىٰ: وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن (الطلاق: ٤) …… وعدة الحرة في الوفات أربعة أشهر وعشرا لقوله تعالىٰ: ويذرون أزواجا يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر و عشرا (البقرة: ٢٣٤).

(هدايه، باب العدة، اشرفی دیو بند ۲/ ۴۲۲-۴۲۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ رجب المرجب ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۰۶۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴/ ۷/ ۱۴۲۷ھ

عدت میں کیا حکمت ہے اور اس میں پردے کا حکم

سوال [۷۱۵۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: عدت کے بارے میں تین مہینہ دس دن اور چار مہینہ دس دن کیوں ہے؟ جواب بالتفصیل مع الدلیل باریکی اور راز کیا ہے؟ عدت میں کن کن لوگوں سے پردہ کرے، کیا داماد سے بھی پردہ ہے؟

المستفتی: محمد اسلم فیضی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عدت طلاق تین ماہ دس دن نہیں ہے بلکہ تین ماہواری ہے، البتہ متوفی عنہا زوجہا کی عدت چار ماہ دس دن ہے اور اس میں حکمت شرعی یہ ہے کہ اتنے دنوں میں بچہ میں روح پڑ جاتی ہے اور حمل کا ظہور ہو جاتا ہے اور مطلقہ کا تعلق

چونکہ صاحب حق سے قائم ہے اور نسب کی حفاظت مقصود ہے، اور یہ عورت کے بتلانے سے حاصل ہوگا، اس لیے تین حیض عدت گذارنے کا حکم دیا اور متوفی عنہا زوجہا میں چونکہ اب صاحب حق موجود نہیں ہے اس لیے ظاہری سبب کو عدت قرار دیا ہے

وإنما عين الشارع في عدتها أربعة أشهر و عشرا، لأن أربعة أشهر هي ثلاث أربعينات وهي مدة تنفخ فيها الروح في الجنين (إلى قوله) وإنما شرع عدة المطلقة قروءاً وعدة المتوفى عنها زوجها أربعة اشهر و عشرا، لأن هنالك صاحب الحق قائم بأمره ينظر إلى مصلحة النسب و يعرف بالمخائل والقرائن فجاز أن تؤمر بما تختص به وتؤمن عليه ولا يمكن للناس أن يعلموا منها إلا من جهة خبرها و هٰهنا ليس صاحب الحق موجوداً وغيره لا يعرف باطن أمرها ولايعرف مكائدها كما يعرف هو فوجب أن يجعل عدتها أمرا ظاهرا. (حجة الله البالغة ٢/ ١٤٢)

عورت پر دورانِ عدت تمام غیر محرم سے پردہ واجب ہے۔

تستتر عن سائر الورثة ممن ليس بمحرم لها. (بدائع، كتاب الطلاق، فصل في أحكام العدة، كراچی ٣/ ٢٠٦، زكريا ٣/ ٣٢٦، هنديه زكريا قديم ١/ ٥٣٥، جديد ١/ ٥٨٧، شامی كراچی ٣/ ٥٣٧، زكريا ديوبند ٥/ ٢٢٦ تاتارخانية زكريا ٥/ ٢٤٦، رقم: ٧٧٦٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۵/ رجب المرجب ۱۴۱۸ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۳۶۹)	۱۴۱۸/۷/۵ھ

بحالت عدت کن کن لوگوں سے پردہ ضروری ہے؟

سوال [۷۱۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: عورت عدت کے دوران کن کن حضرات سے پردہ کرے گی؟

المستفتی: محمد شعیب، مقبرہ اول مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگرعورت پرعدت بائنہ یامغلظہ طلاق کی وجہ سے ہوتو تمام غیرمحارم اورشوہر سے پردہ لازم ہے، نیزعدت وفات میں بھی تمام غیرمحارم سے پردہ واجب ہے،جیسا کہ عدت سے پہلے واجب تھا،تاکہ خلوت بالاجنبیہ لازم نہ آئے۔

ولا بد من سترة بينهما في البائن وفي الموت تستتر عن سائر الورثة ممن ليس بمحرم لها. (شامی، كتاب الطلاق، باب العدة، كراچی ۵۳۷/۳، زكريا ۲۲٦/۵، تاتارخانية زكريا ۲٤٦/۵، رقم: ۷۷٦۹، بدائع الصنائع كراچی ۲۰٦/۳، زكريا ۳۲٦/۳، هنديه زكريا قديم ۵۳۵/۱، جديد ۵۸۷/۱)

اوراگرعدت طلاق رجعی کی وجہ سے ہوتو بھی تمام غیرمحارم سے پردہ لازم ہے البتہ شوہر سے پردہ لازم نہیں ہے، بلکہ وہ شوہر کے لیے بناؤسنگارکرے تاکہ شوہررجعت کرے۔

عن الحسن قال: إذا طلق الرجل امرأته تطليقة أو تطليقتين، فإنها تزين و تشوف له، من غير أن تضع خمارها عنده . (مصنف ابن أبي شيبة، الطلاق ما قالوا فيه اذا طلقها طلاقا الخ مؤسسة علوم القرآن بيروت ۱۳۸/۱۰ رقم: ۱۹۲۹۲، مصنف عبد الرزاق، الطلاق، باب ما يحل له منها قبل أن يراجعها، المجلس العلمي بيروت ۳۲٦/٦ رقم: ۱۱۰۳٤)

وظاهره أن لا سترة في الرجعي. (شامی، باب العدة كراچی ۵۳۷/۳، زكريا ۲۲٦/۵)

والمعتدة من الطلاق الرجعي تتزين و تتشوف لزوجها إذا كانت المراجعة مرجوءة. (تاتارخانية زكريا ۱٤۱/۵، رقم: ۷٤۸۸)

قوله (تتزين) أي في وجهها و جميع بدنها كما في الملتقى و شرحه و مراده أنه يستحب لها ذٰلک. (حاشية الطحطاوی علی الدر، باب الرجعة كوئٹه ۲/ ۱۷۳)

قوله (والمطلقة الرجعية تتزين) لأنها حلال للزوج لقيام نكاحها والرجعة مستحبة والتزيين حامل عليها فيكون مشروعا. (شامی، باب الرجعة كراچی ۴۰۸/۳، زكريا ۳۸/۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ربیع الاول ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ٦۵۱٦)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۱/۳/۲ھ

مطلقہ کی عدت اور پردہ کا حکم

سوال [۷۱۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: عورت کو اگر طلاق ہوجائے تو عدت کیا ہے؟ اور کن کن لوگوں سے پردہ اور کیا پرہیز ہے؟

المستفتی: مہتاب علی بھٹی محلہ بھٹی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مطلقہ عورت اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے، اگر حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت تین ماہواری گذرنے تک رہے گی، عدت کی حالت میں بناؤ سنگار کو ترک کردینا لازم ہے، جیسے سرمہ لگانا، تیل لگانا، خوشبو لگانا وغیرہ، نیز نہ اپنے گھر سے رات میں نکل سکتی ہے اور نہ ہی دن میں اسی طرح ان لوگوں سے بھی پردہ ضروری ہے جو اس کے لیے نامحرم ہوں۔

إذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا أو رجعيا أو ثلاثا أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق وهى حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة أقراء وعدة العامل أن تضع حملها. (عالمگیری، الباب الثالث عشر فی العدة، زکریا ۱/۵۲۶-۵۲۸، جدید زکریا ۱/۵۸۰-۵۸۱)

وإذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا أو رجعيا أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق وهى ممن تحيض فعدتها ثلاثة أقراء لقوله تعالىٰ: والمطلقٰت يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء (البقرة:۲۲۸) ...... **وإن كانت حاملا فعدتها أن تضع حملها لقوله تعالىٰ: وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن** (الطلاق: ٤) . (هدايه، اشرفى ديوبند ۲/۴۲۲-۴۲۳)

ترك الزينة ونحوها لمعتدة بائن أو موت (ونحوها) كالطيب والدهن والكحل. (شامى، فصل فى الحداد، كراچى ۳/۵۳۰)

وتستتر عن سائر الورثة ممن ليس بمحرم لها. (عالمگيرى، كتاب

الطلاق، الباب الرابع عشر فی الحداد، زکریا قدیم ۱/ ۵۳۵، جدید ۱/ ۵۸۷، بدائع الصنائع کراچی ۳/ ۲۰۶، زکریا ۳/ ۳۲۶، شامی کراچی ۳/ ۵۳۷، زکریا ۵/ ۲۲۶، تاتارخانیة زکریا ۵/ ۲٤٦، رقم: ۷۷٦۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۰۲۹)

حالت عدت میں غیر محرم سے ضروری گفتگو

سوال [۷۱۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: معتدہ عورت حالت عدت میں کسی غیر محرم رشتہ دار سے فون پر بات کر سکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ بات کرنے میں کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو معتدہ عورت کے لیے غیر محرم سے بقدر ضرورت فون پر بات کرنے کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: محمودیہ ڈابھیل ۱۳/ ۴۰۶، میرٹھ ۲۰/ ۶۲)

ولا یظن من لا فطنة عنده أنا إذا قلنا: صوت المرأة عورة، أنا نرید بذٰلک کلامها؛ لأن ذٰلک لیس بصحیح، فإنا نجیز الکلام مع النساء للأجانب و محاورتهن عند الحاجة إلی ذٰلک ولا نجیز لهن رفع أصواتهن.

(شامی، کتاب الصلاة باب شروط الصلاة، زکریا ۲/ ۱۷۹، کراچی ۱/ ٤۰٦، کذا فی منحة الخالق علی هامش البحر الرائق، زکریا ۱/ ٤۷۰، کراچی ۱/ ۲۷۰) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۵۱۷)

اگر شوہر اپنے گھر میں عدت گذارنے نہ دے تو؟

سوال [۷۱۶۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص سترہ مہینے کے بعد باہر سے آیا ہے اس نے اپنے بہن بھائیوں کے سامنے چار طلاقیں دیں، لڑکی اپنے میکہ چلی گئی اس کے بعد بااثر لوگ لڑکی کے گھر گئے اور بلا کر لے آئے، لڑکی نے یہ شرط رکھی کہ میں اپنے بچوں کی دیکھ بھال کے لیے جاؤں گی، اور میرا شوہر میرے پاس کسی بھی کام یا کسی بھی ارادے سے نہیں آئے گا، بااثر لوگوں نے کہا ٹھیک ہے میں اس شرط پر چلتی ہوں اب اس کا شوہر صحبت کے لیے روزانہ پریشان کرتا ہے، مطلقہ کہتی ہے کہ میں اب یہ حرام کاری نہیں کروں گی، میرا تیرا کوئی واسطہ نہیں ہے یہ بات پندرہ اگست کی ہے اتنے دنوں میں تقریباً دس بار صحبت کے لیے آچکا ہے، جب مطلقہ نے قبضہ نہ دیا تو شوہر نے مطلقہ کو گھر سے نکال دیا، اور کہا تو میرے کس کام کی اب وہ میکہ گئی تو میکہ والوں نے میکہ سے نکال دیا، اب ایسے میں وہ عدت کہاں کرے، قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب دیں؟

المستفتی: ناظرہ خاتون اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شوہر کے گھر میں عدت گذارنی واجب ہے اور شوہر پر لازم ہے کہ یا تو اپنا گھر چھوڑے اور عورت کو عدت گذارنے دے اور اگر شوہر اس کے لیے تیار نہیں ہے اور خود معصیت کے کرنے کے درپے ہے اور میکے والے بھی رکھنے پر تیار نہیں تو شوہر پر واجب ہے کہ وہ کوئی کرایہ کا گھر لے کر دے، جس میں وہ عدت گذارے اور شوہر پر عدت کا خرچہ دینا واجب ہے، اور عدت کے درمیان شوہر کا بیوی کے پاس جانا زنا اور حرام کاری ہے۔

وتعتدان أی معتدة طلاق و موت فی بیت وجبت فیه –إلی– أو لا تجد کراء البیت ونحو ذٰلک ...... أو کان الزوج فاسقا فخروجه أولیٰ لأن مکثها واجب. (در مختار، کتاب الطلاق، باب العدة، کراچی ۳/۵۳۶– ۵۳۷، زکریا ۵/۲۲۵–۲۲۷)

وإن كان فاسقا تخاف عليها منه فإنها تخرج و تسكن منزلا آخر احترازاً عن المعصية. (تاتارخانية زكريا ٥/٢٤٥ رقم: ٧٧٦٧، هنديه زكريا قديم ١/٥٣٥، جديد ١/٥٨٧، شامي كراچی ٣/٥٣٧، زكريا ٥/٢٢٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۷۲۲/۳۵)

سسرال میں پردہ کا انتظام نہ ہو اور جگہ تنگ ہو تو عورت عدت کہاں گذارے؟

سوال [۷۱۶۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی ہے، اب عورت عدت سسرال میں گذارے یا میکے میں، سسرال میں عورت کے جیٹھ، دیور، سسر، نندوئی وغیرہ رہتے ہیں، اور پردہ کا کوئی انتظام نہیں ہے جبکہ لڑکی کے میکے میں کافی جگہ اور سہولت ہے، چچا تایا کے یہاں بھی کافی جگہ ہے۔

المستفتی: قمر ریاض بارہ دری سرائے حسینی بیگم، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اسی گھر میں عدت گذارنا ضروری ہے جس میں طلاق دی ہے، البتہ اگر شوہر کے گھر میں بہت زیادہ تنگی ہے اور پردہ وغیرہ کا واقعی انتظام نہیں ہوسکتا ہے، تو اگر شوہر میکے میں عدت گذارنے کے لیے بخوشی اجازت دیدے تو میکے میں بھی عدت گذار سکتی ہے، اگر شوہر اجازت نہ دے اور عدت میکے جاکر گذارے تو عورت عدت کا نان ونفقہ شوہر سے لینے کی حقدار نہیں رہے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۱۱/ ۱۲۴-۱۵۴)

تعتدان أى معتدة طلاق و موت في بيت وجبت فيه ولا يخرجان منه (إلى قوله) وفي الطلاق إلى حيث شاء الزوج. (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب العدة، كوئٹه ٢/٦٧٤، كراچی ٣/٥٣٦، زكريا ٥/٢٢٥، البحر الرائق كوئٹه ٤/١٥٤، زكريا ٤/٢٥٩)

وفی المجتبی: نفقة العدة کنفقة النکاح و فی الذخیرة: و تسقط بالنشوز و تعود بالعود. (شامی، باب النفقة کوئٹه ۲/ ۷۲۷، کراچی ۳/ ۶۰۹، زکریا ۵/ ۳۳۳، هدایه اشرفی دیوبند ۲/ ۴۳۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ جمادی الثانیہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۷۴۶)

کیا عدت شوہر کے مکان میں گذارنا لازم ہے؟

سوال [۷۱۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہم اپنی لڑکی کے بارے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ معلوم کرنا چاہتے ہیں، ہماری لڑکی شاہین کی شادی تقریباً تین سال پہلے چاندپور میں ہوئی تھی، جب سے شادی ہوئی وہ اپنے شوہر ساس اور سسر سبھی گھر والوں کی زیادتی برداشت کرتی رہی لیکن آخر میں ان کی زیادتی کی حد سے پریشان ہوکر چار مہینے سے اپنے والد صاحب کے یہاں ہے، اب چاندپور سے چند مہذب لوگ آئے اور انہوں نے لڑکے اور لڑکی کو الگ میں بات کرانے کے بعد ان کی مرضی جانی جس میں لڑکی نے لڑکے کے ساتھ رہنے سے منع کردیا، اور اب وہ طلاق چاہتی ہے، لڑکی کے ایک سال کا لڑکا ہے، جو اپنی ماں کے بغیر کہیں نہیں رکتا، آپ شریعت کی روشنی میں بتائیے کیا لڑکا اپنی ماں کے پاس رہ سکتا ہے، اور لڑکی کی عدت کی کیا شکل رہے گی اس کے بارے میں بھی تفصیل بتادیجئے اور عدت کا جو خرچ ہے وہ لڑکے کے ذمہ رہے گا یا ان کے والد کے ذمہ؟

المستفتی: محمد اختر نوری پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں زن وشوہر کے درمیان نبھاؤ کی اگر کوئی صورت نہیں ہے تو شوہر کے طلاق دینے کے بعد عورت عدت گذارے اگر کوئی شرعی مجبوری نہ ہو تو جس مکان میں شوہر کے ساتھ رہن سہن تھا، اسی مکان میں عدت گذارنا

واجب ہے، ورنہ عذر شرعی کے سبب دوسری جگہ عدت گذار لی جائے، عدت کے دنوں کا خرچہ شوہر کوادا کرنا ہوگا، بچہ کی پرورش کا حق والدہ کو ہے، خواہ وہ نکاح میں ہو یا نکاح سے باہر ہوگئی ہو لڑکے کے لیے پرورش کی مدت سات سال اور لڑکی کے لیے بالغ ہوتا ہے، اس مدت کے پورا ہونے سے پہلے بچہ کو اس کی والدہ سے الگ کرنا درست نہیں۔

الحضانة تثبت للأم. (تنویر الأبصار مع الدر، کراچی ۳/ ۵۵۵، زکریا ۵/ ۲۵۳)

المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة و السكنى كان الطلاق رجعيا أو بائنا أو ثلاثا. (فتاویٰ عالمگیری، باب النفقة، الفصل الثالث فی نفقة المعتدة، زکریا قدیم ۱/ ۵۵۷، جدید ۱/ ۶۰۵)

الأصل أن الفرقة متى كانت من جهة الزوج فلها النفقة و إن كانت من جهة المرأة إن كانت بحق لها النفقة. (فتاویٰ عالمگیری، باب النفقة، الفصل الثالث فی نفقة المعتدة، زکریا قدیم ۱/ ۵۵۷، جدید ۱/ ۶۰۵)

وإذا طلقها ثلاثا أو واحدة بائنة وليس لها إلا بيت واحد فينبغي أن تجعل بينه و بينها حجابا حتى لا تقع الخلوة بينه و بين الأجنبية وإن كان فاسقا تخاف عليها منه فإنها تخرج و تسكن منزلا آخر احترازا عن المعصية. (الفتاویٰ التاتارخانیة زکریا ۵/ ۲٤۵، رقم: ۷۷٦۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍ رجب ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۸۹۰۸)

مطلقہ کا شوہر کے مکان میں عدت گذارنا

سوال [۷۱۶۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی، اور میرے چار بچے ہیں جو کہ ابھی بہت چھوٹے ہیں، تقریباً سات سال میری شادی کو ہوئے ہیں، میری مطلقہ کے ماں باپ حیات ہیں، مگر اس

کے ماموں اپنے گھر لے گئے اور بچے میرے پاس ہیں، مجھے کام دھندے میں پریشانی ہے کہ میں بچوں کو دیکھوں یا کام پر جاؤں کیونکہ میں ایک ملازم ہوں، مطلقہ کے ماں باپ اس کو اپنے گھر لانا نہیں چاہتے، اور شریعت کے اعتبار سے اس مطلقہ وبچوں کا خرچہ میرے ذمہ ہے، ایسی صورت میں عدت کی مدت مطلقہ میرے مکان کے الگ کوٹھے پر گذار سکتی ہے یا نہیں؟ اس میں شرع میں جو پابندیاں مجھ پر عائد کردیں ہیں میں اس کا پابند رہوں گا، میری منشاء یہ ہے کہ مطلقہ اور بچے یکجا ہوجائیں، اور میں اپنی سروس پر جاسکوں، تاکہ مطلقہ اور بچوں کا خرچ چلاسکوں، ایسی صورت میں جبکہ بچے میرے پاس ہوں گے تو میں کسی قسم کا کوئی کام نہیں کرسکتا، مطلقہ میرے پاس رہے گی، اور میں شرع کا پابند ہوں، تو شرع اس کی اجازت دیتی ہے؟ جواب سے نوازیں۔

المستفتی: مطیع الرحمٰن رفعت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جی ہاں! آپ کے مکان میں الگ کوٹھے میں عدت گذارسکتی ہے۔

وتجب لمطلقة الرجعي والبائن والفرقة بلا معصية (إلى قوله) والسكنى والكسوة إن طالت المدة وتحته في الشامية: يلزم أن تلزم المنزل الذي يسكنان فيه قبل الطلاق. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب النفقة، زكريا ٥/٣٣٣، كراچی ٣/٦٠٩)

معتدة الطلاق والموت يعتدان في المنزل المضاف إليهما بالسكنى وقت الطلاق والموت ولايخرجان منه إلا لضرورة لما تلونا من الآية والبيت المضاف إليها في الآية ما تسكنه سواء كان الزوج ساكنا معها أو لم يكن.

(البحر الرائق كوئٹه ٤/١٥٤، زكريا ٤/٢٥٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۴؍صفر ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۶۶۵)

معتدہ عدت کہاں گذارے؟

سوال [۷۱۶۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری بیوی کی بھانجی شبانہ مظفر کو ۱۲؍ستمبر ۱۹۹۳ء بروز اتوار کو طلاق ہو چکی جس کے لیے آپ سے فتویٰ لیا جا چکا ہے، اب مندرجہ ذیل مسائل کے لیے مزید معلومات حاصل کرنی ہیں:

(۱) لڑکی کے والدین کا کوئی مکان نہیں ہے اور اس کی خالہ و ماموں کا مکان مرادآباد میں ہے، لڑکی کو دورانِ سروس مکان سنبھل میں ملا ہوا تھا، اب چونکہ اس سال اس کا سنبھل سے مرادآباد تبادلہ ہوا ہے اور اس کو ابھی تک مرادآباد میں مکان نہیں ملا ہے اور وہ اپنے شوہر کے گھر رہ رہی تھی، اب وہ اپنی عدت کہاں پر گذارے، اپنے شوہر کے گھر علیٰحدہ حصہ میں جہاں وہ پہلے رہ رہی تھی؟

(۲) زیور جو شادی میں اس کو تحفہ میں چڑھایا یا اس کو سسرال سے ملا شرعاً اس کے لیے کیا حکم ہے؟ اور جو اس کو کپڑے وغیرہ شادی میں بری میں ملے جو چھ سال کے دوران میں استعمال ہو چکے ہیں اس کے لیے کیا حکم ہے؟ مفصل جواب تحریر فرمائیں، جبکہ طلاق لڑکے نے دی ہے لڑکی نے نہیں لی ہے۔

المستفتی: محمد اسماعیل صدیقی مون بلڈنگ، کسرول مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عدت شوہر کے گھر میں بیٹھ کر گذارنا لازم ہے، جہاں شوہر کے ساتھ رہ رہی تھی۔

وتعتدان أی معتدة طلاق و موت فی بیت وجبت فیه ولا یخرجان منه.

(الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدة، کراچی ۳/۵۳۶، زکریا ۵/۲۲۵، البحر الرائق کوئٹه ٤/١٥٤، زکریا ٤/٢٥٩)

اگر شوہر نے اس زیور کو بیوی کی ملکیت میں نہیں دیا ہے تو بیوی کو نہیں ملے گا، یا جو آپ

کی برادری میں عرف ہے، اس کے مطابق عمل ہوگا، کہ مالک نہیں بنائی جاتی ہے تو بیوی کو نہیں ملے گا، اور اگر مالک بنانے کا دستور ہے، یا زبانی مالک بنائے، تو ایسی صورت میں مالک ہو سکتی ہے، ورنہ نہیں۔

الثابت بالعرف كالثابت بالنص. (رسم المفتي قديم ص: ۹۵، جديد دار الكتاب ديو بند ص: ۱۵۳)

بری کے کپڑے عرفاً بیوی کی ملکیت میں دیئے جاتے ہیں، اس لیے وہ واپس نہیں کر سکتے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/ ۳۳۹۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۴/۲ھ

مطلقہ عدت کہاں گذارے؟

سوال [۷۱۶۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ علماء دین کے فتویٰ سے طلاق ہو چکی ہے جب طلاق ہوئی تو لڑکی اپنے ماں باپ کے گھر تھی، لڑکی کے باپ آدھا گھنٹہ کے اندر لڑکی کو سسرال چھوڑ گئے، طلاق ہوئے آج گیارہ دن ہو گئے، لڑکی سسرال میں ہے علماء دین کے حساب سے لڑکی کو عدت کہاں پوری کرنی چاہیے، سسرال میں یا ماں باپ کے گھر؟

المستفتی: حبیب الرحمٰن مغل پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مطلقہ عورت پر اسی مکان میں عدت گذارنا ضروری ہے، جس میں شوہر کے ساتھ اس کی رہائش ہوتی ہے، لہٰذا اگر میکے میں ملاقات کے لیے گئی ہوئی ہے اور اسی اثناء میں طلاق ہوئی ہے، تو عدت کے لیے شوہر کے رہائشی مکان میں واپس آجانا صحیح اور درست ہے، لہٰذا شوہر کے گھر پر عدت گذارے گی، اور عدت کا خرچہ بھی پر شوہر واجب ہوگا۔

ولهٰذا لو زارت أهلها و طلقها زوجها كان عليها أن تعود إلى منزلها فتعتد فيه. (هدايه، كتاب الطلاق باب العدة اشرفی دیو بند ٢/ ٤٢٩، البحر الرائق کوئٹه ٤/ ١٥٤، زکریا ٤/ ٢٥٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۰۲۹/۳۲)

مطلقہ مغلظہ عدت کہاں گذارے؟

سوال [۷۱۶۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے شوہر ایک شرابی آدمی ہیں اور میرے چار بچے ہیں ایک لڑکی تین لڑکے، سب سے بڑا لڑکا ۱۷/ سال کا ہے جو محنت ومزدوری کرتا ہے، پرسوں رات میرے شوہر نے شراب پینے کے نشہ میں پہلے گھر میں خوب ڈرامہ کیا، پاس پڑوس کے لوگ بھی اکٹھا ہو گئے، پھر ان سب کے سامنے ہی مجھے دو تین مرتبہ بلکہ کئی مرتبہ طلاق دی، اب مسئلہ یہ ہے کہ میں عدت کرنا چاہتی ہوں، شوہر کے گھر میں بھی ایک ہی کمرہ ہے، اس کے علاوہ رہنے کا کوئی ان کا ٹھکانہ نہیں اور میرے میکہ میں بھی کوئی ٹھکانہ نہیں، جہاں جا کر میں عدت کرلوں، سوچتی ہوں کہ کرایہ کا گھر لے کر اپنے بچوں کے ساتھ وہاں رہ کر عدت کرلوں تو ڈر یہ ہے کہ کہیں میرے شوہر وہاں نہ آجائیں، کیونکہ ان سے ہر طرح کی امید کی جاسکتی ہے کہ نشہ اترنے کے بعد وہ بالکل صحیح ہو جاتے ہیں جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔

المستفتی: عطاء الرحمٰن اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب شوہر نے تین مرتبہ سے زیادہ طلاق دیدی ہے تو اس سے بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو کر بالکل حرام ہو گئی ہے، اور نشہ کی حالت میں بھی طلاق ہو جاتی ہے اگر شوہر کے گھر عدت گذارنے میں عفت نفس کا خطرہ ہے اور میکہ میں

گنجائش نہیں ہے تو ایسی صورت میں تیسری ایسی جگہ عدت گذارنے کی گنجائش ہے جہاں پر شوہر کی آمد ورفت نہ ہو سکے، اور وہاں بھی اگر شوہر کے آنے کا خطرہ ہو تو آس پاس کے لوگوں کو بتادیا جائے کہ اس کو وہاں آنے نہ دیں۔

لو قال لزوجته: أنت طالق طالق طالق طلقت ثلاثا. (الأشباه قديم ص:۲۱۹، جديد زكريا ص:۳۷٦)

وإن كان الطلاق ثلاثا فی الحرة و ثنتين فی الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها.

(هنديه، زكريا قديم ۱/٤٧٣، جديد ۱/٥٣٥، هدايه اشرفی ديوبند ۲/۳۹۹)

وطلاق السكران واقع. (هدايه، اشرفی ديوبند ۲/۳٥٨)

طلاق السكران واقع إذا سكر من الخمر أو النبيذ وهو مذهب أصحابنا. (هنديه، زكريا قديم ۱/۳٥۳، جديد ۱/٤۲۰، تاتارخانية ٤/۳۹٥ رقم: ٦٥۱۲)

فإن كان الزوج فاسقا يخاف عليها منه فإنها تخرج و تسكن منزلا آخر احترازاً عن المعصية. (المحيط البرهانی، كوئٹه ٤/۳٧، المجلس العلمی ٥/۲۳٧ رقم: ٥٦٨٦، تاتارخانية زكريا ٥/۲٤٥ رقم: ٧٧٦٧، هنديه زكريا قديم ۱/٥۳٥، جديد ۱/٥٨٧، شامی كراچی ۳/٥۳٧، زكريا ٥/۲۲٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۷۲۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۶/۲۳ھ

عورت عدت کہاں گذارے؟

سوال [۷۱۶۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری لڑکی عابدہ خاتون کو اس کے شوہر نے طلاق دیدی، میری لڑکی کٹگھر پیرزادہ میں رہتی تھی، بعد طلاق وہ اپنے میکہ والد کے مکان بارہ دری آگئی ہے، عابدہ خاتون نے ایک

دینی مدرسہ گذشتہ سات آٹھ ماہ پہلے قائم کیا تھا، اپنے مکان پیرزادہ میں مکان کرایہ کا ہے، محلّہ کے لوگوں کا اصرار ہے کہ مدرسہ برابر چلتا رہے، عابدہ خاتون والد کے گھر سے مدرسہ والے مکان میں جانا چاہتی ہے اور وہیں پر عدت گذارنے کے ساتھ ساتھ بچوں اور بچیوں کو تعلیم دیتی رہے، عابدہ خاتون کا سابقہ شوہر وہاں پر نہیں رہے گا اس سلسلے میں ازروئے شرع کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد صدیق ولد محمد سعید مرحوم، محلّہ بارہ دری مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مدرسہ والا مکان شوہر کا ہے اور فی الحال شوہر کی رہائش بھی اسی میں ہے تو شوہر سے پردہ کا معقول انتظام کر کے صرف عدت کے زمانہ تک وہاں رہ سکتی ہے، عدت ختم ہونے کے بعد وہاں رہنا شرعاً جائز نہیں ہوگا، بلکہ والدین کے پاس رہنا لازم ہوگا، اور اگر مدرسہ والا مکان شوہر کا رہائشی نہیں ہے تو اس میں جا کر عدت گذارنا جائز نہیں ہوگا۔

وتعتدان أی معتدة طلاق و موت فی بیت وجبت فیه ولا یخرجان منه، وتحته فی الشامیة: وهو ما یضاف إلیهما بالسکنی قبل الفرقة. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الطلاق، باب العدة کراچی ۳/۵۳۶، زکریا ۵/۲۲۵، البحر الرائق کوئٹه ۴/۱۵۴، زکریا ۴/۵۲۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹؍شعبان ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۲۳۵۰)

شوہر ثانی کے طلاق کی عدت شوہر اول کے گھر گذارنا

سوال [۷۱۶۹]: (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حلالہ کی صورت میں شوہر ثانی کی طلاق کے بعد کی عدت شوہر اول کے گھر گذار سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: نعیم احمد سلیم پور، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب شوہر بیوی کو تین طلاق دیدے تو عدت کا خرچہ اور اس کی رہائش کا انتظام کرنا اسی شوہر کے ذمہ ہوتا ہے، لہٰذا عورت شوہر کے گھر پر رہ کر عدت گذار سکتی ہے مگر اس دوران شوہر کا اس گھر میں آنا جانا اور جس کمرہ میں عورت عدت گذار رہی ہو اس میں داخل ہونا ممنوع ہے، لہٰذا شوہر کو دوسری جگہ اپنی رہائش اختیار کرلینی چاہیے، اور شوہر ثانی کی طلاق کے بعد عدت شوہر ثانی ہی کے گھر پر گذارنے کا حکم ہے، لیکن اگر شوہر اول اپنے گھر پر عدت گذارنے کے لیے ایثار کرے، اور اس کے لیے گھر خالی کردے اور اس میں شوہر اول اور شوہر ثانی دونوں میں سے کسی کی بھی آمد ورفت نہ ہو تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

المعتدة عن طلاق تستحق النفقة والسكنى. (هنديه، باب النفقة، الفصل الثالث فى نفقة المعتدة زكريا قديم ١/٥٥٧، جديد ١/٦٠٥)

وتبيت فى المنزل الذى طلقت فيه. (شامى، كراچى ٣/٥٣٦، زكريا ٥/٢٢٥)

ولابد من سترة بينهما فى البائن. (درمختار مع الشامى، زكريا ٥/٢٢٦، كراچى ٣/٥٣٧، تاتارخانية زكريا ٥/٢٤٦ رقم: ٧٧٦٩، بدائع الصنائع كراچى ٣/٢٠٦، زكريا ٣/٣٢٦، هنديه زكريا قديم ١/٥٣٥، جديد ١/٥٨٧) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/شعبان ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۴۶۷)

طلاق کہاں دے اور عدت کہاں گذارے

سوال [۷۱۷۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ لڑکی باہر نینی تال میں رہتی ہے وہاں سے آنا نہیں چاہتی، طلاق یہاں دی جائے گی یا نینی تال جاکر طلاق دیں گے، اگر لڑکی کو یہاں لاکر طلاق دیں تو وہ عدت وہاں

جا کر گزارے گی یا یہاں سے نہیں جا سکتی؟

المستفتی: وسیع احمد اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: طلاق دینے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ لڑکی کے پاس جا کر ہی طلاق دی جائے بلکہ جب بھی اور جس جگہ سے بھی طلاق دی جائے گی، واقع ہو جائے گی، اور عدت کا مسئلہ یہ ہے جس جگہ رہتے ہوئے عورت کو طلاق دی جائے تو وہ وہیں عدت گذارے گی، اور اگر یہاں (مرادآباد) لاکر طلاق دی جائے تو یہیں عدت پوری کرے گی بلا عذر شرعی یہاں سے نکلنا درست نہ ہوگا۔

ولا تخرج معتدة رجعي و بائن ...... لو حرة ...... مكلفة من بيتها أصلا لا ليلا و لا نهارا. (در مختار، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل فی الحداد کراچی ۳/۵۳۵، زکریا ۵/۲۲۳)

المعتدة من الطلاق لاتخرج من بيتها ليلا و نهارا (تاتارخانية ٥/٢٤٤، رقم: ٧٧٦٥، در مختار كراچی ٣/٥٣٦، زكريا ٥/٢٢٥، البحر الرائق كوئٹه ٤/١٥٤، زكريا ٤/٢٥٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴ رشوال ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۱۹۹۹)

ناجائز حمل والی عورت عدتِ طلاق کہاں گذارے؟

سوال [۷۱۷۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بندہ نے بہار ہی میں ایک مدرسہ چلانے کا عزم کرلیا ہے، فی الحال درجہ حفظ و قرأت عربی سوم تک تعلیم ہے، زید کی بیوی ہندہ ہے زید نے کچھ دنوں تک نان ونفقہ نہیں دیا تو ہندہ نے بکر سے تعلق قائم کرلیا اور ناجائز حمل بھی قرار پا گیا، اب جبکہ زید سے طلاق دلوادی

گئی ،تو لڑکی خود اقرار کرتی ہے کہ یہ حمل بکر کا ہے اور بکر بھی تائید کرتا ہے اور عورت کا وارث ہونے کی صورت میں عدت زید کے یہاں گذارے گی یا بکر کے پاس، فی الحال محلّہ والوں نے بکر کے یہاں کر دیا ہے؟

المستفتی: لطف اللہ قاسمی، اندر پور ضلع سپول (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب بنائے اور مدرسہ کو ترقیات سے نوازے، مذکورہ عورت کے وارث نہ ہونے کی صورت میں عدت زید کے یہاں گذارنا لازم ہے، بکر کے یہاں جائز نہیں، یا کسی معتمد علیہا بوڑھی عورت کے یہاں گذارے جہاں غیر محرم کی آمد ورفت نہ ہو اور چونکہ زید کی ناشزہ عورت ہے اس لیے زید کے یہاں عدت گذارتے وقت خرچہ زید پر لازم نہ ہوگا۔

إن الفرقة متی کانت من جهة الزوج فلها النفقة و إن کانت بمعصية لا نفقة لها. (هندیه، باب النفقة، الفصل الثالث فی نفقة المعتدة زکریا قدیم ۱/ ۵۵۷، جدید ۱/ ۶۰۵، شامی کراچی ۳/ ۶۱۱، زکریا ۵/ ۳۳۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۴۱۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۴/۱۶ھ

عدت میں انتقال مکان کا شرعی حکم

سوال [۷۱۷۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے والد علاج کے سلسلے میں مرادآباد آئے تھے، یہاں آبائی مکان ہے وہیں قیام تھا، اور یہ مکان ذاتی ہے، یہیں علاج کے دوران والد کا انتقال ہوگیا، ایک مہینہ ۱۲؍دن گزر چکے ہیں، والدہ عدت میں ہیں، کفالت کے ذرائع ہلدوانی میں ہیں، تین بیٹے جو کفیل ہیں، ان کا کاروبار ہلدوانی میں ہے، وہاں قیام کے لیے مکان ذاتی نہیں کرائے کا ہے، اب تک عدت کے ایام مرادآباد میں گزرے ہیں، والدہ بیمار رہتی ہیں، جس کی وجہ سے ایک بیٹے کو مرادآباد میں والدہ

ساتھ رہنا پڑ رہا ہے، کیا باقی عدت کی مدت کے لیے ہم والدہ کو ہلدوانی لے جا سکتے ہیں؟

المستفتی: محمد ارشد اصالت پورہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر مراد آباد میں عدت کا پورا زمانہ گذارنا دشوار ہے، دیکھ بھال اور خدمت سے متعلق دشواری پیش آرہی ہے، تو ایسے عذر کی وجہ سے دن دن ہلدوانی منتقل کرنے کی گنجائش ہے، وہ وہیں اپنے بیٹوں کے ساتھ عدت گذار سکتی ہیں۔

وكذٰلك في الوفاة: إذا كان له أولاد رجال من غيرها فجعلوا بينهم و بينها ستراً أقامت، وإلا انتقلت: و أنت خبير، بأن هذا نص ظاهر الرواية فوجب المصير إليه ولعل وجهه خشية الفتنة حيث كانوا رجالا معها في بيت واحد وإن كانوا محارم لها بكونهم أولاد زوجها كما قالوا بكراهة الخلوة بالصهرة الشابة. (شامي، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب: الحق أن على المفتي أن ينظر في خصوص الوقائع زكريا ٥/٢٢٦، كراچی ٣/٥٢٧، قاضي خان على هامش الهندية زكريا ١/٥٥٣)

أن التربص على المعتدة في منزلها وإن كان واجبا لكن يجوز لها الانتقال بعذر –إلى قوله– فيجوز لها الانتقال نظراً إلى وجود المقتضي و انتفاء المانع وهو ارتفاع التحريم الحاصل للسفر بوجود المحرم. (فتح القدير زكريا ٤/٣١٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۲۰۲۲/۴۱)

شوہر کے انتقال ہوتے ہی گھر سے نکالے جانے والی عورت کی عدت کا حکم

سوال [۷۱۷۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک لڑکی جس کی عمر ۲۲ر سال ہے، جس کے شوہر کا انتقال ۱۲ر فروری ۲۰۱۵ء کو ہوا

اس کے دیور، جیٹھ۸/ ہیں، ایک ہی مکان ہے، جس کو دیکھتے ہوئے اس کو جنازہ نکلنے سے پہلے گھر سے نکال دیا تھا، تاکہ عدت نہ کرنی پڑے اور اب کچھ لوگوں نے رائے دے کر اس کو عدت کے لیے مجبور کیا، ایسی مجبوری کیا بہتر ہے؟ عدت کرائی جائے یا نہ کرائی جائے؟ جبکہ اس لڑکی کی ساس بھی عدت میں ہے، اس لیے کہ اس کے سسر کا بھی انتقال ۱۷/ دن پہلے ہو گیا ہے؟

المستفتی: شمیم احمد محلّہ فراشان مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جنازہ نکلنے سے پہلے گھر سے باہر کر دینے سے عدت کا حکم ساقط نہیں ہوتا یہ محض ایک جہالت اور ناواقفیت ہے، جس نے عوام کے درمیان شہرت اختیار کر لی ہے، یہ انتہائی غلط ترین بات ہے، اس عقیدے سے مسلمانوں کو دور رہنے کی ضرورت ہے اور شوہر کے انتقال کے بعد ہر حال میں ۴/ مہینہ ۱۰/ دن موت کے وقت سے عدت گزارنا لازم ہے، اگر شوہر کے گھر پر عدت گزارنے میں دشواری ہے تو اپنے میکہ جا کر عدت کا بقیہ زمانہ گزارنے کی گنجائش ہے۔

التربص علی المعتدة فی منزلها وإن کان واجبا لکن یجوز لها الانتقال بعذر کانهدام المنزل وغیره، و أذی القربة و وحشة الوحدة عذر فیجوز لها الانتقال نظراً إلی وجود المقتضی و انتفاء المانع وهو ارتفاع التحریم. (فتح القدیر، زکریا ٤/٣١٣)

أما المتوفیٰ عنها زوجها إن کان یکفیها نصیبها من بیت الزوج بالمیراث تسکن فی نصیبها فإن کان فی الورثة من لایکون محرما إن أمکنها أن تستتر أو تأخذ بینها و بین الورثة حجاباً تسکن فی ذٰلک و إن کان لایکفیها أو لا یمکنها کان لها أن تخرج لهذه الضرورة. (خانیة علی الهندیة ١/٥٥٣، شامی زکریا ٥/٢٢٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۲۰۱۶)

جس حیض میں طلاق ہوئی وہ عدت میں شامل ہے یا نہیں؟

سوال [۷۱۷۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جس دن میری طلاق ہوئی اس دن میں حالت حیض میں تھی، طلاق کے چوتھے دن میں نے طہارت کا غسل کیا اس کے بعد میں دوبارہ حیض سے ہوئی، یعنی طلاق کے بعد سے دوبارہ حیض سے فارغ ہوگئی، اب بتائیں کہ طلاق والے حیض سے اگر لگایا جائے تو میرے تین حیض ہوگئے کیا میں اس طرح عدت سے فارغ ہوگئی یا نہیں؟ مجھ کو کیا کرنا چاہیے؟

المستفتی: محمد دانش مانپور مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کے ذمہ ایک اور ماہواری عدت میں گذارنا لازم ہے، اس لیے کہ جس حیض میں طلاق ہوئی ہے وہ عدت میں شمار نہ ہوگا، بلکہ اس کے بعد مکمل تین ماہواری عدت میں گذارنا لازم اور ضروری ہے۔

لأن الحيضة التي وقع فيها الطلاق لا تحسب من العدة. (شامی، کتاب الطلاق، مطلب: فی طلاق الدور، کراچی ۳/۲۳۴، زکریا ٤/٤٣٧)

لا اعتبار لحيض طلقت فيه. (شامی، کتاب الطلاق، باب العدة، کراچی ۳/۵۰۵، زکریا ۵/۱۸۲)

ولا يحتسب من العدة حيض طلقت فيه لأن ما وجد منها قبل الطلاق لايحتسب من العدة فلا يحتسب ما بقي لأن الحيضة لا تتجزى. (مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ٢/١٤٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۰۵۴/۳۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۱/۳۰ھ

کیا طلاق کے فوراً بعد آنے والا حیض عدت میں شمار ہوگا؟

سوال [۷۱۷۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ۱۵؍نومبر کو ۱۱؍بجے میری لڑکی کو طلاق دی گئی ہے، عصر کے بعد اس کو حیض آگیا اب تین حیض پورے ہوگئے ہیں، اب مدت کس حساب سے پوری ہوگی؟ لڑکی کی عمر بیس سال ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ۱۵؍نومبر کی عصر کے بعد جو حیض شروع ہوا ہے شرعاً وہ حیض عدت میں شمار ہوگا، اس کو لے کر اب اگر تین حیض پورے ہو چکے ہیں تو عدت پوری ہو چکی ہے، اب زینت اختیار کرنا اور نکاح ثانی کرنا وغیرہ سب جائز ہیں۔

﴿**قال الله تعالیٰ: وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ.** [البقرة: ۲۲۸]﴾

عن عائشة قالت: أمرت بريرة أن تعتد بثلاث حيض. (سنن ابن ماجه، الطلاق، باب خيار الأمة إذا اعتقت، النسخة الهندية ۱/۱۵۰، دار السلام رقم: ۲۰۷۷)

وهي في حق حرة تحيض لطلاق ...... ثلاث حيض. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الطلاق، باب العدة، كراچی ۳/۵۰۴، زكريا ۵/۱۸۱)

وإذا طلق الرجل امرأته ...... وهي حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة أقراء لقوله تعالیٰ: والمطلقٰت يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء. (هدايه، اشرفی ديو بند ۲/۴۲۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍جمادی الثانیہ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۸۲۴/۲۶)

دورانِ عدت دو دن حیض کا خون آیا تیسرے دن نہیں آیا تو کیا حکم ہے؟

سوال [۷۱۷۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: عبد اللہ اور اس کی بیوی کا آپسی جھگڑا چل رہا تھا بیوی میکے میں رہ رہی تھی اور عبد اللہ نے بیوی کو بغیر بتائے تین طلاق دیدیں، چونکہ بیوی کو طلاق کا علم نہیں اس لیے چار مہینہ گزر جانے کے بعد بیوی عبد اللہ کے پاس آنا چاہتی تھی، لہٰذا عبد اللہ مطلقہ کو اپنے گھر لایا اور بتایا کہ ہم لوگ تین طلاق کے ذریعہ الگ ہو چکے ہیں، مطلقہ کہنے لگی ہم لوگ دوبارہ کیسے ایک ہوں گے، عبد اللہ نے دوسرے سے نکاح کا مسئلہ بتایا تو وہ راضی ہوگئی، لہٰذا عبد اللہ اپنے ایک دوست کو گھر پر بلایا، اور مطلقہ نے خود عبد اللہ کے دوست سے نکاح کرنے کا پیغام دیا اور خط کشیدہ الفاظ میں بات کی:

میرے شوہر نے غلط الفاظ بول دیئے ہیں، حلالہ کرنا پڑتا ہے، کیا تم مجھ سے نکاح کروگے، عبد اللہ کا دوست راضی ہوگیا، پھر عبد اللہ نے ایک عالم اور دو گواہوں کو بلا کر نکاح کرادیا، پھر دونوں میاں بیوی عبد اللہ کے گھر رہنے لگے تین دن کے بعد عبد اللہ کا دوست اپنی مرضی سے طلاق رجعی دے کر چلا گیا، اور مطلقہ عبد اللہ کے گھر میں عدت گذارنے لگی، جب پہلا حیض آکر ختم ہوگیا تو اتفاق سے عبد اللہ نے مطلقہ سے پوچھا کہ کتنے دن آیا، تو مطلقہ کہنے لگی دو دن آیا تھا، تیسرے دن نہیں آیا تھا، ہاں البتہ تیسرے دن سے پہلے رات میں شاید آیا تھا کیونکہ تیسرے دن صبح اس کپڑے میں خون کا نشان اور خون لگا ہوا تھا، جو کپڑے دورانِ حیض استعمال کرتی ہے، بہر حال عبد اللہ کو معلوم تھا کہ کم سے کم حیض تین دن ہوتا ہے، لہٰذا عبد اللہ نے مطلقہ سے کہا کہ اب اچھی طرح دھیان رکھنا، لہٰذا دوسری حیض آیا تو دھیان دینے سے پتہ چلا کہ دو دن تو تسلسل کے ساتھ آیا اور تیسرے دن نہیں آیا بلکہ چوتھے دن تھوڑا سا خون آیا، پھر تیسرے حیض میں دھیان دیا تو پتہ چلا کہ دو دن خوب تیزی سے آیا اور تیسرے اور چوتھے دن میں تھوڑا سا خون آیا، اور چوتھے حیض میں دھیان دیا تو پتہ چلا کہ دو دن اچھی طرح خون آیا اور تیسرے دن تھوڑا سا خون آیا۔

مگر حضرت مفتی صاحب! عبد اللہ اور مطلقہ دونوں کو شبہ ہو رہا ہے کہ عبد اللہ کو طلاق کے بعد جو پہلی عدت گذری ہے اس میں دو دن کے علاوہ تیسرے یا چوتھے دن حیض کا خون آیا

ہے یا نہیں آیا ہے، مطلقہ یقین کے ساتھ نہیں کہہ پا رہی ہے، کیونکہ تقریباً چار سال پہلے حیض کی عادت چار پانچ دن رہتی تھی، اور مطلقہ ساتویں دن پاک ہوا کرتی تھی، مگر مطلقہ کہہ رہی ہے کہ تقریباً چار سال سے میری یہی عادت ہو رہی ہے، کہ ہر مہینے چار پانچ دن پہلے صرف دو دن حیض کا خون آرہا ہے، دورانِ حیض لگانے والے کپڑے تیسرے دن ہٹا دیتی تھی، اور چونکہ ساتویں دن نہاتی تھی اس لیے دھیان نہیں دیتی تھی کہ تیسرے دن آیا یا نہیں آیا، نیز عبد اللہ کو یہی معلوم تھا کہ مطلقہ کو چار پانچ دن حیض آتا ہے اسی لیے اپنے دوست سے نکاح کراتے وقت مطلقہ سے حیض کے بارے میں نہیں پوچھا، ہاں، البتہ مطلقہ کو رمضان میں حیض آیا تو یہ سوچ کر کہ تیسرے دن تو آتا نہیں، لہٰذا چوتھے دن روزہ رکھ کر نہانے گئی، تو دیکھا کہ کپڑے میں خون لگا ہوا ہے، اس سے پتہ چلا کہ چوتھے دن خون آیا ہے اور عید سے تین دن پہلے عبد اللہ نے طلاق دی ہے اور چار مرتبہ حیض آنے کے بعد عبد اللہ نے مطلقہ کا اپنے دوست سے نکاح کرایا ہے، مگر ان چاروں حیض میں دو دن کے علاوہ تیسرے یا چوتھے دن تھوڑا بہت حیض کا خون آیا یا نہیں آیا ہے؟ مطلقہ یقین کے ساتھ نہیں کہہ پا رہی ہے، ہاں مگر عبد اللہ کے دوست کے طلاق دینے کے بعد جو عدت گزری ہے اس میں تین حیض میں غور کیا تو پتہ چل رہا ہے کہ دو دن کے علاوہ تیسرے یا چوتھے دن میں تھوڑا بہت ضرور آیا ہے، اس صورت مسئلہ میں مندرجہ ذیل مسئلہ تحریر فرما کر مہربانی فرمائیں۔

(۱) کیا مطلقہ کی پہلی عدت گزری ہوئی مانی جائے گی اور کیا مطلقہ کا عبد اللہ کے دوست سے نکاح کرنا درست تھا؟

(۲) کیا مطلقہ عبد اللہ سے نکاح کر سکتی ہے، جب کہ مطلقہ اور عبد اللہ دونوں شبہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ ہم دوبارہ نکاح کریں یا نہ کریں، کیا پتہ ہم دونوں کا نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) حضرت مفتی صاحب! اگر نا جائز ہے تو الگ ہو جائیں گے اور اگر نکاح کرنا جائز ہے تو کیا شبہ کی بنیاد پر حلال ہونا مشتبہ ہو جائے گا، اور کیا احتیاطاً نکاح نہ کرنا ہی صحیح رہے گا، حضرت مفتی صاحب ان تینوں مسائل کا جواب تحریر فرما کر احسان فرما دیں، کیونکہ ہم دونوں کے

درمیان اب کوئی لڑائی نہیں ہے، صرف جائز اور ناجائز کی بنیاد پر شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

المستفتی: جمیلہ خاتون، جمعرات والی بازار، پاکباڑہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مذکورہ صورت میں بہر حال دونوں جانب عدت پوری ہوگئی ہے، پہلی عدت میں چار مرتبہ ماہواری کی بات کی جارہی ہے، چار مرتبہ ماہواری گذرنے کے بعد دوسرے شخص سے نکاح ہوا ہے، دو دن خون آنے کے بعد تیسرے دن میں خون آیا ہو یا نہ آیا ہو، ہر صورت میں تیسرا دن عدت میں شمار ہوتا ہے، اور اگر معتادہ عورت ہے جس کے چار پانچ دن خون آنے کی عادت ہے تو اتنے دن حیض میں شمار کر کے بقیہ طہر میں شمار ہوں گے، اور بقول عورت، تین چار سال سے عادت بدل گئی ہے تو ایسی صورت میں تین دن حیض میں شمار کر کے بقیہ طہر میں شمار ہوں گے، اس طریقہ سے تین مرتبہ میں اس کی عدت پوری ہو چکی تھی، اور سوالنامہ میں ذکر ہے کہ چار مرتبہ حیض آنے کے بعد دوست سے نکاح کیا ہے لہٰذا وہ نکاح درست ہو چکا، پھر اس کے بعد تین مرتبہ حیض آنے کے بعد عبداللہ نکاح کرنا چاہتا ہے تو وہ نکاح درست ہو جائے گا ہر مرتبہ میں تین دن ہی ایام حیض شمار ہوں گے، لیکن اگر تین دن سے زائد چوتھے دن بھی خون آیا ہے تو اس کی عادت کے ایام کو حیض میں شمار کیا جائے گا اور اگر پانچ دن خون آتا ہے، تو پانچ دن ماہواری میں شمار کیا جائے گا، اور بقیہ ایام طہر میں شمار کیا جائے گا، اس طریقہ سے تین ماہواری کے گذرنے پر اس کی عدت پوری ہو جائے گی اور اس کے بعد عبداللہ نکاح کرسکتا ہے۔

عن أنس قال: أدنى الحيض ثلاثة و أقصاه عشرة. (سنن الدار قطنی باب الحيض، دار الكتب العلمية بيروت ١/٢١٦، رقم: ٧٩٧)

عن سفيان قال: أقل الحيض ثلاث و أكثره عشرة. (سنن الدار قطنی، دار الكتب العلمية بيروت ١/٢١٧، رقم: ٧٩٩، المعجم الكبير للطبرانی دار احياء التراث العربی بيروت ٨/١٢٩، رقم: ٧٥٨٦، المعجم الأوسط للطبرانی، دار الفكر بيروت ١/١٨٢، رقم: ٥٩٩)

أقل الحيض ثلاثة أيام و لياليها و ما نقص من دمك فهو استحاضة.

(هدايه، كتاب الطهارة، باب الحيض والاستحاضة اشرفى ديوبند ١/٦٢)

أما إذا لم يتجاوز الأكثر فيهما فهو انتقال للعادة فيهما فيكون حيضا و نفاسا. (شامى كراچى ١/٢٨٥، زكريا ١/٤٧٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۵۳۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۵/۱۳ھ

دواؤں کے ذریعہ ماہواری آنے سے عدت مکمل ہوگی یا نہیں؟

سوال [۷۱۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کہ ایک مطلقہ عورت کے بچہ کی ولادت کے بعد مدت نفاس پوری ہوجانے کے بعد دوسرے شوہر سے نکاح ہوا پھر اس نے ہم بستری کے بعد طلاق دیدی اب اس عورت کو تقریباً ڈیڑھ دوسال کے بعد حیض آئے گا، جب تک بچہ دودھ پئے گا حیض نہیں آتا، تو ایسی عورت کی عدت کیسے ہوگی، ڈیڑھ دوسال کے بعد جب تین حیض آئیں گے اس وقت عدت پوری ہوگی یا دوسرے شوہر کی طلاق کے تین ماہ بعد عدت پوری ہوجائے گی؟

(۲) واضح رہے کہ لڑکی جوان العمر ہے، ڈیڑھ دوسال پوری مدت رضاعت بغیر شوہر رہنا مشکل ہے، ایسے حالات میں دواؤں کے ذریعہ تین دفعہ حیض آجائے تو وہ حیض ہی شمار ہوگا یا نہیں اور اس طرح اس کی عدت پوری ہوجائے گی یا نہیں؟ یا شریعت اسلامیہ جو بہت آسان ہے اس میں ایسی عورتوں کے لیے کوئی حل ہو تو تحریر فرمائیں۔

(۳) شریعت اسلامیہ نے عورت کے لیے عدت اس لیے رکھی ہے کہ پتہ چل جائے کہ پہلے شوہر سے حمل ہے کہ نہیں؟ لہٰذا تین حیض یا وضع حمل کے بعد عدت پوری ہوجاتی ہے، لیکن آج کے دور میں ڈاکٹری چیک اپ (پیشاب ٹیسٹ، الٹرا ساؤنڈ وغیرہ) کے ذریعہ پتہ چل جاتا ہے کہ حمل ہے یا نہیں؟ تو اگر کئی دفعہ ایسی عورتوں کا چیک اپ کرالیا جائے اور پتہ

چل جائے کہ حمل نہیں ہے تو کیا ایسی عورت کو پھر بھی عدت کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟
درخواست ہے کہ مذکورہ سوال پر غور فرما کر تحقیقی جواب با حوالہ تحریر فرما دیں۔

المستفتی: زاہد الہاشمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱-۲) مسئولہ صورت میں اگر عصمت کے ضیاع کا قوی اندیشہ ہے تو دواؤں کے ذریعہ ماہواری گذارنے کی گنجائش ہے، اور علاج و دواؤں سے ناکامی کی صورت میں حضرت امام مالکؒ کے مذہب کے مطابق چھ مہینہ تک انتظار کرے اور اس کے بعد مزید تین مہینہ عدت کے عنوان سے گذارے، اس طرح کل نو مہینہ میں ایسی عورت کی عدت پوری ہو جائے گی، اس کے بعد نکاح ثانی کر لینے کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسالک ۱۷۰، فتاویٰ دار العلوم ۱۰/۳۰۳، امداد الفتاویٰ ۲/۴۹۰، کفایت المفتی قدیم ۶/۴۸۲، محمودیہ قدیم ۴/۱۵۰، جدید ڈابھیل ۱۳/۳۸۶، احسن الفتاویٰ ۵/ ۴۳۵)

لو انقطع دمها فعالجته بدواء حتى رأت صفرة في أيام الحيض أجاب بعض المشايخ بأنه تنقضي به العدة. (شامی، کتاب الطلاق، باب العدة کراچی ۳/۵۰۵، زکریا ۵/۱۸۲)

وإن رأت ثلاثة أيام دما وانقطع و مضى سنة أو أكثر ثم طلقت فعدتها بالحيض إلى أن تبلغ حد الأياس وهو خمس و خمسون سنة في المختار، وعند مالك للآئسة تسعة شهر ستة أشهر لاستبراء الرحم و ثلاثة أشهر للعدة، قال العلامة والفتوىٰ في زماننا على قول مالك في عدة الآئسة. (بزازیه، الثامن فی العدة، زکریا جدید ۱/۱۶۶، و علی هامش الهندية زکریا ٤/٢٥٦، شامی کراچی ٤/٢٩٦، زکریا ٦/٤٦١، البحر الرائق کوئٹه ٤/١٣٠، زکریا ٤/٢٢٠، حاشية الطحطاوی علی الدر کوئٹه ٤/٢١٧)

(۳) رحم کی صفائی کے سلسلے میں کئی ڈاکٹروں کی معتبر تحقیق و ریسرچ کے فیصلہ کے باوجود بھی عورت کو عدت گذارنا لازم اور ضروری ہے، کیونکہ حکم شریعت پر عمل الگ چیز ہے اور حکم شریعت میں کسی مصلحت وعلت کا ہونا یہ دوسری چیز ہے، اگر عدت کی مصلحت وعلت (استبراء)

کا وجود آج کے اس ترقی یافتہ دور میں عدت کے بغیر بھی حاصل ہو جائے تو اس کی وجہ سے نص قرآنی کو ترک نہیں کیا جا سکتا، حکم شریعت ونص قرآنی پر عمل بہر حال ضروری ہے، خواہ علت و مصلحت کا وجود ہو یا نہ ہو، اس کی بہت سی نظیریں شریعت میں موجود ہیں، لہٰذا حیض والی عورت کے لیے تین حیض اور غیر حیض والی عورت کے لیے تین ماہ عدت طلاق گذارنا لازم اور ضروری ہے، گرچہ پوری دنیا رحم کے صاف ہونے کا فیصلہ کر دے، اس کے بعد ہی نکاح ثانی جائز ہوگا۔

﴿قال الله تعالیٰ: وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ . [البقرة: ۲۲۸]﴾

هی تربص يلزم المرأة عند زوال النكاح ...... أی لزوم انتظار انقضاء عدة. (البحر الرائق، کوئٹه ۱۲۸/٤، زکریا ٤/۲۱٤، شامی کراچی ۵۰۲/۳، زکریا ۱۷۵/۵، هندیه زکریا قدیم ۵۲٦/۱، جدید ۵۷۹/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۱۵۱/۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴/۴/۱۴۲۲ھ

عدتِ طلاق کا شمار کب سے ہوگا؟

سوال [۸۱۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں نے کسی وجہ سے اپنے شوہر سے طلاق لی ہے، میں پچھلے چار ماہ سے اپنے شوہر سے الگ رہ رہی ہوں، طلاق کلی ہوئی ہے، ایسے حالات میں مجھے عدت کرنی چاہیے یا نہیں؟

المستفتی: صفیہ ناز، مغلپورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: صورت مسئولہ میں جب سے آپ کو طلاق واقع ہوئی ہے تو اس کے فوراً بعد سے تین ماہواری آنے تک آپ پر عدت گذارنا لازم ہے۔

ومبدء العدة بعد الطلاق و بعد الموت على الفور، وتنقضی العدة و إن جهلت المرأة بهما أی بالطلاق و الموت. (در مختار، کتاب الطلاق، باب

العدة کراچی ۳/ ۵۲۰، زکریا ۵/ ۲۰۲)

ابتداء العدة فی الطلاق عقیب الطلاق، وفی الوفاة عقیب الوفاة، فإن لم تعلم بالطلاق أو الوفاة حتی مضت مدة العدة فقد انقضت عدتها. (هندیه، زکریا قدیم ۱/ ۵۳۱-۵۳۲، جدید ۱/ ۵۸٤)

وابتداء العدة فی الطلاق عقیب الطلاق وفی الوفاة عقیب الوفاة فإن لم تعلم بالطلاق أو الوفاة حتی مضت مدة العدة فقد انقضت عدتها لأن سبب وجوب العدة الطلاق أو الوفاة فیعتبر ابتدائها من وقت وجود السبب. (هدایه، باب العدة اشرفی دیو بند ۲/ ٤۲۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ر شعبان ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۸۷۵)

طلاق نامہ لکھنے سے تین ماہ بعد ملے تو عدت کب سے شروع ہوگی؟

سوال [۷۱۷۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے شوہر نے سعودی عرب سے لکھا کہ سنجیدہ تم میری طرف سے آزاد ہو اس کے بعد آگے لکھا کہ اس کو مذاق نہ سمجھنا میں تم کو طلاق دے چکا ہوں، مجھے یہ بتلایئے کیا اس طرح بھی طلاق ہوجاتی ہے، اگر طلاق ہو چکی تو کتنی ہوئی، اور اس خط کو آئے تقریباً تین ماہ گذر گئے، میری عدت کا حساب کب سے ہوگا، جبکہ خط مجھے دو چار دن پہلے ہی ملا ہے، سسرالیوں نے اس کو چھپا رکھا تھا، شریعت کی روشنی میں مجھے بتائیں کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟

المستفتی: سنجیدہ خاتون، کوتوالی نگینہ بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس طرح بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے اور اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی ہے اس لیے کہ شوہر کا یہ لکھنا کہ تم میری طرف سے آزاد ہو، ’’سرتک‘‘

کے معنی میں ہے، جس سے عرف میں ایک طلاق رجعی پڑتی ہے، اور میں تم کو طلاق دے چکا ہوں یہ بظاہر پہلی طلاق کی خبر ہے، لہٰذا دونوں جملوں سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔

بأن كتب: أما بعد! فأنت طالق فلما كتب هٰذا يقع الطلاق. (شامی، كتاب الطلاق، قبيل باب الصريح، كراچی ٣/٢٤٦، زكريا ٤/٤٥٦، هنديه، زكريا قديم ١/٣٧٨، جديد ١/٤٤٦)

رها كردم أى سرحتك يقع به الرجعي ...... لأنه غلب في عرف الناس استعماله في الطلاق. (شامی، باب الكنايات، كراچی ٣/٢٩٩، زكريا ٤/٥٣٠)

آپ کی عدت اسی وقت سے شمار ہوگی جس وقت شوہر نے تحریر لکھی ہے اور اس وقت سے جب آپ کو تین ماہواری آجائے گی تب آپ کی عدت پوری ہو جائے گی، اب آپ خود دیکھ لیں کہ کتنی ماہواری ہوئی ہے، اور عدت پوری ہونے کے بعد بغیر تجدید نکاح کے شوہر کے پاس جانا جائز نہ ہوگا۔

وتلزمها العدة من وقت الكتابة. (شامی، كراچی ٣/٢٤٦، زكريا ٤/٤٥٦، هنديه، زكريا قديم ١/٣٧٨، جديد ١/٤٤٦)

عدتها ثلاث حيض كوامل إذا كانت ممن تحيض. (شامی، باب العدة كراچی ٣/٥٠٥، زكريا ٥/١٨٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۱۲؍ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۵۸۰/۳۵)	۱۴۲۱/۴/۱۳ھ

عدت کی ابتداء کب سے ہے؟

سوال [۷۱۸۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی، عدت کے کچھ دنوں کے بعد اس عورت کی طبیعت خراب ہوئی، اور الٹیاں ہونے لگیں، لوگوں نے بتایا کہ تجھے تو طلاق نہیں ہوئی تو یہ عورت

عدت سے نکل گئی اوراب دس بارہ دن گذر چکے ہیں، یہ عورت دوبارہ عدت میں بیٹھنا چاہتی ہے تو عدت کاوقت کب سے شمار ہوگا، اب سے یا اسی وقت سے جس وقت طلاق ہوئی تھی؟

المستفتی: عبدالرؤف قریشی بڑی مسجد اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عورت کی عدت طلاق کے وقت سے شروع ہوجاتی ہے، اور طلاق کے وقت سے تین ماہواری مکمل ہونے تک عدت پوری ہوتی ہے اور شریعت میں عدت ٹوٹا نہیں کرتی ہے، ہاں البتہ عدت کے زمانہ میں بلاضرورت گھر سے باہر جانا منع ہے اس سے عورت گنہگار ہوتی ہے، لیکن بیماری وغیرہ کے سخت اعذار کی وجہ سے ڈاکٹروں کے یہاں جانے سے کوئی گناہ نہیں ہوتا ہے اگر عورت بلاضرورت باہر چلی جائے تو اس کو اس گناہ سے توبہ کرلینی چاہیے اور عدت بدستور باقی رہتی ہے، اور تین ماہواری کے مکمل ہونے پر ہر صورت میں عدت پوری ہوجاتی ہے، لہٰذا مذکورہ عورت کی عدت بدستور باقی ہے اور تین ماہواری مکمل ہونے پر عدت پوری ہوجائے گی۔

﴿قال الله تعالىٰ: وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ. [البقرة: ٢٢٨]﴾

عن عائشة قالت: أمرت بريرة أن تعتد بثلاث حيض. (ابن ماجه، الطلاق، باب خيار الأمة إذا اعتقت، النسخة الهندية ١/ ١٥٠ دار السلام رقم: ٢٠٧٧)

ابتداء العدة في الطلاق عقيب الطلاق وفي الوفاة عقيب الوفاة. (عالمگيرى، الباب الثالث عشر في العدة، زكريا قديم ١/ ٥٣١، جديد ١/ ٥٨٤، هدايه، اشرفى ديوبند ٢/ ٤٢٥)

إذا طلق الرجل امرأته ...... فعدتها ثلاثة أقراء. (عالمگيرى، الباب الثالث عشر في العدة، زكريا قديم ١/ ٥٢٦، جديد ١/ ٥٨٠)

وإذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا أو رجعيا أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق وهي حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة أقراء لقوله تعالىٰ: وَالْمُطَلَّقَاتُ

يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلاثَةَ قُرُوْءٍ. (هدايه، اشرفی دیو بند ٢/ ٤٢٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٠/ جمادی الاولیٰ ١٤٢٨ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٨/ ٩٢٩٠)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
١٤٢٨/٥/١٠ھ

عدت کب سے شمار کی جائے گی؟

سوال [٧١٨١]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے شوہر نے چھ سال سے ایک ہندو عورت رکھی ہوئی ہے، اور مجھے گھر سے نکال دیا تھا، چار سال میں اپنے میکہ میں رہی، ایک بچی بھی رہی ہے، چھ سال کی، جو میرے پاس ہی ہے، چار سال کے بعد میل کر کے مجھے لے گئے تھے، لیکن چھ مہینے بھی نہیں رکھا اور اسی کے کہنے سے مجھے پھر نکال دیا، ایک بات اور واضح کر دوں کہ نا تو وہ عورت ہی مسلم ہوئی ہے بلکہ کچھ ثبوت ایسے ہیں کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی اپنا مذہب بدل لیا ہے اب ایک سال سے اوپر ہو گیا ہے مجھے میکے میں رہتے ہوئے کل بروز بدھ انہوں نے مجھے طلاق دی ہے، ایک سال سے میرا ان کا کوئی تعلق نہیں رہا، میں نے ان کی پرچھائیں تک نہیں دیکھی ہے، اور نہ ہی انہوں نے میرا یا اپنی بچی کے خرچہ پانی کو کچھ دیا اور نہ ہی کسی طرح کی کوئی خیر خبر ہی لی، اب جب کہ مجھے کل طلاق ہوئی تو میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ شریعت مجھے عدت کا حکم کرتی ہے، تو کتنی مدت تک؟

المستفتی: نفیساً محلّہ مسجد ملا قاسم والی، فیل خانہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جی ہاں شرعی طور پر آپ پر عدت گذارنا واجب ہے اور پوری تین ماہواری عدت میں گذارنا واجب ہے۔

﴿قال الله تعالىٰ: وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلاثَةَ قُرُوْءٍ. [البقرة: ٢٢٨]﴾

عن ابن جريج: ثلاثة قروء، ابن جريج عن عطاء الخراساني عن ابن

عباس قال: ثلاث حیض. (السنن الکبریٰ للبیهقی، العدد، باب من قال: الأقراء الحیض، دار الفکر بیروت ۱۱/۳۷۷، رقم: ۱۵۸۰۲-۱۵۸۰۳)

إذا طلق الرجل امرأته وهی حرة ممن تحیض فعدتها ثلاثة أقراء.

(هدایه، اشرفی دیو بند ۲/۴۲۲، هندیه زکریا قدیم ۱/۵۲٦، جدید ۱/۵۸۰)

ابتداء العدة فی الطلاق عقیب الطلاق الخ. (هدایه / باب العدة اشرفی دیو بند ۲/۴۲۵، هندیه زکریا قدیم ۱/۵۳۱، جدید ۵۸٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ر محرم الحرام ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۹۵۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/۱/۱۴۱۳ھ

سوا سال سے علیحدہ رہنے والی بیوی کو شوہر طلاق دیدے تو عدت کا حکم

سوال [۷۱۸۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک عورت سوا سال سے اپنے شوہر کی ناراضگی کی وجہ سے اپنی ماں کے گھر پر ہے، اب سوا سال کے بعد اس کا شوہر اس کو ابھی پندرہ دن قبل طلاق دیدیتا ہے، اس عورت کے والدین اس لڑکی کی شادی دوسری جگہ کرنا چاہتے ہیں اور رشتہ بھی مناسب جگہ سے آیا ہے، کیا اس حالت میں عورت پر عدت واجب ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس میں کوئی گنجائش ہے کہ جلد شادی کردی جائے؟

المستفتی: محمد اسلم لال باغ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت جب سوا سال سے شوہر کی ناراضگی کی وجہ سے اپنی ماں کے گھر پر ہے اور شوہر نے ابھی پندرہ دن قبل طلاق دی ہے تو ایسی صورت میں شوہر کی ناراضگی کی وجہ سے جو سوا سال کا زمانہ گذرا ہے وہ عدت کے لیے کافی نہ ہوگا، بلکہ طلاق کے بعد الگ سے تین ماہواری عدت گذارنا واجب ہوگا، اور دورانِ عدت دوسرا نکاح کرنا کسی صورت میں درست نہ ہوگا۔

﴿قال الله تعالیٰ: وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلاثَةَ قُرُوْءٍ. [البقرة: ۲۲۸]﴾

قـال مـحمد: إذا فارق الرجل امرأته زمانا ثم قال لها كنت طلقتک منذ كذا (إلى قوله) وتعتبر عدتها من ذٰلک الوقت. (عـناية مع فتح القدير، كتاب الطلاق، باب العدة، دار الفكر بيروت ۳۲۹/۴، كوئٹه ۱۵۴/۴، زكريا ۲۹۷/۴، تاتارخانية زكريا ۲۳۴/۵ رقم: ۷۷۴۰)

لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذٰلک المعتدة سواء كانت العدة عن طلاق أو وفاة. (عالمگیری زکریا قدیم ۲۸۰/۱، جدید زکریا ۳۴۶/۱)

وإذا طـلـق الـرجـل امـرأته طلاقا بائنا أو رجعيا (إلى قوله) وهي حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة أقراء. (هـدايه، باب العدة اشرفی دیو بند ۴۲۲/۲، هنديه، زكريا قديم ۵۲۶/۱، جدید ۵۸۰/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰/ رجمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۸۸۰/۳۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/۷/۱۴۲۶ھ

ڈھائی سال سے الگ رہنے والی عورت پر طلاق کی صورت میں عدت کا حکم

سوال [۷۱۸۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کی شادی ہندہ سے ہوئی، تین روز کے بعد سہاگ رات میں ہم بستری بھی کی، پھر ہندہ اپنے والدین کے گھر پہنچ گئی، ڈھائی سال تک ہندہ نے اپنے والدین کے گھر ہی قیام وطعام کیا، اس کے بعد درمیان میں زید نے نہ ہندہ کو دیکھا اور نہ وہ اسے لینے آیا اور نہ ہندہ زید کے گھر گئی، ڈھائی سال بعد زید ہندہ کو طلاق دیتا ہے تو کیا اس کے لیے ہندہ کو عدت گذارنی ہوگی یا نہیں؟ جواب قرآن وحدیث سے عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد ضمیر محلہ رحمت نگر، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی صورت میں بھی عدت گذارنی واجب ہے،

بلاعدت دوسرا نکاح باطل اور حرام ہوگا۔

﴿قال الله تعالیٰ: وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهُ. [البقرة: ۲۳۵]﴾

﴿قال الله تعالیٰ: وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ .[البقرة: ۲۲۸]﴾

ابتداء العدة فی الطلاق عقیب الطلاق. (هدایه، باب العدة، اشرفی دیو بند ۲/ ٤۲٥، هندیه زکریا قدیم ۱/ ٥۳۱، جدید ۱/ ٥۸٤)

إذا طلق الرجل امرأته ...... فعدتها ثلاثة أقراء. (هدایه، اشرفی دیو بند ۲/ ٤۲۲، هندیه زکریا قدیم ۱/ ٥۲٦، جدید ۱/ ٥۸۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍شوال ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۲۶۳)

دوسرے نکاح کے لیے عدت گزارنا لازم ہے یا نہیں؟

سوال [۷۱۸۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید نے اپنی بیوی کو اپنے گھر سے نکال دیا تو وہ اپنی بہن ماموں زاد کے مکان پر آگئی، اب قریب ۵؍سال ہوگئے، اس کو اپنی بہن کے پاس رہتے ہوئے، اب وہ نکاح کرنا چاہتی ہے، تو اس بات کو سن کر اس کے پاس آدمی گئے، اسے جا کر کہا کہ اپنی بیوی کو لے آ، تو اس نے فوراً طلاق دیدی تو کیا اس کو عدت کرنی ہوگی؟

المستفتی: عبداللہ طوطا پور، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: طلاق سے قبل میاں بیوی کے درمیان عرصۂ دراز تک دوری کا ہونا طلاق کی عدت کو ختم نہیں کرتا، بلکہ طلاق کے بعد نکاح ثانی کرنے کے لیے باقاعدہ عدت گذارنا لازم ہے، اس کے بغیر دوسرے مرد کے ساتھ نکاح درست نہیں ہوگا۔

﴿قال الله تعالیٰ: وَلَا تَعۡزِمُوۡا عُقۡدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبۡلُغَ الۡكِتٰبُ اَجَلَهٗ.
[البقرة: ۲۳۵]﴾

ومبدء العدة بعد الطلاق وبعد الموت. (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب العدة، كراچی ۳/ ۵۲۰، زكريا ۵/ ۲۰۲)

وابتداء العدة في الطلاق عقيب الطلاق. (هدايه، اشرفی ديوبند ۲/ ۴۲۵، هنديه، زكريا قديم ۱/ ۵۳۱، جديد ۱/ ۵۸۴)

أما نكاح منكوحة الغير و معتدته (إلى قوله) لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا. (شامی، كتاب النكاح، مطلب فی النكاح الفاسد، كراچی ۳/ ۱۳۲، زكريا ۴/ ۲۷۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍ جمادی الثانیہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۳۹۳)

کیا طلاق سے قبل کی علیحدگی عدت میں شمار ہوگی؟

سوال [۷۱۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورت شوہر کے گھر سے اپنی ماں کے یہاں آگئی، اس سے پوچھا تو کیوں آگئی، اس نے کہا میرے شوہر نے مجھے طلاق دیدی، پوچھا تیرا کوئی گواہ ہے، کہنے لگی مجھے رات میں طلاق دی ہے، اس وقت میرے شوہر کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں تھا، اس کے شوہر سے پوچھا گیا اس نے کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی، وہ جھوٹ بولتی ہے، مرد اس بات پر ناراض ہوکر اپنی بیوی کو لینے نہیں آیا، جب مرد سے کہا جاتا ہے کہ اپنی بیوی کو لے آؤ تو وہ کہہ دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ گئی ہے خود آجائے، میں لینے نہیں جاؤں گا، لوگوں نے اس کو سمجھایا کہ بھائی دیکھ اب وہ تیرے گھر نہیں رہے گی اس لیے تو اس کو طلاق دیدے، لیکن وہ نہیں مانا، چار

سال بیوی کوالگ رہتے ہوئے بیت گئے، کچھ معزز لوگوں کے سمجھانے سے اس نے اپنی بیوی کو باقاعدہ تحریری طلاق دے دی، اس کے دستخط کرائے گئے، اورمنہ سے تین بار کہلوایا گیا، اب یہ بتایا جائے کہ وہ عورت اپنے مرد سے چار سال الگ رہی اب چار سال کے بعد مرد نے طلاق دیدی، کیا اب اس کو عدت کرنی پڑے گی یا چار سال کے اندر ہی عدت پوری ہوگئی، جیسا کہ عورت کہتی تھی کہ میرے مرد نے مجھے طلاق دیدی؟

المستفتی: ایس اے خان، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت کا قول بغیر دو عادل گواہوں کے معتبر نہیں، چار سال بعد طلاق دینے پر بھی شرعاً طلاق کے بعد پوری عدت گذارنی واجب ہے، جبکہ عورت سے نکاح کے بعد صحبت یا خلوت صحیحہ ہوئی ہو۔

﴿قال اللہ تعالیٰ: وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ. [البقرة: ۲۸۲] ﴾

وما سوى ذلک من الحقوق يقبل فيها شهادة رجلين أو رجل وامرأتين سواء كان الحق مالا أو غير مال مثل النكاح والطلاق. (هدايه، كتاب الشهادة، اشرفی ديو بند ۳/ ۱۵٤)

﴿قال الله تعالىٰ: وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلاثَةَ قُرُوْءٍ. [البقرة: ۲۲۸]﴾

إذا طلق الرجل امرأته ...... فعدتها ثلاثة أقراء. (هدايه، باب العدة، اشرفی ديو بند ۲/ ۴۲۲، هنديه زكريا قديم ۱/ ۵۲٦، جديد ۱/ ۵۸۰)

ومبدء العدة بعد الطلاق و بعد الموت. (الدر المختار، کراچی ۳/ ۵۲۰، زكريا ۵/ ۲۰۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍رجب ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۴۰۱)

حائضہ اور حاملہ کی عدت کی میعاد

سوال [۷۱۸۶]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: عورت کی طلاق کے بعد عدت کی کیا میعاد ہوتی ہے اور اگر عورت حاملہ ہو تو عدت کب پوری ہوگی؟ عدت کی تمام شکلیں واضح فرمادیں، نان ونفقہ کتنے دن کا ادا کیا جائے گا؟

المستفتی: حسنین، محلّہ سرائے شیخ محمود مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مطلقہ غیر حاملہ کی عدت جبکہ وہ حائضہ ہو تین حیض ہیں، اور حاملہ ہونے کی صورت میں ولادت کے بعد اس کی عدت پوری ہوجائے گی۔

﴿**قال الله تعالىٰ: وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ**. [البقرة: ۲۲۸]﴾

عن عائشة قالت: أمرت بريرة أن تعتد بثلاث حيض. (ابن ماجه، الطلاق، باب خيار الأمة إذا اعتقت، النسخة الهندية ۱۵۰، دار السلام رقم: ۲۰۷۷)

إذا طلق الرجل طلاقا بائنا أو رجعيا أو ثلاثا أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق وهي حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة قروء. (هنديه، زكريا قديم ۱/۵۲۶، جديد ۱/۵۸۰، هدايه، اشرفي ديوبند ۲/۴۲۳، تاتارخانية زكريا ۵/۲۲۸ رقم: ۷۷۲۷)

﴿**قال الله تعالىٰ: وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ**. [الطلاق: ٤]﴾

عدة الحامل أن تضع حملها. (هنديه، زكريا قديم ۱/۵۲۸، جديد ۱/۵۸۱، هدايه، اشرفي ديوبند ۲/۴۲۳، تاتارخانية زكريا ۵/۲۲۸ رقم: ۷۷۲٤)

اگر شوہر کی مرضی کے مطابق جہاں پر شوہر چاہتا ہے وہاں عدت گذارے تو عدت کا خرچہ شوہر پر لازم ہے اور اگر شوہر کی مرضی کے خلاف جگہ پر عدت گذارے تو عدت کا خرچہ شوہر پر نہیں ہوگا۔

وفي المجتبىٰ: نفقة العدة كنفقة النكاح وفي الذخيرة: وتسقط

بـالـنشـوز وتعود بالعود. (شـامـی، بـاب الـعـدة، مـطلب: فی نفقة المطلقة، كراچی ۶۰۹/۳، زكريا ۳۳۳/۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ جمادی الثانیہ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۱۰۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۶/۲۳ھ

حاملہ کی عدت اور خرچہ کا حکم

سوال [۷۱۸۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کیا طلاق شدہ عورت کا تین ماہ دس دن تک اپنے گھر یا سسرال میں گھر میں رہنا ضروری ہے جبکہ وہ حاملہ بھی ہے؟

(۲) کیا مطلقہ طلاق کی عدت پوری کیے بغیر خرچۂ عدت مانگنے کے لیے عدالتی چارہ جوئی کرنے جاسکتی ہے؟

(۳) شریعت کے مطابق خرچۂ عدت کس قدر طلب کرسکتی ہے؟

المستفتی: محمد یوسف ولد جناب حبیب اللہ، بروالان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر طلاق شدہ عورت حاملہ ہے تو اس کی ولادت کے بعد عدت پوری ہوگئی ہے، چاہے ایک ماہ میں ولادت ہوجائے یا کئی مہینوں میں، تین ماہ کی قید نہیں، اگر عورت ناشزہ نہیں ہے تو ولادت تک عدت کا خرچ شوہر پر لازم ہے، اور اگر شوہر عدت اور ولادت کا خرچ نہ دے تو اس کے لیے عدالتی چارہ جوئی کرنا جائز ہے، اور اگر وہاں حاضری کی ضرورت ہے تو حاضر بھی ہوسکتی ہے۔

﴿قال الله تعالىٰ: **وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ.** [الطلاق: ٤]﴾

وعـدة الـحـامـل أن تضع حملها. (هـنـديـه، زكـريـا قديم ۵۲۸/۱، جديد ۵۸۱/۱، هدايه، اشرفی ديوبند ۴۲۳/۲، تاتارخانية زكريا ۲۲۸/۵ رقم: ۷۷۲۷)

أن معتدة الموت لما كانت فى العادة محتاجة إلى الخروج لأجل أن تكتسب للنفقة قالوا: إنها تخرج فى النهار و بعض الليل، بخلاف المطلقة، وأما الخروج للضرورة فلا فرق فيه بينهما. (شامی، کراچی ۳/۵۳٦، زکریا ۵/۲۲۵)

وإذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسكنى فى عدتها رجعيا كان أو بائنا (قوله) و إن كن أولات حمل فانفقوا عليهن الآية، وأن النفقة جزاء احتباس على ما ذكروا الاحتباس قائم فى حق حكم مقصود بالنكاح والولد إذا العدة واجبة لصيانة الولد فتجب النفقة. (هدايه، كتاب الطلاق، باب النفقة اشرفی دیوبند ۲/۴۴۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ رشوال المکرّم ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۵۸۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/۱۰/۱۴۲۵ھ

اسقاط حمل کی صورت میں عدت کا حکم

سوال [۷۱۸۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) ہندہ حالت حمل سے تھی شوہر نے طلاق دیدی، ابھی تین مہینے کا حمل تھا کہ اسقاط ہوگیا یا دوائی کھالی جس سے حمل ساقط ہوگیا، معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا حمل ساقط ہوجانے سے یا کردینے سے جبکہ صرف تین مہینے کا حمل تھا ابھی ہاتھ پاؤں وغیرہ بھی نہیں بنے تھے، کیا ہندہ کی عدت پوری ہوئی یا نہیں؟

(۲) تین مہینے کے اسقاط سے اگر ہندہ کی عدت پوری نہیں ہوئی تو اسقاط کے بعد عدت کی مدت تین حیض ہوں گے یا تین مہینے؟ عورتوں کے بتلانے کے مطابق تو اسقاط ہوجانے سے کئی مہینے کے بعد حیض شروع ہوتا ہے، اس حالت میں عدت حیض سے شمار ہوگی، چاہے کتنے ہی دنوں میں تین حیض پورے ہوں یا تین مہینے ہوگی؟

(۳) ہندہ کا حمل ساقط ہونے سے پہلے ایک مہینہ عدت کا گذر چکا ہے یہ ایک مہینہ کس شمار میں ہوگا، اگر مہینوں سے عدت پوری ہوگی، تو یہ مہینہ شمار کیا جائے گا یا نہیں؟ اگر حیض سے شمار ہوگی تو اس مہینہ کا کیا ہوگا؟

المستفتی: محمد اکبر پونہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) ساقط ہوجانے والے حمل کے اگر تمام ہی اعضاء یا بعض اعضاء بن گئے ہیں یعنی وہ حمل تام الخلقت ہوگیا ہو یا بعض الخلقت ہوتب تو اس کے ساقط ہوجانے سے عدت پوری ہوجاتی ہے اور یہ بات کم از کم حمل کی مدت چار مہینے پوری ہونے کے بعد پائی جاتی ہے، اور مذکورہ سوال میں چونکہ ہندہ کا حمل تین ماہ کا ہے لہٰذا اس ساقط ہوجانے والے حمل یا دوا کھا کر صفائی کردینے کی صورت میں اس حمل سے عدت پوری نہ ہوگی بلکہ از سر نو عدت گذارنا لازم ہوگا۔

وشرط انقضاء هذه العدة أن يكون ما وضعت قد استبان خلقه أو بعض خلقه فإن لم يستبن رأسا بأن سقطت علقة أو مضغة لم تنقض العدة؛ لأنه إذا استبان خلقه أو بعض خلقه فهو ولد فقد وجد وضع الحمل فتنقضى به العدة، وإذا لم يستبن لم يعلم كونه ولدا بل يحتمل أن يكون و يحتمل أن لايكون فيقع الشک فی وضع الحمل فلا تنقضی العدة بالشک. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل فى الكلام فى عدة الحبل، زكريا ۳/۳۱۱)

لا يستبين خلقه إلافى مأة و عشرين يوما أربعين يوما نطفة و أربعين علقة و أربعين مضغة ثم ينفخ فيه الروح، الحاصل: أن السقط الذى استبان بعض خلقه يعتبر فيه أربعة أشهر و تام الخلق ستة أشهر. (البحر الرائق، باب العدة، كوئٹه ۴/۱۳۶، زكريا ۴/۲۳۰)

(۲) تین مہینے کے حمل کے اسقاط سے عدت پوری نہ ہوگی بلکہ از سر نو عدت گذارنی پڑے گی اور چونکہ ہندہ ذوات الحیض میں سے ہے، اس لیے تین حیض کے ذریعہ عدت

گذارے گی اور یہ تین حیض خواہ کتنے ہی لمبے زمانے میں پورے ہوں البتہ تین مہینے سے پہلے ساقط شدہ حمل کے ساتھ جوخون جاری ہوتا ہے اگر وہ کم ازکم تین دن تک برابر جاری رہے تو اس کو ایک حیض شمار کرلیا جائے گا اس کے بعد مزید دو حیض اور گذارنے ہوں گے، اور اگر تین دن سے پہلے بند ہوجاتا ہے تو وہ حیض میں شمار نہ ہوگا، لہٰذا اس کے بعد الگ سے تین حیض تک عدت گذارنا لازم ہوگا۔

إذا طلق امرأته طلاقا بائنا أو رجعيا أو ثلاثا أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق وهي حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة أقراء. (هنديه، زكريا قديم ١/٥٢٦، جديد ١/٥٨٠، هدايه اشرفي ديوبند ٢/٤٢٢)

إذا تأخر حيض المطلقة لعارض أو غيره بقيت في العدة حتى تحيض أو تبلغ حد الإياس. (شامي، باب العدة، مطلب في عدة الموت، كراچی ٣/٥١٠، زكريا ٥/١٨٩)

والمرئي أي الدم المرئي مع السقط الذي لم يظهر من خلقه شيئ حيض إن دام ثلاثا و تقدمه طهر تام وإلا استحاضة. (در مختار مع الشامي، باب الحيض، مطلب: في أحوال السقط و أحكامه، كراچی ١/٣٠٣، زكريا ١/٥٠١)

(۳) اسقاط حمل چار ماہ گذرنے سے پہلے ہوجائے تو اس اسقاط سے پہلے خواہ ایک ماہ گذر گیا ہو یا زائد وہ عدت میں شمار نہ ہوگا، عدت میں شمار جب ہوتا جبکہ عدت اسقاط حمل سے پوری ہوتی، لہٰذا اسقاط حمل سے پہلے گذرنے والے مہینے کا کوئی اعتبار نہیں، از سر نو اس پر تین حیض عدت گذارنا لازم ہے۔

والسقط أن ظهر بعض خلقه تصير به أمه نفساء والأمة أم الولد ...... وتنقضي به العدة فإن لم يظهر بعض خلقه فالمرئي حيض مادام ثلاثا وإلا استحاضة.

(الدرالمنتقى على هامش مجمع الأنهر قديم ١/٥٦، جديد دار الكتب العلمية بيروت ١/٨٣)

إن كانت آئسة فاعتدت بالشهور ثم رأت الدم انتقض ما مضى من عدتها و عليها أن تستانف العدة بالحيض. (هنديه، زكريا قديم ١/٥٢٩، جديد

۱/۲۸۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍صفر ۱۴۳۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۷۴۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۰/۲/۲۷ھ

کیا حمل کے ساقط ہونے سے عدت پوری ہوجائے گی؟

سوال [۷۱۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید نے اپنی زوجہ کو طلاق رجعی دی، اور بوقت طلاق وہ تین ماہ کی حاملہ تھی، زوجین میں علیٰحدگی کے ایک ماہ بعد از خود سقوط حمل ہوگیا، تو کیا سقوط جنین سے مطلقہ رجعیہ کی عدت مکمل ہوگئی؟ اور کیا وہ زید کے عدم تجدید نکاح کے سبب کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنے کی مجاز ہے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں حکم تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد اقبال مدرسہ شمس العلوم کاشی پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: طلاق صریح رجعی کے بعد اگر شوہر نے عدت کے اندر اندر رجعت نہیں کی ہے حتی کہ سقوط حمل کے ذریعہ سے عدت گذر گئی ہے اور حمل بھی چار مہینہ سے زیادہ کا ہے تو اب عورت شوہر کے نکاح سے بالکل آزاد ہوچکی ہے، وہ اپنی مرضی سے چاہے اسی شوہر سے دوبارہ نکاح کرے یا اپنی مرضی سے کسی دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کرے اس کو اختیار ہے، اس میں شوہر کا کوئی دخل نہیں ہے، اور اگر حمل چار مہینہ سے کم کا ہے تو اس کے ساقط ہونے کی وجہ سے عدت پوری نہیں ہوگی۔

والمراد به الحمل الذی استبان بعض خلقه أو كله فإن لم يستبن بعضه لم تنقض العدة ...... وفيه عنه أيضا أنه لايستبين إلا فی مأة و عشرين يوما وفيه عن المجتبیٰ أن المستبين بعض خلقه يعتبر فيه أربعة أشهر و تام

الخلق ستة أشهر . (فتاویٰ شامی، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب: فی عدة الموت زکریا ۵/ ۱۹۰، کراچی ۳/ ۵۱۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۷۶۶۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۵/۲۴ھ

مطلقہ حاملہ کا حمل ڈیڑھ ماہ پر ساقط ہوجائے تو عدت کی شکل کیا ہوگی؟

سوال [۷۱۹۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مطلقہ حاملہ کا حمل جو کہ تقریباً ڈیڑھ ماہ کا ہے ساقط ہوجائے تو عدت کی شکل کیا ہوگی؟

المستفتی: محمد عمران لکھیم پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: استقرارِ حمل کے ڈیڑھ مہینہ کے بعد اسقاطِ حمل سے عورت کی عدت پوری نہیں ہوگی، بلکہ تین ماہواری گذرنے کے ذریعہ سے عدت پوری ہوگی، ہاں البتہ اسقاطِ حمل کے بعد اگر کم از کم تین روز خون آئے تو وہ بھی حیض شمار ہوگا، اس کے بعد دو حیض گذرنے سے عدت پوری ہو جائے گی اور اگر اسقاط کے بعد تین روز سے کم خون آیا تو وہ حیض شمار نہ ہوگا، بلکہ اس کے بعد تین حیض گذرنے پر عدت پوری ہوگی۔
(مستفاد: احسن الفتاویٰ ۵/۴۳۲)

أن المستبين بعض خلقه يعتبر فيه أربعة أشهر و إن أسقطت سقطا إن استبان بعض خلقه انقضت به العدة و إلا فلا. (شامی، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب: فی عدة الموت، کراچی ۳/۵۱۱- ۵۱۲، زکریا ۵/ ۱۹۰)

و إن لم يظهر له شيئ فليس بشيئ و المرئی حيض إن دام ثلاثا ...... و إلا استحاضة. (در مختار مع الشامی، باب الحیض، مطلب فی احوال السقط و

أحـکـامـه کراچی ۱/ ۳۰۲، زکریا ۱/ ۵۰۱، البحر الرائق کوئٹه ۱/ ۲۱۹، زکریا ۱/ ۳۷۹، هـنـدیه، زکـریا قدیم ۱/ ۳۸، جدید ۱/ ۹۲، فتح القدیر، دار الفکر بیروت ۱/ ۱۸۷، کوئٹه ۱/ ۱٦٦، زکریا ۱/ ۱۸۹، بدائع الصنائع زکریا ۱/ ۱٦۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴ر جمادی الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۹۲ ۶۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۶/۱۴ھ

دو مہینے کے وضع حمل سے کیا عدت پوری ہو جائے گی؟

سـوال [۷۱۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ متوفی عنہا زوجہا حاملہ ہے، شوہر کے انتقال کے وقت ڈیڑھ ماہ کی حاملہ تھی، اور انتقال کے پندرہ، بیس دن کے بعد وضع حمل ہوگیا اور ابھی بچہ میں نہ جان پڑی ہے اور نہ ہی اس کے اعضاء بنے ہیں، تو اس دو مہینے کے وضع حمل کے ذریعہ سے اس حاملہ عورت کی عدت پوری ہو گئی ہے یا نہیں؟ اسی طرح چار مہینے پورے ہونے سے پہلے وضع حمل ہونے کا حکم کیا ہے؟ اور اس چار مہینے پورے ہونے سے عدت پوری ہوگئی ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبد الغفور روڑکلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وضع حمل کے ذریعہ سے عدت پوری ہونے کے لیے یہ لازم اور ضروری ہے کہ بچہ کی خلقت واضح ہوگئی ہو، یا اس کے ہاتھ پیر بن گئے ہوں، یا اس میں جان پڑگئی ہو، اور اس کی مدت چار مہینے یعنی ۱۲۰ر دن شمار کی گئی ہے، لہٰذا چار مہینے سے پہلے جو حمل گر گیا ہے یا خود سے صفائی کرالی ہے، دونوں صورتوں میں عدت پوری نہیں ہوگی، اور بلا سخت مجبوری کے صفائی کرانے پر عورت گنہگار ہوگی، اور متوفی عنہا زوجہا کے لیے وفات کے وقت سے چار مہینے دس دن عدتِ وفات گزارنا لازم ہوگا، اور مطلقہ کے لیے

ضروری ہے کہ اس حمل کے گرنے یا صفائی کے بعد تین دن تک اگر خون جاری رہا تو یہ ایک حیض شمار ہوگا، اس کے بعد دو حیض گزارنا لازم ہوگا، اور اگر مدت حمل چار مہینے پوری ہونے کے بعد اسقاط ہوا ہے یا صفائی کرالی ہے، دونوں صورتوں میں وضع حمل شمار ہوگا اور اس کی وجہ سے عدت بھی پوری ہو جائے گی، چاہے عورت متوفی عنہا زوجہا ہو یا مطلقہ، دونوں کے لیے وضع حمل کے ذریعہ عدت پوری ہوجائے گی، لیکن چار مہینے کے بعد بغیر کسی سخت مجبوری کے صفائی کرانے کی صورت میں عورت سخت گنہگار ہوگی۔

والمراد به الحمل الذی استبان بعض خلقه أو كله فإن لم يستبن بعضه لم تنقض العدة؛ لأن الحمل إسم لنطفة متغير، فإذا كان مضغة أو علقة لم تتغير فلا يعرف كونها متغيرة بيقين إلاباستبانة بعض الخلق، بحر عن المحيط: وفيه عنه أيضا: أنه لايستبين إلا فی مأة و عشرين يوما وفيه عن المجتبیٰ أن المستبين بعض خلقه يعتبر فيه أربعة أشهر و تام الخلق ستة أشهر. (فتاویٰ شامی، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب: فی عدة الموت زکریا ۵/ ۱۹۰، کراچی ۳/ ۵۱۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم رجب المرجب ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۳۰۲۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/ ۷/ ۱۴۳۶ھ

حمل کے ساقط کرانے سے عدت کی تکمیل کا حکم

سوال [۷۱۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مبشرہ جس کو دو ماہ کا حمل ہے، اس کے شوہر خالد نے طلاق مغلظہ دیدی، مبشرہ نے پندرہ دن کے بعد اپنے حمل کو ساقط کرادیا، ایسی صورت میں اس کی عدت پوری ہوگئی یا مزید مبشرہ کو عدت گذارنے کے لیے انتظار کرنا پڑے گا؟

المستفتی: خورشید انور سبزی منڈی، ٹھاکردوارہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں مبشرہ کوطلاق مغلظہ دینے کے بعد جب اس نے دومہینہ کے حمل کو پندرہ دن کے بعد ساقط کردیا توچونکہ اس حمل کے اعضاء ظاہر نہیں ہوئے تھے، اس لیے اسقاط حمل کی وجہ سے عدت پوری نہ ہوگی، بلکہ اسے ازسر نو تین حیض کے ذریعہ سے عدت پوری کرنی ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۲/ ۱۴۷)

قال فی البحر: وإذا أسقطت سقطا استبان بعض خلقه انقضت به العدة، لأنه ولد وإن لم يستبن بعض خلقه لم تنقض، لأن الحمل إسم لنطفة متغيرة بدليل أن الساقط إذا كان علقة أو مضغة لم تنقض به العدة، لأنها لم تتغير فلا يعرف كونها متغيرة بيقين إلا باستبانة بعض الخلق، كذا فی المحيط. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة، كوئٹه ٤/ ١٣٥، زكريا ٤/ ٢٢٩، شامی كراچی ٣/ ٥١١، زكريا ٥/ ١٩٠، الموسوعة الفقهية ٢٩/ ٣١٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/ رجب ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۶۶۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/ ۷/ ۱۴۲۹ھ

کیا حلالہ کے بعد بھی عدت ہے؟

سوال [۷۱۹۳]: (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا حلالہ کرنے کے بعد فوراً پہلا شوہر نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ کیا حلالہ کے بعد عورت کے لیے عدت ہے؟ جواب بالتفصیل مع الدلیل عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد اسلم فیضی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حلالہ کے بعد شوہر اول فوراً نکاح نہیں کرسکتا بلکہ عورت کے جب تین حیض گذر جائیں اور اگر حلالہ کی وجہ سے حمل قرار پا گیا تو وضع حمل کے

بعد شوہر اول نکاح کرسکتا ہے اس سے پہلے نکاح جائز نہیں ہے۔

رجل طلق امرأته ثلاثا فتزوجت من ساعته رجلا و دخل بها الثاني ثم فرق بينهما كان عليها الاعتداد بثلاث حيض. (هنديه، كتاب الطلاق، قبيل الباب الرابع عشر في الحداد، زكريا قديم ۱/۵۳۳، جديد ۱/۵۸۵)

لا ينكح مطلقة بها أي بالثلاث لو حرة ...... حتى يطأها غيره ولو مراهقا بنكاح وتمضي عدته أي الثاني. (تنوير الأبصار مع الدر المختار كراچي ۳/۴۰۹ - ۴۱۲، زكريا ۵/۴۰ - ۴۳، وكذا يستفاد من عبارة الهداية قبيل باب الايلاء، اشرفي ديوبند ۲/۴۰۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍رجب المرجب ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۳۶۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۷/۵ھ

تین طلاق کے بعد بیوی عدت کہاں گذارے؟

سوال [۷۱۹۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: صغریٰ بنت عبد الرشید شاہ پور مبارکپور کی رہنے والی ہوں، میری شادی بیگم پور محمد یوسف ولد محمد یعقوب سے ہوئی تھی، اب ہم دونوں میاں بیوی میں نا اتفاقی ہونے کی وجہ سے میرے شوہر نے مجھے تین طلاق کہہ دیا ہے، تین بار صاف لفظ میں میرے دونوں بیٹوں کی موجودگی میں ایک کی عمر ۱۸؍سال دوسرے کی عمر ۲۰؍سال ہے اور تیسرا آدمی محلّہ کا تھا، جس کی عمر ۳۰؍سال ہے ان سب کی موجودگی میں طلاق دی ہے، کیا طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر طلاق ہوگئی ہے تو کیا لڑکی عدت شوہر کے گھر میں گذارے گی یا نہیں؟

المستفتی: محمد دلشاد شاہ پور، مبارکپور، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شوہر نے بیوی کو تین طلاق دی ہیں جیسا کہ سوالنامہ

میں اس کی وضاحت ہے تو بیوی کے اوپر طلاق مغلظہ واقع ہو کر شوہر کے اوپر قطعی طور پر حرام ہو چکی ہے، اب آئندہ بغیر حلالہ شرعیہ کے دونوں کے درمیان نکاح بھی درست نہیں ہوگا، اور بیوی شوہر کے گھر میں عدت گذار سکتی ہے لیکن اس دوران شوہر سے سخت پردہ لازم ہے۔

وإن كان الطلاق ثلاثا في الحرة و ثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها كذا في الهداية: ولا فرق في ذٰلك بين كون المطلقة مدخولا بها أو غير مدخول بها كذا في فتح القدير. (عالمگیری، زكرياقديم ١/٤٧٣، جديد ١/٥٣٥، هدايه اشرفي ديوبند ٢/٣٩٩، تاتارخانية زكريا ٥/١٤٧ رقم: ٧٥٠٣)

ولهما أن يسكنا بعد الثلاث في بيت واحد إذا لم يلتقيا التقاء الأزواج ولم يكن فيه خوف فتنة. (در مختار مع الشامي، باب العدة، كراچی ٣/٥٣٨، زكريا ٥/٢٢٧، البحر الرائق زكريا ٤/٢٦١، كوئٹه ٤/١٥٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/ ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۰۲۸۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/۱۱/۱۴۳۳ھ

مطلقہ کی عدت

سوال [۷۱۹۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری بیٹی کو ۲۴/ رجون ۹۴ء بروز جمعہ محرم کی ۱۳/ تاریخ کو طلاق ہوئی تھی، لہٰذا اب آپ یہ بتلا دیجئے کہ عدت پوری ہونے میں کتنے دن باقی ہیں اور عدت پوری ہونے کے دن کہیں جانا ضروری ہے یا نہیں؟

المستفتی: اسد شمسی، کنگ پریس مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: طلاق کی عدت تین حیض سے اور جس دن تین

ماہواری سے فارغ ہوجائے گی اسی دن اس کی عدت پوری ہوجائے گی اس میں ایام کی تعداد کا اعتبار نہیں ہے۔

﴿قال الله تعالیٰ: وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ .[البقرة: ۲۲۸]﴾

عن عائشة قالت: أمرت بريرة أن تعتد بثلاث حيض. (ابن ماجه، الطلاق، باب خيار الأمة إذا اعتقت، النسخة الهندية ۱/ ۱۵۰، دار السلام رقم: ۲۰۷۷)

إذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا أو رجعيا (إلى قوله) ممن تحيض فعدتها ثلاثة أقراء. (هدايه، كتاب الطلاق، باب العدة اشرفی دیوبند ۲/ ۴۲۲، هنديه زكريا قديم ۱/ ۵۲۶، جديد ۱/ ۵۸۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۹۶۹)

مطلقہ کی عدت تین حیض ہے

سوال [۷۱۹۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک عورت مطلقہ ہو چکی ہے اب شوہر اس مطلقہ عورت کو زمانہ عدت کا نان ونفقہ دینا چاہتا ہے، لہٰذا آپ شریعت کی روشنی میں بتائیں کہ عدت کے زمانہ کے نفقہ کی مقدار کیا ہوگی؟ کیا عدت کا زمانہ تین ماہ دس دن کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد اسماعیل اصالتپورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عدت کا زمانہ تین ماہ دس دن نہیں ہے بلکہ تین مرتبہ ماہواری کا پورا ہونا ہے، اب تین ماہواری میں جتنے روز بھی لگ جائیں وہ عدت میں شامل ہوجائیں گے، اور عدت کے زمانہ میں خرچ شوہر کی آمدنی اور کمائی کی رعایت سے وہاں کے اچھے لوگ متعین کردیں، اور اس میں شوہر کے دوسرے اخراجات کی رعایت بھی

ملحوظ رکھی جائے، شریعت نے غریبوں کے لیے ادنیٰ خرچہ اور درمیانی لوگوں کے لیے درمیانی اوراعلیٰ مالداروں کے لیے اعلیٰ خرچہ کی رعایت رکھی ہے۔

﴿قال الله تعالیٰ: وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ .[البقرة: ٢٢٨]﴾

ممن تحيض فعدتها ثلاثة أقراء. (هداية، كتاب الطلاق، باب العدة، اشرفي ديو بند ٢/ ٤٢٢، هنديه زكريا قديم ١/ ٥٢٦، جديد ١/ ٥٨٠)

الاعتبار لمال الرجل. (شامي، باب النفقة، كراچی ٣/ ٥٧٥، زكريا ٥/ ٢٨٤)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۳۰۵/۳۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۵/۲۷ھ

مطلقہ عورت کی عدت کی مقدار

سوال [۷۱۹۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی مطلقہ عورت کی عدت کی مدت کتنی ہے، چار مہینہ دس دن یا تین مہینہ ۱۳/ دن یا اس سے بھی کم ہوسکتی ہے، وضاحت فرما دیں، عین نوازش ہوگی، چونکہ ہمارے گاؤں میں پورے دو ماہ بھی نہیں ہونے پاتے ہیں جلد ہی نکاح کی تیاری ہے، بتلاتے ہیں کہ مولوی صاحب سے معلوم کرلیا ہے، لڑکی کی شادی ہونے کے بعد اپنے شوہر کے یہاں ایک سال رہی ہے اور اولاد کوئی نہیں ہے۔

المستفتی: عبدالغفار مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جوان مطلقہ عورت کی عدت نہ چار مہینے دس دن ہے اور نہ ہی تین مہینے ۱۳/ دن بلکہ اس کی عدت تین ماہواری ہے، ایام کی تعداد متعین نہیں ہے، جتنے ایام میں تین ماہواری پوری ہوجائے وہی عدت ہے۔

﴿قال الله تعالىٰ: وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ .[البقرة: ۲۲۸]﴾

عـن عائشة قالت: أمرت بريرة أن تعتد بثلاث حيض. (سنن ابن ماجه، الطلاق، باب خيار الأمة إذا اعتقت، النسخة الهندية ۱/ ۱۵۰، دار السلام رقم: ۲۰۷۷)

وإذا طـلـق الـرجـل امـرأتـه ...... وهی حرة ممن تـحيض فعدتها ثلاثة أقراء. (هـدايـه، اشـرفـی ديـوبـنـد، كتاب الطلاق، باب العدة ۲/ ۴۲۲، هنديه زكريا قديم ۱/ ۵۲۶، جديد ۱/ ۵۸۰)

تـحيض لطلاق (إلى قوله) ثلاث حيض كوامل. (شامی، كتاب الطلاق، باب العدة، زكريا ۵/ ۱۸۲، كراچی ۳/ ۵۰۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۶۷۷)

مطلقہ کی عدت کتنے یوم ہے اور عدت میں بیٹھنے کا طریقہ کیا ہے؟

سوال [۷۱۹۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) شرعی طور پر طلاق ہوجانے کی صورت میں عورت کو شرعاً زیادہ سے زیادہ کتنے دن عدت میں بیٹھنے کا حکم ہے؟

(۲) شرعی طور پر عدت میں بیٹھنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ اور اگر وہ اس حکم کی خلاف ورزی کرتی ہے اور عدت کے عرصہ میں کسی ایک گھر میں (میکہ وغیرہ) میں نہ رہ کر کے گھر سے باہر آتی جاتی رہتی ہے تو ایسی حالت میں عورت عدت کی مدت کا خرچہ اپنے شوہر سے طلب کرنے کی حقدار ہے؟

المستفتی: سید جاوید مشتاق محلّہ کٹگھر، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) جوان عورت جس کو حیض آتا ہے اس کی

عدت تین مرتبہ ماہواری گذرنا ہے اس سے زیادہ نہیں۔

﴿قال الله تعالیٰ: وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلاثَةَ قُرُوْءٍ .[البقرة: ٢٢٨]﴾

وإذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا أو رجعيا أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق وهى حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة أقراء. (هدايه، كتاب الطلاق، باب العدة اشرفى ديوبند ٢/٤٢٢، هنديه زكريا قديم ١/٥٢٦، جديد ١/٥٨٠، شامى كراچى ٣/٥٠٥، زكريا ٥/١٨٢)

(۲) شوہر کی مرضی کے بغیر گھر سے باہر آنے جانے سے شوہر پر عدت کا خرچ لازم نہیں ہوتا ہے، اور شوہر سے طلب کرنے کی حقدار نہیں ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۵/۴۶۴، فتاویٰ دارالعلوم ۱۱/۱۵۴)

فلا نفقة لها فى العدة (إلى قوله) إن خرجت من بيته لنشوزها، وفى المجتبىٰ: نفقة العدة كنفقة النكاح. (شامى، باب النفقة، مطلب فى نفقة المطلقة، زكريا ٥/٣٣٣، كراچى ٣/٦٠٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/صفر ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/۱۶۵۱)

مطلقۂ ثلاثہ کی عدت

سوال [۷۱۹۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سلطان جہاں کی شادی مولا دیا کے ساتھ ہوئی تھی، اور تین ماہ تک رہی اس تین ماہ کے بعد دونوں میاں بیوی میں جھگڑا ہوگیا اس جھگڑے کے دوران سلطان جہاں اپنے میکے میں آکر رہنے لگی، اور چھ سال تک رہ گئی، اب مولا دیا نے یعنی اس کے شوہر نے تین طلاق دیدی، لہٰذا آپ سے گذارش ہے کہ آپ اس مسئلہ پر غور کر کے بتائیں کہ عدت کتنے دن ہوگی؟

المستفتی: محمد فرقان حسین محلّہ سیدھی سرائے، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں جب شوہر نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدی ہیں تو طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی اور ایسی صورت میں عورت کی عدت تین حیض ہے۔

﴿قال اللہ تعالیٰ: وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ. [البقرة: ٢٢٨]﴾

وإذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا أو رجعيا أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق وهي حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة أقراء. (هدايه، كتاب الطلاق، باب العدة، اشرفي ديوبند ٢/٤٢٢، هنديه زكريا قديم ١/٥٢٦، جديد ١/٥٨٠، شامي كراچي ٣/٥٠٥، زكريا ٥/١٨٢، تاتارخانية زكريا ٥/٢٢٧، رقم: ٧٧٢٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
١٠/ربیع الثانی ١٤١٤ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ٢٩/٢٤١٠)	١٠/٤/١٤١٤ھ

تین طلاق واقع ہونے کے ۴۵/روز بعد دوسری جگہ نکاح کا حکم

سوال [٧٢٠٠]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک لڑکا اور لڑکی کے درمیان شادی ہوئی اور لڑکی اپنے شوہر کے گھر میں دو سال رہی اس کے بعد وہ لڑکی اپنے باپ کے گھر گئی اور باپ کے گھر میں چار مہینہ مقیم رہی اس کے بعد اس لڑکی کے شوہر نے اپنی بیوی کو کسی وجہ سے تین طلاق دیں اور طلاق دینے کے ۴۵/روز کے بعد اس لڑکی کی دوسری جگہ شادی کردی، تو شادی کردینا درست ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں شریعت کیا کہتی ہے؟ مزید کتابوں کے حوالہ سے مستدل فرماکر شکریہ کا موقع دیں۔

المستفتی: محمد عبد الحسیب، نوگاؤں، آسام

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ۴۵/روز میں تین مرتبہ ماہواری سے فراغت ممکن ہے اب اگر مذکورہ لڑکی پر طلاق ہو جانے کے بعد ۴۵/روز کے اندر اندر تین مرتبہ

ماہواری آکر عدت پوری ہوچکی ہے اوراس کے بعد دوسری جگہ نکاح کیا ہے تو نکاح صحیح ہے اوراگر ۴۵ / روز میں تین مرتبہ ماہواری نہیں ہوئی ہے تو وہ لڑکی اپنی عدت کے اندر تھی، اور عدت کے اندر نکاح درست نہیں ہوتا ہے، اور جو نکاح ہوا ہے وہ شرعاً فاسد و باطل ہے، لڑکی پر فوراً اس شوہر سے الگ ہوجانا واجب ہے اور جان بوجھ کر اس نکاح میں شرکت کرنے والے سب سخت گنہگار رہوں گے، توبہ سب پر لازم ہے۔

وأما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا. (شامی، کتاب النکاح، مطلب: فی النکاح الفاسد، کراچی ۳/ ۱۳۲، زکریا ٤/ ۲۷٤)

لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره و كذلك المعتدة. (هندیه، زکریا قدیم ۱/ ۲۸۰، جدید ۱/ ۳٤٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۱۴/ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۵۲۶)	۱۴۱۲/۱/۱۴ھ

مطلقہ مغلظہ کس طرح عدت پوری کرے؟

سوال [۷۲۰۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں ڈاکٹر جعفر علی ولد حکیم حافظ امیر علی مرحوم محلّہ اندرا چوک مقبرہ روڈ مرادآباد ہوں، میں نے اپنی بیوی شاہانہ بیگم ولد ظفر حسن محلّہ قانون گویان مرحوم کی بیٹی کو طلاق دیدی ہے، میری بغیر اجازت کے چلی جاتی تھی اس نے رونا چلانا شروع کردیا اور اس نے اپنے لواحقین سے خوب زدوکوب کرایا مجھے، تھانہ گلشہید میں بند کردیا، اس کے آدمی میرے قتل کے درپے ہیں، وہ میرے گھر میں سے نہیں جاتی، جب میں نے اس کو طلاق دیدی، میں نے شاہانہ کو اپنے ہوش وحواس میں طلاق تین بار دیدی، اوراس طرح کہا کہ میں نے شاہانہ تم کو

طلاق دیدی، کیا ایسی عورت کا میرے گھر رہنا درست ہے؟

المستفتی: جعفر علی اندرا چوک مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: جب تین طلاق دیدی ہے تو اس پر طلاق مغلظہ واقع ہوچکی ہے، اور بیوی شوہر پر بالکل حرام ہوچکی ہے، عدت کے بعد شوہر کے گھر رہنا ہرگز جائز نہ ہوگا اور آئندہ بلا حلالہ دوبارہ نکاح بھی درست نہ ہوگا، بیوی پر لازم ہے، کہ عدت کی شرائط کی رعایت کرتے ہوئے تین ماہواری عدت میں گذاریں، اگر شوہر میکے جا کر عدت گذارنے پر راضی ہے تو میکے میں عدت گزارے ورنہ شوہر کے گھر میں عدت گذارے اور عدت کے بعد فوراً وہاں سے چلی جائے اس گھر میں رہنا ہرگز جائز نہیں، شوہر سے ملنا حرام کاری ہوگی۔

وإن كان الطلاق ثلاثا فى الحرة وثنتين فى الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا و يدخل بها ثم يطلقها أويموت عنها. (هنديه، زكريا قديم ١/٤٧٣، جديد ١/٥٣٥، هدايه، اشرفى ديوبند ٢/٣٩٩، مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت ٢/٨٨، تاتارخانية زكريا ٥/١٤٧ رقم: ٧٥٠٣)

وإذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا أو رجعيا (إلى) وهى حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة أقراء. (هدايه، باب العدة، اشرفى ديوبند ٢/٤٢٢، هنديه زكريا قديم ١/٥٢٦، جديد ١/٥٨٠)

اور عدت کے دوران اس کے لیے گھر سے باہر آنا جانا جائز نہیں ہے۔

معتدة طلاق و موت فى بيت وجبت فيه ولايخرجان منه. (در مختار، باب العدة، زكريا ٥/٢٢٥، كراچى ٣/٣٣٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍صفر ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۱۷۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۲/۱۹ھ

مطلقہ آئسہ کی عدت

سوال [۷۲۰۲]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی اس عورت کی عمر تقریباً ۴۲/سال ہے، اور تقریباً ایک سال سے عورت کو حیض نہیں آرہا ہے، اب سوال یہ ہے کہ وہ عورت مہینوں کے ذریعہ عدت پوری کرے گی یا کس طرح عدت پوری کرے گی؟ شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتی: محمد قدیر سیدی سرائے، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ میں جس عورت کا ذکر کیا ہے اگر واقعتاً اس کو ایک سال سے بالکل حیض نہیں آرہا ہے تو امام مالک کے قول پر عمل کرتے ہوئے اس عورت پر آئسہ ہونے کا حکم لگا دیا جائے گا، اور امام مالک کے نزدیک چھ مہینے تک انقطاع حیض کی وجہ سے آئسہ قرار دیا جاتا ہے، لہٰذا فتویٰ حاصل کرنے کی تاریخ سے تین مہینے گذار کر عدت سے فارغ ہوجائے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۵/ ۴۰۵، جدید زکریا ۸/ ۴۱۵، کفایت المفتی قدیم ۶/ ۳۸۳، ایضاح المسائل ۱۷۰، جدید زکریا مطول ۸/ ۵۹۱)

ممتدة الطهر التی بغلت برؤية الدم ثلاثة أيام ثم امتد طهرها فإنها تبقى فی العدة إلى أن تحيض ثلاث حيض و عند مالک تنقضی عدتها بتسعة أشهر وقد قال فی البزازية: الفتویٰ فی زماننا علیٰ قول مالک و قال الزاهدی: كان بعض أصحابنا يفتون به للضرورة. (شامی، کتاب المفقود، مطلب: فی الافتاء بمذهب مالك فی زوجة المفقود، کراچی ٤/ ٢٩٦، زكريا ٦/ ٤٦١، البزازية، باب العدة زكريا جديد ١/ ١٦٦، و على هامش الهندية زكريا ٤/ ٢٥٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۳۰۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۲۸/۵/۱۹ھ

جس کو حیض نہ آتا ہو اس کی عدت کا حکم

سوال [۷۲۰۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) میں نے چھوٹے لڑکے کو غصہ میں کام نہ کرنے پر مارا، مجھے میری لڑکیوں نے مجبور کیا، تو میں نے مجبور ہوکر ایک ساتھ میں ایک ہی بیٹھک میں اپنی زبان سے تین بار طلاق، طلاق، طلاق کہا، میری بیوی کچھ نہیں کہہ رہی تھی، کیا اس طرح طلاق ہوگئی یا نہیں، یا کتنی طلاق ہوگئیں؟

(۲) مطلقہ کی عمر پچاس سال ہے حیض نہیں آرہا ہے، تو عدت کتنی ہوگی؟

(۳) اگر شوہر بیوی ساتھ رہنا چاہیں تو کیا اس عمر میں بھی حلالہ کرنا ہوگا؟ شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتی: نبیل احمد گڈھ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ میں مذکور شوہر کے بیان کے مطابق اس کی بیوی پر تین طلاق مغلظہ واقع ہوچکی ہیں، اور بیوی شوہر پر حرام ہوگئی، بیوی کے عمر دراز ہونے کے باوجود بدون حلالہ شرعیہ کے ان کے مابین دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا اور مذکورہ عورت کی عدت اس کے آئسہ ہونے کے سبب تین مہینے ہے۔

﴿**قال اللّٰہ تعالیٰ: وَاللّٰٓـئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ اَشْهُرٍ وَاللّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ.** [الطلاق: ٤]﴾

إذا قال لامرأته أنت طالق و طالق وطالق ولم يعلقه بالشرط، إن كانت مدخولة طلقت ثلاثا. (هنديه، زكريا قديم ١/٣٥٥، جديد ١/٤٢٣، كذا في الأشباه والنظائر قديم ص: ٢١٩ جديد زكريا ٣٧٦، تاتارخانية زكريا ٤/٤٢٩، رقم: ٦٥٩٧)

إذا كان الطلاق ثلاثا في الحرة و ثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا و يدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها.

(هنديه زكريا قديم ١/٤٧٣، جديد ١/٥٣٥)

والعدة لمن لم تحض لصغر أو كبر أو بلغت بالسن و لم تحض، ثلاثة أشهر. (هنديه، الباب الثالث عشر فی العدة، زکریا قدیم ١/٥٢٦، جدید ١/٥٨٠، تاتارخانية زكريا ٥/٢٢٧، رقم: ٧٧٢٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۱۰۰۰۷)

وہ عورت جس کی عادت سال میں حیض آنے کی ہو تو وہ عدت کس طرح پوری کریگی؟

سوال [۷۲۰۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: خالد نے اپنی بیوی راشدہ کو طلاق مغلظہ دیدی تھی، اور وہ حاملہ تھی، وضع حمل کے بعد راشدہ کا نکاح حامد کے ساتھ ہوا تھا، حامد جو شوہر ثانی ہے اس نے ایک ماہ بعد طلاق دیدی اور جب سے حامد نے طلاق دی ہے تب سے ایک بھی حیض نہیں آیا ہے تقریباً پانچ ماہ ہوگئے ہیں اور اس کا کہنا یہ ہے کہ اس کو ایک سال بعد حیض آتا ہے، یہی ایک سال بعد حیض آنے کو راشدہ نے اپنی عادت بتایا ہے تو کیا اب عدت مہینوں کے ذریعہ شمار کر کے شوہر اول یعنی خالد کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے کہ نہیں، یا حیض کے ذریعہ عدت کا شمار لازم اور ضروری ہے، مسئلہ مذکورہ کو قرآن وسنت کی روشنی میں تحریر فرمائیں۔

المستفتی: مولانا سید علی قاسمی، بسواں سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر یہ بات صحیح ہے کہ راشدہ کو ایک سال میں ہی حیض آتا ہے اور تین حیض کے لیے ڈھائی تین سال گذارنے میں فتنہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے، تو ایسی صورت میں حنفی مسلک کے فقہاء نے امام مالکؒ کے مذہب کے مطابق اس مسئلہ میں گنجائش بتائی ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ طلاق کے بعد ۹ مہینے پورے ہوجانے کے

بعد پھر تین مہینے عدت کے نام سے گذار دے تو طلاق کے ۱۲ر مہینے بعد راشدہ کی عدت پوری ہو جائے گی، اور بعض علماء نے چھ مہینے کے انتظار کے بعد ۳ر مہینے عدت گذارنے کو بتلایا، لیکن ۹ر مہینے کے انتظار کے بعد مزید تین مہینے عدت گذارنے میں احتیاط زیادہ ہے۔

روی عن عمرؓ أنه قال فی رجل طلق امرأته فحاضت حیضة أو حیضتین فارتفع حیضها لا تدری ما رفعه تجلس تسعة أشهر فإذا لم یستبن بها الحمل تعتد بثلاثة أشهر فذٰلک سنة ولا نعرف لها مخالفا، قال ابن المنذر قضی به عمرؓ بین المهاجرین والأنصار ولم ینکر منکر. (المغنی لابن قدامة، دار الفکر بیروت ۸/ ۹۰)

وإذا طلقت المرأة وهی من ذوات الأقراء ثم أنها لم تر الحیض فی عادتها ولم تدر ما سببه فإنها تعتد بسنة، تتربص مدة تسعة أشهر لتعلم براء ة رحمها، لأن هذه المدة هی غالب مدة الحمل، فإذا لم یبن الحمل فیها، علم براء ة الرحم ظاهراً ثم تعتد بعد ذٰلک عدة الآیسات ثلاثة أشهر وهذا ما قضی به عمرؓ. (فقه السنة، دار الکتب العلمیة بیروت ۲/ ۲۹٤)

الشابة الممتدة بالطهر بأن حاضت ثم امتد طهرها، فتعتد بالحیض إلی أن تبلغ سن الإیاس، ومافی شرح الوهبانیة من انقضائها بتسعة أشهر وتحته فی الشامیة: قال العلامة: والفتویٰ فی زماننا علی قول مالک و علی مافی جمیع الفصولین لو قضی قاض بانقضاء عدتها بعد مضی تسعة أشهر نفذ –وقوله– قال الزاهدی: وقد کان بعض أصحابنا یفتون بقول مالک فی هذه المسئلة للضرورة. (شامی، باب العدة کراچی ۳/ ۵۰۸-۵۰۹ زکریا ۵/ ۱۸۵، ۱۸۶)

ولو قضی قاض بانقضاء عدة الممتدة طهرها بعد مضی تسعة أشهر نفذ کما فی جامع الفصولین ونقل فی المجمع أن مالکا یقول: إن عدتها تنقضی بمضی حول، وفی شرح المنظومة: إن عدة الممتدة طهرها یقول: أن عدتها تنقضی بمضی حول، وفی شرح المنظومة: إن عدة الممتدة طهرها تنقضی بتسعة أشهر کمافی الذخیرة معزیا إلی حیض منهاج الشریعة و نقل

مثلہ، عن ابن عمر قال: وهذه المسئلة يجب حفظها، لأنها كثيرة الوقوع و ذكر الزاهدى: وقد كان بعض أصحابنا يفتون بقول مالك فى هذه المسئلة للضرورة. (البحر الرائق، زکریا ٤/ ٢٢٠- ٢٢١، کوئٹہ ٤/ ١٣١) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۰۵۲)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/۵/۱۴۳۱ھ

جس عورت کو لمبی مدت تک حیض نہ آئے اس کی عدت کا حکم

سوال [۷۲۰۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی، اور صورت حال یہ ہے کہ اس کے یہاں چھ ماہ قبل بچے کی ولادت ہوئی اور ولادت کے بعد سے اب تک (جبکہ ولادت کو تقریباً چھ ماہ گذر چکے ہیں) اس عورت کو حیض نہیں آیا ہے۔

تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس عورت کی عدتِ طلاق کیسے شمار کی جائے گی؟

المستفتی: قاری نعیم احمد رائے پوری، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایسی عورت جس کو لمبی مدت تک حیض نہیں آرہا ہے اس کی طلاق کی عدت کے بارے میں مالکی مسلک سے ایک مسئلہ لیا گیا ہے کہ طلاق کے بعد وہ نو مہینے تک انتظار کرتی رہے، اگر نو مہینے تک اس کو حیض نہ آئے تو اس کو آئسہ کے حکم میں قرار دے کر مہینوں کے ذریعہ سے اس کی عدت شمار کی جائے گی، لہٰذا نو مہینے کے بعد مزید تین مہینے عدت میں شمار کیے جائیں گے، اس کے بعد اس کی عدت مکمل شمار ہوگی، اور بعض فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ چھ مہینے انتظار کے بعد اس کو آئسہ کے درجہ میں قرار دیا جائے، اور مزید تین مہینہ عدت گذار کر کل نو مہینے کے بعد اس کو عدت سے فارغ شمار کیا جائے، لیکن نو مہینہ کے انتظار میں زیادہ احتیاط ہے۔

روى عن عمرؓ أنه قال فى رجل طلق امرأته فحاضت حيضة أو حيضتين

فارتفع حيضها لا تدرى ما رفعه تجلس تسعة أشهر فإذا لم يستبن بها الحمل تعتد بثلاثة أشهر فذٰلک سنة ولا نعرف لها مخالفا، قال ابن المنذر قضى به عمرؓ بين المهاجرين والأنصار ولم ينكر منكر. (المغنى لابن قدامة، دار الفكر بيروت ۸/ ۹۰)

وإذا طلقت المرأة وهى من ذوات الأقراء ثم أنها لم تر الحيض فى عادتها ولم تدر ما سببه فإنها تعتد بسنة، تتربص مدة تسعة أشهر لتعلم براء ة رحمها، لأن هذه المدة هى غالب مدة الحمل، فإذا لم يبن الحمل فيها، علم براء ة الرحم ظاهراً ثم تعتد بعد ذٰلک عدة الآيسات ثلاثة أشهر وهذا ما قضى به عمرؓ. (فقه السنة، دار الكتب العلمية بيروت ۲/ ۲۹٤)

الشابة الممتدة بالطهر بأن حاضت ثم امتد طهرها، فتعتد بالحيض الى أن تبلغ سن الإياس، ومافى شرح الوهبانية من انقضائها بتسعة أشهر وتحته فى الشامية: قال العلامة: والفتوىٰ فى زماننا على قول مالک و على مافى جميع الفصولين لو قضى قاض بانقضاء عدتها بعد مضى تسعة أشهر نفذ -وقوله- قال الزاهدى: وقد كان بعض أصحابنا يفتون بقول مالک فى هذه المسئلة للضرورة. (شامى، باب العدة كراچى ۳/ ۵۰۸-۵۰۹ زكريا ۵/ ۱۸۵، ۱۸٦)

ولو قضى قاض بانقضاء عدة الممتدة طهرها بعد مضى تسعة أشهر نفذ كما فى جامع الفصولين ونقل فى المجمع أن مالكا يقول: إن عدتها تنقضى بمضى حول، وفى شرح المنظومة: إن عدة الممتدة طهرها يقول :أن عدتها تنقضى بمضى حول، وفى شرح المنظومة: إن عدة الممتدة طهرها تنقضى بتسعة أشهر كمافى الذخيرة معزيا إلى حيض منهاج الشريعة و نقل مثله، عن ابن عمر قال: وهذه المسئلة يجب حفظها، لأنها كثيرة الوقوع و ذكر الزاهدى: وقد كان بعض أصحابنا يفتون بقول مالک فى هذه المسئلة للضرورة. (البحر الرائق، زكريا ٤/ ۲۲۰- ۲۲۱، كوئٹہ ٤/ ۱۳۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۱۱۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۸/ ۷/ ۱۴۳۱ھ

طلاق قبل الدخول کی صورت میں عدت کا حکم

سوال [۷۲۰۶]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: نکاح کے بعد شوہر حق زوجیت ادانہیں کرسکا بعد میں علاٰحدگی ہو جانے سے کیا لڑکی پر دوسرے نکاح کے لیے عدت واجب ہوگی، یافوراً دوسرا نکاح کرسکتی ہے؟

المستفتی: اطہر حسین بن بشارت حسین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شوہر خلوت صحیحہ کے بعد اگرچہ حق زوجیت ادانہ کرسکا، پھر بھی خلوت صحیحہ کی وجہ سے بیوی پر علاٰحدگی کے بعد عدت واجب ہے، لہٰذا تین حیض عدت گذارنے کے بعد بیوی دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۰/ ۲۸۸)

عن الحسن قال: قال عمر بن الخطاب: إذا أغلق بابا و أرخی سترا فقد وجب لها الصداق و عليها العدة، ولها الميراث. (سنن الدار قطنی، النکاح، دار الکتب العلمية بيروت ۳/ ۲۱۲ رقم: ۳۷۷۹)

والخلوة بلا مرض أحدهما كالوطئ و لو مجبوبا أو عنينا أو خصيا و تجب العدة فيها أی تجب العدة على المطلقة بعد الخلوة احتياطا. (البحر الرائق، کتاب النکاح، باب المهر، کوئٹه ۳/ ۱۵۵، زکریا ۳/ ۲۷۱ - ۲۷۲)

و تجب عليها العدة عند صحة الخلوة و فسادها بالموانع احتياطا لتوهم الشغل. (تاتارخانية زكريا ٤/ ٢١٨، رقم: ٦٠١٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍ شعبان ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۷۹۸)

قبل الدخول طلاق سے عدت نہیں

سوال [۷۲۰۷]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہندہ کے شوہر نے ہمبستری سے پہلے ہی ہندہ کو طلاق دیدی ہے تو کیا ہندہ کو دوسری جگہ نکاح کے لیے عدت گذارنی پڑے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہندہ کو چونکہ شوہر نے ہم بستری اور خلوت صحیحہ کے بغیر طلاق دی ہے، لہٰذا دوسری جگہ نکاح کرنے کے لیے ہندہ پر عدت لازم نہیں ہے، کیونکہ جماع وخلوت صحیحہ سے پہلے دی ہوئی طلاق کی وجہ سے عدت لازم نہیں ہوتی۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ دار الاشاعت پاکستان ۸/۴۰۸، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۳/ ۳۸۱-۴۰۰، میرٹھ ۲۰/ ۲۶)

أربع من النساء لا عدة عليهن المطلقة قبل الدخول. (هنديه، الباب الثالث عشر في العدة، زكريا قديم ١/٥٢٦، جديد ١/ ٥٨٠)

إن كان الفساد بعجزه عن الوطئ حقيقة لا يجب عليها العدة، وكذا لو طلقها قبل الخلوة. (خانية، زكريا ١/٣٤٧، وعلى هامش الهندية زكريا ١/٥٤٩)

وسبب وجوبها عقد النكاح المتأكد بالتسليم، وما جرى مجراه من موت أو خلوة أى صحيحة. (درمختار مع الشامى زكريا ٥/ ١٨٠، كراچى ٣/٥٠٤)

أما سبب وجوبها فلكل نوع منها سبب، الثانى الدخول حقيقة أو حكما. (البحر الرائق، كوئٹه ٤/١٢٨، زكريا ٤/٢١٦، الفتاوىٰ التاتارخانية زكريا ٥/٢٢٦ رقم: ٧٧٢٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۴۰۱)

خلوت صحیحہ سے قبل مطلقہ ثلاثہ کی عدت

سوال [۷۲۰۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: شاہانہ پروین نام کی لڑکی نے اپنی مرضی سے اپنے والدین کے بتائے بغیر نوید نام کے لڑکے سے اور نوید نام کا لڑکا بھی اپنے والدین کو بتائے بغیر ۲۶/۲/ ۹۶ء تاریخ میں شریعت کے مطابق نکاح کرلیا تھا، خفیہ طور پر پھر نکاح کے بعد دونوں ایک ساتھ نہیں رہے، لیکن پھر لڑکی نے اپنے والدین کو نکاح کر لینے کی بات بتائی تو لڑکی کے والدین اس بات پر راضی نہ ہوئے ،اور لڑکی کے والدین نے دو چار آدمیوں کو بلا کر لڑکے سے طلاق لینے کی بات کی تو اس نے طلاق دینے کو کہہ دیا کہ اب طلاق کے وقت ایک گواہ اس لڑکے کی طرف سے اور ایک لڑکی کی طرف سے اور لڑکی کے بھائی اور ماں بھی لڑکے کے پاس طلاق کے وقت موجود تھے، لڑکے نے فون پر شاہانہ لڑکی کو بلا کر اور اس کا نام لے کر تین بار طلاق دی، یہ طلاق لڑکا اور لڑکی دونوں کی مرضی سے ہوئی، کسی نے زبردستی نہیں کی، طلاق دے کر لڑکے نے اپنی طرف سے معافی بھی مانگ لی تھی، مزید عدت کے بارے میں واضح فرمادیں۔

المستفتی: محمد فہیم الدین، لال مسجد روڈ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ میں لڑکے نے دو گواہوں کی موجودگی میں اپنی بیوی کو فون پر تین طلاق دیدیں ہیں تو لڑکی اس شوہر پر بالکل حرام ہوگئی، اور چونکہ نکاح کے بعد دونوں کے درمیان ہمبستری اور خلوت صحیحہ نہیں ہوئی، اور نہ با قاعدہ رخصتی ہوئی ہے، اس لیے عدت ضروری نہیں ہے اس لیے کہ رخصتی سے پہلے طلاق دینے سے عدت کی ضرورت نہیں ہے، لہٰذا اب لڑکی جب چاہے دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے۔

وإذا قال لامرأته: أنت طالق و طالق و طالق ولم يعلقه بالشرط إن كانت مدخولة طلقت ثلاثا و إن كانت غير مدخولة طلقت واحدة. (عالمگیری،

زکریا قدیم ۱/۳۵۵، جدید ۱/۴۲۳، الاشباہ و النظائر قدیم ۲۱۹، جدید زکریا ۳۷۶)

أربع من النساء لا عدة عليهن المطلقة قبل الدخول. (هنديه، الباب الثالث عشر فى العدة، زكريا قديم ۱/۵۲۶، جديد ۱/۵۸۰)

إن كان الفساد بعجزه عن الوطئ حقيقة لا يجب عليها العدة، وكذا لو طلقها قبل الخلوة. (خانية، زكريا ۱/۳۴۷، وعلى هامش الهندية زكريا ۱/۵۴۹)

وسبب وجوبها عقد النكاح المتأكد بالتسليم، وما جرى مجراه من موت أو خلوة أى صحيحة. (در مختار مع الشامى، زكريا ۵/۱۸۰، كراچى ۳/۵۰۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۱۷؍شعبان ۱۴۲۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۸۰۷)	۱۴۲۳/۸/۱۷ھ

عنین سے خلوۃ صحیحہ ہونے پر عدت کا حکم

سوال [۷۲۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید عنین ہے اپنی زوجہ کے بالکل قابل نہیں، چنانچہ صحبت نہیں کرسکا البتہ خلوت میسر ہوئی، زوجین اس بات کے مقر ہیں کہ جماع نہیں ہوا طلاق ہوگئی، تو کیا زید کی بیوی کو عدت گذارنی ہے یا بغیر عدت کے نکاح ثانی کرسکتی ہے، اور زید پر مہر کتنا واجب ہے؟ نصف یا کل؟

المستفتی: دوکاندار، باز ارشیر کوٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت پر عدت گذارنی واجب ہے نکاح ثانی عدت کے بعد ہی کرسکتی ہے، اور زید پر کامل مہر واجب ہوگا، چاہے زید عنین ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ خلوت صحیحہ وطی کے قائم مقام ہے۔

والخلوة كالوطئ ولو كان الزوج مجبوبا أو عنينا ...... فى تاكيد

المهر …… **والعدة.** (تنویر الأبصار مع الدر المختار، کتاب النکاح، باب المهر، زکریا ٤/ ٢٥٤-٢٥٦، کراچی ٣/١١٧-١١٨، البحرا لرائق کوئٹه ٣/١٥٥، زکریا ٣/٢٧١، مجمع الأنهر دار الکتب العلمیة بیروت ١/٥١٥، جامع الرموز ٢/٣١٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۶۹۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۵/۳۰ھ

کیا خلوت صحیحہ کے بعد عدت ضروری ہے؟

سوال [۷۲۱۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زینب کا نکاح زید سے ہوا جب رخصتی ہوئی تو زید کو مکمل نامرد پایا، زینب نے آ کر گھر والوں کو بتایا، تو کچھ لوگ لڑکے کے گھر جا کر تحقیق کرنے کے بعد لڑکے سے طلاق دلوادی اب آیا زینب عدت گذارے گی یا نہیں؟ جبکہ زید مکمل طور پر نامرد ثابت ہوا، نیز کیا نامرد سے نکاح صحیح ہو جاتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد حنیف بر والان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر خلوت صحیحہ ہو چکی ہے تو زینب پر طلاق کے بعد عدت گذارنا واجب ہے، بغیر عدت کے نکاح ثانی جائز نہیں ہوگا۔

والخلوة کالوطئ ولو کان الزوج مجبوبا أو عنینا أو خصیا فی تاکید المهر، والنفقة والسکنی والعدة. (تنویر الأبصار مع الدر المختار، کتاب النکاح، باب المهر زکریا ٤/ ٢٥٤-٢٥٦، کراچی ٣/١١٧-١١٨، البحرا لرائق کوئٹه ٣/١٥٥، زکریا ٣/٢٧١، مجمع الأنهر، دار الکتب العلمیة بیروت ١/٥١٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍ ذی قعدہ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۴۵۵)

خلوت صحیحہ کے بعد طلاق کی صورت میں عدت

سوال [۷۲۱۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: عائشہ انجم کا نکاح ہوا، ایک ہفتہ شوہر کے ساتھ رہی، بتاریخ ۵؍مئی ۹۶ء، نکاح کے چندروز بعد ہی طلاق ہوگئی، طلاق ہونے کی وجہ یہ کہ شوہر کسی بھی حالت میں لڑکی پر قادر نہ ہوسکا، جبکہ لڑکی سات روز اپنے شوہر کے پاس رہی، لہٰذا یہ بتلانے کی زحمت فرمائیں کہ کیا ایسی صورت میں لڑکی پر عدت گذارنا واجب ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شوہر اگرچہ ناکارہ ہو جب اس کے ساتھ خلوت صحیحہ ہو چکی ہے اور ایک ہفتہ مسلسل شوہر کے ساتھ ہی رہی ہے تو ایسی صورت میں طلاق کے بعد لڑکی پر عدت گذارنا واجب ہے، عدت سے قبل دوسری جگہ نکاح جائز نہ ہوگا۔

لأن خلوة العنين صحيحة. (چلپی علی التبیین، کتاب الطلاق، باب العنین، امدادیه ملتان ۳/۲۳، زکریا ۳/۲٤۲)

ولها كمال المهر و عليها العدة لوجود الخلوة الصحيحة. (شامی، باب العنین، کراچی ۳/٤۹۸، زکریا ۵/۱۷۲)

أما نكاح منكوحة الغير و معتدته –إلى– لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا. (شامی، کتاب النکاح، مطلب فی النکاح الفاسد، کراچی ۳/۱۳۲، زکریا ٤/۲۷٤، هندیه زکریا قدیم ۱/۲۸۰، جدید ۱/۳٤٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍صفر المظفر ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۶۸۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۷/۲/۲۴ھ

دورانِ عدت نکاح کا حکم

سوال [۷۲۱۲]: (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی تھی، اور عدت کے بعد حلالہ بھی ہوگیا، اور عورت اپنے پہلے شوہر سے نکاح کرنا چاہتی ہے، کیا تین مہینہ دس دن جو عدت کے ہیں کیا اس مدت سے پہلے دوسرا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر نکاح ہوسکتا ہو تو کیا دخول کر سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: علیم الدین، محلّہ پیر غیب، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: مطلقہ عورت کی عدت تین ماہواری ہے، اب اس میں تین مہینہ دس دن لگ جائیں یا اس سے پہلے تین ماہواری پوری ہو جائے یا تین مہینہ دس دن سے بھی زیادہ کی ضرورت پیش آجائے، لہٰذا تین ماہواری گذرنے کے بعد اس کے ساتھ نکاح بھی درست ہے، اور دخول بھی۔

وإذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا أو رجعيا أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق وهى حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة أقراء. (هدايه، كتاب الطلاق، باب العدة، اشرفى ديو بند ٢/ ٤٢٢)

وأما أحكام العدة: فمنها: أنه لا يجوز للأجنبى نكاح المعتدة لقوله تعالىٰ: ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله. (بدائع، زكريا ٣/ ٣٢٢- ٣٢٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍رجب المرجب ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۲۹۳)

دورانِ عدت زنا سے حاملہ عورت کے نکاح کا حکم

سوال [۷۲۱۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور کچھ دنوں کے بعد بغیر ہمبستری کے اس کو طلاق دیدی اور ایک دوسرے شخص کے حوالہ کردیا اس دوسرے آدمی نے عدت کے اندر

مطلقہ عورت سے ناجائز تعلقات قائم کر لیے، جس سے عورت حاملہ ہوگئی، اس وقت چار ماہ کا حمل ہے، اب وہ عورت اسی دوسرے مرد سے نکاح کرنا چاہتی ہے جس سے اس کو حمل ہوا ہے، کیا ایسی صورت میں ان دونوں میں نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: اسرار احمد مانپور، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں بشرط صحت واقع شوہر اول کے طلاق دینے کے بعد عدت پوری ہونے سے پہلے عورت زنا سے حاملہ ہوگئی ہے اس لیے وضع حمل تک عدت میں رہے گی، عدت میں رہتے اس کا نکاح کسی مرد سے جائز نہیں ہے۔

كذا في الشامي: فإذا حبلت في العدة تنقضي بوضعه سواء كان من المطلق أو من زنا أو من نكاح فاسد. (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب: في وطئ المعتدة بشبهة، كراچی ۳/۵۱۹، زكريا ۵/۲۰۱)

لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره و كذٰلك المعتدة كذا في السراج الوهاج. (عالمگیری، زكريا قديم ۱/۲۸۰، جديد ۱/۳٤٦) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم ذی قعدہ ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۰۱۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/۱۱/ ۱۴۱۰ھ

تیسرے حیض کے ختم پر عدت کا پورا ہونا

سوال [۷۲۱۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک لڑکی جس کی شادی دو ماہ قبل ہوگئی تھی، اور طلاق دیدی گئی، عدت میں حیض ہے، اب تیسرا حیض چل رہا ہے، ایک دن یا دو دن باقی ہیں تو کس ٹائم عدت سے نکلا جائے؟ جواب دے کر ممنون ومشکور ہوں گے۔

المستفتی: رضیہ خاتون، مچھلی بازار، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس روز تیسرے حیض کا سلسلہ ختم ہو جائے گا اس روز خون بند ہونے پر مدت ختم ہو جائے گی، غسل سے فراغت کے بعد دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

یکون الاعتداد بثلاث حیض کوامل. (بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی بیان مقادیر العدة، کراچی ۳/ ۱۹٤، زکریا ۳/ ۳۰۷، الدر المختار کراچی ۳/ ۵۰۵، زکریا ۵/ ۱۸۲، شرح وقایہ، یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند ۲/ ۱٤٤)

فإذا فرغت من الحیضة الثالثة تخرج من العدة. (تاتارخانیة، زکریا ۵/ ۲۲۷، رقم: ۷۷۲٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ ذی قعدہ ۱٤۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۵۰۰)

طلاق کے بعد بچوں کی پرورش اور عدت کا حکم

سوال [۷۲۱۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) شوہر نے بیوی کو کہا: کہ طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی، کیا میرے اوپر طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

(۲) بچوں کا مستحق کون ہوگا؟ ماں یا باپ؟

(۳) عدت کی مدت کیا ہے؟

(۴) بچوں کی کفالت کس کے ذمہ ہے؟

(۵) کس سے پردہ کرنا ہوگا؟

المستفتی: ناصرہ پروین، کرولہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) جب شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق دی، تین

مرتبہ کہا تو بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوگئیں، بغیر حلالہ کیے ہوئے اس شوہر کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہ ہوگا۔ (مستفاد: دار العلوم ۲۸۲/۹)

لـوقال لزوجته: أنت طالق، طالق، طالق، طلقت ثلاثا، فإن قال اردت به التاكيد صدق ديانة لا قضاءً. (الأشباه قديم ۲۱۹/۱، جديد زكريا ص: ۳۷٦)

(۲-۴) بچوں کی پرورش کا حق ماں کو ہے، اور اس مدت میں بچوں کا خرچ باپ پر لازم ہے۔

إذا وقعت الفرقة بين الزوجين فللأم أحق بالولد والنفقة على الأب.

(هدايه، كتاب الطلاق، باب حضانة الولد، اشرفی ديوبند ۴۳٤/۲)

(۳) عدت کی مدت طلاق کے بعد تین ماہواری گذارنا ہے۔

﴿**قال الله تعالىٰ: وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ.** [البقرة: ۲۲۸]﴾

وإذا طلق الرجل امرأته ...... وهى حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة أقراء. (هدايه اشرفی ديوبند ۴۲۲/۲)

عدة الحرة للطلاق أو الفسخ ثلاثة أقراء أى حيض أو ثلاثة أشهر إن لم تحض. (كنز الدقائق ص:۱٤٥)

(۵) عدت کے زمانہ میں انہی لوگوں سے پردہ کا حکم ہے جن لوگوں سے عدت سے پہلے پردہ کا حکم تھا۔

وتستتر عن سائر الورثة ممن ليس بمحرم لها. (هنديه، الطلاق، الباب الرابع عشر فى الحداد، زكريا قديم ۵۳۵/۱، جديد ۵۸۷/۱، بدائع الصنائع، كراچی ۲۰٦/۳، زكريا ۳۲٦/۳، شامی كراچی ۵۳۷/۳، زكريا ۲۲٦/۵، تاتارخانية زكريا ۲٤٦/۵ رقم: ۷۷٦۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍ربیع الاول ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۵۵۲/۳٦)

حالت عدت میں قریبی رشتہ دار کی موت پر دیکھنے کیلئے جانا

سوال [۷۲۱۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: معتدہ عورت اپنے قریبی رشتہ دار کی موت پر اس کو دیکھنے کے لیے جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور کیا اس مسئلے میں معتدۃ الوفات اور معتدۃ الطلاق میں کچھ فرق ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: معتدہ عورت کا اپنے قریبی رشتہ دار کی وفات پر اس کو دیکھنے کے لیے جانا جائز نہیں خواہ معتدۃ الوفات ہو یا معتدۃ الطلاق۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۱۰/ ۳۰۹، احسن الفتاویٰ ۵/ ۴۳۱)

تاہم موت کا حادثہ ایک بڑا حادثہ ہے اس لیے اس کو ضرورت مبیحہ سے خارج نہ کیا جائے، جیسا کہ بیماری کی وجہ سے یہ عورت حالت عدت میں ڈاکٹر کے یہاں جاسکتی ہے، اسی طرح اگر اس معتدہ عورت کو آخری دیدار نہ کرنے کی وجہ سے لمبے زمانے تک رنج وغم رہے گا تو حالات کے پیش نظر اس کو دن دن میں پورے پردے کے ساتھ قریبی رشتہ دار کو دیکھنے آنے کی اجازت وگنجائش دینی چاہیے۔

معتدة الطلاق والموت يعتدان في المنزل المضاف إليهما بالسكنى وقت الطلاق والموت ولا يخرجان فيه إلا لضرورة، وليس المراد حصر الأعذار. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، فصل في الحداد كوئٹه ٤/ ١٥٤، زكريا ٤/ ٢٥٩، كذا في الشامي كراچی ٣/ ٥٣٦، زكريا ٥/ ٢٢٥، تاتارخانية زكريا ٥/ ٢٤٧ رقم: ٧٧٧٢، تبيين الحقائق امداديه ملتان ٣/ ٣٧، زكريا ٣/ ٢٧١، بدائع زكريا ٣/ ٣٢٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۵۲۴)

کسب معاش کے لیے مطلقہ کا گھر سے نکلنا

سوال [۷۲۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے شوہر نے مجھے ۸/۱۱/۲۰۰۴ء کو طلاق دیدی ہے دو آدمیوں اور ایک عورت کے سامنے میری چار بچیاں ہیں، میں خود محنت کرتی ہوں اپنی بچیوں کا پیٹ پالتی ہوں، آپ مجھے ایمان کی روشنی میں یہ بتائیے کہ میں عدت کیسے کروں، جبکہ میرا کوئی سہارا ابھی نہیں ہے، اور میرا گھر حویلی کا ہے۔

المستفتی: شاہین جمالی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ عدت اپنے شوہر کے گھر میں رہ کر پوری کریں، اور زمانۂ عدت میں آپ کے اور آپ کے بچوں کا خرچہ شوہر پر لازم ہے، اس سے خرچ وغیرہ کا مطالبہ کریں، اپنی گذر اوقات کے لیے گھر سے باہر نہ نکلیں۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۶/۳۷۷)

المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسكنى كان الطلاق رجعيا أو بائنا أو ثلاثا حاملا كانت المرأة أولم تكن كذا في فتاویٰ قاضيخان. (هنديه، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الرابع في نفقة المعتدة قديم زكريا ۱/۵۵۷، جديد ۱/۶۰۵، هدايه، اشرفي ديوبند ۲/۴۳۸، قدوری امداديه ديوبند ص: ۱۹۰) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍شوال المکرّم ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۵۶۱)

مطلقہ کا کسب معاش کے لیے دورانِ عدت گھر سے نکلنا

سوال [۷۲۱۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق زبانی یا لکھ کر دیدے اور وہ عورت سروس کرتی ہے جو کہ

اس کا ذریعہ معاش ہے، تو اس کے لیے عدت کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: سعید احمد نئی بستی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مطلقہ عورت کا سروس کرنے کے لیے گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے، باہر جائے گی تو گنہگار ہوگی، عورت کا خرچہ شوہر پر لازم ہوتا ہے، اس لیے ذریعہ معاش کا عذر معتبر نہ ہوگا۔

لو کان عندها كفايتها صارت كالمطلقة فلا يحل لها الخروج. (در مختار، باب العدة، فصل فی الحداد کراچی ۳/۵۳۶، زکریا ۵/۲۲٤)

المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسكنى كان الطلاق رجعيا أو بائنا أو ثلاثا حاملا كانت المرأة أو لم تكن. (هنديه، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الرابع فی نفقة المعتدة، زکریا قدیم ۱/۵۵۷، جدید ۱/۶۰۵، هدایه، اشرفی دیو بند ۲/٤۳۸، قدوری امدادیه دیوبند ۱۹۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍ شعبان ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۷۹۶)

مطلقہ حالت عدت میں اسکول نہیں جاسکتی

سوال [۷۲۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک عورت کو شوہر نے طلاق مغلظہ دیدی، اور وہ ٹیچر ہے، اگر عدت کے زمانے میں اسکول میں حاضری نہیں دے گی تو نوکری خطرے میں ہے، لہٰذا معتدہ مطلقہ حالت عدت میں اسکول پڑھانے جاسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: معتدۃ الطلاق عورت کا حالت عدت میں

پڑھانے کے لیے اسکول جانا جائز نہیں؛ کیونکہ اس کی عدت کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے، لہٰذا طلب معاش کے لیے اس کو گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں ہوگی، بسا اوقات سرکاری نوکری ہی طلاق کا سبب بن جاتی ہے، جس سے گھر برباد ہو جاتا ہے۔

ولا تخرج معتدة رجعي و بائن بأی فرقة كانت علی مافی الظهيرية ولو مختلعة علی نفقة عدتها فی الأصح. (شامی، فصل فی الحداد، كراچی ۳/۵۳۵، زكريا ۵/۲۲۳)

ولا تخرج معتدة الطلاق ...... إلا لضرورة ظاهرة، فإن خرجن ليلا أو نهارا كان حراما. (البحر الرائق كوئٹه ۴/۱۵۲، زكريا ۴/۲۵۶، تاتارخانية زكريا ۵/۲۴۷ رقم: ۷۷۷۲، تبيين الحقائق زكريا ۳/۲۷۱، امداديه ملتان ۳/۳۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۵۱۵)	۱۴۱۲/۱/۱۴ھ

دورانِ عدت اسکول میں پڑھانے کے لیے جانا

سوال [۷۲۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں عشرت پروین جو کہ اپنے بہنوئی کے ساتھ رہتی ہوں، میرے شوہر نے تین طلاق دیدی ہے میرا اور کوئی پیٹ بھرنے کا ذریعہ نہیں ہے، میں ایک اسکول میں ٹیچر ہوں، عدت کا عرصہ پورا کرنے کے سبب میری نوکری چھوٹ جائے گی اس کے علاوہ میری کوئی آمدنی نہیں ہے، آپ سے یہ دریافت کرنا ہے کہ عدت کے ایام میں میں نوکری جاری رکھوں یا چھوڑ دوں، نوکری دن کی ہے اگر نوکری کو ترک کردوں گی تو میری کفالت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا؟

المستفتی: عشرت پروین، ہرتھلہ کالونی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: معتدہ مطلقہ کا نفقہ اس کے شوہر پر لازم ہے۔

لأن النفقة دارة عليها من مال زوجها. (هـدايه، كتاب الطلاق، باب العدة اشرفی ديو بند ۲/ ۴۲۸)

اور اگر شوہر نفقہ نہ دے اور عورت کی کوئی کفالت کرنے والا نہ ہو تو ایسی صورت میں معتدہ مطلقہ اپنے ذریعہ معاش کے لیے دن میں ضرورۃً نکل سکتی ہے۔

لاتخرج المعتدة عن طلاق أو موت إلا لضرورة. (شامی، باب العدة، فصل في الحداد، كراچی ۳/ ۵۳۶، زكريا ۵/ ۲۲۵)

نیز شوہر پر نان ونفقہ لازم ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ شوہر جہاں رہ کر عدت گذارنے کے لیے کہے وہاں عدت گذارے، لہٰذا اگر شوہر کی مرضی کے خلاف میکے وغیرہ میں جا کر عدت گذارتی ہے تو عدت کا خرچہ شوہر پر لازم نہ ہوگا۔

فلا نفقة لها في العدة -إلى- إن خرجت من بيته لنشوزها، وفي المجتبىٰ: نفقة العدة كنفقة النكاح. (شامی، باب النفقة، كراچی ۳/ ۶۰۹، زكريا ۵/ ۳۳۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۱۱ر رجب ۱۴۱۴ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۵۲۹)	۱۱/ ۷/ ۱۴۱۴ھ

کیا دورانِ عدت پڑھانے جاسکتی ہے؟

سوال [۷۲۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک عورت جو کہ ایک اسکول ٹیچر ہے اس کو طلاق ہوگئی تو دورانِ عدت اسکول جاسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: بشیر احمد، محلّہ عیدگاہ نئی آبادی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مطلقہ عورت کے لیے عدت کے دورانِ اسکول

میں پڑھانے کے لیے جانا جائز نہیں ہے، اگرچہ پردہ کی رعایت کے ساتھ جاتی ہوتب بھی جائز نہیں ہے۔

عن عبد الله بن مسعود أن رجلا جاءه فقال: إني طلقت امرأتي ثلاثا، وهي تريد أن تخرج قال: إحبسها، قال: لا استطيع، قال: فقيدها، فقال: لا استطيع إن لها أخوة غليظة رقابهم، قال: استعد عليهم الأمير.

(السنن الكبرىٰ للبيهقي، دار الفكر بيروت ٤٠٤/١١ رقم: ١٥٨٩٥)

لا تجوز للمطلقة الرجعية والمبتوتة الخروج من بيتها ليلا و نهارا.

(هدايه، كتاب الطلاق، باب العدة اشرفي ديوبند ٤٢٨/٢)

لا تخرج معتدة رجعي و بائن ...... من بيتها أصلا لا ليلا ولا نهارا.

(تنوير الأبصار مع الدر المختار، كراچی ٥٣٥/٣، زكريا ٢٢٣/٥-٢٢٤)

المعتدة من الطلاق لا تخرج من بيتها ليلا و لا نهارا. (تاتارخانية، زكريا ٢٤٤/٥ رقم: ٧٧٦٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍صفر ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸۸۳/۳۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۲/۲۵ھ

دورانِ عدت بیوی کا سروس کے لیے جانا

سوال [۷۲۲۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری بیٹی کو اس کے شوہر نے تین طلاق دیدی ہیں، بیٹی بریلی میں رہ رہی تھی، اور وہیں ایک جگہ سروس کے لیے جاتی تھی تو دریافت یہ کرنا ہے کہ عدت کرنا ہے یا نہیں، اور عدت کے دوران سروس کے لیے جاسکتی ہے یا نہیں؟ بیٹی گیارہ مہینہ سے گھر پر بیٹھی ہوئی تھی، اس کا شوہر لے نہیں جا رہا تھا، شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتی: سلمان عامر، تمبا کو والان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: طلاق کے بعد تین ماہواری تک عدت گذارنا لڑکی پرلازم ہے، اور دورانِ عدت گھر سے باہر جاکر نوکری وغیرہ کرنا ازروئے شرع جائز نہیں ہے۔

﴿**قال الله تعالىٰ: وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ** .[البقرة: ٢٢٨]﴾

عن عبد الله بن مسعود أن رجلا جاء ه فقال: إن طلقت امرأتي ثلاثا وهي تريد أن تخرج قال إحبسها قال: لا استطيع قال فقيدها فقال: لااستطيع إن لها إخوة غليظة رقابهم قال استعد عليهم الأمير. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، دار الفكر بيروت ١١/٤٠٤، رقم: ١٥٨٩٥

وهي في حق الحرة ...... بعد الدخول حقيقة أو حكما ثلاث حيض كوامل. (شامي، كتاب الطلاق، باب العدة كراچی ٣/٥٠٥، زكريا ٥/١٨٢، بدائع الصنائع كراچی ٣/١٩٤، زكريا ٣/٣٠٧، شرح وقايه ياسر نديم اينڈ كمپنی ديوبند ٢/١٤٤)

ولاتخرج معتدة رجعية و بائن ...... لو حرة مكلفة من بيتها أصلا .

(شامي زكريا ٥/٢٢٣-٢٢٤، كراچی ٣/٥٣٥، هدايه اشرفی ديوبند ٢/٤٢٨، تاتارخانية زكريا ٥/٢٤٤ رقم: ٧٧٦٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ ؍صفر ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۲۸۸)

دورانِ عدت بی اے فائنل کے پیپر دینا

سوال [۷۲۲۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری بیٹی کی شادی ۲۴؍۱۰؍۱۹۹۹ء کو ہوئی تھی ۶؍ ماہ شوہر کے گھر رہی، لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا تھا، ۱۹؍۵؍۲۰۰۰ء کو میرے پاس چلی آئی، جب سے میرے پاس ہے، مقدمہ بازی چلتی رہی اس دوران خرچہ نہ اس کے شوہر نے دیا، علاوہ ازیں طلاق بھی ہو گئی ہے، لڑکی

کے۲؍اپریل کو بی اے فائنل کے پیپر ہیں، عدت گذارنے کا کیا طریقہ ہے؟ پیپر دے سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: امیر علی بروالان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حالت عدت میں گھر کی حویلی سے باہر جانا آنا مطلقہ عورت کے لیے جائز نہیں ہے، اور گھر کی حویلی میں رہ کر عدت گذارنا لازم ہے، لہٰذا عدت کے زمانہ میں بی اے فائنل کے امتحان کے لیے حویلی سے باہر جانا شرعی طور پر جائز نہیں ہے۔

عن عبد الله بن مسعود أن رجلا جاء ه فقال: إني طلقت امرأتي ثلاثا، وهي تريد أن تخرج قال: احبسها، قال: لا استطيع، قال: فقيدها، فقال: لا استطيع إن لها أخوة غليظة رقابهم، قال: استعد عليهم الأمير.

(السنن الكبرىٰ للبيهقي، دار الفكر بيروت ۱۱/٤٠٤ رقم: ۱٥٨٩٥)

ولاتخرج معتدة رجعي وبائن بأي فرقة كانت على مافي الظهيرية.

(شامی، باب العدة، فصل في الحداد كراچی ۳/٥۳٥، زكريا ٥/۲۲۳-۲۲٤، هدايه اشرفي ديوبند ۲/٤۲٨، تاتارخانية زكريا ٥/۲٤٤ رقم: ۷۷٦٥) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍صفر ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۱۱ ۸۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۲/۲۲ھ

دورانِ عدت ڈاکٹر کے پاس جانا

سوال [۷۲۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) زید نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی، زید اپنی سسرال یعنی لڑکی کے گھر میں دی ہے جو مکان کرایہ کا ہے، زید اب بھی یہ بات کہہ رہا ہے کہ پانچ آدمیوں کے سامنے طلاق

دی اب زید کی بیوی جو اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ کرایہ کے مکان میں رہ رہی ہے اپنی عدت کتنے دنوں تک اور کیسے کیسے گذار سکتی ہے؟ چونکہ زید کی بیوی کو اس کے مکان جس میں رہ رہی ہے اگر کسی طرح کا خطرہ محسوس ہو تو کیا وہ اپنی حفاظت کے لیے اپنے رشتہ داروں کے گھر جا سکتی ہے اور اگر جا سکتی ہے تو صرف دن میں یا رات میں، اور کن رشتہ داروں سے پردہ کرنا چاہیے، اور رشتہ داروں کے گھر پوری عدت گذار سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) اگر عدت کے دوران بیمار ہو تو اسے ڈاکٹر کے پاس بغرض علاج لے جایا جا سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) عدت کی مدت تین ماہواری ہے، اور اس درمیان زینت اختیار کرنا جائز نہیں ہے، نیز بلاضرورت شدیدہ گھر سے نکلنا بھی جائز نہیں ہے اور عدت سے قبل جن مردوں سے شرعی پردہ لازم تھا اب بھی انہیں سے پردہ لازم ہے اور اگر شوہر کے گھر حفاظت کی شکل نہیں ہے تو اپنی والدہ کے ساتھ جہاں والدہ رہتی ہے، عدت گذارنا جائز ہوگا، کسی دوسرے کے یہاں جانا جائز نہ ہوگا۔

﴿قال اللہ تعالیٰ: وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ .[البقرة: ۲۲۸]﴾

وإذا طلق الرجل امرأته ...... وهی حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة أقراء. (هدايه، كتاب الطلاق، باب العدة، اشرفی ديوبند ۲/ ۴۲۲)

وعلى المبتوتة والمتوفى عنها زوجها إذا كانت بالغة مسلمة الحداد ...... والحداد أن تترک الطيب والزينة. (هدايه، اشرفی ديوبند ۲/ ۴۲۷)

وتستتر عن سائر الورثة ممن ليس بمحرم لها. (هنديه زكريا قديم ۱/ ۵۳۵، جديد ۱/ ۵۸۷، تاتارخانية زكريا ۵/ ۲۴۶ رقم: ۷۷۶۹)

وتعتدان أی معتدة طلاق و موت فی بيت وجبت فيه. (شامی كراچی ۳/ ۵۳۶، زكريا ۵/ ۲۲۵)

(۲) دن میں ڈاکٹر کے یہاں جاکر دن چھپنے سے پہلے گھر آجاتی ہے تو جائز ہے۔

لاتخرج المعتدة عن طلاق أو موت إلا لضرورة. (شامی، کراچی ۳/۵۳۶، زکریا ۵/۲۲۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴۶۰/۲۹)

متوفی عنہا زوجہا کی عدت کی کمیت وکیفیت

سوال [۷۲۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: متوفی عنہا درمیان عدت سنگار کرسکتی ہے یا نہیں؟ مثلاً: چوڑی اور دیگر زیور وغیرہ پہن سکتی ہے؟ بعد عدت بغیر شادی سنگار وزیور وغیرہ متوفی عنہا کے لیے درست ہے یا نہیں؟ اور اگر متوفی عنہا جوان ہے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ نیز اگر بوڑھی ہے تو اس کے لیے سنگار وزیور وغیرہ پہننا کیسا ہے؟ لہٰذا حضور والا سے التماس ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد وسیم شیخوپورہ، سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس عورت کے شوہر کا انتقال ہوجائے اس کے اوپر اللہ کا حکم یہ ہے کہ وہ چار مہینہ دس دن تک سوگ منائے اور درمیان میں اس کے لیے بناؤ سنگار کرنا اور کسی قسم کی زینت اختیار کرنا جائز نہیں چاہے عورت جوان ہو یا بوڑھی ہو سب کے لیے یہی حکم ہے۔

قال الله تعالیٰ: ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا.﴾ [البقرة: ۲۳۴]

عن أم حبيبة أن النبی ﷺ قال: لا يحل لإمرأة مسلمة تؤمن بالله

والیوم الآخر أن تحد فوق ثلاثة أیام إلا علی زوجها أربعة أشهر و عشرا. (صحیح البخاری، الطلاق باب الکحل للحادة ۲/ ۸۰۴، رقم: ۵۱۳۰، ف: ۵۳۳۹، صحیح مسلم، الطلاق، باب وجوب الإحداد فی عدة الوفات، النسخة الهندیة ۱/ ۴۸۸، بیت الأفکار رقم: ۱۴۹۰)

المتوفی عنها زوجها یلزمها الحداد فی عدتها ...... و تفسیر الحداد الاجتناب عن الطیب والدهن والکحل. (تاتارخانیة زکریا ۵/۲۴۹ رقم: ۷۷۷۷)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵ر شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۸۲۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/۸/۱۴۲۳ھ

متوفی عنہا زوجہا کی عدت کیا ہے؟

سوال [۷۲۲۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کا انتقال ۲ر شوال ۱۴۲۰ھ کو ہوا، جبکہ وقت ۱۰ر بج کر ۳۰ر منٹ تھا، لہٰذا زوجۂ زید کی عدت کتنے یوم ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: متوفی زید کی بیوی، زید کی وفات کے دن مع ۲ر شوال ۱۴۲۰ھ کے کل ایک سوتیس دن عدت گذارے گی، اور یہ عدت ۱۸ر مئی ۲۰۰۰ء کی شام پوری ہوگی۔

وإن اتفق فی وسط الشهر فعند الإمام یعتبر بالأیام فتعتد فی الطلاق بتسعین یوما وفی الوفاة بمأة و ثلاثین. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدة قبیل مطلب فی عدة زوجة الصغیر، کراچی ۳/ ۵۰۹، زکریا ۵/ ۱۸۷)

وإن اتفق ذٰلک فی خلاله فعند أبی حنیفة وإحدی الروایتین عن أبی

یوسف یعتبر فی ذٰلک عدد الأیام تسعون یوما فی الطلاق وفی الوفاة یعتبر مأة و ثلاثون یوما. (هندیه، زکریا قدیم ۱/۵۲۷، جدید ۱/۵۸۰، بدائع کراچی ۳/۱۹۶، زکریا ۳/۳۱۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ر محرم الحرام ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۳۳/۶۴۷۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۱/۲۸ھ

متوفی عنہا زوجہا کی عدت کتنے دن ہیں؟

سوال [۷۲۲۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) شوہر کے انتقال کر جانے پر عورت کتنے دن عدت گذارے گی؟

(۲) عورت کو مدت عدت نہ معلوم ہونے کی وجہ سے اس نے صرف ایک ماہ دس دن عدت گذاری تو مسئلہ بتائیں کہ کیا اس عورت کو کفارہ دینا پڑے گا یا نہیں؟

المستفتی: عبدالرحیم پورنوی، مدرسہ شاہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) شوہر کے انتقال پر چار ماہ دس دن عدت گذارنا عورت پر واجب ہے اور اگر مہینے کے شروع میں انتقال نہیں ہوا ہے تو ایک سوتیس دن شمار کر کے عدت گذارے۔

قال الله تعالیٰ: ﴿وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا.﴾ [البقرة: ۲۳۴]

وإن اتفق فی وسط الشهر فعند الإمام یعتبر بالأیام فتعتد فی الطلاق بتسعین یوما وفی الوفاة بمأة و ثلاثین. (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدة قبیل مطلب فی عدة زوجة الصغیر، کراچی ۳/۵۰۹، زکریا ۵/۱۸۷، هندیه، زکریا قدیم ۱/۵۲۷، جدید ۱/۵۸۰، بدائع کراچی ۳/۱۹۶، زکریا ۳/۳۱۰)

(۲) اس کا کوئی کفارہ نہیں بلکہ توبہ واستغفار کرلے اور جو ایام ۱۳۰/دن میں سے باقی ہیں ان کو عدت کے آداب کے ساتھ پورے کرلے، اگر زینت کررکھی ہو تو اس کو ترک کردے۔

لأنه حق الشرع إظهار للتأسف على فوات النكاح بترک الزينة بحلی أو حرير أو امتشاط. (در مختار، باب العدة، فصل فی الحداد زکریا ۵/۲۱۷، کراچی ۳/۵۳۱)

لأنه يجب إظهارا للتأسف على فوت نعمة النكاح. (هدايه، اشرفی دیو بند ۲/۴۲۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۹۲۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۳/۱۳ھ

عدت وفات کتنے دن ہے؟

سوال [۷۲۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رمضان المبارک کی ۲/تاریخ کو انتقال ہوا تھا، اور تین تاریخ کو رات ساڑھے دس بجے دفن کیا گیا، اب آپ حساب لگا کر بتا دیجئے کہ کس دن عدت پوری ہوگی؟

المستفتی: نبی جان، گوئیاں باغ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ۲/رمضان المبارک کو وفات ہوئی ہے تو بیوی کی عدت وفات چار ماہ دس دن یعنی ایک سو تیس یوم مکمل ہونے پر پوری ہوگئی، اور ہمارے حساب سے ۷/اگست مطابق پندرہ محرم کو پوری ہوتی ہے۔

وإن اتفق فی وسط الشهر فعند الإمام يعتبر بالأيام فتعتد فی الطلاق بتسعين يوما وفی الوفاة بمأة و ثلاثين. (رد المحتار على الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدة قبيل مطلب فی عدة زوجة الصغير كراچی ۳/۵۰۹، زکریا ۵/۱۸۷)

وإن اتفق ذٰلک فی خلاله فعند أبی حنيفة وإحدى الروايتين عن أبی يوسف يعتبر

فی ذٰلک عدد الأیام تسعون یوما فی الطلاق وفی الوفات یعتبر مأة و ثلاثون یوما. (هندیه، زکریا قدیم ۱/۵۲۷، جدید ۱/۵۸۰، بدائع کراچی ۳/۱۹۶، زکریا ۳/۳۱۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴ر محرم الحرام ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۰۹۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۱/۱/۱۴ھ

مطلقہ اور متوفی عنہا زوجہا کی عدت

سوال [۷۲۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: شوہر طلاق دیدے تو کتنے دن عدت ہوتی ہے، اور شوہر مر جائے تو کتنے دن عدت ہوتی ہے؟

المستفتی: ایم عرفان، محلّہ بھٹی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بالغہ غیر حاملہ عورت کی طلاق کی عدت تین ماہواری ہے اور جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔

﴿**قال اللہ تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا.**[البقرة: ۲۳٤]﴾

إذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا أو رجعیا أو ثلاثا أو وقعت الفرقة بینهما بغیر طلاق وهی حرة ممن تحیض فعدتها ثلاثة أقراء. (هندیه، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة، زکریا قدیم ۱/۵۲۶، جدید ۱/۵۸۰، هدایه، اشرفی دیو بند ۲/٤۲۲)

وعدة الحرة فی الوفاة أربعة أشهر و عشرا. (هدایه، باب العدة، اشرفی دیوبند ۲/٤۲۳، هندیه زکریا قدیم ۱/۵۲۷، جدید ۱/۵۸۰، تبیین الحقائق امدادیه ملتان ۳/۲۷، زکریا ۳/۲۵۱، بدائع الصنائع کراچی ۳/۱۹۶، زکریا ۳/۳۱۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴ر ربیع الاول ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۲۱۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۳/۴ھ

حاملہ کی عدت

سوال [۷۲۳۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زبیدہ کے شوہر ایک ماہ پہلے انتقال کر گئے، انہوں نے اپنی بیوی کو ایک ماہ کا حاملہ چھوڑا تھا، زبیدہ نے اپنے شوہر کے انتقال کے بعد چار ماہ تیرہ دن کی عدت پوری کر لی ہے، اب یہ بتایا جائے کہ حمل کی حالت میں ان کی عدت پوری ہوگئی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شوہر کے انتقال کے وقت بیوی جبکہ حاملہ تھی تو اس کی عدت وضع حمل ہے، لہٰذا جب تک حمل باقی ہے عدت ختم نہ ہوگی، وضع حمل تک انتظار کرنا ضروری ہے۔

﴿قال الله تعالىٰ: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ. [الطلاق: ٤]﴾

وفي الحامل عدتها أن تضع حملها. (تاتارخانية زكريا ٥/٢٢٨ رقم: ٧٧٢٧)

وإن كان حاملا فعدتها أن تضع حملها. (هداية اشرفی ديوبند ٢/٤٢٣)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍ربیع الاول ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۰۷۰/۳۴)

کیا حالت حمل میں شوہر کا انتقال ہوجانے کی صورت میں عدت نہیں

سوال [۷۲۳۱]: (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: گڈو کو کچھ غنڈے گولی مار دیتے ہیں اور وہ اسپتال جاتے ہی انتقال کر جاتا ہے، اب گڈو کے تیجے والے دن گڈو کے والد نے رانی کے والد و والدہ اور بھائی وغیرہ اور گڈو کے بڑے بھائی و گڈو کے ماموں و گڈو کے بہنوئی کو بٹھا کر سب کے سامنے یہ بات

کہتے ہیں کہ میری یہ تمنا ہے کہ گڈو کی بیوی رانی عدت کرلے، اس کی عدت کی ساری ذمہ داری وخرچہ وغیرہ اور ساری ذمہ داری میں لینے کے لیے تیار ہوں اور وہ سب لوگوں کے سامنے رانی کی عدت کرنے کے لیے کہتے ہیں، اس پر رانی کی والدہ کہتی ہیں کہ میری بیٹی رانی چھ ماہ کے پیٹ سے ہے، ایسے میں عدت نہیں ہوتی، یہ بیان سن کر سب لوگ چپ ہو جاتے ہیں، اب وہ اپنی لڑکی رانی سے عدت نہیں کروا رہی ہے، اب کیا ایسے میں عدت کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور گڈو کا ایک لڑکا حیات ہے، جو کہ چار سال کا ہے، جبکہ اب گڈو کو انتقال ہوئے ۱۷/دن کے قریب ہو چکے ہیں کیا اب بھی عدت کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: حاجی عبدالرشید نئی بستی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شوہر کا انتقال ہوتے ہی بیوی پر عدت لازم ہو جاتی ہے، اس لیے گڈو کے انتقال ہوتے ہی بیوی پر عدت شروع ہو گئی، الگ سے انتظام کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور حالت حمل میں عدت درست ہو جاتی ہے، اور بچہ کی پیدائش تک عدت رہے گی، اور عدت کا مطلب یہ ہے کہ شوہر کے موت کے غم میں سوگ منایا جائے، نیا کپڑا نہ پہنے، زیورات اور چوڑیاں وغیرہ استعمال نہ کرے اور حویلی سے باہر عام سڑکوں پر نہ نکلے، اگر سسرال میں عدت گذارنے میں کوئی پریشانی نہیں ہے تو وہیں عدت گذارنا لازم ہے، بغیر عذر کے میکہ میں جانے کی اجازت نہیں ہے، تاہم اگر میکہ چلی جاتی ہے تو وہاں پر رہ کر بھی باہر آنا جانا اس کے لیے ممنوع ہوگا، زینت کی چیزیں اختیار کرنا ناجائز ہوگا، اور یہ سلسلہ بچہ پیدا ہونے تک جاری رہے گا، بغیر عذر کے شوہر کے مکان سے میکہ منتقل ہونے سے عورت گنہگار ہوگی، عذر ہو تو گنہگار نہ ہوگی۔

﴿قال الله تعالیٰ: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ. [الطلاق: ٤]﴾

ابتداء العدة فى الطلاق عقيب الطلاق وفى الوفاة عقيب الوفاة فإن لم تعلم بالطلاق أو الوفاة حتى مضت مدة العدة فقد انقضت عدتها. (هنديه، زكرياقديم ١/٥٣١، جديد ١/٥٨٤)

وعدة الحامل أن تضع حملها كذا في الكافي. (هنديه، زكريا قديم ۱/۵۲۸، جديد ۱/۵۸۱)

وعلى المبتوتة و المتوفى عنها زوجها إذا كانت بالغة مسلمة الحداد ......والحداد أن تترك الطيب و الزينة. (هدايه، اشرفی ديوبند ۲/۴۲۷)

وتعتدان أي معتدة طلاق و موت في بيت و جبت فيه و لا يخرجان منه إلا أن تخرج ...... ونحو ذلك من الضرورات. (شامي، كراچی ۳/۵۳۶، زكريا ۵/۲۲۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۳۷۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۵/۲۱ھ

بیوی کے حج کو جانے کے دوران شوہر کا انتقال ہو جائے تو عدت کا حکم

سوال [۷۲۳۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید بوجہ علالت اور کمزوری حج کو نہ جاسکا، زید کی بیوی اپنے لڑکے کے ہمراہ فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے چلی گئی ان کے جانے کے بعد زید کا انتقال ہوگیا، اب زید کی بیوی ہندہ کی عدت کی کیا شکل ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایسی صورت میں ہندہ کے لیے اسی حالت میں حج کے سارے ارکان ادا کر کے آنے کی اجازت ہے، کیونکہ جب ہندہ جدہ یا مکہ پہنچ گئی ہے تو گھر کی مسافت مدت سفر سے لمبی ہے، اور مکہ کی مسافت کم ہے، اور ایسی صورت میں عورت کے لیے اسی حالت میں حج کرنے کی اجازت ہے، ہاں البتہ زینت اختیار نہ کرے۔

وإن كانت بائنا أو معتدة عن الوفاة (إلى قوله) و إن كان إلى مكة أقل من مدة سفر و إلى منزلها مدة سفر مضت إلى مكة. (بدائع، كتاب الحج، فصل

وأما شرائط فرضيته، كراچی ۲/ ۱۲۵، زكريا ۲/ ۳۰۱)

وإن كان بينها وبين منزلها مسيرة سفر فصاعدا و بينها و بين مكة دون ذٰلک فعليها أن تمضي عليها. (تاتارخانية، زكريا ۳/ ۴۷۶، رقم: ۴۸۸۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۶؍محرم الحرام ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۵۸۱)

دورانِ حج شوہر کا انتقال ہونے کی صورت میں عدت کا حکم

سوال [۷۲۳۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک آدمی اپنی بیوی کے ساتھ حج کے لیے گیا وہاں پہنچ کر درمیان میں ہی انتقال کر گیا تو بیوی کی عدت کا کیا مسئلہ ہے؟

المستفتی: محمد ہارون راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بیوی اسی حالت میں حج کا فریضہ ادا کر سکتی ہے، ایک جگہ بیٹھ کر اس پر عدت گذارنا لازم نہیں ہے، جبکہ شوہر جدہ یا مکہ پہنچنے کے بعد انتقال کر گیا ہو۔

عدة وفاة كانت أو عدة طلاق -إلى قوله- وإن كان بينها وبين منزلها مسيرة سفر فصاعدا و بينها و بين مكة دون ذٰلک فعليها أن تمضي عليها. (تاتارخانية، زكريا ۳/ ۴۷۶، رقم: ۴۸۸۹)

وإن كانت بائنا أو معتدة عن الوفاة (إلى قوله) و إن كان إلى مكة أقل من مدة سفر و إلى منزلها مدة سفر مضت إلى مكة. (بدائع، كتاب الحج، فصل وأما شرائط فرضيته، كراچی ۲/ ۱۲۵، زكريا ۲/ ۳۰۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸؍صفر ۱۴۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۶۲۱)

غیر مدخول بہا متوفی عنہا کی عدت، مہر اور وراثت کا حکم

سوال [۷۲۳۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ہوا، نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے زید کا انتقال ہوگیا، تو ایسی صورت میں ہندہ پر عدت گذارنا لازم ہے یا نہیں؟ اسی طرح ہندہ وارث بنے گی یا نہیں؟ اور ہندہ کو پورا مہر ملے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہندہ کے شوہر کا انتقال رخصتی سے پہلے ہوگیا تب بھی ہندہ پر عدتِ وفات (۴/ ماہ دس دن) لازم ہے، نیز ہندہ پورے مہر کی بھی حقدار ہے، اور ہندہ شوہر کی وارث بھی ہوگی، کیونکہ شوہر کی موت سے نکاح انتہاء کو پہنچ گیا، لہٰذا نکاح مؤکد کے تمام احکام جاری ہوں گے۔

عدة المتوفیٰ عنها زوجها إذا كانت غير حامل وهی حرة أربعة أشهر و عشرا، يستوی فی ذلک الدخول و عدم الدخول و الصغر والكبر. (تاتارخانية ۵/۲۲۸، رقم: ۷۷۲۵، المحيط البرهانی کوئٹه ۴/۲۷، المجلس العلمی بیروت ۵/۲۲۶، رقم: ۵۶۵۶)

وعدة الوفاة إنما تجب بانتهاء النكاح، و بالموت يبقى هذا القدر فإن قيل: إنها ترث، قلنا: إنما ترث باعتبار العدة لا باعتبار النكاح. (المحيط البرهانی، کوئٹه ۴/۳۲، المجلس العلمی بیروت ۵/۲۳۲، رقم: ۵۶۶۹)

وإن مات عن وفاء تعتد عدة الوفاة دخل بها أو لم يدخل ولها الصداق والإرث. (البحر الرائق، باب العدة کوئٹه ۴/۱۲۹، زکریا ۴/۲۱۸) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۳۸۷)

طلاق کی عدت کے دوران شوہر کا انتقال ہوجائے تو کیا حکم ہے؟

سوال [۷۲۳۵]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید نے اپنی بیوی کوطلاق دی، اس کی بیوی طلاق کی عدت گذار رہی تھی، اسی دوران زید کا انتقال ہوگیا، تواب دوسوال کے جواب مطلوب ہیں:

(۱) زید کی بیوی عدت طلاق ہی گذارے گی یا عدت طلاق عدت وفات کی طرف منتقل ہوجائے گی۔

(۲) اگر عدت طلاق عدت وفات کی طرف منتقل ہوگی یا کوئی بھی عورت جو عدتِ وفات گذارے گی تو اس کے بارے میں سوال یہ ہے کہ عدت وفات قمری ماہ کے اعتبار سے گذارے گی یا انگریزی ماہ کے اعتبار سے گذارے، اور اگر قمری ماہ کی ۲۶ ر یا ۲۸ رکو انتقال ہوا شوہر کا تو ایسی صورت میں جو ۳ ر یا ۴ ر ماہ کے پورے ہونے میں باقی ہیں وہ بھی شمار ہوں گے یا نئے ماہ سے عدت شروع کرے گی جو بھی شکل ہو عدت گذارنے کی واضح فرمائیں۔

المستفتی: عبدالقدیر جویا مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) سوالنامہ میں طلاق مغلظہ اور طلاق بائن یا طلاق رجعی کی کوئی صراحت نہیں ہے، اب اگر شوہر نے طلاق بائن یا طلاق مغلظہ دی ہے، تو یہ عدت عدت وفات کی طرف منتقل نہیں ہوگی، بلکہ تین ماہواری کے ذریعہ سے عدت طلاق گذار کر عدت سے فارغ ہو جائے گی اور اگر طلاق رجعی دی ہے تو عدت طلاق سے عدت وفات کی طرف منتقل ہوجائے گی اس کا فیصلہ صاحب معاملہ خود کرے کہ کون سی طلاق دی ہے۔

فإن كان الطلاق رجعيا انتقلت عدتها إلى عدة الوفاة سواء طلقهافي حالة المرض أو الصحة وانهدمت عدة الطلاق و عليها أن تستانف عدة الوفاة في قولهم جميعا لأنها زوجته بعد الطلاق إذ الطلاق الرجعي لا يوجب

زوال الزوجية و موت الزوج يوجب على زوجته عدة الوفاة لقوله تعالىٰ: والـذين يتوفون منكم و يذرون أزواجا يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر و عشرا، كما لو مات قبل الطلاق و إن كان بائنا أو ثلاثا فإن لم ترث بأن طلقها في حالة الصحة لا تنتقل عدتها؛ لأن الله تعالىٰ وجب عدة الوفاة على الزوجات لقوله تعالى: والذين يتوفون منكم ويذرون أزواجا يتربصن وقد زالت الزوجية بالإبانة والثلاث فتعذر إيجاب عدة الوفاة فبقيت عدة الطلاق على حالها. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل فى بيان انتقال العدة و تغيرها، زكريا ۳/۳۱۷)

(۲) سوالنامہ میں دوسری بات یہ پوچھی گئی ہے کہ قمری مہینہ سے عدت گذارے گی یا ایام کے حساب سے یہ مسئلہ صرف عدت وفات سے متعلق ہے اگر شوہر نے طلاق رجعی دی تھی اور عدت وفات ہی گذارنی ہے تو اگر قمری مہینے کی پہلی تاریخ کو شوہر کا انتقال ہوا ہے تو قمری مہینہ کے حساب سے چار مہینہ دس دن گذارے گی، اور اگر قمری مہینہ کی پہلی تاریخ میں وفات نہیں پایا ہے، تو ایام کی گنتیوں کے حساب سے ۱۳۰ر دن میں عدت وفات پوری ہوتی ہے۔

فإذا وجبت العدة بالشهور في الطلاق أو الوفاة فإن اتفق ذٰلک في غرة أشهر اعتبرت الأشهر بالأهلة و إن نقص العدد من ثلاثين يوما و إن اتفق ذٰلک في خلال الشهر فعند أبي حنيفةؒ وإحدى الروايتين عن أبي يوسفؒ يعتبر في ذٰلک عدد الأيام تسعون يوما في الطلاق وفي الوفاة يعتبر مأة و ثلاثون يوما ...... وفي الصغرىٰ: واعتبار الشهور في العدة بالأيام دون الأهلة إجماعا. (تاتارخانية زكريا ۵/۲۳۱، رقم: ۷۷۳۰، شامي، كتاب الطلاق، باب العدة قبيل في عدة زوجه الصغير كراچی ۳/۵۰۹، زكريا ۵/۱۸۷، هنديه زكريا قديم ۱/۵۲۷، جديد ۱/۵۸۰، بدائع كراچی ۳/۱۹۶، زكريا ۳/۳۱۰، المحيط البرهاني المجلس العلمي بيروت ۵/۲۲۸، رقم: ۵۶۵۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ر ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۰۷۹)

خلوت صحیحہ سے قبل شوہر کا انتقال ہونے کی صورت میں عدت کا حکم

سوال [۷۲۳۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نکاح کے بعد دلہن کو گھر لایا، اسی روز زید کا خلوت صحیحہ سے قبل شام کو انتقال ہوگیا تو اب زید کی بیوی کو عدت کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور مہر کی ادائیگی کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: عبدالرشید ارشاد العلوم ٹانڈہ بادلی رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب خلوت سے قبل شوہر کا انتقال ہوگیا تو بیوی پر دوسرے نکاح کے لیے چار ماہ دس دن عدت گذارنا واجب ہے اور شوہر کے مال میں سے پورا مہر بھی بیوی کو ملے گا۔

عدة الحرة في الوفاة أربعة أشهر و عشرة أيام سواء كانت مدخولا بها أولا مسلمة أو كتابية. (هنديه، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة، زكريا قديم ۱/۵۲۹، جديد ۱/۵۸۲)

عدة المتوفىٰ عنها زوجها إذا كانت غير حامل، وهي حرة أربعة أشهر و عشرا، يستوي في ذٰلك الدخول و عدم الدخول و الصغر و الكبر. (تاتارخانية ۵/۲۲۸، رقم: ۷۷۲۵، المحيط البرهاني كوئٹه ۴/۲۷، المجلس العلمي بيروت ۵/۲۲۶، رقم: ۵۶۵۶)

والموت أيضا كالوطئ في حق العدة والمهر فقط. (در مختار، باب المهر، مطلب في أحكام الخلوة كراچی ۳/۱۲۳، زكريا ۴/۲۶۲)

وإن مات عن وفاء تعتد عدة الوفاة دخل بها أو لم يدخل ولها الصداق والإرث. (البحر الرائق، باب العدة كوئٹه ۴/۱۲۹، زكريا ۴/۲۱۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ ر محرم الحرام ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۶۳۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/۱/۱۴۱۷ھ

بالغ ہونے کے بعد شوہر کے انتقال پر عدت کا حکم

سوال [۷۲۳۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید اور ہندہ کا نکاح بچپن ہی میں ولی اقرب یعنی والدین نے کروادیا تھا جیسا کہ ہمارے علاقے میں رسم ورواج ہے، چند سال کے بعد دونوں بالغ ہو گئے تھے، اور ہندہ کو سسرال بھیجنے کی تیاری ہی تھی کہ زید کا انتقال ہوگیا، زید کے انتقال پر ہندہ کو عدت موت گذارنا لازمی ہے کہ نہیں، ایک امام کا کہنا ہے کہ ہندہ کو عدت موت گذارنا لازم نہیں ہے، پھر کہا کہ میں اپنے استاذ سے اور معلوم کرلوں، فون پر بات کی تو وہاں سے بھی انکاری آگئی کہ ہندہ کو عدت موت گذارنا لازمی نہیں ہے، اور امام صاحب کے لیے بھی شرع کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: عبدالحفیظ مکرانہ ناگور، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نابالغ کے زمانہ میں ضابطہ شرعی کے مطابق ولی اقرب نے جو نکاح کردیا تھا وہ صحیح اور درست ہے، پھر دونوں کے بالغ ہونے کے بعد رخصتی کی تیاری کے موقع پر شوہر کے انتقال ہوجانے کی وجہ سے بالغ لڑکی پر شوہر کے سوگ میں چار مہینہ دس دن عدت وفات گذارنا لازم اور واجب ہے، اس سے پہلے دوسری جگہ اس کا نکاح درست نہیں اور جس امام صاحب اور ان کے استاذ نے عدت وفات واجب نہ ہونے کی بات کہی ہے وہ درست نہیں ہے۔

عدة المتوفیٰ عنها زوجها إذا كانت غير حامل، وهي حرة أربعة أشهر و عشرا، يستوي في ذٰلک الدخول و عدم الدخول و الصغر والكبر. (تاتارخانية ۲۲۸/۵، رقم: ۷۷۲۵، المحيط البرهاني كوئٹه ۲۷/۴، المجلس العلمي بيروت ۲۲۶/۵، رقم: ۵۶۵۶)

عدة الحرة في الوفاة أربعة أشهر و عشرة أيام سواء كانت مدخولا بها أولا، مسلمة أو كتابية تحت مسلم، صغيرة أو كبيرة أو آئسة. (هنديه، كتاب

الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة، زکریا قدیم ۱/ ۵۲۹، جدید ۱/ ۵۸۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍شوال ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۵۸۲/۳۷)

شوہر شادی سے ۲؍ماہ بعد انتقال کر جائے تو عدت کا حکم

سوال [۷۲۳۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری لڑکی کی شادی ۹؍نومبر ۲۰۰۶ء کو محمد یونس ولد محمد شفیق چکر کی ملک آئی ڈی آفس مراد آباد سے ہوئی تھی، اس لڑکے کو گردے کی بیماری تھی جو ہم لوگوں سے بتائی نہیں گئی تھی، ہمیں شادی کے دو ماہ بعد معلوم ہوا اس کا علاج چلتا رہا، ان لوگوں نے جب ہم سے روپیہ لینے کو کہا، تو اس پر ہم نے دینے سے انکار کر دیا تو حالات بگڑ گئے، اور لڑکی ہماری ہمارے گھر پر ہے، اور اس لڑکے کا انتقال ہو گیا، ان لوگوں نے ہمیں کوئی خبر نہیں دی، نہ کوئی فون اور نہ کسی کو بھیجا اور لڑکے کے مہر بھی معاف نہیں کرائے، اور دفن کر دیا، ہمیں لڑکی سے عدت کرانی ہے یا نہیں؟ اور ہمارا جہیز اور زیور وکپڑا ابھی واپس دینے سے انکار کر دیا، کہہ دیا کہ تم سے لیا جائے تو لے لینا، ان حالات کے ہوتے ہوئے ہمیں اسلام دین کی طرف سے کیا کرنا چاہیے، میری لڑکی کا نام زینب ولد محمد یونس بروالان مراد آباد ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب نکاح کے بعد دونوں میاں بیوی آپس میں ساتھ رہ چکے ہیں چاہے چند دن کے لیے ایک ساتھ رہے ہوں، پھر شوہر کا انتقال ہو گیا تو اب عورت پر ہر چار مہینے دس دن تک عدت گذارنا ضروری ہے، اس کے بعد ہی اس کے لیے کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کرنا درست ہوگا، اور لڑکی کا جہیز اور لڑکی والوں کی طرف سے چڑھائے گئے زیور وہ سب لڑکی کا حق ہے، نیز پورا مہر بھی لڑکی کا حق ہے، وہ سب چیزیں لڑکی کو مطالبہ کر کے لینے کا حق ہے، اور شوہر کے انتقال کے بعد سے چار مہینے دس دن یعنی ایک سو

تیس دن عدت گذار نالڑکی پرلازم ہے،اس کے بعد ہی کسی دوسری جگہ شادی کرسکتی ہے۔

﴿قال الله تعالیٰ: وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا . [البقرة: ٢٣٤]﴾

عدة الحرة في الوفاة أربعة أشهر وعشرة أيام سواء كانت مدخولا بها أو لا، مسلمة أو كتابية. (هنديه، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة، زكريا قديم ١/٥٢٩، جديد ١/٥٨٢، تاتارخانية ٥/٢٢٨، رقم: ٧٧٢٥، المحيط البرهاني كوئٹه ٤/٢٧، المجلس العلمي بيروت ٥/٢٢٦، رقم: ٥٦٥٦)

أن المهر قد وجب بالعقد وصار دينا في ذمته. (بدائع الصنائع زكريا ٢/٥٨٤)

فإن كل أحد يعلم أن الجهاز للمرأة إذا طلقها تأخذه كله. (شامي، باب المهر، مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية، كراچی ٣/١٥٨، زكريا ٤/٣١١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۸؍جمادی الثانیہ؍۱۴۲۸ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۳۱۱)	۱۴۲۸/۶/۸ھ

بیس سال سے علیحدہ رہنے کی صورت میں عدت وفات کا حکم

سوال [۷۲۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بیس سال قبل میری شادی ہوئی، میں شادی کے بعد چار دن اپنے شوہر کے گھر دوبارہ کرآئی اس کے بعد سے آج تک میں اپنے میکے میں ہوں،اس بیس سال کے عرصہ میں میرے ماں باپ بھائی سب انتقال کرگئے ، میں بازار سے سودا خرید کر دوکان پر بیٹھ کر فروخت کرکے اپنی روزی کماتی ہوں ، میں نے اس بیس سال کی مدت میں نہ طلاق مانگی اور نہ میرے شوہر نے مجھے طلاق دی، آج چار دن ہوئے میرے شوہر کا انتقال ہوگیا، اب مجھے اطلاع ہوئی ہے،اس بیس سال کی مدت میں میرا شوہر سے کوئی تعلق آنا جانا قطع رہا،ایسی صورت میں میری عدت کا کیا مسئلہ ہے،جہیز میرا شوہر کے گھر پر ہے،مہر معاف نہیں کیا ہے،اس کا کیا مسئلہ ہے؟

المستفتی: چھٹو بی کرولہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ پر عدت گذارنا واجب ہے، اورآپ اپنا مہر وسامان جہیز جوموجود ہے اس کی حقدار ہیں، نیز شوہر کے ترکہ میں میراث کی بھی حقدار ہیں، کیونکہ شرعی طور پر نکاح باقی ہے، اگرچہ دونوں کے درمیان کافی بعد کیوں نہ رہا ہو۔

﴿قال الله تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا . [البقرة: ٢٣٤]﴾

وعدة المتوفى عنها زوجها بعد نكاح صحيح إذا كانت حرة أربعة أشهر و عشرة أيام. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة كوئٹه ٤/ ١٣١، زكريا ٤/ ٢٢٢، هنديه، زكريا قديم ١/ ٥٢٩، جديد ١/ ٥٨٢، تاتارخانية زكريا ٥/ ٢٢٨، رقم: ٧٧٢٥، المحيط البرهاني كوئٹه ٤/ ٢٧، المجلس العلمى بيروت ٥/ ٢٢٦، رقم: ٥٦٥٦)

أن المهر قد وجب بالعقد وصار دينا فى ذمته. (بدائع الصنائع زكريا ٢/ ٥٨٤)

فإن كل أحد يعلم أن الجهاز للمرأة إذا طلقها تأخذه كله. (شامى، باب المهر مطلب فى دعوى الأب أن الجهاز عارية كراچى ٣/ ١٥٨، زكريا ٤/ ٣١١)

وإن مات عن وفاء تعتد عدة الوفاة دخل بها أو لم يدخل ولها الصداق والإرث. (البحر الرائق، باب العدة، كوئٹه ٤/ ١٢٩، زكريا ٤/ ٢١٨)

لأن أصل العقد صحيح والملك الثابت به وفى البناية: فيتوارثان. (بنايه قديم ٢/ ٩٧، جديد اشرفيه ٥/ ٩٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍ ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۴۸۶)

کیا ۱۷؍ سال سے الگ رہنے والی عورت پر عدت لازم ہے؟

سوال [۷۲۴۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: شوہر اور بیوی آپسی رنجش کی وجہ سے الگ ہو گئے اس طرح ۱۷ سال گذر گئے، ایک بچہ بھی میکہ ہی میں ہوا جو اس وقت جوان ہے، بچے اور ماں کا کبھی کوئی خرچہ نہیں دیا، نہ کوئی تعلق رہا، اس عرصہ میں شوہر نے دوسری شادی بھی کر لی، شوہر کا اب اچانک انتقال ہو گیا، پہلی بیوی جو کہ الگ تھی، وہ عدت کرنا چاہتی ہے لیکن وہ اپنے اور بچے کے خرچ کے لیے نوکری کرتی ہے، اور اسکول کے ماحول میں پردہ نہیں ہوسکتا، لہٰذا ان کے لیے عدت کرنی واجب ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس طرح کیونکہ پردہ میں رہنا مشکل ہے، اس لیے کہ وہ خود ہی ذریعہ معاش کے لیے اسکول جاتی ہے؟

المستفتی: محمد کاشف محلّہ کسرول، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ صورت میں عورت پر عدت لازم ہے، البتہ جب معتدہ کے پاس نفقہ نہ ہو اور نہ ہی اپنی کمائی کے علاوہ کوئی ذریعہ معاش ہے تو ایسی مجبوری کی صورت میں کسب معاش کی حاجت سے بقدر ضرورت گھر سے نکل سکتی ہے، لیکن پوری رات بہر کیف گھر میں گذارنا ضروری ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴۳۱/۵)

ووجه الدفع أن معتدة الموت لما كانت في العادة محتاجة إلى الخروج لأجل أن تكتسب للنفقة قالوا إنها تخرج في النهار. (شامی، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد، کراچی ۵۳۶/۳، زکریا ۲۲۵/۵، مصری ۸۵٤/۲)

أما المتوفى عنها زوجها فلأنه لانفقة لها فتحتاج إلى الخروج نهارا لطلب المعاش. (هدايه، باب العدة، اشرفی دیوبند ٤۲۸/۲)

ومعتدة الموت تخرج يوما و بعض الليل لتكتسب لأجل قيام المعيشة لأنه لا نفقة لها. (البحر الرائق کوئٹه ۱۵۳/٤، زکریا ۲۵۸/٤)

اور رہی بات خرچ کی تو مسئلہ یہ ہے کہ نافرمان عورت کا خرچ شوہر کے ذمہ نہیں۔

قال في الهداية: وإن نشزت فلا نفقة لها حتى تعود إلى منزله. (هدايه، باب النفقة، اشرفی دیوبند ٤۳۸/۲)

بے پردہ عورتوں کو ملازمت اختیار کرنا جائز نہیں، اس کو شوہر کے پاس جا کر حق ادا کرنا چاہیے تھا، لہٰذا اب عدت گذار کر کسی دوسرے مرد سے نکاح کر کے باعزت زندگی گذارنی چاہیے اور بے پردگی کی نوکری ختم کرنی چاہیے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۸/۳۳)

﴿قال اللہ تعالیٰ: وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى. [الأحزاب: ۳۳]﴾ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۱۴۱)

شوہر کے انتقال کے ۶؍ ماہ بعد وفات کی خبر ملے تو عدت کا کیا حکم ہے؟

سوال [۷۲۴۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے شوہر عابد بیگ کا سعود یہ میں پانچ چھ ماہ قبل انتقال ہو گیا اور مجھ کو آٹھ دس روز پہلے ہی اس کی خبر ملی ہے تو آپ سے دریافت یہ کرنا ہے کہ میں عدت گذاروں یا نہیں؟ کیونکہ عدت کا وقت گذر چکا ہے، اور مجھ کو معلوم نہ ہونے کی وجہ سے مجھ پر کوئی گناہ تو نہیں ہے؟

المستفتی: نسرین جہاں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ کی عدت اس دن سے شمار ہوگی جس دن آپ کے شوہر کا انتقال ہوا ہے، اس دن سے ۱۳۰؍ دن جس روز پورے ہو جائیں گے اس دن آپ کی عدت پوری ہو جائے گی اگر چہ عدت کے یہ ایام آپ کی لاعلمی میں گذر جائیں پھر خود بخود شرعی طور پر آپ کی عدت پوری ہو جائے گی، لہٰذا جب اتنے ایام گذر چکے ہیں تو بے اختیاری طور پر آپ کی عدت بھی پوری ہوگئی، اب آپ کسی دوسری جگہ اپنی منشاء کے مطابق نکاح کر سکتی ہیں۔

وابتداء العدة فی الطلاق عقیب الطلاق وفی الوفاة عقیب الوفاة فإن

لم تعلم بالطلاق أو الوفاة حتى مضت مدة العدة فقد انقضت عدتها. (هدایه، کتاب الطلاق، باب العدة، اشرفی دیو بند ۲/۴۲۵، هندیه، زکریا قدیم ۱/۵۳۲، جدید ۱/۵۸۴، در مختار، کراچی ۳/۵۲۰، زکریا ۵/۲۰۲، فتح القدیر، دار الفکر بیروت ۴/۳۲۹، کوئٹه ۴/۱۵۴، زکریا ۴/۲۹۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰؍جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۷۲۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۵/۳۰ھ

متوفی عنہا زوجہا کے ساتھ چند پیش آمدہ مسائل

سوال [۷۲۴۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: شوہر گڈو کا قتل ہوجاتا ہے اور گڈو کے والد اپنی بہو سے عدت کرنے کو کہتے ہیں، مگر وہ عدت نہیں کرتی ہیں، اب گھر میں عورتوں میں جھگڑا ہو رہا ہے، اس پر گڈو کے والد گڈو کے سالے کو بلا کر یہ کہتے ہیں کہ آپ اپنے محلّہ کے چار بڑے لوگوں کو بلا لو اور میں بھی اپنے محلّہ کے چار بڑے لوگوں کو بلا لیتا ہوں اور سب بیٹھ کر یہ مسئلہ طے کریں اور اپنی بہن کو گھر لے جاؤ، لہٰذا آپ بتائیں کہ شوہر کی جائداد میں بیوی کا حق بنتا ہے؟ اور باپ کی جائیداد میں بیٹے کا کیا حق ہے؟ اور جو گڈو کی بیوی کے اولاد ہوگی اس کی پیدائش کا خرچہ کون اٹھائے گا، اور وہ دونوں بچے اگر ماں کے ساتھ چلے جاتے ہیں تو ان بچوں اور ان کی ماں کا خرچہ کون اٹھائے گا، اور گڈو کی شادی کے وقت جو زیور اس کے والد نے چڑھایا تھا اس کا کون حقدار ہوگا، بیوی یا گڈو کے والد؟ اس وقت گڈو کا چار سال کا لڑکا حیات ہے، اور باقی ایک بچہ چند ماہ میں ہونے والا ہے، گڈو کے والد بھی بیمار رہتے ہیں وہ بھی یہ چاہتے ہیں کہ یہ سب مسئلہ دین ومذہب کی رو سے حل ہوجائے۔

المستفتی: عبد الرشید نئی بستی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شوہر کے انتقال کے بعد بیوی کے اوپر چار مہینہ

دس دن یعنی ایک سوتیس دن عدت میں سوگ منانا لازم اور واجب ہے، اور عدت گذارنے کی اصل جگہ شوہر کا گھر ہوتا ہے، اگر کوئی معقول اور شرعی عذر نہ ہو تو شوہر کا گھر چھوڑ کر دوسری جگہ عدت گذارنا ممنوع ہے، اور شوہر کے مال میں سے اولاد کی موجودگی میں بیوی کو آٹھواں حصہ ملتا ہے، شوہر کی کل جائیداد و سرمایہ کو آٹھ حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ بیوی کا ہوگا اور شوہر کے ماں باپ کا چھٹا چھٹا حصہ ہوگا، اس کے بعد مابقیہ مال اگر بیوی کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ بھی لڑکا ہو تو مابقیہ مال دونوں لڑکوں کے درمیان برابر تقسیم ہوگا، اور اگر پیٹ کا بچہ لڑکی ہوئی تو تین حصوں میں تقسیم ہو کر دو حصہ لڑکے کو اور ایک حصہ لڑکی کو ملے گا، اور اس تقسیم کی وراثت کا صحیح مسئلہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب پیٹ میں جو بچہ ہے وہ پیدا ہو جائے اور جو زیورات بیوی کو میکے سے ملے ہیں وہ بیوی کی ملکیت ہیں، اور جو زیورات شوہر نے ملکیت کے طور پر دیئے ہیں وہ بھی بیوی کے ہیں

﴿قال الله تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا. [البقرة: ٢٣٤]﴾

فإن كل أحد يعلم أن الجهاز للمرأة، إذا طلقها تاخذه كله. (شامی، کتاب النكاح، باب المهر، مطلب فی دعویٰ الأب أن الجهاز عارية، کراچی ٣/١٥٨، زکریا ٤/٣١١)

ولو بعث إلى امرأته شيئا ولم يذكر جهة عند الدفع غير جهة المهر ...... ثم قال إنه من المهر لم يقبل لوقوعه هدية فلا ينقلب مهرا. (در مختار مع الشامی، کرچی ٣/١٥١، زکریا ٤/٣٠١)

اور عدت کے دوران عورت کا خرچہ شوہر کے ترکہ میں سے جو حصہ عورت کو ملے گا اس میں سے اٹھایا جائے گا، اور بچوں کا خرچہ ان کو ترکہ میں سے ملے ہوئے حصے سے اٹھایا جائے گا۔

وإن كان الأب قد مات و ترك أموالا، و ترك أولادا صغارا كانت نفقة الأولاد من أنصبائهم و كذا امراة الميت تكون نفقتها فی حصتها من الميراث. (هنديه، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الرابع فی نفقة

الأولاد، زکریا قدیم ۱/ ٥٦٤، جدید ۱/ ٦١٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/ جمادی الاخری ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷/ ۳۷/ ۸۴۱۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۶/۲۱ھ

معتدہ کی عدت، بچے کی پرورش، جائیداد کی تقسیم اور زیورات کا حکم

سوال [۷۲۴۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری لڑکی عالم آراء کی شادی ہوئے کل تین سال ۶/ ماہ ہوئے، ۱۵/ اگست ۲۰۰۳ء بروز جمعہ کو ان کے شوہر امیر احمد کا ہارٹ فیل کے سبب انتقال ہوگیا، مرحوم نے ایک لڑکا ڈھائی سال کا چھوڑا، مرحوم کا کاروبار جملہ دیگر بھائیوں سے الگ تھا، مرحوم نے ایک مکان جس میں آٹا چکی، مصالحہ چکی، آئل انجن وموٹر وغیرہ، دیگر ساز وسامان چھوڑا ہے، مرحوم کی بیوی کے پاس میکے کی ۶/ چیزیں سونے اور چار چیزیں سونے کی سسرال کی ہیں، اور چاندی کی پانچ چیزیں سسرال کی ہیں، مرحوم کی غیر شادی شدہ بہنیں بیوہ کو پریشان کررہی ہیں اور بیوہ کے لڑکے کو ماں کے پاس آنے نہیں دیتیں، بیوہ عدت میں ہے ایک طرف شوہر کی جدائی سے دل دکھا ہوا ہے اور دوسری طرف نندیں بچے کی طرف سے بے حد پریشان کررہی ہیں، یہاں تک کہ دن دن بھر بچے کو ماں کے پاس آنے نہیں دیتیں، ان حالات میں بیوہ کسی طرح عدت کا وقت پورا کرکے مندرجہ بالا حالات کے تحت کون سا راستہ اختیار کرے؟

(۱) بیوہ کو اس کا لڑکا ملنا چاہیے یا نہیں؟ یا دادا کو ملنا چاہیے؟

(۲) مرحوم کی جائیداد جو جملہ بھائیوں کے کاروبار سے الگ تھی، اس میں بیوہ کا کیا حق ہے؟

(۳) بیوہ کے پاس جو سسرال ومیکے سے سونے چاندی کا زیور ہے وہ کس کا ہے؟

المستفتی: محمد نور الحسن مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیوہ پر لازم ہے کہ شوہر کے گھر ہی عدت گذارے اور بلا کسی مجبوری کے نہ نکلے، اور گھر والوں پر لازم ہے کہ وہ اسے پریشان نہ کریں اور صحیح طریقے سے عدت گذارنے دیں۔

لاتخرج المعتدة عن طلاق أو موت إلا لضرورة. (شامی، باب العدة، فصل فی الحداد، کراچی ۳/۵۳۶، زکریا ۵/۲۲۵)

(۲) لڑکے کی پرورش کا حق سات سال تک ماں کو ہے، سات سال کے بعد دادا کو لڑکے کو لینے کا حق ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۱/ ۸۷)

الحاضنة أما أو غيرها أحق به أى بالغلام حتى يستغنى عن النساء وقدر بسبع و به يفتى لأنه الغالب. (الدر المختار، باب الحضانة، کراچی ۳/۵٦٦ زکریا ۵/۲٦٧)

وإذا استغنى الغلام عن الخدمة أجبر الأب أو الوصى أو الولى على أخذه لأنه أقدر على تاديبه و تعلمه. (شامی، کراچی ۳/۵٦٦، زکریا ۵/۲٦٨)

(۳) مرحوم کی متروکہ جائیداد میں سے ماں باپ اگر موجود ہوں تو دونوں کو چھٹا چھٹا بیوہ کو آٹھواں حصہ اور مابقیہ بیوہ کے لڑکے کو ملے گا۔

(۴) بیوہ کے پاس جوزیوار اس کے میکہ سے والدین کی طرف سے ملا ہے وہ اس کی ملک ہے اس میں کسی دوسرے کا حق نہیں ہے، البتہ جو زیور سسرال والوں کی طرف سے ملا ہے اس میں برادری کا عرف معتبر ہوگا، اگر برادری کا عرف ہدیتاً دینے کا ہو تو وہ زیور بیوی کا شمار ہوگا اور اگر رواج عاریتاً دینے کا ہو تو وہ مرحوم کی متروکہ ملک ہوگا اور ان زیورات میں سے بھی بیوہ کو حصہ ملے گا۔ (مستفاد: امداد المفتیین ۵٦۱)

المختار للفتوىٰ أن يحكم بكون الجهاز ملكا لا عارية لأنه الظاهر الغالب إلا فى بلدة جرت العادة بدفع الكل عارية فالقول للأب. (شامی، باب المهر، مطلب فی دعوى الأب أن الجهاز عارية، کراچی ۳/۱۵۷، زکریا ٤/۳۰۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ رجب المرجب ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۱۳۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/ ۷/ ۱۴۲۴ھ

دورانِ عدت پان کھانا

سوال [۷۲۴۴]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: عورت پان کھانے کی عادی ہوتو دورانِ عدت پان کھاسکتی ہے یا نہیں؟ اور کیا تمام عدتوں یعنی معتدۂ بائنہ، معتدۂ رجعیہ، متوفی عنہا زوجہا کا حکم برابر ہے یا کچھ فرق ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: معتدہ متوفی عنہا یا بائنہ اگر پان کھانے کی عادی ہے اور نہ کھانے سے اس کی طبیعت خراب ہوجانے کا اندیشہ ہے تو ایسی صورت میں پان کھانے کی اجازت ہے، لیکن وہ پان خوشبودار نہ ہونا چاہیے، اور اگر عورت جوان ہوتو ہونٹ میں سرخی نہ آنا چاہیے، اگر ہونٹ سرخ ہونے کا خوف ہوتو فوراً پانی سے منہ دھولینا ضروری ہے، اس لیے کہ اگر ہونٹ کا سرخ کرنا اسباب زینت میں سے ہے اور معتدہ کو دورانِ عدت زینت اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔

تحد معتدة الطلاق البت والموت بترک الزینة والطیب والکحل والدهن إلا بعذر. (البحر الرائق، باب العدة، فصل فی الإحداد، کوئٹه ٤/١٥٠، زکریا ٤/٢٥٢)

البتہ مطلقہ رجعیہ کو ان سب چیزوں کی اجازت ہے۔

عن إبراهیم: فی الرجل یطلق امرأته طلاقا یملک الرجعیة، قال: تکتحل و تلبس المصبغ، وتشوف له، ولاتضع ثیابها. (مصنف ابن أبی شیبة، مؤسسة علوم القرآن بیروت ١٠/١٣٨، رقم: ١١٠٢٤)

ولا یجب الحداد علی المطلقة الرجعیة، وفی الشرح الطحاوی: بل یستحب لها أن تتزین و تتطیب و تلبس أحسن ثیابها لعل زوجها یراجعها. (تاتارخانیة زکریا ٥/٢٥١، رقم: ٧٧٨٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍رجب المرجب ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۲۶۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴؍۷؍۱۴۲۰ھ

دورانِ عدت سر میں تیل ڈالنا

سوال [۷۲۴۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہمارے والد کا انتقال ہوگیا ہے، والدہ عدت میں ہے تو یہ اپنے سر میں تیل ڈال سکتی ہے یا نہیں؟ اگر سر میں تیل نہیں ڈالتی ہے تو سر کے بال خراب ہوجائیں گے؟

المستفتی: امیر حسن، اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دورانِ عدت تیل لگانا جائز نہیں ہے، ہاں البتہ اگر سر میں جوں وغیرہ کی وجہ سے سخت تکلیف ہوجائے تو تیل لگانے کی گنجائش ہے۔

وعلى المبتوتة والمتوفى عنها زوجها إذا كانت بالغة مسلمة الحداد والحداد أن تترك الطيب والزينة والكحل والدهن الطيب وغير الطيب إلا من عذر. (هدايه، كتاب الطلاق، باب العدة، اشرفی دیوبند ۲/ ۴۲۷)

وتحد بترك الزينة والطيب والدهن والكحل ولبس المعصفر والمزعفر إلا بعذر. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كراچی ۳/ ۵۳۰، زكريا ۵/ ۲۱۸ - ۲۱۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۷۶۲)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/ ۷/ ۱۴۱۲ھ

عدت میں جوڑا بنانا اور آسمان کے نیچے سونا

سوال [۷۲۴۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں عدت میں ہوں، گرمی کی وجہ سے میں اپنا جوڑا بنا سکتی ہوں یا نہیں؟ اور میں رات میں گھر کے آنگن میں آسمان کے نیچے سوسکتی ہوں یا نہیں؟

المستفتی: شبنم کسرول مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عدت کے زمانہ میں عورت کے لیے ایسا کپڑا پہننا بلاشبہ درست اور جائز ہے، جس میں کسی قسم کی جھالر اور چمک وغیرہ نہ ہو، لہٰذا گرمی کی وجہ سے سوتی کپڑے وغیرہ زینت کے ارادے کے بغیر بنوا کر پہننے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔

إذا كانت معتدة بت أو موت بترك الزينة بحلي أو حرير ولبس المعصفر والمزعفر إلا بعذر. (در مختار، كتاب الطلاق، باب العدة فصل فى الحداد، كراچى ۳/ ۵۳۱، زكريا ۵/ ۲۱۷، هنديه زكريا قديم ۱/ ۵۳۳، جديد ۱/ ۵۸۵ - ۵۸۶)

عدت کے زمانہ میں عورت کا گھر کے صحن میں آنا اور شب گذارنا شرعاً درست اور جائز ہے۔

للمعتدة أن تخرج من بيتها إلى صحن الدار و تبيت فى أى منزل شائت. (الهنديه زكريا قديم ۱/ ۵۳۵، جديد ۱/ ۵۸۷، تاتارخانية زكريا ۵/ ۲٤٦ رقم: ۷۷٦۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ شعبان ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹٦۸۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۸/۲ھ

عدت کب سے شروع ہوگی، نیز دن کے حساب سے پوری ہوگی یا مہینہ کے حساب سے؟

سوال [۷۲۴۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ۲/ صفر ۱۴۳۲ھ کو تقریباً تین بجے دن میں میرے نانا کا انتقال ہوا تو پوچھنا یہ ہے کہ میری نانی عدت دن کے حساب سے پوری کرے گی یا مہینہ کے حساب سے، واضح فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں، نیز عدت کا وقت موت کے بعد ہی سے فوراً شروع ہو جاتا ہے، یا مردہ کو دفن کرنے کے بعد شروع ہوتا ہے، اسے بھی واضح فرمائیں؟ نیز یہ بھی بتلائیں کہ کیا عدت گذارنے کے لیے عورت کو غسل کرنا اور نیا کپڑا پہننا ضروری ہے شوہر کی وفات کے بعد۔

المستفتی: محمد وسیم ٹانڈوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کے نانا کا انتقال ۳؍صفر کو دن میں ہوا ہے، چونکہ چاند کی پہلی تاریخ میں انتقال نہیں ہوا ہے اس لیے دنوں کی گنتی کے اعتبار سے چار مہینہ دس دن یعنی ۱۳۰؍دن پورے ہونے پر آپ کی نانی کی عدت پوری ہو جائے گی، اور جس دن ۳؍بجے کے قریب انتقال ہوا ہے وہ دن بھی گنتی میں شمار ہوگا، اور جس دن ایک سوتیس یوم پورے ہوں گے اس دن سورج غروب ہونے کے بعد عدت پوری ہو جائے گی، نیز عدت کی ابتداء موت کے بعد سے فوراً شمار ہوتی ہے، دفن کے وقت سے نہیں، اور عدت شروع کرتے وقت یا عدت پوری ہونے پر غسل کرنا یا نیا کپڑا پہننا ضروری نہیں ہے، البتہ عدت کے دوران نیا کپڑا پہننا یا خوشبو لگانا جائز نہیں ہے، اور عدت ختم ہونے کے بعد یہ چیزیں جائز ہو جاتی ہیں، لازم نہیں ہیں۔

قال الله تعالیٰ: ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. [البقرة: ۲۳۴] ﴾

عن ابن عمرؓ قال: عدتها من يوم طلقها من حين تطلق والمتوفی عنها زوجها من حين يتوفی. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، دار الفكر بيروت ۳۸۲/۱۱ رقم: ۵۸۲۲)

عن أم سلمة زوج النبی ﷺ عن النبی ﷺ أنه قال: المتوفی عنها زوجها لا تلبس المعصفر من الثياب ولا الممشقة ولا الحلی ولا تختضب ولا تكتحل. (سنن أبوداؤد، الطلاق، باب فيما تجتنب العدة المعتدة فی عدتها، النسخة الهندية ۳۱۵/۱، دار السلام، رقم: ۲۳۰۴)

عن ابن عباسؓ قال نهيت المتوفی عنها زوجها عن الطيب والزينة.

(المعجم الكبير للطبرانی، دار إحياء التراث العربی بيروت ۱۵۱/۱۱ رقم: ۱۱۴۵۱)

وفی تفسير ابن كثير تحت هذه الآية: فإذا انقضت عدتها فلا جناح عليها أن تتزين و تتصنع و تتعرض للتزوج. (تفسير ابن كثير لاهور ۲۸۶/۱ بحواله محموديه ڈابهيل ۴۱۰/۱۳)

وإن اتفق فی وسط الشهر فعند الإمام یعتبر بالأیام فتعتد فی الطلاق بتسعین یوما، وفی الوفاة بمأة و ثلاثین. (شامی، کتاب الطلاق، باب العدة قبیل مطلب فی عدة زوجة الصغیر، کراچی ۳/ ۵۰۹)

وإن اتفق ذٰلک فی خلال الشهر فعند أبی حنیفة و إحدی الروایتین عن أبی یوسف یعتبر فی ذٰلک عدد الأیام تسعون یوما فی الطلاق، وفی الوفاة یعتبر مأة وثلاثون یوما. (تاتارخانیة زکریا ۵/ ۲۳۰، رقم: ۷۷۳۰)

وفی الوفاة یعتبر مأة و ثلاثون یوما. (زکریا قدیم ۱/ ۵۲۷، جدید ۱/ ۵۸۰، بدائع کراچی ۳/ ۱۹۶، زکریا ۳/ ۳۱۰)

ومبدء العدة بعد الطلاق و بعد الموت علی الفور. (شامی، کتاب الطلاق، باب العدة کراچی ۳/ ۵۲۰)

إن ابتداء العدة فی الطلاق عقیب الطلاق وفی الوفاة عقیب الوفاة. (هندیه، زکریا قدیم ۱/ ۵۳۱، جدید ۱/ ۵۸٤، هدایه مکتبه اشرفیه دیو بند ۲/ ٤۲۵، مکتبه بلال ۲/ ٤۳۱)

إن ابتداء العدة فی الموت من وقت الموت. (شامی، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد و الباطل، کراچی ۳/ ۵۱۸، زکریا ۵/ ۱۹۹)

وعلی قول العامة: تنقضی (العدة) بغروب الشمس کما فی البحر. (شامی، باب العدة مطلب فی عدة الموت، کراچی ۳/ ۵۱۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۴۳۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/ ۶/ ۱۴۳۲ھ

متوفی عنہا زوجہا کی عدت کا شمار کس طرح ہو؟

سوال [۷۲۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کا انتقال ۲۹/ دسمبر ۱۹۹۰ء یوم سنیچر رات کو ۸/ بج کر دس منٹ پر ہوا تو اس

سلسلے میں زید کی اہلیہ کی عدت کا حساب کس طرح لگے گا، چاند کی تاریخ یا انگریزی تاریخ سے اگر چاند کی تاریخ سے لگے گا تو اس دن کی چاند کی تاریخ دیکھ کر اور کتنے دن کی شرعی عدت ہے، اور کب پوری ہونی چاہیے، چاند یا انگریزی حساب سے صحیح حساب دیکھ کر قرآن و حدیث ومسئلہ کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر زید کی اہلیہ وعیال کو مطمئن کر دیں۔

نوٹ: عدت پوری ہونے سے دن کے دن گھر سے نکل کر جانا ضروری تو نہیں ہے، یا ہے؟ اپنے کسی عزیز یا رشتہ دار کے یہاں؟ اس کی وضاحت فرمادیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں ایام عدت دنوں کی گنتی کے اعتبار سے شمار ہوں گے، اگر ۲۹؍دسمبر ۱۹۹۰ء کی رات ۸ بج کر دس منٹ پر انتقال ہوا ہے تو بیوی کی عدت وفات ۸؍مئی ۱۹۹۱ مطابق ۲۲؍شوال ۱۴۱۱ھ بروز بدھ بعد غروب شمس پوری ہو جائے گی۔

وإن اتفق في وسط الشهر فعند الإمام يعتبر بالأيام فتعتد في الطلاق بتسعين يوما، وفي الوفاة بمأة و ثلاثين. (شامی، کتاب الطلاق، باب العدة قبيل مطلب في عدة زوجة الصغير، کراچی ۵۰۹/۳، زکریا ۱۸۷/۵، هنديه زكريا قديم ۵۲۷/۱، جديد ۵۸۰/۱، بدائع کراچی ۱۹۶/۳، زکریا ۳۱۰/۳، المحيط البرهاني، المجلس العلمي بيروت ۲۲۸/۵، رقم: ۵۶۵۹، تاتارخانية زكريا ۲۳۱/۵، رقم: ۷۷۳۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍شوال ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۴۲۶)

عدت کا شمار کس وقت سے ہوگا؟

سوال [۷۲۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مرحوم رفیق الباری کا انتقال بمطابق ۱۲؍رمضان ۱۴۱۱ھ، ۲۹؍مارچ ۱۹۹۱ء کے افطار کے بعد بوقت عشاء ہوا، اور مرحوم کا جنازہ ۱۳؍رمضان ۳۰؍مارچ کی صبح ۹؍بجے گھر

سے روانہ ہوا، مرحوم کی اہلیہ کو کب تک (دن ووقت) حالت عدت میں رہنا ہوگا؟

المستفتی: شکیل الرحمٰن تمبا کووالان مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب ۱۲؍رمضان المبارک بعد غروب شمس وفات ہوئی تو ۱۳؍رمضان المبارک سے ایام شمار کرکے ۱۳۰؍ یوم ۶؍اگست کی شام کو پورے ہوں گے، اور عدت کا شمار وفات کے وقت سے ہوتا ہے، روانگی جنازہ وغیرہ کا اعتبار نہیں ہے۔

وقد ينقص عن قولهم لو فرض الموت بعد الغروب فكان الأحوط قولهم. (شامی، کتاب الطلاق، باب العدة مطلب فی عدة الموت، کراچی ۳/ ۵۱۰، زکریا ۵/ ۱۸۸)

ومبدء العدة بعد الطلاق وبعد الموت على الفور. (شامی، کتاب الطلاق، باب العدة کراچی ۳/ ۵۲۰، زکریا ۵/ ۲۰۲، هندیه زکریا قدیم ۱/ ۵۳۱، جدید ۱/ ۵۸٤، هدایه، اشرفی دیوبند ۲/ ٤۲۵)

وإن اتفق فی وسط الشهر فعند الإمام يعتبر بالأيام فتعتد فی الطلاق بتسعين يوما، وفی الوفاة بمأة و ثلاثين. (شامی، کتاب الطلاق، باب العدة قبیل مطلب فی عدة زوجة الصغیر کراچی ۳/ ۵۰۹، زکریا ۵/ ۱۸۷، هندیه زکریا قدیم ۱/ ۵۲۷، جدید ۱/ ۵۸۰، بدائع کراچی ۳/ ۱۹۶، زکریا ۳/ ۳۱۰، المحیط البرهانی المجلس العلمی بیروت ۵/ ۲۲۸، رقم: ۵۶۵۹، تاتارخانیة زکریا ۵/ ۲۳۱، رقم: ۷۷۳۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍محرم الحرام ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۵۳۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/۱/۱۴۱۲ھ

عدت کا شمار قمری مہینہ کے اعتبار سے ہوگا یا شمسی مہینہ کے؟

سوال [۷۲۵۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی شخص کا انتقال ۲؍صفر المظفر یعنی ۴؍دسمبر ۱۹۸۹ء کی شب کو ساڑھے دس بجے

ہوا اوراس کی بیوہ اس وقت سے عدت میں بیٹھ گئی جبکہ نماز جنازہ ۳؍صفرالمظفر بھی ۵؍دسمبر ۱۹۸۹ء کوصبح عمل میں آئی ،اورفوراً بعد تدفین بھی عمل میں آئی ،شرع کی روسے بیوی کی عدت کا وقت کس تاریخ اورکس وقت پورا ہوگا؟

المستفتی: حسین احمد شمسی قانون گویان مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عدت کا شمار موت کے وقت سے ہوتا ہے،دفن کے وقت کا اعتبار نہیں ہے،اور چونکہ ماہ صفر کی دوتاریخ گذرنے کے بعد وفات پائی ہے اس لیے ۱۳۰؍ یوم گیارہ جنوری کی شام کو پورے ہوں گے اور۱۲؍جنوری ۱۹۹۰ء کی صبح باہر جاسکتی ہے،زینت اختیار کرسکتی ہے،نکاح ثانی کرسکتی ہے۔(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند۱۰/۳۲۳

وإن اتـفـق فی وسط الشهر فعند الإمام يعتبر بالأيام فتعتد فی الطلاق بتسـعيـن يوما، وفی الوفاة بمأة و ثلاثين. (شـامـی، کتاب الطلاق، باب العدة قبيل مـطلب فی عدة زوجة الـصـغيـر كـراچـی ۳/ ۵۰۹، زكـريـا ۵/ ۱۸۷، هـنديه زكريا قديم ۱/ ۵۲۷، جـديـد ۱/ ۵۸۰، بـدائـع كـراچـی ۳/ ۱۹۶، زكـريا ۳/ ۳۱۰، المحيط البرهانی المجلس العلمی بيروت ۵/ ۲۲۸، رقم: ۵۶۵۹، تاتارخانية زكريا ۵/ ۲۳۱، رقم: ۷۷۳۰)

ابتداء العدة فی الطلاق عقيب الطلاق و فی الوفاة عقيب الوفاة. (هدايه، اشرفی ديوبند ۲/ ۴۲۵)

وعشـر مـن الأيـام، وفـی الشـامية: وفـی غرر الأذكار عشر ليال مع عشـرة أيام من شهر خامس. (الـدر الـمـختار مع الشامی، باب العدة، مطلب فی عدة الموت، كراچی ۳/ ۵۱۰، زكريا ۵/ ۱۸۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰؍جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۸۱۱)

عدت کب سے شروع ہوتی ہے؟

سوال [۷۲۵۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: عرصہ دو سال ہوا ایک شخص ریاض الدین کا قتل ہو گیا، اس نے دو بیویاں چھوڑیں، پہلی بیوی کا نام سیدہ ہے اور دوسری بیوی کا نام ناہد جمال ہے، اس کا بچہ وغیرہ نہیں ہے، چونکہ ایک ماہ گذرنے پر پتہ چلا کہ ریاض الدین کا قتل ہو گیا ہے اور وہ لاش ٹھا کردوارہ تھانہ میں تھی، پھر سیدہ نے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا کہ ان کی سکنائی جائیداد کی حقدار میں ہوں نہ کہ ناہد جمال ہے، تو چونکہ عدت میں نہیں بیٹھ سکی، عدالت میں کام کرنے کی وجہ سے لہٰذا ایسی صورت میں عدت ہو گئی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت اسلامی میں عدت گذرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ عورت زینت اختیار نہ کرے اور بلا ضرورت باہر نہ جایا کرے، شدت ضرورت میں دن میں باہر جا کر ضرورت پوری کر کے رات میں گھر آ جانا جائز ہے، نیز اگر شوہر کے انتقال کا علم نہ ہو اور عرصہ گذر جائے تو جب علم ہو جائے کہ فلاں تاریخ، فلاں مہینہ میں انتقال ہوا ہے تو انتقال کے وقت سے چار ماہ دس دن عدت میں شمار کرنا شریعت اسلامی میں معتبر ہے، اگرچہ عورت سوگ نہ مناتی ہو، لہٰذا سوالنامہ میں درج شدہ صورت میں مذکورہ عورت کی عدت شرعاً گذر چکی ہے، دوبارہ عدت گذارنا لازم نہیں ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/ ۴۸۸)

وابتداء العدة فی الطلاق عقیب الطلاق وفی الوفاة عقیب الوفاة فإذا لم تعلم بالطلاق أو الوفاة حتی مضت العدة فقد انقضت عدتها. (الجوهرة النیرة، کتاب العدة، امدادیه ملتان ۲/۱۵۸، دار الکتاب دیوبند ۲/۱۵۱، الدر المختار کراچی ۳/۵۲۰، زکریا ۵/۲۰۲، هندیه زکریا قدیم ۱/۵۳۱، جدید ۱/۵۸۴، هدایه اشرفی دیوبند ۲/۴۲۵) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم رجب المرجب ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۱۸۴۹)

دورانِ ماہ انتقال کرنے والی کی اہلیہ کی عدت کی تکمیل کا طریقہ

سوال [۷۲۵۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ۱۲؍ جمادی الآخر شب ۱۲؍ بجے ایک مرد کا انتقال ہوا، ان کی بیوی کی عدت کی تاریخ کب ختم ہوتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب شوہر کا انتقال مہینہ کے درمیان ہوا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک دنوں کی تعداد کے اعتبار سے عدت میں ایک سوتیس دن پورے کرنے ہوں گے، امسال ۱۲؍ جمادی الآخر سے ۲۳؍ شوال المکرّم تک ۱۳۰؍ دن پورے ہورہے ہیں، لہٰذا ۲۳؍ شوال ہی کو عدت پوری ہوسکتی ہے۔

وفی المحیط: إذا اتفق عدة الطلاق والموت فی غرة الشهر اعتبرت الشهور بالأهلة، وإن اتفق فی وسط الشهر فعند الإمام يعتبر بالأيام فتعتد فی الطلاق بتسعين يوما، وفی الوفاة بمأة و ثلاثين. (شامی، کتاب الطلاق، باب العدة قبيل مطلب فی عدة زوجة الصغير کراچی ۳/ ۵۰۹، زکريا ۵/ ۱۸۷، هنديه زکريا قديم ۱/ ۵۲۷، جديد ۱/ ۵۸۰، بدائع کراچی ۳/ ۱۹۶، زکريا ۳/ ۳۱۰، المحيط البرهانی المجلس العلمی بيروت ۵/ ۲۲۸، رقم: ۵۶۵۹، تاتارخانية زکريا ۵/ ۲۳۱، رقم: ۷۷۳۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍ شوال ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۹۲۶)

کیا جس روز انتقال ہو وہ دن بھی عدت میں شمار ہوگا؟

سوال [۷۲۵۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کا انتقال ۴؍ ذی الحجہ مطابق ۱۷؍ جون بروز اتوار ۴؍ بجے شام ہوا اور

دفن پیر ساڑھے ۶ ر بجے دن ہوا، تو اس کی عورت (جو کہ اپنے شوہر کے مرنے سے بیوہ ہو چکی ہے) کتنے دن عدت گذارے گی، اور وہ عورت ابھی عدت میں بیٹھی ہوئی ہے، مذکورہ تاریخ سے اب تک کے حساب سے ابھی اور کتنے دن باقی رہ گئے ہیں، حدیث وقرآن کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ عدت کا حساب کس دن سے لگایا جائے گا، آیا اتوار سے یا پیر سے؟

المستفتی: عفیف احمد پورنوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اگر ۴ر ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۷ر جون ۱۹۹۱ء کو انتقال ہوا ہے تو آج ۱۲۵ روز پورے ہونے والے ہیں، پانچ روز مزید عدت میں رہنا لازم ہوگا، اس حساب سے آئندہ جمعرات کا دن گذار کر عدت سے فارغ ہوسکتی ہے، اور جس روز انتقال ہوا ہے وہ دن بھی عدت میں شمار ہوگا۔

لو مات قبل طلوع الفجر فلا بد من مضی الليلة بعد العاشر و علی قول العامة تنقضی بغروب الشمس. (شامی، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب فی عدة الموت کراچی ۳/ ۵۱۰، زکریا ۵/۱۸۸، البحر الرائق کوئٹه ٤/ ۱۳۲، زکریا ٤/۲۲۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ر ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۶۳۱)

کیا وضع حمل سے عدت پوری ہو جاتی ہے؟

سوال [۷۲۵۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: آج سے سترہ دن قبل جناب شکیل صاحب کا انتقال ہو گیا ہے اور ان کی بیوی اس وقت حمل میں تھی اب وضع حمل ہو گیا ہے تو اس کی عدت ختم ہوگئی یا نہیں؟

المستفتی: محمد عظیم اصالت پورہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب شوہر کے انتقال کے وقت بیوی حاملہ ہوئی ہے تو ایسی صورت میں بیوی کی عدت بچہ کی ولادت تک باقی رہتی ہے، اور بچہ کی ولادت کے بعد فوراً عدت ختم ہو جاتی ہے لہٰذا اب جبکہ بیوی سے ولادت ہوگئی ہے تو اس کی عدت ختم ہو چکی ہے، اب اس کے اوپر سے وہ ساری پابندیاں ختم ہو چکی ہیں جو اس پر لازم تھیں۔

﴿قال الله تعالیٰ: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ. [الطلاق: ٤]﴾

فإن عدتها للموت وضع الحمل وهذا إذا مات عنها وهي حامل. (شامی، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب فی عدة الموت کراچی ۳/۵۱۰، زکریا ۵/۱۸۸)

وفی الحامل عدتها أن تضع حملها. (تاتارخانية زكريا ٥/٢٢٨، رقم: ٧٧٢٧)

وإن كانت حاملا فعدتها أن تضع حملها. (هدايه، اشرفی دیو بند ۲/۴۲۳)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍رجب ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/۳۲۵۹)

رات سوا بجے انتقال ہوا عدت رات میں پوری ہوگی یا دن میں؟

سوال [۷۲۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ منظور صاحب کا ۱۴؍رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ کو رات ایک بج کر پندرہ منٹ پر انتقال ہو گیا تھا، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ عدت کس تاریخ میں پوری ہوگی، اور دن میں پوری ہوگی یا رات میں، شرعی حکم تحریر فرمادیں۔

المستفتی: محمد مرسلین محلّہ بکری کا احاطہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت رات کے بعد میں آنے والے دن کے

تابع ہوتی ہے، لہٰذا جس رات میں انتقال ہوا ہے اس کے بعد والے دن سے عدت کے ایام شمار ہوں گے اس دن سے لے کر جس دن ایک سوتیس دن پورے ہوں گے اس دن سورج غروب ہونے کے بعد عدت پوری ہو جائے گی، اور عدت پوری ہونے کے بعد گھر سے باہر جانا کوئی ضروری نہیں، ہاں البتہ بناؤ سنگار کر سکتی ہے، بہتر اور احتیاط اس میں ہے کہ آنے والی رات بھی صبح تک عدت ہی گذارے۔

إذا مات قبل طلوع الفجر وتربصت الأهلة الأربعة فإن عدتها لاتنقضي بمضي اليوم العاشر من الخامس بل لا بد من مضي الليلة التي بعد العاشر على قول الفضلي والأوزاعي و على قول العامة تنقضي بغروب الشمس ولا يخفى أن الأول أحوط. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة كوئٹه ٤/ ١٣٢، زكريا ٤/ ٢٢٣، شامي كراچی ٣/ ٥١٠، زكريا ٥/ ١٨٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۲۳؍محرم الحرام ۱۴۳۰ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۷۳۶)	۱۴۳۰/۱/۲۳ھ

معتدۃ الوفات کا ایک مسئلہ

سوال [۷۲۵۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری لڑکی شائستہ کے شوہر محمد طاہر صاحب کا ۲؍فروری ۱۹۹۷، ۲۳؍رمضان المبارک دو پہر ڈھائی تین بجے کے درمیان انتقال ہو گیا تھا وہ عدت میں ہے، مطلع فرمائیں کہ ان کی عدت جون کی کس تاریخ اور کس وقت ختم ہوگی؟

المستفتی: محمد ریحان بھٹی محلّہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ۲؍فروری سے گیارہ جون تک ۱۳۰؍ یوم پورے ہوتے ہیں، لہٰذا گیارہ جون کی رات گذار کر ۱۲؍ کی صبح سے عدت ختم ہونے کی وجہ سے دوسری

شادی کی بات چیت اور زینت وغیرہ اختیار کرسکتی ہے، اور ضرورت کے لیے باہر آنا شرعی پردہ کے ساتھ جائز ہے۔

﴿قال الله تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا. [البقرة: ٢٣٤] ﴾

وعدة الحرة في الوفات أربعة أشهر و عشرا. (هدايه، كتاب الطلاق، باب العدة اشرفي ديوبند ٢/٤٢٣، هنديه زكريا قديم ١/٥٢٧، جديد ١/٥٨٠، تبيين الحقائق، امداديه ملتان ٣/٢٧، زكريا ٣/٢٥١، بدائع الصنائع كراچی ٣/١٩٦، زكريا ٣/٣١٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍صفر ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۱۶۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۲/۲ھ

عدت کس وقت پوری ہوتی ہے؟

سوال [۷۲۵۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے بہنوئی کا انتقال ۴؍جولائی ۲۰۱۰ء بروز اتوار دن ڈھائی بجے ہوا، لہٰذا آپ یہ بتائیں کہ ہماری ہمشیرہ کی عدت کب پوری ہوگی؟

المستفتی: عبد الصمد محلّہ بھٹی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عدت وفات چار مہینہ دس دن ہے، دنوں کے اعتبار سے اس کی تعداد ایک سوتیس دن ہے، اور جس دن انتقال ہوا ہے وہ دن بھی عدت میں شمار ہوگا، اور چار جولائی سے گیارہ نومبر کو ۱۳۰؍دن پورے ہوتے ہیں، لہٰذا گیارہ نومبر ۲۰۱۰ء بروز جمعرات کی شام کو مغرب کے بعد آپ کی ہمشیرہ کی عدت پوری ہوجائے گی۔

﴿قال الله تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا. [البقرة: ٢٣٤] ﴾

إذا اتفق عدة الطلاق والموت (إلى قوله) في وسط الشهر فعند الإمام يعتبر بالأيام فتعتد في الطلاق بتسعين يوما، وفي الوفاة بمأة و ثلاثين.

(شامی، کتاب الطلاق، باب العدة قبيل مطلب في عدة زوجة الصغير، کراچی ۵۰۹/۳، زکریا ۱۸۷/۵، هنديه زكريا قديم ۵۲۷/۱، جديد ۵۸۰/۱، بدائع کراچی ۱۹۶/۳، زکریا ۳۱۰/۳، المحيط البرهاني، المجلس العلمي بيروت ۲۲۸/۵، رقم: ۵۶۵۹، تاتارخانية زكريا ۲۳۱/۵، رقم: ۷۷۳۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ ذیقعدہ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۲۰۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۸/ ۱۱/ ۱۴۳۱ھ

شوہر کے صبح کو انتقال کرنے کی صورت میں عدت کس وقت پوری ہوگی؟

سوال [۷۲۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کا انتقال جنوری کی پہلی تاریخ صبح ۸/ بجے ہوا، ہندہ جو زید کی بیوی ہے اس کی عدت کے ۱۳۰/ دن ۱۰/ مئی صبح ۸/ بجے ہوں گے یا ۱۱/ مئی صبح ۸/ بجے ۱۳۰/ دن پورے ہونگے؟

المستفتی: عبدالرشید سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس دن صبح کو زید کا انتقال ہوا ہے وہ دن بھی ایام عدت (۱۳۰/ دن) کے اندر داخل ہوگا، بشمول انتقال والے دن کے ۱۳۰/ یوم جس دن پورے ہوجائیں اسی دن زید کی بیوی کی عدت پوری ہوگی، اس کا حساب آپ خود لگالیں۔

إذا اتفق عدة الطلاق والموت (إلى قوله) في وسط الشهر فعند الإمام يعتبر بالأيام فتعتد في الطلاق بتسعين يوما، وفي الوفاة بمأة و ثلاثين.

(شامی، کتاب الطلاق، باب العدة قبيل مطلب في عدة زوجة الصغير کراچی ۵۰۹/۳، زکریا ۱۸۷/۵، هنديه زكريا قديم ۵۲۷/۱، جديد ۵۸۰/۱، بدائع کراچی ۱۹۶/۳،

زکریا ۳/۳۱۰، المحیط البرهانی المجلس العلمی بیروت ۲۲۸/۵، رقم: ۵۶۵۹،
تاتارخانیة زکریا ۲۳۱/۵، رقم: ۷۷۳۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۳۶۲/۳۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸؍ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

دورانِ عدت کس کس سے پردہ لازم ہے؟

سوال [۷۲۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: دورانِ عدت کس کس سے پردہ لازم ہے، سگے بہنوئی جس کے نکاح میں سگی بہنیں موجود ہیں، سگے جیٹھ دیور سوتیلے جیٹھ دیور کی اولادیں، پوتے، نواسے، داما دو ملازمین؟

المستفتی: اسرار احمد مانپور، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سگے بہنوئی، سگے جیٹھ ودیور، سوتیلے جیٹھ کی اولاد، سوتیلے جیٹھ کے پوتے، سوتیلے جیٹھ کے نواسے، سوتیلے جیٹھ کا داماد اسی طرح سے سگے اور سوتیلے دیور کی اولاد، دیور کے پوتے، دیور کے نواسے، دیور کا داماد اور اسی طرح سے عورت کے ملازمین وغیرہ سب کے سب غیر محرم ہیں، جس طرح عام حالات میں ان سے پردہ ضروری ہے اسی طرح عدت کے زمانہ میں بھی پردہ ضروری ہے، اور حقیقی داماد چونکہ شرعی ہوتا ہے اور اپنے بیٹے کے حکم میں ہوتا ہے، اس لیے اس سے پردہ ضروری نہیں ہے۔

فرأى النبی ﷺ أن على فاطمة من الاعتداد عندها حرجا من حيث أنه يلزمها التحفظ من نظرهم إليها (إلى قوله) فأمرها بالاعتداد عند ابن أم مكتوم لأنه لا يبصرها. (نووی، حاشية مسلم شريف، كتاب الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها ۴۸۳/۱)

ولا بد من سترة بينهما في البائن وفي الموت تستتر عن سائر الورثة

ممن ليس بمحرم لها. (شامی، کتاب الطلاق، باب العدة، کراچی ۳/۵۳۷، زکریا ۵/۲۲۶، تاتارخانية زکریا ۵/۲۴۶ رقم: ۷۷۶۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷ / جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۸۲۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/۵/ ۱۴۱۷ھ

متوفی عنہا زوجہا کا کن سے پردہ کرنا لازم ہے؟

سوال [۷۲۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: محمد اکرام ہمارے خسر کا انتقال ہوگیا ہے ہماری ساس عدت میں ہے اپنے داماد سے پردہ کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور رشتہ کے داماد سے پردہ کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور کس کس سے پردہ کرسکتی ہے؟

المستفتی: محمد اکرام لاجپت نگر، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شریعت میں جن لوگوں سے نکاح جائز ہے خواہ وہ رشتہ دار ہوں یا غیر رشتہ دار اور عورت عدت کی حالت میں ہو یا غیر عدت میں ان سے پردہ لازم ہے، اور باپ، بھائی، چچا، ماموں، بیٹا، داماد وغیرہ سے پورے جسم کا پردہ لازم نہیں ہے، کیونکہ یہ محرم حقیقی ہیں۔

ولا بد من سترة بينهما في البائن وفي الموت تستتر عن سائر الورثة ممن ليس بمحرم لها. (شامی، کتاب الطلاق، باب العدة، کراچی ۳/۵۳۷، زکریا ۵/۲۲۶، تاتارخانية زکریا ۵/۲۴۶، رقم: ۷۷۶۹)

ولا بأس بأن يدخل على الزوجين محارمها وهما في الفراش عن غير وطئ باستئذان ولا يدخلون بغير إذن. (عالمگیری، کتاب الکراهية، الباب الثامن زکریا قدیم ۵/۳۲۸، جدید ۱/۳۷۹- ۳۸۰)

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴/ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۰/ ۷۵۴۲)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۴/۳/ ۱۴۲۳ھ

دورانِ عدت کن لوگوں سے پردہ ہے؟

سوال [٧٢٦١]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: دورانِ عدت عورت کوکن کن لوگوں سے پردہ کرنا چاہیے؟

المستفتی: محمد شاہنواز، ہرگاؤں، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: دورانِ عدت انہیں لوگوں سے پردہ کرنا لازم ہوتا ہے جن سے عدت کے علاوہ زمانوں میں پردہ لازم تھا، لہٰذا اگر کنبہ کے لوگوں سے فتنہ کا خطرہ نہیں ہے تو ان سے چہرہ کا پردہ لازم نہیں ہے، اوران سے ضرورت کی بات کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ عدت کے دوران نیا کپڑا پہننا، چوڑیاں، بناؤ سنگار کرنا اور عذر شدید کے بغیر گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔

قال الله تعالىٰ: ﴿وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ...... وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ. [النور: ٣١]﴾

ولا بد من سترة بينهما في البائن وفي الموت تستتر عن سائر الورثة ممن ليس بمحرم لها. (شامي، كتاب الطلاق، باب العدة، كراچی ٥٣٧/٣، زكريا ٢٢٦/٥، تاتارخانية زكريا ٢٤٦/٥، رقم: ٧٧٦٩)

على المبتوتة والمتوفى عنها زوجها ...... الحداد في عدتها، والحداد: الاجتناب عن الطيب والدهن والكحل والحناء والخضاب ولبس الطيب المعصفر والثوب الأحمر. (فتاویٰ عالمگیری، زكريا قديم ٥٣٣/١، جديد ٥٨٥/١، شامي كراچی ٥٣١/٣، زكريا ٢١٧/٥)

وتعتدان أي معتدة طلاق و موت في بيت وجبت فيه ولا يخرجان منه إلا أن تخرج ...... و نحو ذٰلک من الضرورات. (شامي، كراچی ٥٣٦/٣، زكريا ٢٢٥/٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢١/ ذی قعدہ ١٤٣٣ھ
(الف فتویٰ نمبر: ١٠٨٤٢/٤٠)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
٢١/١١/١٤٣٣ھ

بحالت عدت داماد سے پردہ کرنا

سوال [۷۲۶۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عدت کی حالت میں ساس کو داماد سے پردہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالرؤف اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت کے محرم سے پردہ لازم نہیں ہے اور داماد بھی بیٹے کی طرح محرم ہے، اس سے پردہ کرنا بھی لازم نہیں ہے۔

والمحرم من لا يجوز له مناكحتها على التابيد بقرابة أو رضاع أو صهرية. (شامی، کتاب الحج، مطلب: فی قولهم يقدم حق العبد على حق الشرع، کراچی ۲/ ٤٦٤، زکریا ۳/ ٤٦٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۴۴۰)

دوران عدت بھتیجہ اور داماد سے پردہ نیز سرمہ تیل منجن کا استعمال

سوال [۷۲۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: معتدہ عدت میں بیٹھی ہوئی ہے تو کیا ان کو داماد اور بھتیجہ سے پردہ کرنا ضروری ہے، ایک خاتون کا کہنا ہے کہ بھتیجہ اور داماد سے پردہ ضروری ہے، شرعاً کیا حکم ہے، نیز کیا معتدہ سرمہ، تیل اور منجن کا استعمال کرسکتی ہے؟

المستفتی: محمد ارشد، محلّہ بروالان مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عدت میں بیٹھی ہوئی بیوہ کے لیے داماد اور بھتیجہ

سے پردہ کرنا شرعاً ضروری نہیں ہے یہ اپنے حقیقی بیٹوں کی طرح محرم ہیں، جیسے حقیقی بیٹے آجا سکتے ہیں اور خدمت کر سکتے ہیں اسی طرح بھتیجہ اور داماد بھی آجا سکتے ہیں اور خدمت کر سکتے ہیں، اور عدت میں بیٹھی ہوئی بیوہ بغیر عذر کے زینت کے لیے سرمہ، تیل وغیرہ استعمال نہیں کرسکتی ہے البتہ دانتوں کی صفائی کے لیے منجن کا استعمال کرسکتی ہے، دھلے ہوئے کپڑے پہن سکتی ہے، نیا کپڑا نہ پہنے، زیورات، چوڑیاں نہ پہنے، بالوں کو درست رکھنے کے لیے کنگھا کرسکتی ہے، البتہ خوشبودار تیل لگانا ممنوع ہے۔

فالمحرمات بقرابة سبع فرق: الأمهات، والبنات، والأخوات، والعمات، والخالات، وبنات الأخ، وبنات الأخت. (بدائع، كتاب النكاح، فصل في المحرمات بالقرابة، زكريا ٢/٥٢٩)

والمحرم من لا يجوز له مناكحتها على التابيد بقرابة أو رضاع أو صهرية. (شامي، كراچى ٢/٤٦٤، زكريا ٣/٤٦٤)

تحد مكلفة مسلمة ولو أمة منكوحة إذا كانت معتدة بت أو موت بترك الزينة والطيب والدهن والكحل والحناء. (تنوير الأبصار مع الشامي، باب العدة كراچى ٣/٥٣٠، زكريا ٥/٢١٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۱۵؍ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۱۲۹)	۱۵/ ۳/ ۱۴۱۵ھ

دورانِ عدت بھانجہ، بھتیجہ داماد وغیرہ سے پردہ کرنا

سوال [۷۲۶۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے خالو کا انتقال ہوگیا ہے میری خالہ عدت میں ہیں تو عدت کے دوران خالہ اپنے بھانجے، بھتیجے، داماد اور بہنوئی سے پردہ کریں یا یہ لوگ ضرورتاً ملاقات کرسکتے ہیں؟

المستفتی: محمد کلیم فیل خانہ، مرادآبا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وہ محرم رشتہ دار جن سے عام دنوں میں پردہ ضروری نہیں، عدت کے ایام میں ان کے سامنے آنا جائز ہے، بھانجے، بھتیجے، داماد عورت کے محرم رشتہ داروں میں سے ہیں، لہٰذا ایام عدت میں ان سے پردہ لازم نہیں ہے، البتہ بہنوئی غیر محرم رشتہ دار ہے، اس لیے اگر فتنہ کا خطرہ ہو تو اس سے چہرہ کا پردہ ضروری ہے ورنہ نہیں۔

عن عائشةؓ عن النبی ﷺ أنه قال: لا یحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الآخر إذا عرکت أن تظهر إلا وجهها و یدیها إلی هٰهنا. (تفسیر قرطبی، سورة النور تحت رقم الآیة ۲۱، دار الکتب العلمیة بیروت ۱۲/۱۵۲)

﴿**قال الله تعالیٰ: لاَ جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْ اٰبَآئِهِنَّ وَلَا اَبْنَآئِهِنَّ وَلَا اِخْوَانِهِنَّ وَلَا اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ**. [الأحزاب:۵۵] ﴾

وتمنع المرأة الشابة من کشف وجهها بین الرجال لا لأنها من الستر بل لخوف الفتنة. (شامی، کتاب الصلاة، باب شروع الصلاة، کراچی ۱/۴۰۶، زکریا ۲/۷۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم محرم الحرام ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۲۴۷)

عدت میں کیا داماد اور دیور سے پردہ ہے؟

سوال [۷۲۶۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: عدت میں کس کس سے پردہ کرنا ضروری ہے؟ کیا داماد اور دیور سے بھی پردہ ہے، شرعی حکم تحریر فرمادیں؟

المستفتی: نصیر اختر محلّہ باڑہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پردہ کے اعتبار سے عورتوں کے لیے مردوں کی تین قسمیں ہیں: (۱) وہ اجنبی مرد جن کا دور دور تک کوئی رشتہ اور قرابت نہیں ہے، تو ایسے لوگوں سے پورے بدن کا پردہ لازم ہے، لہٰذا بے ضرورت چہرہ یا بدن کا کوئی حصہ ایسے اجنبی مردوں کے سامنے کھولنا جائز نہیں ہے۔

(۲) وہ مرد جن کے ساتھ دور کی قرابت اور رشتہ داری ہوتی ہے یا ایک کنبہ میں ایک ساتھ رہنا پڑ جاتا ہے، جیسے کہ چچازاد، تایازاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد اور خالہ زاد بھائی وغیرہ اور اسی طرح سسرالی رشتہ دار جیسے دیور، جیٹھ اور ان کی اولادیں وغیرہ ہیں جن کے ساتھ خاندان کے اندر مل کر کے زندگی گذارنا پڑتا ہے، اگر فتنہ اور برائی کا خطرہ نہیں ہے تو اسے لوگوں کے سامنے چہرہ ہتھیلی اور پیروں کا کھل جانا اور ان کے سامنے آنے جانے اور ضروری باتیں کرنے کی گنجائش ہے، لہٰذا سوالنامہ میں دیور کے بارے میں جو پوچھا گیا ہے وہ اسی قسم کے سسرالی رشتہ میں داخل ہے، اگر فتنہ کا خطرہ نہیں ہے تو دیور سے پردہ کی پابندی ضروری نہیں اور اگر فتنہ کا خطرہ ہے تو لازم ہے۔

(۳) ایسے مرد جن کا رشتہ عورت کے ساتھ نہایت قریبی ہے، جیسے بیٹے، پوتے، بیٹی کی اولادیں، خسر، باپ دادا، حقیقی علاتی اور اخیافی بھائی اور داماد وغیرہ ہیں، یہ ایسے محرم ہیں جن کے ساتھ کبھی بھی شادی نہیں ہوسکتی تو ان کے سامنے کسی طرح کا پردہ لازم نہیں ہے، اور داماد حقیقی بیٹے کے حکم میں ہو جاتا ہے، اس تفصیل کے بعد اصل شرعی حکم یہ ہے کہ عورت کے لیے پردہ کرنے اور نہ کرنے کا حکم، ان تینوں قسموں کے مردوں کے ساتھ عدت سے پہلے جو تھا وہی حکم عدت کے زمانے میں بھی ہے۔ (مستفاد: انوار ہدایت ۴۵۴-۴۵۵، معارف القرآن سورہ نور ۶۳۱-۳۸۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍شوال ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۵۲۲/۳۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۹/۲۱ھ

عدت میں دیور سے پردہ اور میت کے یہاں کھانا کھانا

سوال [۷۲۶۶]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: عدت میں داماد اور تائے چچا کے لڑکے اور دیور کے لڑکوں سے پردہ ہے یا نہیں، اور میت کے رشتہ دار میت کے گھر میں جو کھانا کرتے ہیں جیسے یہاں کی زبان میں بھاتی کہتے ہیں، کھانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: قیام الدین اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دیور اور دیور کے لڑکے تائے چچے کے لڑکے جیٹھ اور جیٹھ کے یہ تمام غیر محرم ہیں، لیکن وہ غیر محرم جن کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہنے کی وجہ سے ہر وقت اختلاط رہتا ہے، اور ان سے بچنا پردہ کی پابندی کرنا تکلیف مالا یطاق ہے، نیز فتنہ کا خوف بھی نہیں ہے، تو ایسی صورت میں ہتھیلی، چہرہ، قدمین کا پردہ، ان لوگوں سے نہیں ہے، اور اگر فتنہ کا اندیشہ ہو، گناہ ومعصیت میں مبتلا ہونے کا خوف ہو تو پھر اپنے والد کے گھر جا کر عدت گذارے، اور یہی اولیٰ ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۶/ ۳۷۸، جدید زکریا مطول ۸/ ۵۹۷)

ثم لا بد من ستره بينهما يعني إذا لم يكن للزوج إلا بيت واحد كي لا تقع الخلوة بالأجنبية و كذا هذا في الوفات إذا كان من ورثته من ليس بمحرم لها ثم لا بد بالمساكنة بعد اتخاذ الحجاب بالحائل و إنما يكتفى به لأن الزوج يعتقد الحرمة فلا يقدم على المحرم إلا أن يكون فاسقا فحينئذ تخرج لأنه عذر والأولىٰ أن يخرج هو. (فتح القدير، باب العدة، فصل و على المبتوتة والمتوفى عنها زوجها، دار الفكر بيروت ٤/ ٣٤٥، كوئٹه ٤/ ١٦٧، زكريا ٤/ ٣١١، بدائع الصنائع زكريا ٣/ ٣٢٦، هنديه زكريا قديم ١/ ٥٣٥، جديد ١/ ٥٨٧، تاتارخانية زكريا ٥/ ٢٤٦ رقم: ٧٧٦٩)

(۲) نفس کھانا حرام نہیں ہے، لیکن یہ کھانا کرنا رسم ورواج ہے، شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

ویکره اتخاذ الضیافة من الطعام من أهل المیت لأنه شرع فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة. (شامی، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنائز، کراچی ۲/ ۲٤۰، زکریا ۳/ ۱٤۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم صفر ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۴۷۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۲/۲ھ

دورانِ عدت خالو اور پھوپھی سے پردہ کرنا

سوال [۷۲۶۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: خالدہ عدت گذار رہی ہے کیا عدت کی حالت میں خالدہ اپنے خالو اور پھوپھا سے بھی پردہ کرے گی؟ اگر خالہ یا پھوپھی زندہ نہ ہوں تو کیا محرم غیر محرم ہونے پر اثر پڑے گا؟

المستفتی: رشید احمد بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: خالدہ کے خالو اور پھوپھا بھی اسی وقت تک محرم رہیں گے، جب تک کہ خالدہ کی خالہ اور پھوپھی ان کے نکاح میں ہوں، اور جب خالدہ کی خالہ اور پھوپھی ان کے نکاح میں نہ رہیں یا وفات پا جائیں تو اس وقت خالدہ کے خالو اور پھوپھا اس کے لیے غیر ہو جائیں گے، اب ان سے پردہ کر لینا چاہیے۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۷/ ۲۴۹)

وحرم الجمع بین المحارم نکاحا أی عقداً صحیحا و عدة ولو من طلاق بائن. (در مختار مع الشامی، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات کراچی ۳/ ۳۸، زکریا ٤/ ۱۱٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۲۰۸)

دورانِ عدت ضرورت کی بنا پر غیر محرم سے بات کرنا

سوال [۷۲۶۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: شوہر کا انتقال ہوگیا دو چھوٹے بچے ہیں جو اسکول جاتے ہیں، بیوہ عدت میں ہے، کوئی محرم گھر میں نہیں ہے تو بیوہ آنے والے لوگوں سے کیسا معاملہ کرے، اور عدت میں بیوہ کو چوڑی، بندے، رنگین کپڑے پہننے جائز ہیں یا نہیں؟

المستفتی: سنجیدہ بیگم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر واقعہ ایسا ہی ہے کہ گھر میں کوئی محرم نہیں ہے اور ضروریاتِ زندگی سے متعلق لوگوں سے بات چیت کرنے کی اشد ضرورت پڑتی ہے تو ایسی صورت میں بیوہ پردہ کے ساتھ محتاط انداز میں بقدر ضرورت آنے والے لوگوں سے بات کرسکتی ہے لیکن بہرحال پردہ ضروری ہے، نیز معتدہ بحالت عدت کوئی بھی زینت کی چیز استعمال نہیں کرسکتی، لہٰذا مسئولہ صورت میں عدت کے زمانے میں رنگین بھڑک دار کپڑے، چوڑیاں، بندے وغیرہ استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۱۰/ ۳۴۰، امداد الفتاویٰ ۲/ ۵۱۲)

قلنا صوت المرأة عورة –إلی– فإنا نجيز الكلام مع النساء للأجانب و مجاورتهن عند الحاجة إلى ذٰلک، و لا نجيز لهن رفع أصواتهن و لا تمطيطها و لا تليينها و تقطيعها، لما فی ذٰلک من استمالة الرجال إليهن وتحريک الشهوات منهم. (شامی، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مطلب: فی ستر العورة، کراچی ۱/ ۴۰۶، زکریا ۲/ ۷۹)

تحد بترک الزينة بحلی أو حرير أو امتشاط، بجميع أنواعه من فضة و ذهب و جواهر والزينة ما تتزين به المرأة من حلی أو كحل كما فی الكشاف. (شامی، باب العدة، فصل فی الحداد، کراچی ۳/ ۵۳۰-۵۳۱، زکریا ۵/ ۲۱۷) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۱۲۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/ ۳/ ۱۴۲۲ھ

متوفی عنہا عدت کہاں گذارے

سوال [۷۲٦۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: محلّہ بھٹی میں انجیر والی مسجد کے پیچھے گلی میں عرفان الٰہی شمسی کا پیر کے دن انتقال ہو گیا، ان کی اہلیہ اپنے گھر میں ان کا کعبہ رخ ہے، گرمی بہت ہوتی ہے، دھوپ صبح سات بجے سے شام کے چار بجے رہتی ہے جس کی وجہ گھر میں بیٹھا نہیں جاتا، مرحوم کی اہلیہ بیمار رہتی ہیں، اس سے پہلے مرحوم کی اہلیہ کے گھر میں چوٹ بھی لگی تھی، ان کے دماغ میں تکلیف بھی ہوگئی ہے، جس مکان میں وہ رہتی ہیں اس کے دو زینے ہیں ایک داہنے ہاتھ کو ایک بائیں ہاتھ کو، بائیں ہاتھ والے زینہ میں دروازے میں اندر کو جو مکان ہے وہ بھی اپنا ہے اس میں کرایہ دار رہتا ہے، کرایہ دار بھی اپنا ہے، اور میرے لڑکوں سے چھوٹا ہے، رشتہ میں مرحوم عرفان الٰہی کے سوتیلے ماموں کا نواسہ ہے، وہ ان کے سامنے آتی تھیں، وہ گرمی میں وہیں آرام کرتی تھیں، مرحوم عرفان الٰہی کی عمر ۸۰/سال سے اونچی تھی، ان کی اہلیہ کی عمر ۷۵/سال کی، اب علماء دین کیا فرماتے ہیں کہ اگر وہ اپنے مکان میں دن میں رہیں گی تو ان کی صحت خراب ہو رہی ہے، ان کی آنکھ بنی ہوئی ہے، گرمی کی وجہ سے سر میں بھی تکلیف ہونے لگی اور آنکھ میں بھی تکلیف ہونے لگی، نیچے کے گھر میں جانے سے دو چوکھٹیں پڑتی ہیں، صدر دروازہ بند کر کے اندر جانے سے کوئی بے پردگی نہیں، اور بائیں ہاتھ کو بالکل برابر میں دو اور کوٹھے ہیں جن کی چوکھٹ اس مکان کے برابر میں ہے اس میں ان کا بھتیجہ رہتا ہے اس میں ذرا کچھ گرمی کا امن ہے، جس میں بھتیجہ رہتا ہے اس کے نیچے ہی وہ مکان ہے جو پیچھے لکھا ہوا ہے وہ ان کا اپنا مکان ہے، اب نیچے جاتی ہیں تو پورا زینہ پڑتا ہے، اور دو چوکھٹیں پڑتی ہیں، کوئی بے پردگی کا سوال نہیں، اب علماء دین کیا فرماتے ہیں کہ نیچے جاسکتی ہیں یا نہیں؟ مرحوم نے اب کے رمضان شریف میں دو روزے رکھیں ہیں، مگر زیادہ طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے وہ پورے روزے نہیں کر سکے، کہنے والے کہتے ہیں کہ اپنی بیماری کی وجہ سے روزے نہیں رکھ سکے ان کے روزں کا کچھ نہیں دیا جائے گا، عید کی ۱٦/۱ اور انگریزی ۲۲/تاریخ کو

ان کا انتقال ہوگیا، اب اس بارے میں مسئلہ کیا بتاتا ہے کہ ان روزوں کا فدیہ دیا جائے گا اور دیا جائے گا تو کتنا دیا جائے گا، عرفان الٰہی مرحوم پانچوں وقت کی نماز پڑھا کرتے تھے، مگر اب بیماری کی وجہ سے ان کی نمازیں قضا ہوئی ہیں، اب کہنے والے کہتے ہیں کہ چالیس نمازوں کا فدیہ دیا جائے گا، اب اس بارے میں مسئلہ بتایئے کہ کتنی نمازوں کا فدیہ دیا جائے گا، اور کیا دیا جائے گا، عدت کے بارے میں بھی بتادیجئے کہ کون سی تاریخ کو عدت پوری ہوگی اور کون سا مہینہ ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) بھتیجہ کے مکان میں جاکر آرام کرلیا کریں، کرایہ دار غیر محرم ہے، اس لیے وہاں کی بجائے بھتیجہ کے مکان میں ہی آرام کرلیا کریں، اور رات کو شوہر کے مکان میں آکر رات گذاریں۔

وتعتدان أی معتدة طلاق و موت فی بیت وجبت فیه ولا یخرجان منه إلا أن تخرج أو ینهدم المنزل أو تخاف انهدامه أو تلف مالها أو لاتجد کراء البیت و نحو ذٰلک، من الضرورات فتخرج للأقرب موضع إلیه. (الدر المختار، باب العدة، فصل فی الحداد کراچی ٣/٥٣٦، زکریا ٥/٢٢٥، ملتقی الأبحر، دار الکتب العلمیة بیروت ٢/١٥٣)

(۲) اگر روزے نہ رکھ سکے تو دو روزوں کا فدیہ دو صدقہ فطر ادا کریں، اور بے ہوشی طاری ہونے سے پہلے پہلے جو نمازیں فوت ہوگئی ہیں ان میں سے ہر نماز کے عوض میں ایک صدقہ دیدیا کریں، اور وتر کی نماز بھی اس میں داخل ہوگی، بے ہوشی کے بعد جو نمازیں فوت ہوگئیں ہیں ان کا کوئی فدیہ نہیں ہے۔

والشیخ الفانی العاجز عن الصوم، الفطر و یفدی ولو فی أول الشهر و بلا تعدد فقیر کالفطرة. (الدر المختار، باب ما یفسد الصوم و مالا یفسد، فصل فی العوارض، کراچی ٢/٤٢٧، زکریا ٣/٤١٠) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۵۴۸)

معتدۂ وفات وطن اصلی میں عدت گذارے

سوال [۷۲۷۰]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کا وطن اصلی مراد آباد تھا، مگر کچھ دن کے بعد اپنا دوسرا وطن رام نگر بنالیا زید کی طبیعت خراب ہوئی جس کی وجہ سے علاج ومعالجہ وطن اول میں کیا، اہل وعیال بھی وہیں پر چلے گئے، اور وہیں پر کچھ روز کے بعد زید کا انتقال ہوگیا، انتقال ہونے کے بعد ان کے بچے اپنی والدہ کو رام نگر لانا چاہتے ہیں، مگر زید کا اپنا ذاتی اور اصلی گھر مراد آباد میں اب بھی موجود ہے، اور انتقال کو ۴۰/ روز گذر چکے ہیں، آیا اس حالت میں عدت گذارنے کے لیے وہ اپنی والدہ کو رام نگر لاسکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: رفیع القدر ابن ذوالفقار احمد رام نگر کھٹاری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر زید نے رام نگر میں اپنا ہمیشہ کے لیے وطن بنالیا ہے اور اہل وعیال سب کو وہاں منتقل کرلیا ہے، اور مراد آباد میں صرف اپنا پرانا مکان باقی ہے اس میں بیوی بچہ کو باقاعدہ رہنے کے لیے نہیں چھوڑا ہے، اب اگر زید نے علاج ومعالجہ کی غرض سے مراد آباد آکر وفات پائی ہے تو اس کی بیوی کو رام نگر جاکر عدت گذارنی چاہیے جو کہ زید کا موجودہ وطن اصلی ہے۔

الـوطن الأصلي هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه يبطل بمثله إذا لم يبق لـه بـالأول أهـل وتـحتـه فـي الشامي: لو نقل أهله ومتاعه وله دور في البـلدان لا تبقى وطنا له. (الـدر الـمختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، مطلب: فـي الـوطـن الأصـلـي ووطـن الإقـامة مـصري ٧٤٢/١، كراچي ١٣١/٢-١٣٢، زكريا ٦١٤/٢، البحر الرائق كوئٹه ١٣٦/٢، زكريا ٢٣٩/٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ رجب المرجب ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۸۸۲/۲۶)

عورت عدت میکہ میں گذارے گی یا سسرال میں

سوال [۱۷۲۷]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) زید اور سلمہ کا نکاح ہوا اور خلوت بھی پائی گئی، پھر زید کا انتقال ہوگیا، اب سلمہ اپنے میکہ میں عدت گذارے گی یا سسرال میں، اور عدت کے ایام میں نان ونفقہ کس کے ذمہ ہے، زید کے والدین کے یا زید کے مال سے، یا سسرال والے، اور پھر زید کے سسرال والوں نے سلمیٰ کو زید کے انتقال پر آنے بھی نہیں دیا۔

(۲) مہر کا کیا مسئلہ ہے؟

(۳) زید کو جہیز میں جوسامان ملا تھا سسرال سے وہ مال سلمیٰ کا ہوگا یا زید کے ورثاء کا ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) سلمیٰ کو اپنے میکہ ہی میں عدت گذارنا ضروری ہے۔

قال فی الشامية: و تعتدان أی معتدة طلاق و موت فی بيت وجبت فيه ولا يخرجان منه. (الشامی، باب العدة، فصل فی الحداد زكريا ٥/٢٢٥، كراچی ٣/٥٣٦)

(۲) سلمیٰ اپنی عدت کے ایام میں نان ونفقہ کی مستحق نہیں ہے، نہ زید کے مال سے اور نہ ہی سسرال والوں کے ذمہ بلکہ شوہر کے مال سے جوحصہ وراثت میں ملے گا، اس کا نفقہ اسی میں سے ہے۔

قال فی الشامية: لا تجب النفقة بأنواعها لمعتدة موت مطلقا. (الدر مع الرد، كتاب الطلاق، باب االنفقة زكريا ٥/٣٣٤، كراچی ٣/٦١٠)

وفی الخانية: المعتدة عن وفاة تكون نفقتها فی مالها. (خانية زكريا ١/٢٦٣، وعلى هامش الهندية زكريا ١/٤٤٢)

(۳) شوہر کے انتقال کی وجہ سے سلمیٰ پورے مہر کی مستحق ہے، زید کے ترکہ سے پہلے

سلمیٰ کا مہر ادا کیا جائے گا پھر بقیہ مال ورثہ کو ملے گا۔

قال في التنوير: ويجب الأكثر منها إن سمى عند وطئ أو خلوة صحت أو موت أحدهما. (تنوير الأبصار مع الشامية، كتاب النكاح، باب المهر زكريا٤/٢٣٣، كراچی ٢/١٠٢)

وفي السراجي: ثم يقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله أي ديونه التي لها مطالب من جهة العباد. (السراجي في الميراث ص: ٢)

(۴) جو سامان جہیز میں ملا تھا وہ سامان سلمیٰ کا ہے زید کے ورثاء کا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔

قال في الدر المختار: جهز ابنته بجهاز و سلمها ذٰلک ليس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده إن سلمها ذٰلک في صحته بل تختص به وبه يفتى. (الدر المختار مع الرد/ باب المهر زكريا ٤/٣٠٦، كراچی ٣/١٥٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۳۲۷۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/۴/۱۴۱۷ھ

شوہر کی موت کے بعد میکہ میں عدت گذارے یا شوہر کے گھر

سوال [۷۲۷۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: طاہرہ اپنے شوہر کے ساتھ سورت میں ایک کرائے کے کمرہ میں رہتی تھی، شوہر پانی میں ڈوب کر مر گیا، اب دفنانے کے بعد طاہرہ اپنے وطن آ گئی، معلوم یہ کرنا ہے کہ طاہرہ وطن آ کر عدت اپنے میکہ میں گذارے یا مرحوم شوہر کے گھر پر، جبکہ گھر پر کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہیں ہے، تین بچے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: طاہرہ اپنے شوہر کی موت کے حادثہ کے بعد جب

وطن آکر کے عدت گذار رہی ہے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ طاہرہ اپنے میکہ میں رہے گی، یا شوہر کے گھر میں، اگر مستقل شوہر کے گھر پر رہنے کا ارادہ ہے تو وہیں عدت گذارنا چاہیے، اور اگر مستقل میکہ میں رہنے کا ارادہ ہے تو میکہ میں عدت گذارنا چاہیے، ہاں البتہ شوہر کے گھر میں رہنے کا ارادہ ہو تو مسلسل عدت کی مدت گذارنے میں دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہے اس کے لیے خطرات ہیں، تو میکہ میں عدت گذارنے کی گنجائش ہے۔

لو خافت بالليل من أمر الميت و الموت ولا أحد معها لها التحول و الخوف شديد أو إلا فلا. (شامی، کتاب الطلاق، باب العدة کراچی ۳/۵۳٦، زکریا ۵/۲٦٦)

وتعتد المعتدة فی منزل يضاف إليهما وقت الفراق أو الموت إلا أن تخرج جبرا أو خافت على مالها أو انهدام المنزل و تحته وفيه اشعار بأنه إن خافت بالقلب من أمر الميت خوفا شديدا فلها أن تخرج. (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ۲/۱۵٤-۱۵۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷؍شعبان ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۱۰۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/۸/۱۴۲۷ھ

شوہر کے گھر عذر شرعی کے پیش نظر میکہ میں عدت گذارنا

سوال [۷۲۷۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کی لڑکی کی شادی تقریباً آٹھ سال قبل ہوئی تھی (زید کے حقیقی بھانجے سے) عید کے آٹھ دن بعد لڑکے کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

لڑکی عدتِ وفات اپنی سسرال میں کر رہی ہے، کیا اس لڑکی کے لیے عدت وفات سسرال ہی میں گذارنا واجب ہے، اور اگر میکہ میں عدت وفات گذارنا چاہے تو گذار سکتی ہے، یا نہیں؟ جبکہ معقول عذر موجود ہے، زید کی طبیعت برابر خراب رہتی ہے، دل کا عارضہ ہے، اور سسرال میں عدت گذارنے کی وجہ سے لڑکی کو کافی صدمہ اور تکلیف پہنچ رہی ہے، لڑکے کے

وارثین کی طرف سے تو اس طرح کے عذر کے تحت لڑکی میکہ میں عدت گذار سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: وسیم احمد خان، کٹرہ چاند خان، بریلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر شوہر کے رہائشی مکان میں عدت گذارنے میں کسی قسم کا عذر اور رکاوٹ نہیں ہے تو اس میں عدت گذارنا ضروری ہے، اور اگر اس مکان میں عدت گذارنے کے لیے بیوہ کا کوئی محرم نہیں ہے یا اس کی ضروریات کا سامان مہیا کرنے والا نہیں ہے تو ان صورتوں میں میکہ جا کر عدت گذارنا جائز ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۵/۴۰۴، جدید زکریا ۸/ ۴۱۵، احسن الفتاویٰ ۵/ ۴۴۶، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۳/ ۳۲۵، جدید ڈابھیل ۱۳/ ۳۹۴)

وإن كانت في منزل مخوف على نفسها أو مالها وليس معها رجل كانت في سعة من الرحلة لأن المقام مع الخوف لايمكن وفي المقام ضرر عليها في نفسها ومالها وذٰلک عذر في اسقاط حق الشرع. (المبسوط للسرخسي، دار الكتب العلمية بيروت ٦/ ٣٤)

وتعتد المعتدة في منزل يضاف إليهما وقت الفراق أو الموت إلا أن تخرج جبرا أو خافت على مالها أو انهدام المنزل وتحته وفيه اشعار بأنه إن خافت بالقلب من أمر الميت خوفا شديدا فلها أن تخرج. (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ٢/ ١٥٤-١٥٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۱۴۱۴۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۳/۱۳ھ

بے پردگی یا دیگر شرعی عذر کی بنا پر میکہ میں عدت گذارنا

سوال [۷۲۷۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص محمد یامین کا اچانک انتقال ہو گیا، مؤرخہ ۱۵؍اگست ۲۰۰۲ء کو ان کی

شادی ۲۹ / جون ۲۰۰۲ء کو ہوئی تھی، لہٰذا اب بیوہ رخسانہ بیگم کی عدت کا کیا حکم ہے، کیونکہ رخسانہ بیگم کا دیور جوان ہے، وہ گھر پر ہی رہتا ہے، اور گھر چھوٹا ہے جس کی بنا پر پردہ کا معقول انتظام نہیں ہوسکتا، لہٰذا اس صورت میں بیوہ اپنے والدین کے یہاں عدت کرسکتی ہے یا نہیں؟

(۲) کیا اپنے مرحوم شوہر کے گھر پر ہی عدت کرنا لازم ہے؟

المستفتی: محمد طاہر حسین ملک گودھی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر شوہر کے رہائشی مکان میں عدت گذارنے میں کسی قسم کا عذر اور رکاوٹ نہیں ہے تو شوہر کے مکان ہی میں رہ کر عدت گذارنا لازم اور ضروری ہے، اور اگر اس مکان میں عدت گذارنے کے لیے بیوہ کا کوئی محرم نہیں ہے یا تنہائی اور بے پردگی ہے اور پردہ کا نظم نہیں ہے، یا سسرال والے کی طرف سے ظلم وزیادتی کا اندیشہ ہے تو پھر ایسی صورت میں اپنے والدین کے یہاں جا کر عدت گذارنے کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۳/ ۳۲۵، جدید ڈابھیل ۱۳/ ۳۹۴، فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۵/ ۴۰۴، جدید زکریا ۸/ ۴۱۵، احسن الفتاویٰ ۵/ ۴۴۶)

وإن كانت في منزل مخوف على نفسها أو مالها وليس معها رجل كانت في سعة من الراحلة لأن المقام مع الخوف لايمكن وفي المقام ضرر عليها في نفسها و مالها و ذٰلک عذر في إسقاط حق الشرع. (المبسوط للسرخسي، دار الكتب العلمية بيروت ٦/ ٣٤، مجمع الانهر في شرح ملتقى الابحر دار الكتب العلمية بيروت ٢/ ١٥٤-١٥٥، شامي كراچی ٣/ ٥٣٦، زكريا ٥/ ٢٢٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ جمادی الثانی ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۶۹۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۶/۱۴ھ

سسرال میں شوہر کا انتقال ہوجائے تو عدت کہاں گذارے

سوال [۷۲۷۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ جمیل احمد کا مؤرخہ ۱۲رمئی ۹۸ء کو اس کی اپنی سسرال میں انتقال ہوگیا، اس کی بیوی بھی اپنے میکہ میں ہی تھی، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ جمیل احمد کی بیوی اپنی عدت اپنے میکہ ہی میں پوری کرے (جہاں اس کے شوہر کا انتقال ہوا ہے، اور وہیں اس کی تدفین وغیرہ بھی عمل میں آئی) یا اسے اپنے شوہر کے وطن میں جاکر عدت گذارنا چاہیے، شرعی حکم تحریر فرمائیں؟

سسرال کے مقابلے میں میکہ میں عدت گذارنا زیادہ آسان رہے گا، یہاں اس کی ماں بھائی وغیرہ بھی ہیں، اورلڑکی کی سسرال میں اس کا کوئی محرم نہیں ہے؟

المستفتی: مقصودالرحمٰن بلاری، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سسرال میں کوئی محرم شرعی نہیں ہے اور لڑکے بھی ابھی نابالغ ہیں تو ایسی صورت میں میکہ میں عدت گذار سکتی ہے۔ (مستفاد: امدادالفتاویٰ ۲/۵۰۳)

وإن كانت في منزل مخوف على نفسها أو مالها وليس معها رجل كانت في سعة من الراحلة لأن المقام مع الخوف لايمكن وفي المقام ضرر عليها في نفسها و مالها و ذٰلك عذر في إسقاط حق الشرع. (المبسوط للسرخسي، دارالكتب العلمية بيروت ٦/٣٤، مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، دارالكتب العلمية بيروت ٢/١٥٤-١٥٥، شامي كراچی ٣/٥٣٦، زكريا ٥/٢٢٦) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ر محرم الحرام ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۵۹۵)

شوہر کے موت کے صدمہ کو برداشت نہ کرنے کی وجہ سے میکہ میں عدت گذارنا

سوال [۷۲۷۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ۱۴راپریل ۲۰۰۳ء کو محسنہ کا نکاح شہزاد کے ساتھ ہوا، ۳۰راگست کو ایک خطرناک ایکسیڈنٹ میں شہزاد کا انتقال ہوگیا، مرحوم کی زوجہ حاملہ ہے، نیز زوجہ کی کم عمری، نازک مزاجی اور

اس حادثہ پر صدمہ کی وجہ سے صحت متأثر ہے، حادثہ کو برداشت نہیں کر پا رہی ہے، اس صورت حال کے پیش نظر زوجہ کے والدین اس کو اپنے گھر رکھ کر عدت کرانا چاہتے ہیں، دریافت طلب ہے کہ کیا والدین کے لیے ایسا کرنا درست ہے یا نہیں چونکہ بہت ممکن ہے مرحوم کی زوجہ اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ رہ کر حادثہ کو بھول جائے، اور حادثہ پر صبر کر کے جسمانی توانائی بحال رکھے۔

المستفتی: حافظ خلیق احمد محلّہ برکھیران، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مرحوم کی زوجہ محسنہ کے پاس سسرال میں اس کا کوئی محرم نہ ہونے کی وجہ سے اور سوالنامہ میں ذکر کردہ نزاکتوں کے پیش نظر شرعی طور پر محسنہ کو میکے جا کر عدت گذارنا جائز اور درست ہے۔

وإذا لم يكن مع المعتدة في منزل العدة أحد وهي تخاف بالليل لا من اللصوص ولا من الجيران بل تخاف بالقلب من أمر الميت أو الموت إن كان الخوف شديدا كان لها الانتقال و إن لم يكن الخوف شديدا ليس لها الانتقال وهٰذا بمنزلة وحشة وجدت في قلبها. (تاتارخانية زكريا ٥/٢٤٧ رقم: ٧٧٧٣، شامي كتاب الطلاق، باب العدة كراچی ٣/٥٣٦، زكريا ٥/٢٢٦، مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر دار الكتب العلمية بيروت ٢/١٥٤-١٥٥، المبسوط للسرخسي دار الكتب العلمية بيروت ٦/٣٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/ جمادی الثانی ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۰۹۷)

شوہر کے گھر عدت گذارنے میں وحشت ہو تو دوسری جگہ عدت گذارنا

سوال [۷۲۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کا انتقال ہو گیا، اس کی بیوی عدت کہاں گذارے، اس کا گھر پر انتقال ہوا،

اوراس کے ایک لڑکا ہے، لڑکا اپنی ماں کو اپنے گھر سے باہر اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہے، جہاں وہ مزدوری کرتا ہے اس کے گھر تایا ہیں، وہ الگ رہتے ہیں، ایک چچا چچی ہیں وہ بھی الگ رہتے ہیں، ان سب سے بیوہ کا کوئی مطلب نہیں ہے، ایک لڑکی اور داماد ہے وہ بھی اسی قصبہ میں رہتے ہیں وہ بھی اپنا گھر چھوڑ کر والدہ کے پاس نہیں رہ سکتے، یہ صورت حال ہے اس کے بارے میں تفصیل سے وضاحت فرمادیں کرم ہوگا ؟

المستفتی: محمد ارشاد مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیوہ کے پاس رہنے کے لیے کوئی محرم موجود نہیں ہے اور تنہا رہنا وحشت کا باعث ہے تو ایسے اعذار کی بناء پر جہاں لڑکا رہتا ہے وہاں جا کر عدت گذارنا جائز اور درست ہوگا۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۵/ ۴۴۱)

وإن كانت فى منزل مخوف على نفسها أو مالها وليس معها رجل كانت فى سعة من الراحلة لأن المقام مع الخوف لايمكن وفى المقام ضرر عليها فى نفسها و مالها و ذٰلک عذر فى إسقاط حق الشرع. (المبسوط للسرخسى، دار الكتب العلمية بيروت ٦/ ٣٤، مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، دار الكتب العلمية بيروت ٢/ ١٥٤-١٥٥، شامى كراچى ٣/ ٥٣٦، زكريا ٥/ ٢٢٦) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ ر رجب ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۴۱۳۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳ / ۷ / ۱۴۱۵ھ

کسی خوف کی وجہ سے عورت کا اپنے میکہ میں عدت گذارنا

سوال [۷۲۷۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شوہر کا انتقال ہو چکا ہے، عورت شوہر کے گھر میں عدت گذار رہی ہے، لیکن عورت کو شوہر کے گھر عدت گذارنے میں اپنی عصمت کا خطرہ ہے، اور جان کا بھی خطرہ

ہے،اگر عورت کے میکے سے کوئی شخص آتا ہے،تو اس کو شک کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہےاور اس کی تلاشی بھی لی جاتی ہے،اور ملنے والوں کوعورت سے ملنےنہیں دیتے،ایسی صورت میں کیا عورت اپنے میکے میں عدت گذارسکتی ہے؟ براہ کرم شریعت کی روشنی جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اگر عورت کوشوہر کے یہاں عدت گذارنے میں بےاطمینانی اور بےسکونی ہےاور وہاں شوہر کے خاندان کی طرف سے اچھارویہ نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ غلط رویہ اختیار کیا جارہا ہے،جس کی وجہ سے وہ وہاں پریشان ہے،نہ وہاں اس کی عصمت کی حفاظت ہےاور نہ ہی مال کی حفاظت ہے تو ایسی صورت میں میکے آکر عدت گذارنے کی اجازت ہے،مگراس بات کا خیال رکھے کہ دن ہی دن میں منتقل ہو جائے اس کے لیے رات کا سفر نہ کرے۔(مستفاد:احسن الفتاویٰ ۵/۴۴۱،امداد الاحکام ۴/ ۳۹۸)

إن اضطرت إلى الخروج من بيتها بأن خافت سقوط منزلها أو خافت على مالها فلا بأس عند ذٰلک أن تنتقل. (هنديه، كتاب الطلاق، الباب الرابع عشر فى الحداد، زكريا قديم ١/٥٣٥، جديد ١/٥٨٧، در مختار مع الشامى كراچى ٣/٥٣٦، زكريا ٥/٢٢٥، خانيه زكريا ١/٣٥٠، وعلى هامش الهندية زكريا ١/٥٥٣، ملتقى الأبحر، دار الكتب العلمية بيروت ٢/١٥٣-١٥٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر:۳۵/ ۶۵۶۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۴/۶ھ

عدت اسی مکان میں گذارنا جس میں ہمیشہ رہنا ہو

سوال [۷۲۷۹]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:محمد حبیب کی دو بیویاں ہیں،اور زیادہ تر شوہر اپنی پہلی بیوی کے یہاں رہتا تھا،اور دوسری بیوی کافی فاصلہ سے دوسرے مکان میں رہتی تھی،لیکن جب شوہر کی حالت زیادہ خراب

ہوگئی تو دونوں بیوی ایک ہی مکان میں جمع ہوگئیں، آخر کار شوہر کا انتقال ہوگیا، دوسری بیوی کو شوہر کے اس مکان پر رکنا پڑا، تقریباً ڈیڑھ ماہ کا عرصہ ہوگیا ہے، عدت کرتے ہوئے، لیکن دوسری بیوی اپنی کسی مجبوری کی وجہ سے اپنے پہلے والے مکان میں جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر جانا چاہے تو کس صورت میں جائے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: احسان الٰہی، کچا باغ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دوسری بیوی پر لازم تھا کہ وہ شوہر کی موت کے بعد اپنے اسی مکان میں جاکر عدت گزارتی، جس میں وہ ہمیشہ رہ رہی ہے، لہٰذا اس کو اسی پہلے والے مکان پر چلے جانا لازم ہے، اور وہیں عدت گزارے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۲/۱۵۳، جدید زکریا ۸/ ۴۰۵، فتاویٰ دار العلوم ۱۰/۲۹۴، امداد الفتاویٰ ۲/۵۰۴)

والمراد به ما يضاف إليها بالسكنى حال وقوع الفرقة والموت هداية، سواء كان مملوكا للزوج أو غيره. (شامی، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل فی الحداد کوئٹہ ۲/۶۷٤، کراچی ۳/٥٣٥، زكريا ٥/٢٢٤، هنديه زكريا قديم ١/٥٣٥، جديد ١/٥٨٧، بدائع الصنائع كراچی ٣/٢٠٥، زكريا ٣/٣٢٥، فتح القدير، دار الفكر بيروت ٤/٣٤٤، كوئٹه ٤/١٦٦، زكريا ٤/٣١٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ ذیقعدہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/۱۴۹۹)

دوران عدت مکان کے مختلف حصوں اور صحن میں جانا

سوال [۷۲۸۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک بیوہ کے کئی لڑکے ایک ہی مکان میں مختلف حصوں میں رہتے ہیں، جس کے راستے گھر کے اندر ہی سے ایک دوسرے کی طرف جانے کے ہیں، ان لڑکوں کے باورچی

خانے الگ الگ اپنے اپنے حصوں میں ہیں، بیٹوں کی یہ خواہش ہے کہ ہم اپنی والدہ کو دورانِ عدت تھوڑے عرصہ کے لیے اپنے پاس رکھیں، عدت کی حالت میں بیوہ اپنے بیٹوں کے یہاں جاسکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ بیوہ اسی مکان میں اپنے چھوٹے بیٹے کے یہاں قیام پذیر ہے، اور عدت کے دن گذار رہی ہے، اور ایک لڑکا دوسرے محلّہ میں رہتا ہے، اس کے یہاں بھی جاسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: حبیب اختر محلّہ قانون گویان مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ مشترکہ حویلی والا مکان کے ہر حصے میں اور صحن میں جاسکتی ہے، دوسرے محلّہ میں جولڑکا رہتا ہے وہاں جانا جائز نہ ہوگا۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۵/ ۴۴۱)

فيها منازل لغيره أى غير الزوج بخلاف ما إذا كانت له فإن لها أن تخرج إليها و تبيت في أى منزل شاءت لأنها تضاف إليها بالسكنى.

(شامی، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل فى الحداد كراچى ۳/ ۵۳۵- ۵۳۶، زكريا ۵/ ۲۲٤، تاتارخانية زكريا ۵/ ۲٤٦، رقم: ۷۷٦۹، مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ۲/ ۱۵۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ صفر ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۶۳۷)

دورانِ عدت حویلی کے تمام کمروں میں جانے کی اجازت ہے

سوال [۷۲۸۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: پھاٹک کے اندر گھر ہے اس میں اوپر اور برابر الگ الگ گھر ہے جن کا راستہ پھاٹک سے ہی ہے، ویسے ان گھروں کے راستے باہر کی طرف بھی ہیں، لیکن وہ زیادہ استعمال میں نہیں آتے، مین گیٹ ایک ہے جو استعمال میں سب کے رہتا ہے، اوپر مکان ہے، پھاٹک

کے اوپر بنا ہوا ہے، کیا جو عورت عدت میں ہے وہ اوپر والے مکان یا برابر والے مکان میں گھر کے اندر کے راستے سے جاسکتی ہے؟ اس مکان میں بھائی اور بیٹے رہتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک پھاٹک کی حویلی میں جتنے بھی گھر ہیں وہ ایک ہی چہار دیواری کے اندر شمار ہوتے ہیں، ان میں سے ہر کمرہ اور ہر گھر میں عدت کی حالت میں آنا جانا جائز ہے، جبکہ وہ سب گھر مرنے والے کے کنبے کے گھر ہوں، جیسا کہ سوالنامہ میں ہے، کہ مرنے والے کے بیٹے اور بھائی کا مکان ہے، البتہ اگر ان میں سے کوئی گھر کسی اجنبی کا ہے تو اس میں آنا جانا جائز نہیں۔

وفي الدر: مكلفة من بيتها أصلا لا ليلا و لا نهارا و لا إلى صحن دار منها منازل لغيره، وفي الشامية: قوله: فيها منازل لغيره أي غير الزوج بخلاف ما إذا كانت له فإن لها أن تخرج إليها و تبيت في أي منزل شاءت لأنها تضاف إليها بالسكنى. (شامی، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد كراچی ۳/۵۳۵، زكريا ۵/۲۲۴، تاتارخانية زكريا ۵/۲۴۶ رقم: ۷۷۶۹، مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ۲/۱۵۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۲۶/ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۵۸۵)	۱۴۲۹/۴/۲۶ھ

شوہر کے بہنوئی کے گھر عدت گذارنا

سوال [۷۲۸۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہمارے بہنوئی محمد تنویر جن کا انتقال ۲۷/ اپریل کو بیماری کی وجہ سے ہو گیا تھا، ہسپتال میں انتقال ہوا، اسپتال سے ان کے بھائی بہن اور بہنوئی وغیرہ اپنے گھر لے گئے، محلّہ کے لوگوں نے اس پر اعتراض کیا کہ میت کو اس کے گھر پر اتارا جائے یا پھر ماں کے گھر اتارا جائے، تنویر اپنی بیوی اور پانچ بچوں کے ساتھ اپنے ذاتی مکان میں رہتا تھا، بہنوئی بھائی بہن

وغیرہ زبردستی میت کو اپنے گھر لے گئے، محلّہ کے کچھ لوگوں سے لوٹ پھیر بھی ہوگئی، تو انہوں نے کہا کہ دیکھئے میت کو کون یہاں سے لے کر جائے گا، اس حالت میں ہماری بہن میت کے ساتھ منیر کے گھر میں عدت کر رہی ہے، اب یہ لوگ بھائی بہن اور بہنوئی وغیرہ کہہ رہے ہیں کہ اب تم میکہ یا اور کوئی گھر چلی جاؤ تو میں اپنے پانچ بچوں کے ساتھ کہاں جاؤں، جبکہ شوہر کے اپنے ذاتی کئی گھر موجود ہیں، میں اپنے ذاتی گھر جہاں شوہر کے ساتھ رہتی تھی، وہیں بچوں کے ساتھ جانا چاہتی ہوں، اس بات پر یہ لوگ تیار نہیں ہیں، جبکہ میرے شوہر کے کئی مکان ہیں تو میں شوہر کے مکان میں عدت کرنے کس ٹائم کس وقت اپنے گھر جا سکتی ہوں۔

المستفتی: محمد تنویر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شوہر کے انتقال کے وقت جس مکان میں آپ رہتی تھیں اس میں عدت گذارنا لازم ہے، شوہر کے بہنوئی کے گھر جا کر عدت گذارنا شرعاً درست نہیں ہے، لہٰذا آپ کو چاہیے کہ دن دن میں سورج چھپنے سے پہلے پہلے شوہر کے جس ذاتی مکان میں آپ رہتی تھیں اس میں منتقل ہو کر عدت پوری کریں۔

وتعتدان أی معتدة طلاق و موت فی بیت وجبت فیه و لا یخرجان إلا أن تخرج أو ینهدم المنزل أو تخاف انهدامه. (در مختار مع الشامی، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل فی الحداد کراچی ۳/۵۳٦، زکریا ۵/۲۲۵، هندیه زکریا قدیم ۱/۵۳۵، جدید ۱/۵۸۷، ملتقی الأبحر دار الکتب العلمیة بیروت ۲/۱۵۳ تا ۱۵۵) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۷۱۳۱)

معتدہ کا ضرورتاً ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل ہونے کا حکم

سوال [۷۲۸۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ جناب حاجی محمد اقبال صاحب مرادآباد کے رہنے والے ہیں، اور مرادآباد میں ان کا ذاتی مکان موجود ہے، اور حیدرآباد دکن میں جا کر بھی اپنا ذاتی مکان لے لیا ہے، اوران کی اہلیہ بھی مرادآباد کی ہیں، ۴؍مئی کو ان کی ایک بیٹی کی شادی ہوئی ہے اور جس لڑکے سے شادی ہونے والی ہے وہ بھی مرادآباد کا رہنے والا ہے، لیکن فی الحال امریکہ میں رہ رہا ہے، اور لڑکے کی بہن کی شادی بھی ولیمہ میں ہونا ہے، اور دونوں شادیاں مرادآباد میں ہونا طے پائی ہیں، لیکن اتفاق سے حاجی محمد اقبال کا یکم اپریل کو انتقال بھی ہوگیا، ابھی ان کی بیوی وہیں حیدرآباد میں ہیں اور بیوی یہ چاہتی ہے کہ طے شدہ تاریخ میں شادی ہو جائے اور وہ حیدرآباد سے مرادآباد میں آکر اپنے ذاتی مکان میں عدت گذارے اور اس میں اس کے لیے سہولت ہے کہ اس کے ماں باپ بھائی بہن سب مرادآباد ہی میں ہیں، لہٰذا وہ بذریعہ ہوائی جہاز دلی ہوکر دن دن میں مرادآباد پہنچ جانا چاہتی ہیں، اور پھر مرادآباد میں اپنے ذاتی مکان میں عدت گذارنا چاہتی ہیں، اسی اثناء میں بیٹی کی رخصتی بھی عمل میں آجائے گی، اور جس لڑکے سے شادی ہوئی ہے اس کا ان دنوں امریکہ سے چھٹی لے کر آنا طے ہے، اور لڑکی کو بھی وہ ساتھ میں امریکہ لے جائے گا۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ حاجی محمد اقبال کی بیوی مرادآباد آکر عدت کا زمانہ گذارے تو کیا شریعت میں اس کی گنجائش ہے، اس کا حکم شرعی بیان فرمائیں۔

المستفتی: حاجی محمد ذاکر قریشی اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت کا اصل حکم یہی ہے کہ جس مکان میں رہتے ہوئے شوہر کا انتقال ہوا ہے اس کی بیوہ اسی مکان میں عدت پوری کرے اور بلا شدید ضرورت کے اس مکان سے باہر نہ جائے، لہٰذا مسئولہ صورت میں اولاً یہی حکم دیا جائے گا کہ مرحوم حاجی محمد اقبال صاحب کی بیوہ شوہر کے ذاتی مکان حیدرآباد میں ہی عدت گذارے جہاں وہ ان کے انتقال کے وقت موجود تھی، اور کوشش کریں کہ بیٹی کی شادی کی تقریب یا تو ان کے بغیر انجام پائے یا اس کو عدت کے بعد تک کے لیے مؤخر کر دیا جائے اور اگر یہ دونوں باتیں کسی وجہ سے ممکن نہ ہوں اور بیوہ کے لیے موجودہ ضرورت ان ضرورتوں سے کم نہ ہو جن

ضرورتوں کی وجہ سے شریعت نے دن دن میں بیوہ کو نکلنے کی اجازت دی ہے تو دن دن میں حیدرآباد سے بذریعہ ہوائی جہاز شام سے پہلے پہلے مرادآباد کو پہنچ جائے، اور اپنے مرادآباد کے ذاتی مکان میں رہ کر عدت کا زمانہ گذارے تو اللہ کی ذات سے امید کی جاتی ہے کہ عنداللہ ماخوذ نہ ہوگی اور شادی بیاہ کے موقع پر مرادآباد کے مکان سے باہر نہیں جایا کرے گی۔

وتعتدان أى معتدة طلاق و موت فى بيت وجبت فيه ولا يخرجان منه إلا أن تخرج -إلى- ونحو ذلك من الضرورات. (شامى، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل فى الحداد كراچى ۳/۵۳٦، زكريا ۵/۲۲۵)

فأما المتوفى عنها زوجها فلا بأس بأن تخرج فى النهار وفى الزاد: و بعض الليل لحاجتها ولا تبيت فى غير منزلها. (تاتارخانية ۵/۲٤٤، رقم: ۷۷٦۵)

وإذا انتقلت لعذر يكون سكناها فى البيت الذى انتقلت إليه بمنزلة كونها فى المنزل الذى انتقلت منه فى حرمة الخروج عنه. (هنديه زكريا قديم ۱/۵۳۵، جديد ۱/۵۸۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
٦/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۵۵۹/۴۰)	۱۴۳۵/٦/٦ھ

دورانِ عدت بضرورتِ شدیدہ کیا عورت دن میں دوسرے شہر جا کر آ سکتی ہے؟

سوال [۷۲۸۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک عورت جس کا شوہر مر چکا ہے اور عورت ابھی عدت میں ہے تو کیا عورت عدت کے درمیان شہر مرادآباد میں ضرورت کے تحت آسکتی ہے جبکہ وہ دن ہی دن میں اپنے گھر واپس چلی جاتی ہے؟ مدلل جواب سے نوازیں، کرم ہوگا۔

المستفتی: نزاکت حسین شیخوپور، سنبھل

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شدید ضرورت کے تحت دن ہی دن میں مرادآباد آ کر

ضرورت پوری کر کے شوہر کے گھر جا کر رات گذارتی ہے تو بقدرضرورت اس کی اجازت ہے۔

ومعتدة الموت تخرج نهارا و بعض الليل قدر ما تستكمل به حوائجها إذ لا نفقة لها وتبيت في غير منزلها وكذا لو خرجت لإصلاح مالابد لها منه كزراعة و طلب نفقة و لا وكيل لها. (ملتقى الأبحر مع در المنتقى، كتاب الطلاق، باب العدة قديم ۱/ ۴۸۰، جديد، دار الكتب العلمية بيروت ۲/ ۱۵۵، الدر المختار كراچی ۳/ ۵۳۶، زكريا ۵/ ۲۲۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/ ۱۶۷۸)

متوفی عنہا اپنی عدت کے دوران کن کن موقع پر باہر نکل سکتی ہے؟

سوال [۷۴۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) ماں، باپ، بہن، بھائی، لڑکا، لڑکی یا اور کوئی رشتہ دار اشد یا معمولی بیمار ہو تو معتدہ دورانِ عدت بیمار پرسی کے لیے جاسکتی ہے یا نہیں؟ نیز معتدہ برائے تعزیت نکل سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) ماں، باپ، بہن، بھائی، لڑکا، لڑکی یا اور کوئی قریبی یا دور کا رشتہ دار سکرات کی حالت میں ہو تو معتدہ دورانِ عدت ان کے پاس ملنے جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۳) ماں باپ انڈیا میں قیام پذیر ہیں باقی اولاد لڑکے لڑکیاں بیرون ملک ہیں، اگر انڈیا میں قیام پذیر باپ، شوہر کا انتقال ہو جائے تو دوران عدت معتدہ بیوہ کو بیرون قیام پذیر اولاد انڈیا آکر اپنے یہاں بیرون مثلاً لندن، افریقہ لے جانا چاہے تو لے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ شرعاً کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد وسیم رامپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) ماں، باپ، بھائی، بہن، لڑکا، لڑکی یا کوئی رشتہ دار معمولی یا سخت بیمار ہو تو معتدہ کو دورانِ عدت ان سب کی بیمار پرسی اور کسی کی تعزیت کے لیے گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں۔

ولايجوز للمطلقة الرجعية والمبتوتة الخروج من بيتها ليلا و نهارا. (هدايه، كتاب الطلاق، باب العدة، اشرفي ديوبند ٢/٤٢٨، وهكذافي البحر زكريا ٤/٢٥٦، كوئٹه ٤/١٥٢)

(۲) اگر معتدہ متوفی عنہا ہے اور اس کے والدین یا بھائی بہن ،لڑکا لڑکی ، یا قریبی رشتہ دار حالت مخمصہ میں ہیں ،تو جس طرح طلب معاش کے لیے فقہاء نے دن میں اس کو گھر سے نکلنے کی اجازت دی ہے اسی طرح مذکورہ اشخاص سے حالت مخمصہ میں ملنے کی اجازت ہے۔

والمتوفى عنها زوجها تخرج بالنهار لحاجتها إلى نفقتها ولا تبيت إلا في بيت زوجها. (البحر الرائق زكريا ٤/٢٥٩، كوئٹه ٤/١٥٤)

نیز معتدہ مطلقہ بھی حالت مخمصہ میں مذکورہ قریبی رشتہ داروں سے دن دن کے اندر مل کر واپس آجائے اس لیے کہ حالت مخمصہ بھی ایک ضرورت شدیدہ ہے، کہ دنیا میں پھر دیکھنے اور بات کرنے کا موقع نہ ملے گا یہ دنیا کی آخری ملاقات ہے۔

معتدة الطلاق والموت يعتدان في المنزل المضاف إليهما بالسكنى وقت الطلاق والموت ولا يخرجان منه إلا لضرورة. (البحر الرائق زكريا ٤/٢٥٩، كوئٹه ٤/١٥٤)

(۳) جب میاں بیوی انڈیا میں قیام پذیر تھے اور شوہر کا انتقال بھی انڈیا میں ہوگیا تو بیوی کو انڈیا ہی میں عدت گذارنا ضروری ہے، لہٰذا دورانِ عدت بیرون ملک میں رہنے والی اولاد کے لیے اپنی معتدہ ماں کو بیرون لے جانا درست نہیں ہے لیکن اگر انڈیا میں اس کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہے اور اس کے گذارے کے لیے کچھ نہیں ہے تو ایسی ناگزیر حالت میں منتقلی کی اجازت ہے۔

وتعتدان أي معتدة طلاق و موت في بيت وجبت فيه ولا يخرجان منه إلا أن تخرج أو ينهدم المنزل أو تخاف انهدامه أو ثلث مالها أو لا تجد كراء البيت و نحو ذٰلک من الضرورات. (تنوير الأبصار مع الدر المختار على الشامي، كراچی ٣/٥٣٦، زكريا ٥/٢٢٥، البحر الرائق كوئٹه ٤/١٥٤، زكريا ٤/٢٥٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍رجب المرجب ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۲۶۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹؍۷؍۱۴۲۰ھ

متوفی عنہا زوجہا عدت وفات میں کسی شدید ضرورت کی بناء پر نکل سکتی ہے؟

سوال [۷۲۸٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ متوفی عنہا زوجہا کی عدت ختم نہیں ہوئی کہ اس کے ایک قریبی رشتہ دار کی وفات ہوگئی، یا شدید مرض میں مبتلا ہوگیا تو یہ عورت اس رشتہ دار کے جنازہ میں شرکت کے لیے یا عیادت کے لیے جاسکتی ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ معتدۃ الوفات دن ہی دن میں جا کر غروب آفتاب سے قبل لوٹ آئے کیا یہ مسئلہ درست ہے؟

المستفتی: رئیس احمد ہلدوانی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: متوفی عنہا زوجہا کے لیے نان ونفقہ اور روزی کی کوشش میں دن ہی دن میں باہر جا کر غروب سے قبل گھر واپس آجانا جائز ہے، باقی کسی رشتہ دار کی عیادت یا وفات میں شرکت کے لیے نکلنا بھی فقہاء نے ممنوع قرار دیا ہے۔

أما المتوفى عنها زوجها فلانه لا نفقة فتحتاج إلى الخروج نهارا بطلب المعاش، وتحته فى فتح القدير: إنها إذا كان لها قدر كفايتها صارت كالمطلقة فلا يحل لها أن تخرج لزيارة و نحوها ليلا و لا نهارا. (فتح القدير، كتاب الطلاق، باب العدة، دار الفكر بيروت ٤/٣٤٣، كوئٹه ٤/١٦٦، زكريا ٤/٣١٠، شامى كراچى ٣/٥٣٦، زكريا ٥/٢٢٥)

ہاں البتہ اگر بھائی یا باپ کی وفات میں صدمہ کی شدت سے گھبراہٹ اور وحشت کی وجہ سے سخت ترین بے چینی ہے اور تعزیت اور عیادت سے سکون کا امکان ہے تو دن ہی دن میں جا کر جلد واپس آجائے تو امید ہے کہ گناہ سے بچ جائے۔

تخاف بالقلب بأمر الميت أو الموت إن كان الخوف شديدا كان لها الانتقال (إلى قوله) وهذا بمنزلة وحشة وجدت فى قلبها. (فتاوىٰ تاتارخانية،

زکریا ۲۴۷/۵، رقم: ۷۷۷۳، شامی، کتاب الطلاق، باب العدة، کراچی ۵۳۶/۳، زکریا ۲۲۶/۵، مجمع الأنهر، دار الکتب العلمیة بیروت ۱۵۵/۲، المبسوط للسرخسی، دار الکتب العلمیة بیروت ۳۴/۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ رصفر ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۲۵۵۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۲/۲۰ھ

اگر عورت عدت میں نہ بیٹھے تو کیا حکم ہے؟

سوال [۷۲۸۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے والد صاحب کا انتقال ہو گیا، میری والدہ حیات ہیں اب جبکہ عدت کا مسئلہ آیا تو میں نے بتایا کہ آپ کو عدت میں بیٹھنا ضروری ہے، کیونکہ باہر کے جملہ امور اور ضروریات پورا کرنے کے لیے ہم خود ہیں، آپ کو عدت سے کوئی امر مانع نہیں اس پر میرے بڑے بھائی نے جھڑک کر کہا کہ اس کا کوئی کام کاج کرنے والا نہیں ہے، اس لیے یہ عدت نہیں کرسکتی، لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ جب کوئی عذر شرعی موجود نہیں پھر بھی بڑے بھائی نے والدہ کو عدت نہ کرنے دی، تو ان کا یہ ردعمل از روئے شرع کیسا ہے، اور عدت نہ کرنے کا گناہ کس پر ہے، واضح رہے ابھی عدت کا زمانہ چل رہا ہے اور وہ صرف بڑے لڑکے کے کہنے پر عدت نہیں کر رہی ہے، شرعی مسئلہ کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عدت میں بیٹھنا ہر حال میں لازم اور ضروری ہے، بغیر عذر شرعی کے گھر سے نکلنا حرام ہے، اولاد پر لازم ہے کہ زمانہ عدت میں والدہ کی تمام ضروریات کا انتظام کریں، عدت میں نہیں بیٹھے گی تو شرعی قانون کی خلاف ورزی لازم آئیگی، اور سخت گنہگار ہوگی، گذران کی کوئی صورت نہ ہو تب بھی عدت ساقط نہیں ہوگی، لہٰذا

بڑے لڑکے کی بات میں نہ آئے اور فوراً عدت میں بیٹھ جائے، ورنہ بڑے لڑکے کے ساتھ معتدہ بھی گنہگار ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۵/ ۳۹۷)

لو كان عندها كفايتها صارت كالمطلقة فلالا يحل لها الخروج، والحاصل أن مدار حل خروجها بسبب قيام شغل المعيشة فيتقدر بقدره ولا تخرج المعتدة إلا لضرورة. (شامي، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد، كراچی ۳/۵۳۶، زكريا ۵/۲۲۵، البحر الرائق كوئٹه ۴/۱۵۳، زكريا ۴/۲۵۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۴۴/۷۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۱/۲۳ھ

عدت میں گھر سے باہر نکلنا

سوال [۷۱۸۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے شوہر پر قرضہ ہوگیا تھا، کاروبار میں کسی نے دھمکی دی تو انہوں نے تیزاب پی لیا وہ سولہ گھنٹہ کے بعد اسپتال میں انتقال کر گئے، اب میرے لڑکے کو دھمکی دے رہے ہیں کہ ہم تجھے پکڑ کر لے جائیں گے، میری لڑکیاں جوان ہیں، بڑا لڑکا ۱۸؍سال کا ہے، چھوٹا ۱۳؍سال کا ہے، اگر قرضہ مانگنے والے پریشان کریں تو میں عدت توڑ سکتی ہوں یا نہیں، برابر میں رشتہ دار رہتے ہیں، ضرورت کے لیے چادر اوڑھ کر، ڈاکٹر یا پیشاب یا کسی ضرورت کے لیے سب کے سامنے چل پھر سکتی ہوں یا نہیں؟ گھر میں بڑی آواز سے بات کر سکتی ہوں یا نہیں؟ آپ سے درخواست ہے کہ آپ فتویٰ دیں کہ عدت توڑ کر مجبوری کی حالت میں لوگوں کے سامنے گھر سے باہر جا سکتی ہوں یا نہیں؟

المستفتی: جمیلہ خاتون

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شدید ضرورت کے بغیر عدت کی حالت میں گھر سے نکلنا جائز نہیں، البتہ اگر دوائی وغیرہ کی ضرورت ہو اسی طرح ڈاکٹر وکچہری میں جانے کی

ضرورت پڑے تو دن دن میں جا کر واپس آسکتی ہیں۔

ومعتدة الموت تخرج یوما فمتی انقضت حاجتها لا یحل لها بعد ذٰلک. (البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل فی الإحداد کوئٹه ٤/١٥٣، زکریا ٤/٢٥٩، شامی کراچی ٣/٥٣٦، زکریا ٥/٢٢٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۹۴۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۱۱/۱۲ھ

عدت کی تکمیل سے قبل معتدہ کا گھر سے نکلنا

سوال [۷۲۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) ایک عورت جس کے شوہر کا انتقال ہوگیا، بعد تدفین گھر پر آکر معلوم ہوا کہ یہ عورت حمل سے ہے اس عورت کی مدت کب تک ہوگی؟

(۲) اگر عورت نے لاعلمی کی وجہ سے تین مہینہ دس دن کی مدت پوری کر کے گھر سے باہر قدم نکال لیا تو کیا کرنا چاہیے۔

المستفتی: محمد اقبال خاں مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر عورت حمل سے ہے تو اس کی عدت ولادت پر ختم ہوسکتی ہے اس سے پہلے نہیں۔

﴿قال اللہ تعالیٰ: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ. [الطلاق: ٤]﴾

(۲) تین ماہ دس دن کی شریعت میں کوئی مدت عدت کی نہیں ہے، البتہ چار ماہ دس دن کی عدت وفات ہے جبکہ بیوی حمل سے نہ ہو، اگر عدت پوری ہونے سے قبل عورت گھر سے باہر نکل چکی ہے تو توبہ واستغفار کرلے اور بقیہ عدت شرعی طریقہ سے گذار لے۔

﴿قال اللہ تعالیٰ: وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَتَرَبَّصْنَ

بِاَنۡفُسِهِنَّ اَرۡبَعَةَ اَشۡهُرٍ وَّعَشۡرًا. [البقرة: ٢٣٤]

عن عبد الله قال: قال رسول الله ﷺ: التائب من الذنب كمن لا ذنب له. (سنن ابن ماجه، أبواب الزهد، النسخة الهندية ٣١٣/٢، دار السلام رقم: ٤٢٥٠، المعجم الكبير للطبراني دار إحياء التراث العربي بيروت ١٥٠/١٠، رقم: ١٠٢٨١)

وعدة المتوفى عنها إذا كانت غير حامل وهي حرة أربعة أشهر و عشرا. (تاتارخانية زكريا ٢٢٨/٥ رقم: ٧٧٢٢٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۱۹؍رجب المرجب ۱۴۲۴ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۱۳۰/۳۷)	۱۹/۷/۱۴۲۴ھ

دورانِ عدت خلاف ورزی ہو جائے تو شرعی حکم کیا ہے؟

سوال [۷۲۹۰]: (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے شوہر راحت جان کی اچانک طبیعت خراب ہوگئی، میں اپنے شوہر کو ڈاکٹر کے یہاں دکھانے گئی، ڈاکٹر کے وہاں پہنچ کر میرے شوہر کا انتقال ہوگیا، ڈاکٹر کے یہاں سے میں اور میرے آدمی کے بھائی ان کے باپ کے مکان پر ان کی میت لے کر آگئے، کیونکہ ہمارے کوئی اولاد نہیں ہے، میں سوا مہینہ کے بعد اپنے رہائشی مکان میں جہاں پر ہم دونوں ساتھ رہتے تھے، وہاں پر میں رہنے لگی، مجھے دو مہینے اپنے رہائش کے مکان میں رہتے ہوئے ہوگئے کہ اچانک میرے بھائی کا انتقال ہوگیا، میں اپنے بھائی کی موت میں آگئی اب میں ۲۲؍دن سے میکہ میں ہوں، میری عدت کے دن قریب ہیں، آپ فتویٰ دیں کہ میں عدت کہاں کروں، اس عدت کا ہدیہ یا کفارہ کتنا دیا جائے گا، کیونکہ میں بغیر حیثیت نہیں ہوں اب میری عدت کے چار مہینے پورے ہوگئے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دورانِ عدت اگر خلاف ورزی ہوگئی ہے تو شرعاً

اس کا کوئی مالی فدیہ اور کفارہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلی جائے۔

عن عبد الله قال: قال رسول الله ﷺ: التائب من الذنب كمن لا ذنب له. (سنن ابن ماجه، أبواب الزهد، باب ذكر التوبة، النسخة الهندية ٣١٣، دار السلام رقم: ٤٢٥٠، المعجم الكبير للطبراني دار إحياء التراث العربي بيروت ١٠/١٥٠، رقم: ١٠٢٨١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍شوال ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۳۳۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۱۰/۲۴ھ

عدت سے اٹھنے کا طریقہ

سوال [۷۲۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: والد محترم کا انتقال گذشتہ ۱۱؍اکتوبر ۲۰۰۹ء کو رات تین بجے ہو گیا تھا، والدہ محترمہ عدت کررہی ہیں، ان کی عدت کس دن پوری ہوگی؟ عدت سے اٹھنے کا کیا طریقہ ہے؟ اب ان کو اپنی زندگی میں کن شرائط کی پابندی کرنی ہوگی، اور یہ کہ اپنے بیٹے کے علاوہ بھی وہ اور کن لوگوں کے ساتھ حج بیت اللہ کو جا سکتی ہیں؟

المستفتی: غفران احمد کٹا باغ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عدت وفات چار مہینہ دس دن کی ہوتی ہے اگر چاند کی پہلی تاریخ میں انتقال ہو جائے تو چاند کے مہینہ کے حساب سے عدت پوری کی جاتی ہے، اور جب درمیان مہینہ میں انتقال ہو جائے تو ایک سوتیس دن مکمل عدت کے شمار ہوتے ہیں، اور چونکہ آپ کے والد کی وفات چاند کی پہلی تاریخ کو نہیں ہوئی ہے، اس لیے ۱۲؍اکتوبر سے آئندہ ایک سوتیس دن پورے ہونے پر سورج غروب ہونے کے بعد آپ کی والدہ کی عدت پوری ہو جائے گی۔

﴿قال الله تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا. [البقرة: ٢٣٤]﴾

والعدة للموت أربعة أشهر وعشرا من الأيام. (شامی، کتاب الطلاق، باب العدة زکریا ٥/١٨٨، کراچی ٣/٥١٠)

إذا اتفق عدة الطلاق والموت فی غرة الشهر اعتبرت الشهور بالأهلة و إن نقصت عن العدد و إن اتفق فی وسط الشهر فعند الإمام يعتبر بالأيام . (شامی، کراچی ٣/٥٠٩، زکریا ٥/١٨٧، هندیه، زکریا قدیم ١/٥٢٧، جدید ١/٥٨٠، بدائع کراچی ٣/١٩٦، زکریا٣/٣١٠)

(۲) عدت سے اٹھنے کا کوئی خاص طریقہ نہیں ہے بلکہ عدت میں جن چیزوں کا استعمال منع تھا عدت کے ختم ہونے کے بعد ان چیزوں کا استعمال کرسکتی ہیں، مثلاً: چوڑیاں پہن سکتی ہیں، بناؤ سنگار کرسکتی ہیں، نیا لباس پہن سکتی ہیں، اور بیٹوں کی موجودگی میں اپنے محرم رشتہ داروں کے ساتھ جن سے نکاح جائز نہیں مثلاً دادا کے ساتھ چچا یا ماموں بھانجے کے ساتھ حج کو جاسکتی ہیں۔

عن أبی هريرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ: لا يحل لامرأة أن تسافر ثلاثا إلا و معها ذو رحم محرم منها. (مسلم، کتاب الحج، باب استحباب الذکر إذا رکب دابته، النسخة الهندية ١/٤٣٤، بيت الأفكار، رقم: ١٣٣٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۹۰۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۳/۳ھ

عدت پوری ہونے پر گھر سے نکلنا ضروری نہیں

سوال [۷۲۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کا انتقال ہوگیا، اس کی بیوی عدت گذار رہی ہے، شوہر کا انتقال ۲۱؍

اپریل ۲۰۰۴ء مطابق ۳۰؍صفر ۱۴۲۵ھ کو ہوا تھا، تو عدت کب پوری ہوگی، عدت پوری ہونے پر گھر سے کس طرح جایا جائے گا، اور واپس کس طرح آیا جائے گا، شریعت میں اس کی کیا حیثیت ہے؟

المستفتی: محمد ارشد برولان مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس دن شوہر کا انتقال ہوا یعنی ۲۱؍اپریل ۲۰۰۴ء مطابق ۳۰؍صفر ۱۴۲۵ھ، اس تاریخ سے عدت شمار ہوگی اس اعتبار سے ۲۹؍اگست بروز اتوار مطابق ۱۲؍رجب کو ۱۳۰؍دن پورے ہوں گے، نیز عدت پوری ہونے پر گھر سے نکلنا ضروری نہیں ہے، بلکہ وقت پورا ہونے پر گھر سے نکلے بغیر بھی عدت مکمل ہوجاتی ہے، اور عدت کی پابندیاں ختم ہوجاتی ہیں۔

﴿**قال اللہ تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا.** [البقرة: ٢٣٤]﴾

والعدة للموت أربعة أشهر وعشرا من الأيام. (شامی، کتاب الطلاق، باب العدة زكريا ٥/١٨٨، كراچی ٣/٥١٠، هنديه زكريا قديم ١/٥٢٧، جديد ١/٥٨٠، بدائع الصنائع، كراچی ٣/١٩٦، زكريا ٣/٣١٠، المحيط البرهانی، المجلس العلمی بيروت ٥/٢٢٨، رقم: ٥٦٥٩، تاتارخانية زكريا ٥/٢٣١، رقم: ٧٧٣٠)

وتنقضی العدة و إن جهلت المرأة بهما. (شامی، كراچی ٣/٥٢٠، زكريا ٥/٢٠٢، هنديه زكريا قديم ١/٥٣١، جديد ١/٥٨٤، هدايه اشرفی ديوبند ٢/٤٢٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶؍رجب المرجب ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۴۳۹/۳۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/۷/۱۴۲۵ھ

تکمیل عدت کے دن عورتوں کا گھر میں جمع ہونا

سوال [۷۲۹۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: میرے شوہر کا انتقال مؤرخہ ۹؍نومبر ۲۰۰۹ءکو بوقت شام ۶؍بجے ہوگیا تھا، انا للہ وانا الیہ راجعون، لہٰذا عدت کب پوری ہوگی؟ نیز جس دن عدت مکمل ہوتی ہے اس دن کنبہ کی عورتیں گھر میں جمع ہوتی ہیں اور پورا گھر بھر جاتا ہے تو کیا ایسا کرنا کوئی شرعی فعل ہے، یا فقط ایک رسم ہے؟ اور کیا ایسا کرنا گناہ کبیرہ ہے؟

المستفتی: محمد وسیم ٹانڈوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں آپ کے شوہر کا انتقال جب ۹؍نومبر ۲۰۰۹ءکو بوقت شام چھ بجے ہوا تو آپ کی عدت وفات انتقال کے دن سے ایک سو تیس دن مکمل ہونے پر پوری ہوگی، اگر اس وقت چھ بجے سورج غروب ہو چکا تھا تو تاریخ بدل جائے گی، لہٰذا ۱۰؍نومبر سے ایک سو تیس دن مکمل ہونے پر آپ کی عدت پوری ہو جائے گی، اور اس دن سورج غروب ہونے کے بعد آپ عدت سے آزاد ہو جائیں گی، رہی بات یہ کہ عدت مکمل ہونے کے دن کنبہ کی عورتوں کا مرحوم کے گھر میں جمع ہونا تو یہ غیر شرعی عمل ہے، شریعت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۵/۴۴۸)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا. [البقرة: ٢٣٤] ﴾

وفي الشامية: إذا اتفق عدة الطلاق والموت في غرة الشهر اعتبرت الشهور بالأهلة وإن نقصت عن العدة وإن اتفق في وسط الشهر فعند الإمام يعتبر بالأيام فتعتد في الطلاق بتسعين يوما وفي الوفاة بمأة و ثلاثين. (شامي، كتاب الطلاق، باب العدة قبيل مطلب في عدة زوجة الصغير، كراچی ٣/٥٠٩، زكريا ٥/١٨٧، هنديه زكريا قديم ١/٥٢٧، جديد ١/٥٨٠، بدائع كراچی ٣/١٩٦، زكريا ٣/٣١٠، المحيط البرهاني، المجلس العلمي بيروت ٥/٢٢٨، رقم: ٥٦٥٩، تاتارخانية زكريا ٥/٢٣١، رقم: ٧٧٣٠)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا

مالیس منه فهو رد. (بخاری شریف، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی جور فالصلح مردود ۱/۳۷۱ رقم: ۲۶۱۹، ف: ۲۶۹۷، صحیح مسلم، کتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ...... النسخة الهندية ۲/۷۷، بيت الأفكار، رقم: ۱۷۱۸، سنن أبی داؤد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة النسخة الهندية ۲/۶۳۵ دار السلام رقم: ٤٦٠٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۹۱۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲/۳/۱۴۳۱ھ

عدت کی تکمیل اور بعض رسوم کا بیان

سوال [۷۲۹۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) میرے شوہر کا انتقال ۱۴ ذی الحجہ صبح ۷ بجے کے وقت پر ہوا تھا تو سوال یہ ہے کہ میری عدت کتنی تاریخ اور کس وقت پوری ہوگی؟

(۲) عدت کے پوری ہونے والے دن یہ رسم ہے کہ میکہ والے اور سسرال والے کپڑے لاتے ہیں تو یہ رسم کیسی ہے اور ان کپڑوں کا پہننا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) جس دن عدت پوری ہو جاتی ہے اس دن میکہ والے اور سسرال والے مجھے اپنے اپنے گھر لے جانا چاہتے ہیں تو یہ ان کا لے جانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ عدت جب پوری ہو جائے تو غسل اور نیا کپڑا پہننا ضروری ہے؟ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: وصی احمد اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) ۱۴ ذی الحجہ بھی مکمل شمار کر کے ایک سو تیس ایام جس دن پورے ہوں گے اس دن شام کو سورج غروب ہونے کے بعد آپ کی عدت پوری ہو جائے گی۔

فی الشامية: لأن المراد إن عدة الموت أربعة أشهر و عشرا وإن كانت من ذوات الحيض. (شامی، کتاب الطلاق، باب العدة ، کراچی ۳/ ۵۱۰، زکریا ۵/ ۱۸۸)

وعلى قول العامة: تنقضي بغروب الشمس. (شامی، کراچی ۳/ ۵۱۰، زکریا ۵/ ۱۸۸، البحر الرائق کوئٹہ ۴/ ۱۳۲، زکریا ۴/ ۲۲۳)

(۲) نئے کپڑوں کو پہننے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اسی دن کپڑے لانے کی رسم کو ترک کردینا چاہیے۔

(۳) جس دن عدت پوری ہوجاتی ہے اس دن میکے یا سسرال والوں میں سے جس کے پاس چاہیں جاسکتی ہیں، لیکن اسی دن جانا لازم نہیں سمجھنا چاہیے، اور عدت کے پورے ہونے پر غسل اور نیا کپڑا پہننا لازم نہیں ہے، جومیسر ہو پہن سکتی ہیں اور غسل جب بھی چاہیں اور جب ضرورت ہو کرسکتی ہیں۔ (بہشتی زیور۴/ ۵۸، اصلاح الرسوم ۸۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۵۶۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۴/۱۴ھ

کیا عدت مکمل ہونے کے بعد عورت بااختیار ہے؟

سوال [۷۲۹۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک عورت کے شوہر کا انتقال ہوگیا اور اس نے عدت بھی پوری کرلی، مگر شوہر جس گھر میں رہتا تھا، وہ گھر انتہائی تنگ ہے، سسرال والے اور تمام رشتہ دار اس گھر میں مقیم ہیں، کوئی محرم بھی نہیں ہے اگر ان حالات میں عورت اپنے میکہ میں آجائے اور اپنے بچوں کو بھی جو چھوٹے چھوٹے ہیں ساتھ لے آئے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے، اگر شوہر مرحوم کے رشتہ دار حائل ہوں اور بچوں اور ماں کو مجبور کریں سسرال میں ہی رہنے پر جبکہ وہاں قیام وطعام کا بھی معقول بندوبست نہیں ہے کیونکہ شوہر نے کوئی ورثہ نہیں چھوڑا اور کوئی جائیداد نہیں چھوڑی، کیا ان کی ماں اور بچوں پر دباؤ ڈالنا جائز ہے؟

المستفتی: جمیل احمد رام نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب عورت کی عدت پوری ہوچکی ہے تو اب اس پر سسرال والوں کا دباؤ ڈالنا کہ تم کو یہیں رہنا ہے جائز نہیں ہے، بلکہ اس کو حق ہے کہ وہ اپنی مرضی سے چاہے میکے میں جا کر رہے یا دوسری جگہ شادی کر کے باعصمت زندگی گذارے، نیز جب سسرال میں اس کے رہنے کے لیے الگ مکان بھی نہیں ہے، ایسے حالات میں اس کو سسرال میں نہیں رہنا چاہیے، میکے ہی میں رہنا چاہیے، یا دوسری شادی کر کے اس شوہر کے پاس رہنا چاہیے۔

فإنها لاتخرج حتی تعتد ثم تخرج إن کان لها محرم. (هدایه، کتاب الطلاق، باب العدة، اشرفی دیوبند۲/ ۴۲۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍جمادی الاول ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۲۷۴)

شوہر کے انتقال کے بعد فوراً دوسرا نکاح کرنا

سوال [۷۲۹۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ڈیڑھ سال قبل معظّمہ کی شادی مشکور سے ہوئی تھی، شادی کے فوراً بعد سے شوہر بیوی کے تعلقات خراب ہوگئے اور مشکور نے معظّمہ کو پریشان کرنا شروع کر دیا تھا، لہٰذا معظّمہ اپنی ماں کے گھر چلی آئی اور تقریباً ایک سال دو ماہ سے معظّمہ اپنی ماں کے پاس رہ رہی ہے، اس دوران معظّمہ کا اپنے شوہر مشکور سے کوئی تعلق نہیں رہا ہے، ہفتہ کے دن معظّمہ کے شوہر مشکور کا انتقال ہوگیا اب معظّمہ کے گھر والے معظّمہ کی دوسری شادی کرانا چاہتے ہیں، اب اس صورت میں معظّمہ کے گھر والے معظّمہ کی دوسری شادی فوراً کراسکتے ہیں یا نہیں؟ یا معظّمہ کے اوپر عدت گذارنی ضروری ہے؟

المستفتی: محمد اعلم دولب باغ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: معظّمہ کا اپنے شوہر سے اختلاف کی وجہ سے اپنے والدین کے یہاں رہنے سے اس کا نکاح ختم نہیں ہوا ہے، وہ بدستور مشکور کی بیوی رہی، لہٰذا مشکور کی موت کے بعد چار ماہ دس دن عدت گذارنا اس کے اوپر فرض و واجب ہے، اور مشکور کی موت سے چار ماہ دس دن پورے ہونے سے قبل اس کے ساتھ کسی کا نکاح صحیح نہیں ہوگا۔

لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره وکذا المعتدة سواء کانت العدة عن طلاق أو وفات أو دخول فی نکاح فاسد وشبهة نکاح.

(عالمگیری، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها الغیر زکریا قدیم ۱/۲۸۰، جدید ۱/۳۴۶)

لایجوز نکاح منکوحة الغیر و معتدته الغیر عند الکل. (خانیه، زکریا ۱/۲۲۱، وعلی هامش الهندیة زکریا ۱/۳۶۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰؍ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۰۲۱/۳۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۴/۳۰ھ

معتدہ کا قضائے حاجت وغسل کے لیے باہر جانا

سوال [۷۲۹۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: عورت ایسے مکان میں عدت گذار رہی ہو، جہاں غسل خانہ بیت الخلاء نہیں ہے بلکہ مکان سے باہر دور جگہ یا کمپاؤنڈ بنا ہوا ہونے کی وجہ سے کمپاؤنڈ کے دروازے وغیرہ دور جگہ ہو تو کیا معتدہ دورانِ عدت برائے غسل وقضائے حاجت جا سکتی ہے یا نہیں؟ یا پھر مکان میں کسی جگہ نظم کرنا پڑے گا، اگر مکان میں نظم ممکن ہی نہ ہو تو کیا حکم ہوگا؟

المستفتی: مولوی عظمت علی آسامی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: غسل خانہ اور بیت الخلاء گھر میں نہ ہو اور گھر میں اس کا نظم کرنا مشکل ہو تو معتدہ قضائے حاجت اور غسل واجب کے لیے گھر سے باہر جاسکتی ہے۔

معتدة الطلاق و الموت يعتدان في المنزل المضاف إليهما بالسكنى وقت الطلاق والموت ولا يخرجان منه إلا لضرورة. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، فصل في الإحداد، كوئٹه ٤/١٥٤، زكريا ٤/٢٥٩)

وتعتدان أي معتدة طلاق و موت في بيت وجبت فيه ولا يخرجان منه إلا أن تخرج أو ينهدم المنزل ...... و نحو ذلك من الضرورات. (الدر مع الرد، كتاب الطلاق، باب العدة زكريا ديوبند ٥/٢٢٥، كراچی ٣/٥٣٦)

ولا بأس بأن تخرج نهارا في حوائجها لأنه تحتاج إلى الخروج بالنهار. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في أحكام العدة، زكريا ديوبند ٣/٣٢٤، كراچی ٣/٢٠٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/رجب المرجب ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۲۵۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۷/۹ھ

دورانِ عدت سفر کرنے کا حکم

سوال [۷۲۹۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: معتدہ دورانِ عدت اپنے شوہر یا ماں باپ بھائی وغیرہ کے ساتھ سفر کرسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد وسیم ٹانڈوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: یہ سوال صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ جب عورت عدت میں ہوتی ہے تو اس کی تین حالتیں ہیں یا تو شوہر مر گیا ہے، اور عورت عدت وفات گذار

رہی ہے،تو کیا قبر میں جا کر عورت شوہر کے ساتھ سفر کرے گی یا عورت طلاق بائن یا مغلظہ کی عدت گذار رہی ہے، اور اس میں نکاح باقی ہی نہیں رہتا ہے،تو شوہر شوہر ہی نہیں رہا یا شوہر نے طلاق رجعی دی ہو اور ساتھ سفر کرنے کی وجہ سے رجعت ہوگئی،تو وہ پھر عدت ہی میں کہاں رہی اس لیے یہ سوال بالکل بے محل ہے، رہی باپ اور بھائی کی بات تو دورانِ عدت ان کے ساتھ بھی سفر نہیں کرسکتی ہے۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۹؍رجب ۱۴۲۰ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر:۳۴/۶۲۵۱)	۹؍۷؍۱۴۲۰ھ

معتدہ کا والدین کی تعزیت کے لیے جانا

سوال [۷۲۹۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:معتدۂ وفات کیا اپنے والدین کے مرنے پر دن میں والدین کے گھر جاسکتی ہے؟

المستفتی: رشید احمد،سیڈھا، بجنور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: معتدۂ وفات کا اپنے والدین کے مرنے پر دن میں والدین کے گھر جانا شرعاً جائز ہے۔

و تعتدان أی معتدة موت و طلاق فی بیت وجبت فیه و لایخرجان منه إلا أن تخرج أو ینهدم المنزل ...... ونحو ذٰلک من الضرورات. (شامی، کتاب الطلاق، باب العدة، زکریا دیو بند ۵/ ۲۲۵، کراچی ۳/ ۵۳٦)

ذهب الفقهاء إلی أن المتوفی عنها زوجها لا تخرج لیلا، ولا بأس بأن تخرج نهارا لقضاء حوائجها. (الموسوعة الفقهیة الکویتیة ۲۹/ ۳۵۰)

و أما المتوفی عنها: فلا تخرج لیلا، ولا بأس أن تخرج نهارا فی

حـوائجها. (الـفـقـه الاسـلامـی و أدلتـه، هـدی انـٹرنیشنل دیوبند ۷/ ۶۲۰، دار الفکر ۹/ ۷۱۹۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۲۰۸)

معتدۃ الوفات والدین کے یہاں نہیں جائے گی

سوال [۷۳۰۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: معتدۃ الوفات اثناء عدت والدین کے گھر جاسکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ اس کا میکہ اسی شہر میں ہے؟

المستفتی: حافظ عظمت علی آسامی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: معتدہ عورت کے لیے دورانِ عدت عذر شدید کے بغیر والدین کے گھر جانا جائز نہیں، خواہ والدین کا گھر اسی شہر میں ہی ہو۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ مکتبہ فقیہ الامت ۲/ ۱۵۶)

معتدة الموت تخرج یوما وبعض اللیل لتکتسب ...... لأنه لا نفقة لها، حتی لو کان عندها کفایتها صارت کالمطلقة فلا یحل لها أن تخرج لزیارة ولا لغیرها لیلا ولا نهارا. (البحر الرائق، کتاب الطلاق، فصل فی الإحداد، زکریا دیوبند ۴/ ۲۵۹، کوئٹه ۴/ ۱۵۴، وهکذا فی الشامی زکریا دیوبند ۵/ ۲۲۵، کراچی ۳/ ۵۳۶، بدائع الصنائع زکریا دیوبند ۳/ ۳۲۴، کراچی ۳/ ۲۰۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶؍ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۵۰۸)

دورانِ عدت قریبی رشتہ دار کے انتقال پر اس کے گھر جانا

سوال [۷۳۰۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کا انتقال ہوگیا اور اس کی بیوی عدت میں بیٹھی ہوئی ہے اسی عدت کے دوران زید کی بیوی کے عزیز واقارب میں سے کسی کا انتقال ہوگیا جیسے بھائی، بہن، والدین، ماموں، پھوپھی خالہ وغیرہ تو زید کی بیوی اس کی صورت دیکھنے کے لیے جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر جاسکتی ہے تو وہاں ایک یا دو دن ٹھہر سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد حنیف امروہوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہت ہی قریبی رشتہ دار مثلاً ماں باپ، حقیقی بھائی، بہنیں یا حقیقی خالہ یا حقیقی پھوپھی کے انتقال پر دن دن میں جا کر دن ہی میں اپنے گھر واپس آجائے تو اس کی گنجائش ہے، سورج غروب ہونے تک وہاں ٹھہرنا جائز نہیں، بلکہ چند منٹ کے لیے جا کر ان کی صورت دیکھ کر واپس آجائے اور اتنی دوری پر جانا جائز نہیں، جہاں سے دن میں جا کر دن ہی میں اپنی رہائش پر واپس نہ ہوسکے اور جو لوگ ذو رحم محرم نہیں ہیں وہ اتنے قریبی رشتہ دار نہیں ہوتے، لہٰذا ان کی صورت دیکھنے کے لیے جانے کی گنجائش نہیں۔

وتعتدان أی معتدة طلاق و موت فی بیت وجبت فیه ولا یخرجان منه إلا أن تخرج أو ینهدم المنزل أو تخاف انهدامه أو تلف مالها أو لا تجد كراء البیت ونحو ذٰلک من الضرورات فتخرج لأقرب موضع إلیه. (شامی، کتاب الطلاق، باب العدة، زکریا دیوبند ۵/ ۲۲۵، کراچی ۳/ ۵۳۶)

فأما المتوفی عنها زوجها فلا بأس بأن تخرج فی النهار، وفی الزاد: وبعض اللیل لحاجتها ولا تبیت فی غیر منزلها. (تاتارخانیة زکریا ۵/ ۲۴۴ رقم: ۷۷۶۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۴۰۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۵/۸ھ

دورانِ عدت ہسپتال میں والدہ کو دیکھ بھال کرنا

سوال [۷۳۰۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہندہ عدت وفات گذار رہی ہے، ہندہ کی والدہ کا آپریشن ہوا ہے اور ہسپتال میں ہے، ہسپتال میں ہندہ کی والدہ کے پاس رہنے والا کوئی نہیں ہے، جبکہ تقریباً ۸/دن لگیں گے، معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا ایسے وقت میں جبکہ کوئی بھی ہندہ کی والدہ کے پاس رات کو رہنے والا تیماردار نہیں ہے، کیا ہندہ عدت کے اندر ہسپتال میں اپنی والدہ کے پاس رہ سکتی ہے؟

المستفتی: ساکنان بستی بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر واقعتاً ہندہ کی والدہ کی دیکھ بھال اور تیمار داری کرنے والا کوئی نہیں ہے تو شرعاً ہندہ کو صرف اتنی اجازت ہے کہ وہ دن دن میں جا کر دن ہی میں گھر واپس آجائے، اسپتال کے لوگ ہی ان کی دیکھ بھال کریں گے، یا اڑوس پڑوس کی کسی عورت کو یا کسی محرم مرد کو ضرورت پڑے تو بھیج دے، ہندہ رات کو وہاں نہیں رہ سکتی۔

وتعتدان في بيت وجبت فيه لا يخرجان منه إلا أن تخرج. (در مختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب العدة زكريا ديوبند ٥/٢٢٥، كراچی ٣/٥٣٦ وهكذا في البحر الرائق زكريا ٤/٢٥٩، كوئٹه ٤/١٥٤، بدائع الصنائع زكريا ٣/٣٢٤، كراچی ٣/٢٠٥، الموسوعة الفقهية الكويتية ٢٩/٣٥٠، الفقه الإسلامي و أدلته هدى انٹرنيشنل ٧/٦٢٠ دار الفكر ٩/٧١٩٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۲۶۷/۳۸)

معتدہ کا دن دن میں والدہ کی عیادت کے لیے جانا

سوال [۷۳۵۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: میرے شوہر کا کراچی میں انتقال ہوگیا اور میں اپنی بیٹی داماد کے گھر رہ کر عدت کررہی ہوں، اوراب میری والدہ کی طبیعت زیادہ خراب ہے، لہٰذا وہ بار بار مجھے دیکھنے کی خواہش کررہی ہیں، آپ مسئلہ بتادیں کہ کیا میں ان کو دیکھنے یا ان کے پاس رہ کر عدت پوری کرسکتی ہوں یا ان کو دیکھنے کس وقت سے کس وقت تک جاسکتی ہوں؟

المستفتی: عالیہ خاتون، گلاب رائے مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دن دن میں والدہ کو دیکھ کر اسی گھر میں واپس آجائے جس میں عدت گذاررہی ہے اور رات اپنی رہائشی جگہ پر ہی گذارا کرے تو جائز ہے۔

ومعتدة موت تخرج فی الجدیدین و تبیت أکثر اللیل فی منزلها. (در مختار، کتاب الطلاق، باب العدة کراچی ۳/ ۵۳۶، زکریا دیوبند ۵/ ۲۲۵)

وإذا خرجت بالنهار فی حوائجها لا تبیت عن منزلها الذی تعتد فیه.
(بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی أحکام العدة زکریا دیوبند ۳/ ۳۲۵، کراچی ۳/ ۲۰۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍محرم الحرام ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۲۹۲)

دورانِ عدت شادی یا موت میں جانا

سوال [۷۳۰۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: دورانِ عدت کیا عورت ضرورتاً کہیں جاسکتی ہے، مثلاً: کسی عزیز وا قارب کا انتقال ہوگیا یا کسی قریبی رشتہ دار کے یہاں شادی وغیرہ ہو؟

المستفتی: محمد جاوید رشدی فاروقی، ڈڑھیال، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شادی میں جانا ایسی شرعی ضرورت نہیں جس کی وجہ سے عورت عدت کے زمانے میں اس میں شرکت کرے، البتہ کسی قریبی عزیز کا انتقال بھی سوگ ہی ہے، اور طبعی ضرورت ہے اور سخت ضرورت کی بناء پر بقدر ضرورت گھر سے نکل کر ضرورت پوری کرنے کی اجازت ہے جیسا کہ حسب ذیل عبارت سے معلوم ہوتا ہے:

وتعتدان أي معتدة طلاق و موت في بيت وجبت فيه ولا يخرجان منه إلا أن تخرج أو ينهدم المنزل أو تخاف انهدامه أو تلف مالها أو لا تجد كراء البيت و نحو ذٰلک من الضرورات. (الدر مع الشامی، کتاب الطلاق، باب العدة زکریا دیوبند ۲۲۵/۵، کراچی ۵۳۶/۳، البحر الرائق کوئٹہ ۱۵٤/٤، زکریا ۲۵۹/٤، بدائع الصنائع زکریا ۳۲٤/۳، کراچی ۲۰۵/۳) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍رجب المرجب ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۰۶۳/۳۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴؍۷؍۱۴۲۷ھ

معتدہ کا حجاج کرام کو رخصت کرنے کے لیے اسٹیشن جانا

سوال [۷۳۰۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: معتدہ دورانِ عدت حجاج یا بیرون جانے والوں کو رخصت کرنے کے لیے اسٹیشن یا ان کے گھر جا سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد وسیم ٹانڈوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حجاج کرام یا باہر جانے والوں کو رخصت کرنے کے لیے معتدہ کا اسٹیشن یا ان کے گھر جانا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ نہ یہ شرعی ضرورت ہے نہ طبعی ضرورت ہے۔

ولا یخرجان منه إلا لضرورة. (البحر الرائق، کتاب الطلاق، فصل فی الإحداد کوئٹہ ٤/١٥٤ زکریا ٤/٢٥٩، وهکذا فی الدر مع الرد زکریا ٥/٢٢٥، کراچی ٣/٥٣٦، بدائع الصنائع زکریا ٣/٢٢٥، کراچی ٣/٢٠٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍رجب المرجب ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۲۵۱/۳۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹؍۷؍۱۴۲۰ھ

معتدہ کا ڈاکٹر کے پاس یا تعزیت کے لیے جانا

سوال [۷۳۰۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری والدہ تقریباً ساٹھ سال کی ہیں میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے اور وہ عدت میں ہیں ان کے لیے کیا پابندی ہے کیا وہ ڈاکٹر کے یہاں جاسکتی ہیں یا کسی عزیز کی میت وغیرہ میں جاسکتی ہیں، سر میں تیل یا سرمہ لگا سکتی ہیں؟

المستفتی: محمد انور نئی آبادی، جامع مسجد مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شوہر کے انتقال کے بعد چار مہینے دس دن تک عدت میں گذارنا لازم اور واجب ہے، یہ شریعت کا قطعی حکم ہے، اور اس دوران بلا عذر زینت کے لیے سر میں تیل لگانا، مانگ نکالنا، سرمہ لگانا، خوشبو لگانا، زیورات پہننا، نیا کپڑا پہننا اور گھر سے باہر دیگر جگہوں میں آنا اور جانا سب ممنوع ہیں، ہاں البتہ گھر کی حویلی کے اندر سب کمروں میں جا آسکتی ہیں، اور گھر کی تمام ضروریات پوری کرسکتی ہیں، کھانا وغیرہ پکاسکتی ہے، اور بیماری کی وجہ سے دن میں ڈاکٹر کے یہاں جا کر آسکتی ہیں، لیکن کسی شادی، غمی میں شرکت نہیں کرسکتیں، ہاں البتہ بہت زیادہ قریبی عزیز مثلاً ماں باپ اولادیں، حقیقی بھائی بہن اس طرح کے قریبی رشتہ دار کے انتقال پر تھوڑی دیر جا کر آنے کی گنجائش ہے، مگر دور کے رشتہ داروں کی میت پر جانے کی گنجائش نہیں ہے۔

﴿قال اللہ تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا. [البقرۃ: ۲۳۴]﴾

عن أم عطية قالت: كنا نُنهى أن نحد على ميت فوق ثلاث إلا على زوج أربعة أشهر و عشرا، ولا نكتحل، ولا نطيب، ولا نلبس ثوبا مصبوغا إلا ثوب عَصْب، وقد رخص لنا عند الطهر إذا اغتسلت إحدانا من محيضها فى نبذة من كست ظفار. (صحيح البخاری، الطلاق، باب القسط للحادة عند الطهر، النسخةالهندية ۲/ ۸۰۴، رقم: ۵۱۳۲، ف: ۵۳۴۱)

وعدة المتوفى عنها زوجها إذا كانت غير حامل وهى حرة أربعة أشهر وعشرا. (تاتارخانية، الفصل الثامن والعشرون فى العدة زكريا ۵/۲۲۸، رقم: ۷۷۲۵)

والحداد الاجتناب عن الطيب والدهن والكحل والحناء والخضاب ولبس المطيب والمعصفر والثوب الأحمر و ما صبغ بزعفران إلا إن كان غسيلا لا ينفض ولبس القصب والحز والحرير ولبس الحلى و التزين والامتشاط. (هنديه، كتاب الطلاق، الباب الرابع عشر فى الحداد، زكريا قديم ۱/۵۳۳، جديد ۱/۵۸۵، الفتاوىٰ التاتارخانية كوئٹه ۴/۷۲، زكريا ۵/۲۴۹-۲۵۰، رقم: ۷۷۷۷)

المتوفى عنها زوجها فلا بأس بأن تخرج فى النهار، وفى الزاد: وبعض الليل لحاجتها و لا تبيت فى غير منزلها. (تاتارخانية، زكريا ۵/۲۴۴، كوئٹه ۴/۶۸، البحر الرائق زكريا ۴/۲۵۹، كراچى ۴/۱۵۴، رقم: ۷۷۶۵، هنديه زكريا قديم ۱/۵۳۴، جديد ۱/۵۸۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۰۶۲)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۵/۱۷ھ

دورانِ عدت ڈاکٹر کے پاس جانا

سوال [۷۳۰۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ میری والدہ عدت گذار رہی ہیں، اس دوران بیماری کی وجہ سے ڈاکٹر کو دکھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اوران کا جب دل گھبرائے تو وہ اپنے بھائیوں کے یہاں جاسکتی ہیں یا نہیں؟ ان بھائیوں کا گھر بھی سامنے ہی معتدہ کے گھر سے قریب ہی ہے، عمر ۷۰ سال ہے، بے چینی کے وقت اپنے بھائی بھتیجوں کے یہاں جاسکتی ہیں؟

المستفتی: محمد اکرم بڑی مسجد کٹا باغ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر ڈاکٹر کو گھر نہ بلایا جاسکتا ہو اور مرض شدید ہو تو ایسی مجبوری میں ڈاکٹر کے پاس جانا جائز ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۵/۴۴۱، فتاویٰ رحیمیہ ۸/۴۳۵)

ہاں زیادہ بے چینی اور گھبراہٹ ہے اور اپنے گھر میں تنہائی ہے تو اپنے حقیقی بھائیوں کے وہاں جا کر عدت گذار سکتی ہے اور عدت گذرنے تک وہیں رہے۔

المعتدة إذا كانت في منزل ليس معها أحد وهي لا تخاف من اللصوص و لا من الجيران ولكنها تفزع من أمر البيت إن لم يكن الخوف شديداً ليس لها أن تنتقل من ذٰلك الموضع لأن قليل الخوف يكون منزلة الوحشة وإن كان الخوف شديدا كان لها أن تنتقل. (قاضيخان، كتاب الطلاق، باب العدة زكريا ۱/ ۳۵۰-۳۵۱، وعلى هامش الهندية ۱/ ۵۵٤، زكريا ديوبند قديم ۱/ ۵۳۵ جديد ۱/ ۵۸۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۷۷۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۵/۲۸ھ

دورانِ عدت علاج کے لیے ڈاکٹر کے پاس جانا

سوال [۷۳۰۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہماری والدہ بہت بیمار ہیں اور حکیم و ڈاکٹر کی دوا برابر چلتی رہتی ہے اور ہفتہ یا

عشرہ میں ان کو حکیم وڈاکٹر کو دکھانا پڑتا ہے، مگر وہ ایک ہفتہ سے عدت میں ہیں، اور طبیعت بہت خراب رہنے لگی ہے، لہٰذا اب آپ بتائیں کہ شرعاً ان کو ڈاکٹر کو دکھایا جا سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: نوید جمال شمسی، ٹھٹھیرا، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: علاج کے لیے دن میں جا کر دن ہی میں واپس آجائے تو اس کی شرعاً اجازت ہے۔

ومعتدة موت تخرج في الجديدين وتبيت أكثر الليل. (در مختار، کتاب الطلاق، باب العدة، کراچی ۳/۵۳۶، زکریا دیوبند ۵/۲۲۵، البحر الرائق زکریا ۴/۲۵۹، کوئٹہ ۴/۱۵۴، بدائع الصنائع زکریا ۳/۳۲۴، کراچی ۳/۲۰۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ ذیقعدہ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۴۲۳۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۱۱/۲۸ھ

عدت کی حالت میں ڈاکٹر کے یہاں جانا

سوال [۷۳۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: معتدہ عورت عدت کی حالت میں علاج کے لیے ڈاکٹر کے یہاں جا سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: مولوی عظمت علی آسامی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہتر یہ ہے کہ ڈاکٹر کو گھر بلا لیا جائے، اگر یہ نہ ہو سکے تو ضرورتِ علاج کے پیش نظر معتدہ عورت ڈاکٹر کے یہاں دن دن میں جا کر اپنا علاج کرلے تو اس کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲/۴۸۶، احسن الفتاویٰ ۵/۴۴۱)

معتدة الطلاق والموت يعتدان في المنزل المضاف إليهما بالسكنى وقت الطلاق والموت ولا يخرجان فيه إلا لضرورة ...... وليس المراد

حصر الأعذار. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، فصل في الإحداد زكريا ٤/ ٢٥٩، كوئٹه ٤/ ١٥٤، تاتارخانية زكريا ٥/ ٢٤٤ رقم: ٧٧٦٥، بدائع الصنائع زكريا ٣/ ٣٢٤، كراچى ٣/ ٢٠٥، الدر مع الرد زكريا ديوبند ٥/ ٢٢٥ كراچى ٣/ ٥٣٦، تبيين الحقائق زكريا ٣/ ٢٧١، مكتبه امداديه ملتان ٣/ ٣٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۴۷۸)

معتدۃ الوفات شدید بیماری میں کیا کرے؟

سوال [۷۳۱۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک عورت عدت میں ہے لیکن شدید بیماری کی وجہ سے ہم اسے ڈاکٹر یا حکیم کے گھر پر یا دواخانہ لے جا کر دکھا سکتے ہیں؟

المستفتی: حاجی محمد اکرام صاحب اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عدت وفات گذارنے والی عورت اگر بیمار ہے تو بہتر ہے کہ ڈاکٹر کو گھر لا کر دکھا دیا جائے، اگر ڈاکٹر کو بلانے میں دشواری ہے تو دن دن میں ڈاکٹر کو دکھا کر لا سکتے ہیں، رات میں نہیں۔

فأما المتوفى عنها زوجها فلا بأس بأن تخرج في النهار، وفي الزاد: وبعض الليل لحاجتها ولاتبيت في غير منزلها. (تاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل الثامن والعشرون، كوئٹه ٤/ ٦٨، زكريا ديوبند ٥/ ٢٤٤، رقم: ٧٧٦٥، هنديه، زكريا قديم ١/ ٥٣٤، جديد ١/ ٥٨٦، هدايه اشرفى ٢/ ٤٢٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۵۵۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۳/۱۱ھ

دورانِ عدت ووٹ ڈالنے کے لیے جانا

سوال [۷۳۱۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: پردھانی کے الیکشن ہیں، کیا عدت کی حالت میں عورت ووٹ ڈالنے اپنے محلّہ میں جاسکتی ہے؟ افسران گھر پر بلیٹ پیپر نہیں دے رہے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ عورت کا یہیں پر آنا ضروری ہے، پردھان اپنے ایک ووٹ پر ہار جیت کا مدار سمجھ کر کوشش میں ہے کہ انتہائی پردہ کے ساتھ عورت چلی جائے تو شرعاً کیا حکم ہے؟

المستفتی: سعید احمد، نہٹور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پردھانی کے الیکشن میں ووٹ دینا اس عورت کے لیے ضروریاتِ دین میں سے نہیں ہے، ووٹ دینے کے لیے ووٹروں کے ساتھ لائن میں لگنا عدت کے درمیان درست نہیں ہے، اگر جائے گی تو عدت کا سلسلہ تو باقی رہے گا لیکن عورت گنہگار ہوگی۔

لا تخرج المعتدة عن طلاق أو موت إلا لضرورة. (شامی، کتاب الطلاق، باب العدة، زکریا دیوبند ۲۲۵/۵، کراچی ۵۳۶/۳، البحر الرائق زکریا ۲۵۹/۴، کراچی ۱۵٤/٤، الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۹/ ۳۵۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍ شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۱۰۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۷/۸/۱۷ھ

کیا دورانِ عدت ووٹ ڈالنے جاسکتی ہے؟

سوال [۷۳۱۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری بہن جن کے شوہر کا انتقال ماہ اکتوبر میں ہوا ہے اور ابھی وہ عدت میں ہے اور

رامپور شہر میں رہتی ہیں، یہاں مرادآباد میں ایک اسکول کی مینجمنٹ کمیٹی کا الیکشن ہونے والا ہے اوراس میں وہ ووٹر ہیں کیا وہ اپنا ووٹ ڈالنے مرادآباد آسکتی ہیں؟

المستفتی: منصوب حسن گھیر سید خاں مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ووٹ دینا عورت کی دینی یا طبعی ضرورت نہیں ہے اس لیے اس کام کے لیے عدت کی حالت میں رامپور سے مرادآباد آنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

وجبت العدة إذا كان بعد الدخول فليس لها أن تخرج من منزلها كذا في البدائع. (هنديه، كتاب الطلاق، باب العدة زكريا قديم ۱/۵۳۵، جديد ۱/۵۸۷، بدائع الصنائع كراچی ۳/۲۰۸، زكريا ۳/۳۲۹)

على المعتدة أن تعتد في المنزل الذي يضاف إليها السكنى حال وقوع الفرقة أو الموت كذا في الكافي. (هنديه، زكريا قديم ۱/۵۳۵، جديد ۱/۵۸۷، هدايه اشرفی ۲/۴۲۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/رجب المرجب ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۳۶۸)

رقم کو ضائع ہونے سے بچانے کیلئے معتدہ کا سفر کرنا

سوال [۷۳۱۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہندہ کے شوہر کا بمبئی میں انتقال ہوگیا، ہندہ عدت بجنور میں گذار رہی ہے، شوہر کا سارا روپیہ ممبئی بینک میں ہے، بینک والے بغیر ہندہ کے ممبئی جائے روپیہ نہیں دے رہے ہیں، کیا ایسی حالت میں ہندہ بمبئی کا سفر کرسکتی ہے، عدت پوری کرنے کے بعد جانے پر پیسہ ملنے میں انتہائی دشواری ہے، رقم سوخت بھی ہوسکتی ہے؟

المستفتی: سعید احمد نہٹور بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر واقعی ہندہ کے بمبئی جائے بغیر بینک میں شوہر کے نام کی رقم ضائع ہونے کا سخت خطرہ ہے، اور عدت چار مہینے دس دن پوری کرنے کے درمیان رقم سوخت ہونے کا خطرہ ہے، تو رقم کے بچانے اور اس کو حاصل کرنے کی غرض سے پردہ کی حفاظت کے ساتھ تیز رفتار گاڑی سے سفر کرکے رقم حاصل کرنے کی گنجائش ہے، اور رقم مل جانے کے بعد وہاں کوئی زائد وقت نہ گذارے، فوراً اپنے ٹھکانے پر آکر کے عدت میں بیٹھ جائے۔

ولا یخرجان منه إلا أن تخرج أو ینهدم المنزل أو تخاف انهدامه أو تلف مالها. (شامی، کتاب الطلاق، باب العدة، زکریا ۵/ ۲۲۵، کراچی ۳/ ۵۳٦، بدائع الصنائع زکریا ۳/ ۳۲۵، کراچی ۳/ ۲۰۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍ شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۷/۸/۱۴۲۷ھ)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/۸/۱۴۲۷ھ

دورانِ عدت شوہر کی جگہ اپنا نام لکھوانے کے لیے بینک جانا

سوال [۷۳۱۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری لڑکی کے شوہر کا ۱۲؍ دسمبر ۲۰۰۸ء کو انتقال ہوگیا ہے، شوہر کا بینک سے کاروبار کا پیسہ آجاتا تھا، ان کی پانچ لڑکیاں ایک لڑکا جس کی عمر ۱۲؍ سال ہے اس لیے میری لڑکی اپنے شوہر کی جگہ بینک میں اپنا نام لکھونے کے لیے اپنے سگے بھائی کے ساتھ بینک جاسکتی ہے عدت میں یا نہیں؟

المستفتی: محمد ایوب بیگ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس عورت کے شوہر کا انتقال ہوجائے وہ عدت کے دوران اپنی ذاتی اور معاشی ضرورت کے لیے دن دن میں باہر جا کے ضرورت پوری

کرکے دن ہی میں گھر آجائے، تو شریعت میں اس کی اجازت ہے، لہٰذا آپ کی لڑکی اپنا نام درج کرانے کے لیے دن ہی دن میں بینک جاکے دن ہی دن میں واپس آجائے تو جائز ہے۔

وأما المتوفى عنها زوجها فلانه لا نفقة لها فتحتاج إلى الخروج نهارا لطلب المعاش و قد يمتد إلى أن يهجم الليل. (شامی، كتاب الطلاق، باب العدة زكريا ديوبند ٥/٢٢٤، كراچی ٣/٥٣٦)

ومعتدة الموت تخرج يوما و بعض الليل لتكتسب لأجل قيام المعيشة. (البحر الرائق كوئٹه ٤/١٥٣، زكريا ٤/٢٥٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍محرم الحرام ۱۴۳۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۷۳۰/۳۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۰/۱/۸ھ

دورانِ عدت پیسہ نکالنے کے لیے بینک جانا

سوال [۷۳۱۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے شوہر کا انتقال ہوئے قریب ایک مہینہ ہو چکا ہے اور میں عدت میں ہوں میرے ساتھ ایک مجبوری ہے وہ یہ ہے کہ میں اسکول میں سرکاری سروس کرتی ہوں اور وہ اسکول میں اپنے گھر میں ہی چلاتی ہوں کہیں جانا نہیں پڑتا لیکن اس اسکول میں بچوں کو کھانا باٹا جاتا ہے جس کا روپیہ اکاؤنٹ میں آتا ہے، وہ میرے علاوہ کوئی اور نہیں نکال سکتا ہے، میں نے کافی کوشش کرکے دیکھ لی مگر میرے جائے بغیر وہ روپیہ نہیں نکل سکتا، اگر میں روپیہ نہیں نکالتی ہوں تو میری سروس پر تین مہینہ کا بریک لگ جائے گا، شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتی: محمد رضوان کسرول مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عدت وفات میں بیوہ کے لیے معاشی ضرورت کی غرض سے دن دن میں ایک دو گھنٹہ کے واسطے باہر جانے کی اجازت ہے، لہٰذا دن دن میں جاکر بینک کے کاغذات میں دستخط کرکے آنا آپ کے لیے جائز ہے۔

ومعتدة موت تخرج في الجديدين و تبيت أكثر الليل في منزلها لأن نفقتها عليها فتحتاج للخروج. (شامي، كتاب الطلاق، باب العدة زكريا ٥/٢٢٤، كراچی ٣/٥٣٦)

والمتوفى عنها زوجها تخرج نهارا وبعض الليل. (هنديه زكريا قديم ١/٥٣٤، جديد ١/٥٨٦، هدايه اشرفی ٢/٤٢٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍ربیع الاول ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۳۰۵/۳۹)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۳/۵ھ

دورانِ عدت پنشن جاری کرانے کے لیے کچہری جانا

سوال [۷۳۱۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہندہ کے شوہر کا انتقال ہوگیا اور ہندہ کا شوہر سرکاری ملازم تھا، اور ہندہ قانون شرعیہ کے مطابق عدت گذار رہی ہے، اب ہندہ کے پاس دورانِ عدت کے اخراجات کے لیے سرمایہ نہیں ہے، تو کیا ہندہ اپنے اخراجات کے لیے اپنے شوہر کی پنشن کے لیے درخواست دینے اور کچہری میں جا کر بیان دینے کے لیے دورانِ عدت جا سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: ضیاء الحق مغل پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی صورت میں ہندہ دن دن میں جا کر درخواست اور بیان دے سکتی ہے۔

وأما المتوفى عنها زوجها فلانه لا نفقة لها فتحتاج إلى الخروج نهارا لطلب المعاش. (شامي، كتاب الطلاق، باب العدة كراچی ٣/٥٣٦، زكريا ديوبند ٥/٢٢٥، بدائع الصنائع زكريا ٣/٣٢٤-٣٢٥، كراچی ٣/٢٠٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ذی قعدہ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۲۰۰/۳۱)

دورانِ عدت کچہری جانا

سوال [۷۳۱۷]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) میں عدت کی حالت میں ہوں، میرے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے لیکن کچھ بہت ضروری کام ہیں مثلاً میرے شوہر نے ایک زمین خریدی تھی جس کی رجسٹری ہونی ہے، مجھے کچہری جانا پڑسکتا ہے، عدت گذرنے کا انتظار کروں تو زمین کو خطرات ہیں تو ان حالات میں دن میں جا کر یہ ضروری کام کراسکتی ہوں یا نہیں؟

(۲) شوہر کا انتقال اپنے باپ کے مکان پر ہوا جبکہ ہم میاں بیوی ایکتا وہار میں رہتے تھے، تو عدت ایکتا وہار میں گذاریں یا سسر کے مکان پر جبکہ سسر کے یہاں کافی دشواری ہے، مکان بھی چھوٹا ہے؟

المستفتی: عظمیٰ پروین مقبرہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ دن دن میں رجسٹری کرانے کے لیے کچہری اور دفاتر میں شرعی پردہ کا لحاظ رکھتے ہوئے بلا تردد جاسکتی ہیں اور دن میں جا کر دن ہی میں واپس آجائیں اس میں کوئی حرج نہیں اور عدت وہیں گذارنی افضل ہے، جہاں شوہر کے ساتھ رہائش ہوتی تھی، اور ایکتا وہار میں آپ کے شوہر کا رہائشی مکان ہے، لہٰذا وہیں عدت گذارنا بہتر ہے۔

وأما المتوفى عنها زوجها فلا تخرج ليلا و لا بأس بأن تخرج نهارا في حوائجها لأنها تحتاج إلى الخروج بالنهار لاكتساب ما تنفقه. (بدائع، كتاب الطلاق، فصل في أحكام العدة زكريا ۳/ ۳۲٤، كراچى ۳/ ۲۰۵، شامي زكريا ۵/ ۲۲٤، كراچى ۳/ ۵۳٦، هنديه زكريا قديم ۱/ ۵۳٤، جديد ۱/ ۵۸٦)

وتعتدان أي معتدة طلاق وموت في بيت وجبت فيه هو ما يضاف

إليهما بالسكنى قبل الفرقة ولو غير بيت الزوج. (شامی زکریا ۵/۲۲۵، کراچی ۳/۵۳۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۸۹۹۰)

معتدة الوفات کا سرکری دفتر جا کر دستخط کرنا

سوال [۷۳۱۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: شوہر کا انتقال ہوگیا، بیوی کا اپنے نام سے پینشن جاری کرانے کے لیے سرکاری دفتر میں جا کر دستخط کرنا ضروری ہے، کیا اس کام کے کے لیے معتدۃ الوفات باہر جا سکتی ہے؟

المستفتي: محمد وسیم ٹانڈوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: چونکہ پینشن اس عورت کے دستخط کے بغیر جاری نہیں ہوسکتی، نیز اس معتدۃ الوفات کا نفقہ خود اسی کے ذمہ ہے، اس لیے اس ضرورتِ شدیدہ کے پیش نظر معتدہ کا حالت عدت میں دن دن میں سرکاری دفتر تک جانا بلا کراہت جائز ہے، البتہ رات کا اکثر حصہ اپنے گھر میں گذارنا ضروری ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی جدید ۶/۴۰۳، قدیم ۶/۳۸۴ محمودیہ ڈابھیل ۱۳/ ۴۰۱، میرٹھ ۲۰/ ۴۹، فتاویٰ حقانیہ ۴/ ۵۴۰)

والمتوفیٰ عنها زوجها تخرج نهارا و بعض الليل؛ لأنه لا نفقة لها، فتحتاج إلى الخروج نهارا لطلب المعاش وقد يهجم عليها الليل. (منحة الخالق، زکریا علی هامش بحر الرائق زکریا ۴/۲۵۸، کوئٹه ۴/۱۵۴، کذا فی التاتارخانیة زکریا ۵/۲۴۴، رقم: ۷۷۶۵، شامی زکریا ۵/۲۲۵، کراچی ۳م۵۳۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۹۲۲)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۷/۶/۲۴ھ

بحالت عدت نوکری پر جانا

سـوال [۷۳۱۹]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: لڑکی جو ملازم ہے اور نیا تقرر ہونے کی وجہ سے نہ تو چھٹی لے سکتی ہے سوائے اس کے کہ اس کی نوکری ختم ہو جائے تو عدت کی پابندی کرنا ہوگی یا نہیں، یا دن چھپنے سے پہلے گھر واپس آجائے، عدت کے عرصہ میں تو اس کی اجازت شرع میں ہے یا نہیں؟

المستفتی: عظمت حسین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عدت کی حالت میں مذکورہ بیوی نوکری پر نہیں جاسکتی بلکہ اس کے لیے گھر میں رہ کر عدت گذارنا ضروری ہے چاہے اس کی ملازمت ختم ہو جائے۔

ولايجوز للمطلقة الرجعية والمبتوتة الخروج من بيتها ليلا و لا نهارا. (هدایه، کتاب الطلاق، باب العدة، اشرفی ۲/ ۴۲۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۲۴؍جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۹۲۲/۳۲)	۱۴۱۷/۶/۲۴ھ

دورانِ عدت بیوی کا ملازمت کرنا

سـوال [۷۳۲۰]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک مسلم خاتون جو مستور ہیں، گھر سے باہر نکلنے پر برقع کا استعمال کرتی ہیں اور اپنے گھر میں بھی غیر محرموں کا سامنا نہیں کرتی ہیں، لیکن بحالت مجبوری ایک غیر مسلم لیڈی ڈاکٹر کے یہاں ملازمت کرتی ہیں، وہاں برقع اتار کر کام کرنا پڑتا ہے، اور غیر محرموں کا سامنا ہوتا ہے، شوہر بھی ان کے ایک فرم میں ملازمت کرتے تھے، گذشتہ کل ان کے شوہر کا انتقال ہو

گیا، تین بچے ہیں، جو ابھی چھوٹے ہیں، اور انگلش اسکول میں زیر تعلیم ہیں، ماہانہ فیس اسکول کی کثیر رقم پر مشتمل ہے، دونوں ہی مل کر اپنی گرہستی کی گاڑی چلا رہے تھے، اب شوہر کے انتقال کے بعد مسئلہ درپیش ہے، کہ گھر کے اخراجات کس طرح پورے ہوں گے، کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ عدت نہ کریں، اور نوکری پر جائیں، مجبوری میں ایسا کیا جا سکتا ہے، حکم شرعی کیا ہے؟

المستفتی: مصباح العابدین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسئولہ صورت میں مسلمان خاتون پر لازم ہے کہ وہ گھر میں رہ کر اپنی عدت پوری کرلے، بچوں کے اسکول کی کثیر فیس کی ادائیگی کے انتظام کے لیے عدت میں گھر سے باہر جا کر نوکری کرنا درست نہیں، بلکہ جب اپنے پاس انتظام نہیں ہے تو بچوں کو معمولی فیس والے اسکول میں پڑھانا چاہیے، کیونکہ عدت گذارنا قرآن کا قطعی حکم ہے، اس کی خلاف ورزی جائز نہیں، اور بچوں کو کثیر فیس والے اسکول میں پڑھانا شریعت کا حکم نہیں ہے۔

قال الله تعالیٰ: ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا.﴾ [البقرة: ٢٣٤]

لو لم تكن محتاجة إلى النفقة لا يحل لها الخروج. (البحر الرائق كوئٹه ١٥٤/٤، زكريا ٢٥٩/٤)

لو كان عندها كفايتها صارت كالمطلقة فلا يحل لها الخروج. (در مختار ياسر نديم ٢٦٠/١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۵؍ ذی قعدہ ۱۴۳۱ھ
۱۴۳۱/۱۱/۵ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۱۹۸/۳۹)

عدتِ وفات کے دوران اسکول جانا

سوال [۷۳۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: شوہر کا انتقال ہوا، بیوی کو عدتِ وفات گذارنی ہے، لیکن یہ ٹیچر ہے، اس کو اسکول جانا ناگزیر ہے، کیونکہ چار ماہ دس دن تک اگر چھٹی کی جائے تو نوکری جانے کا خطرہ ہے، ایسی صورت میں اس عورت کے لیے حالت عدت میں پڑھانے کے لیے اسکول جانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد وسیم ٹانڈوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عدت میں عورت کے لیے گھر سے باہر جانا جائز نہیں ہے، تاہم اگر اس عورت کی عدت کا خرچ خود ہی کے ذمہ ہے اور اس کے پاس کوئی دوسرا ذریعہ معاش نہیں تو ایسی صورت میں سخت ضرورت کے پیش نظر اس معتدہ کے لیے یہ گنجائش ہے کہ پورے پردے کے ساتھ اسکول جائے اور دن دن میں واپس آجائے بشرطیکہ بالغ لڑکوں اور نامحرم مردوں کے سامنے نہ آتی ہو۔

المتوفی عنها زوجها تخرج بالنهار لحاجتها إلی نفقتها ولا تبیت إلا فی بیت زوجها، فظاهره: أنها لو لم تکن محتاجه إلی النفقة لا یباح لها الخروج نهارا. (البحر الرائق زکریا ٤/٢٥٩، کوئٹه ٤/١٥٤، کذا فی التاتارخانیة زکریا ٥/٢٤٤، رقم: ٧٧٦٥، منحة الخالق زکریا ٤/٢٥٨، کوئٹه ٤/١٥٤) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۵۱۷)

معتدہ کا آدھے گھنٹے کے لیے اسکول کے پروگرام میں جانا

سوال [۷۳۲۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کالج ہٰذا کی ایک رکن مسماۃ اعظم النساء عمر ۵۵؍سال جو تقریباً دو ماہ قبل بیوہ ہو چکی ہیں، کیا وہ دن کے وقت الگ پردہ نشیں ہو کر کالج میں آکر صرف آدھے گھنٹہ کے لیے

انتخاب میں حصہ لے سکتی ہیں یا نہیں؟ کیونکہ موصوفہ کا انتخاب میں شرکت کرنا بہت ضروری ہے، ان کے بغیر انتخاب پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا، اور اس انتخاب کی اطلاع انسپکٹر آف اسکول کو معینہ وقت پر دینی ضروری ہے، اس ناگزیر حالات کو دیکھتے ہوئے آپ فتویٰ کی رو سے جواز یا عدم جواز کا مسئلہ واضح فرمائیں۔

المستفتی: آفاق احمد، بنات القریش گرلس اسکول انٹر کالج، اصالت پورہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس عورت کے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے اور وہ عدت میں ہے تو دینی اور معاشی ضرورت کے لیے دن دن کے اندر سے گھر سے باہر جا کر دن ہی میں گھر واپس آسکتی ہے، لہٰذا آدھا گھنٹہ یا ایک دو گھنٹہ کے لیے دن دن میں اسکول کے مذکورہ پروگرام میں شرکت کر کے آنے کی گنجائش ہے۔

ومعتدة موت تخرج في الجديدين و تبيت أكثر الليل في منزلها، لأن نفقتها عليها فتحتاج للخروج (الدر) وقال الشامي تحته: و أما المتوفى عنها زوجها فلأنه لا نفقة لها فتحتاج إلى الخروج نهارا لطلب المعاش وقد تمتد إلى أن يهجم و لا كذٰلک المطلقة. (در مختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب العدة كراچی ۳/۵۳٦، زكريا ديوبند ۳/۲۲۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۵۱۸)

عدتِ وفات میں بیوہ کا اسکول جانا

سوال [۷۳۲۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے بڑے بھائی کی بیگم ایک سرکاری معلّمہ ہے، میرے بڑے بھائی کا ۱۷/ اپریل ۲۰۱۴ھ کو انتقال ہوگیا ہے، میری بھابھی عدت میں ہے، جس کی وجہ سے اسکول جانے سے

قاصر ہے، کیا ہمارے مذہب میں ایسی کوئی گنجائش ہے کہ میری بھابھی اسکول بھی جاتی رہے، اور ان کی عدت بھی مکمل ہو سکے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد شاہنواز خاں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت کے اندر عدت کے زمانہ میں عورت کے لیے باہر نکلنا جائز نہیں ہے، اور بنص قرآنی عدتِ وفات چار مہینہ دس دن عورت پر لازم اور واجب ہے، لہٰذا اگر عدت کے زمانہ میں خرچہ، اخراجات کا کوئی نظم ہوسکتا ہے تو اس کے لیے اس اسکول میں پڑھانے کے لیے جانا جائز نہیں ہے، لیکن اگر اس عورت کے لیے کوئی سہارا نہیں ہے اور اس کے روزگار کا اور کوئی انتظام نہیں ہے تو انتہائی مجبوری کی حالت میں حضرات فقہاء نے ذریعہ معاش کے لیے دن دن میں نکلنے کی اجازت دی ہے اور پھر ضرورت پوری ہوتے ہی اپنے گھر آکر بیٹھ جانا لازم ہوتا ہے، لہٰذا وہ عورت ایسی مجبوری کو خود دیکھ لے کہ وہ کہاں تک ضرورتمند ہے، اگر وہ انتہائی ضرورتمند ہے تو دن دن میں پردہ کے اہتمام کے ساتھ جا کر بچوں کو پڑھا کر واپس آنے کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: کتاب الفتاویٰ ۵/ ۱۴۱، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۶/ ۷۰۹)

عن عمر بن الخطاب و زيد بن ثابت قالا فی المتوفیٰ عنها زوجها: ولها فاقة شديدة فلم يرخصا لها أن تخرج من بيتها إلا فی بياض نهارها و تصيب من طعامهم ثم ترجع إلى بيتها فتبيت فيه. (شرح معانی الآثار للطحاوی، كتاب الطلاق، باب المتوفیٰ عنها زوجها هل لها أن تسافر فی عدتها، دار الكتب العلمية بيروت ۲/ ٤٤٥، رقم: ٤٤٨٣)

عن يحی بن سعيد أنه بلغه أن السائب بن خباب توفی و أن امرأته جاء ت عبد الله بن عمر فذكرت له وفات زوجها و ذكرت له حرتا بصفاة وسألته هل يصلح لها أن تبيت فيه؟ فنهاها عن ذلک، فكانت تخرج من المدينة سحراء فتصبح فی حرتهم فتظل فيه يومها ثم تدخل المدينة إذا أمست

فتبيت في بيتها. (المؤطا للإمام مالك، كتاب الطلاق، مقام المتوفىٰ عنها زوجها في بيتها، حتى تحمل اشرفي ديوبند ١/ ٢١٧، بيروت ٣٧٧، رقم: ٨٨)

وأما المتوفىٰ عنها زوجها فلا تخرج ليلا ولا بأس بأن تخرج نهارا لاكتساب ما تنفقه، لأنه لا نفقة لها من الزوج المتوفىٰ بل نفقتها عليها فتحتاج إلى الخروج لتحصيل النفقة ولاتخرج بالليل لعدم الحاجة إلى الخروج بالليل. (بدائع الصنائع، فصل في أحكام العدة كراچكی ٣/ ٢٠٥، زكريا ٣/ ٣٢٤-٣٢٥، البحر الرائق ٤/ ٢٥٩، شامي، مطلب: الحق على أن المفتي أن ينظر في خصوص الوقائع كراچی ٣/ ٥٣٦، زكريا ٥/ ٢٢٤، هدايه اشرفي ديوبند ٢/ ٤٢٨، تاتارخانية ٥/ ٢٤٤، رقم: ٧٧٦٥، هنديه زكريا قديم ١/ ٥٣٤، جديد ١/ ٥٨٦، مجمع الأنهر قديم ١/ ٤٧٣، جديد، دار الكتب العلمية بيروت ٢/ ١٥٤-١٥٥، المبسوط للسرخسي، دار الكتب العلمية بيروت ٦/ ٣٧، خانية جديد زكريا ١/ ٣٥٠، وعلى هامش الهندية زكريا ١/ ٥٥٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍رجب المرجب ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۵۸۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷؍۷؍۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۷ باب النفقة والسکنی

کیا عدت کا خرچہ شوہر کے ذمہ واجب ہے؟

سوال [۷۳۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں بہت پریشان ہوں، میرے شوہر نے دو شادیاں کر رکھی ہیں، اب وہ دوسری بیوی کے ساتھ رہتے ہیں، پہلے میں بھی انہی کے ساتھ تھی لیکن اب میں الگ ہوں، میری ایک لڑکی ہے اس کی عمر ۱۳ ر سال تھی، اس کی شادی اس کے باپ نے لالچ میں آکر ایک ہی دن میں رشتہ طے کر کے فقط نکاح کر دیا، لالچ یہ تھی کہ جہاں اس کا نکاح کیا تھا وہ دو بھائی تھے، آدھا مکان بڑے بھائی کے قبضہ میں تھا، اور آدھا دولہا کے، لڑکی کے باپ نے لالچ میں یہ سوچا کہ آدھا میں لوں گا اور آدھا داماد لے گا، اور اس کے بڑے بھائی کو گھر سے نکال دیں گے، اس لالچ میں آکر ۱۳ ر سال کی لڑکی کا نکاح ۴۵ ر سال کے آدمی سے ایک دن میں رشتہ طے کر دیا اور رخصتی نہیں کی، لڑکی اپنے باپ کے گھر تھی، نکاح کے دس دن کے بعد لڑکے کی والدہ کو جب پتہ چلا تو انہوں نے کہا کہ ہمیں یہ رشتہ پسند نہیں، اور ہم طلاق دیں گے، جب لڑکی کے والد کو یہ پتہ چلا تو انہوں نے کیس اور تھانے دار کے ذریعہ لڑکی کو زبردستی شوہر کے گھر بھیج دیا، اور جب تک لڑکی کو نہیں بلایا جب تک کہ مکان کا دخل نہیں لے لیا، اور لڑکی سے ہزار دو ہزار روپئے اور مکان کے کاغذات لے لیے، اس کے بعد لڑکی اپنے شوہر کے ساتھ چار ماہ رہی، ان چار مہینہ میں میاں بیوی کے درمیان نہیں بنی، لڑکے نے بیوی سے بہت غلط غلط باتیں کیں، بہت گندے گندے الفاظ لڑکی کے بارے میں کہے تھے، یہاں تک کہ لڑکی کو گندے الفاظ سے پکارتا، جو کہ برداشت سے باہر تھے، لڑکی ماں کے پاس رک گئی، لڑکا طلاق دینا چاہتا تھا، اس کا کہنا یہ تھا

کہ میں مکان کے کاغذات اور روپیہ دیدوں تو میں طلاق دیدوں گا، اس کا باپ یہ نہیں کرتا تھا، اس جھگڑے میں تین سال گذر گئے، میرے شوہر دوسری بیوی کے پاس رہتے تھے، لہٰذا میں اس کا خرچہ برداشت نہیں کرسکتی اور میں اس لڑکی کو لے کر اپنے بھائی کے گھر پر آ گئی، بھائی کے گھر مجھے چھ مہینے ہو گئے، اب میں نے اسے طلاق کے لیے کہلوایا تو وہ برابر اپنے کاغذات اور رقم کا مطالبہ کرتا رہا، خیر میرے رشتہ داروں نے ہزار روپیہ پر فیصلہ کیا، ہزار روپیہ دے کر آج میری لڑکی کو طلاق ہوگئی، اور لڑکی نے اس کا مہر معاف کردیا، لڑکے نے عدت کے دوران کا کوئی خرچہ پانی نہیں دیا، اچھا جہاں میں رہتی ہوں اپنے بھائی کے گھر وہاں پردہ کا کوئی خاص بندوبست نہیں ہے، برابر کئی کرایہ دار رہتے ہیں، جس سے کہ عدت میں پردہ وغیرہ کرنا محال ہے، میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ ایسی حالت میں کس طرح عدت کراؤں، اور کیسے کام ہو، آپ اس میں مجھے کوئی حل بتائیں کہ میری طرف کو سوچتے ہوئے کہ میں بہت زیادہ اس بارے میں پریشان ہوں، عدت میں پردہ کس طرح ہو؟

المستفتی: افروز جہاں، مغل پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عدت ختم ہونے تک شوہر کے گھر رہے گی، رہائش وخرچہ وغیرہ عدت ختم ہونے تک شوہر پر واجب ہے۔

﴿**قال اللہ تعالیٰ: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ.** [الطلاق:۱] ﴾

عن عائشة رضـ أن رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم قال لفاطمة: إنما السكنى والنفقة لمن كان لزوجها عليها رجعة. (سنن الدار قطني، الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت ٤/١٥ رقم: ٣٩٠٨)

وتجب لمطلقة الرجعي والبائن إلى قوله النفقة والسكنى والكسوة.

(الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: فی نفقة المطلقة زکریا دیوبند ۵/۳۳۳، کراچی ۳/۶۰۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍صفر المظفر ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۵۰۰)

شوہر پر زمانۂ عدت کا خرچ

سوال [۷۳۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک لڑکے نے اپنی بیوی کو ۳؍اکتوبر ۹۲ء کو طلاق دیدی ہے، اس لڑکے کے چار بچے بھی ہیں، چھوٹی لڑکی تقریباً چار ماہ کی ہے جو اپنی ماں کے ساتھ ہے، تین بچے دادی دادا کے پاس ہے، لڑکے کی مالی حالت دماغی حالت اور جسمانی حالت بہت کمزور ہے، سابقہ بیوی کی عدت کا خرچہ شوہر کو کتنا اور کس شکل میں کب تک ادا کرنا ہوگا؟

المستفتی: حافظ عظمت علی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: طلاق سے قبل جس طرح خرچہ ادا کرتا تھا اسی طرح حسب استطاعت تین ماہواری گذرنے تک شوہر پر خرچہ ادا کرنا لازم ہے۔

﴿**قال الله تعالیٰ: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّا اَنْ يَأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ.** [الطلاق:۱]﴾

عن عائشة رضی اللہ عنہا أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال لفاطمة: إنما السكنى والنفقة لمن كان لزوجها عليها رجعة. (سنن الدار قطنی، الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت ۴/۱۵ رقم: ۳۹۰۸)

وإذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسكنى في عدتها. (هدایه، اشرفی

۲/ ۴۴۳، مختصر القدوری، کتاب النفقات، مکتبه امدادیه دیوبند ۱۹۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۳۱۲۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/۴/۱۴۱۳ھ

عدت کا نفقہ شوہر پر کب لازم ہے؟

سوال [۷۳۲۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید نے ہندہ کو طلاق دے کر مہر کی پوری رقم بھی ہندہ کو دیدی ہے، اب اس صورت میں زید پر عدت کا خرچہ لازم ہے یا نہیں؟

المستفتی: عابد حسین بارہ دری، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: طلاق دینے پر بیوی کا پورا مہر ادا کرنا اور اس کے جہیز کا پورا سامان واپس کرنا شوہر پر لازم ہے، اور سوالنامہ سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ شوہر نے یہ فریضہ ادا کردیا ہے، اب رہا عدت کے زمانہ کا خرچہ یہ شوہر پر اس وقت لازم ہوتا ہے جب بیوی ایسی جگہ عدت گذارے جہاں شوہر چاہتا ہے یا شوہر کے گھر عدت گذار رہی ہے، یا میکہ میں عدت گذارنے پر شوہر نے رضامندی کا اظہار کیا ہو ورنہ شوہر پر عدت کا خرچہ لازم نہیں ہوتا۔

عن سلیمان بن یسار في خروج فاطمة قال: إنما کان ذلک من سوء الخلق. (سنن أبي داؤد، الطلاق، باب من أنکر ذلك على فاطمة، النسخة الهندية ۱/ ۳۱۳، دار السلام رقم: ۲۲۹۴)

عن الشعبي قال: لیس للعاصیة نفقة، یقول: إذا عصت زوجها فخرجت بغیر إذنه. (مصنف عبد الرزاق، الطلاق، باب العدة یغیب عن امرأته فلا ینفق علیها، المجلس العلمي ۷/ ۹۵، رقم: ۱۲۳۵۲)

ومنها أیضا المعتدة إذا خرجت من بیت العدة تسقط نفقتها مادامت علی النشوز فإن عادت إلی بیت الزوج کان لها النفقة والسکنی. (البحر الرائق،

کتاب الطلاق، باب النفقة کوئٹه ٤/١٩٩ زکریا ٤/٣٣٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم صفر المظفر ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۶۷۰/۳۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۲/۱ھ

عدت کے زمانہ کا خرچ کس پر لازم ہے؟

سوال [۷۳۲۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کہ ایک عورت کو طلاق ہوگئی، مہر بھی ادا کر دیا گیا تو عورت کا خرچہ کس پر لازم ہے، اور ہر ماہ کتنا دینا پڑے گا؟

(۲) درانِ عدت مطلقہ کو کن کن باتوں کا پابند رہنا چاہیے، مثلاً کن کن لوگوں سے پردہ ہوگا اور عدت کے دوران گھر سے نکلنا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد خلیق رفعت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: دورانِ عدت اگر شوہر کی مرضی سے میکے میں عدت گذارتی ہے یا شوہر کے مکان میں عدت گذارتی ہے تو عدت کا خرچہ شوہر کے ذمہ لازم ہوگا، اور ہر ماہ کے خرچہ کی مقدار شوہر کی حیثیت پر ہے، اس کی حیثیت سے زیادہ پر دباؤ ڈالنا جائز نہیں۔

﴿**قال الله تعالیٰ: لِيُنفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللّٰهُ لا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَا آتَاهَا** . [الطلاق:۷] ﴾

معاوية القشيرى قال: أتيت رسول الله ﷺ قال: فقلت: ماتقول فى نسائنا؟ قال أطعموهن مما تاكلون و اكسوهن مما تكسون. (سنن أبى داؤد، باب فى حق المرأة على زوجها النسخة الهندية ١/٢٩٢ دار السلام رقم: ٢١٤٤)

فتستحق النفقة بقدر حالها وبه يفتى. (در مختار، كتاب الطلاق، باب النفقة كراچى ٣/٥٧٤، زكريا ديوبند ٥/٢٨٤)

دورانِ عدت گھر کی حویلی سے باہر نکلنا جائز نہیں ہاں البتہ علاج کے لیے دن دن میں ڈاکٹر کو دکھانے جاسکتی ہے اور عدت کے دوران ان ہی لوگوں سے پردہ لازم ہوتا ہے جن سے عام حالات میں شرعی پردہ لازم تھا۔

﴿قال الله تعالىٰ: لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ. [الطلاق:۱]﴾

ولا تخرج معتدة رجعي و بائن. (در مختار زکریا زکریا دیوبند ۵/۲۲۳، کراچی ۳/۵۳۵-۵۳۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۵۰۵۰)

مہر فاطمی اور عدت کے کل خرچ کی مقدار

سوال [۷۳۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) زید نے ہندہ سے نکاح کیا، مہر فاطمی مہر مقرر ہوا، ازراہِ کرم آج کی تاریخ میں اس کی کل رقم روپیوں میں بتانے کی زحمت فرمائیں؟

(۲) نکاح کے کچھ ماہ بعد زید نے ہندہ کو طلاق مغلظہ دیدی اس کی عدت کی مدت کا کل خرچ روپیوں میں بتانے کی زحمت گوارہ فرمائیں؟

المستفتی: ڈاکٹر محمد ہاشم قریشی، ایم پی، اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مہر فاطمی موجودہ گراموں کے حساب سے ڈیڑھ کلو ۳۰/گرام ۹۰۰/ملی گرام چاندی ہے، لہٰذا اس حساب سے قیمت لگا کر مہر ادا کریں، اور عدت کی مدت کا خرچ اپنے طور پر متعین کریں۔ (مستفاد: ایضاح المسائل ۱۲۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/شعبان ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۸۸۸)

مطلقہ مغلظہ کے دین مہر اور عدت کے خرچہ کا حکم

سوال [۷۳۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں نے اپنی بیوی رئیسن کو تین طلاق دیدی ہیں تو دریافت یہ کرنا ہے کہ طلاق ہو گئی یا نہیں؟ اور دین مہر اور عدت کا خرچہ ضروری ہے یا نہیں؟

المستفتی: غلام رسول لال مسجد مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ کے مطابق جب آپ نے اپنی بیوی ک تین طلاقیں دیدی ہیں تو بیوی پر طلاقیں واقع ہو کر بیوی آپ کے لیے حرام ہو چکی ہے، بغیر حلالہ شرعیہ کے ازدواجی تعلق حرام ہے، اور بیوی کا مہر اگر ادا نہیں کیا ہے تو مہر ادا کرنا اور طلاق کی عدت کا خرچہ واجب ہے۔

عن جابر عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: المطلقة ثلاثا لها السكنى والنفقة.

(سنن الدار قطنی، کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیة بیروت ۴/۱۵، رقم: ۳۹۰۴)

إن كان الطلاق ثلاثا في الحرة و ثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها.

(هندیه، الباب السادس، فصل فیما تحل به المطلقة و ما یتصل به، قدیم ۱/۴۷۳، جدید ۱/۵۳۵، قدوری شریف ۱۷۸، هدایه اشرفی دیو بند ۲/۳۹۹)

المهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول والخلوة الصحيحة وموت أحد الزوجين، سواء كان مسمى أو مهر المثل حتى لايسقط منه شيئ بعد ذلك إلا بالإبراء من صاحب الحق. (هندیه، الباب السابع فی المهر، الفصل الثانی فیما یتأکد به المهر قدیم ۱/۳۰۳، جدید ۱/۳۷۰)

المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسكنى، كان الطلاق رجعيا أو بائنا، أو ثلاثا، حاملا كانت المرأة أو لم تكن. (هندیه، الباب السابع عشر فی النفقات

الفصل الثالث فی نفقة المعتدة قدیم ۱/ ۵۵۷ جدید ۱/ ۶۰۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۰۴۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۶/ ۵/ ۱۴۳۱ھ

دوبار طلاق دی اور عدت کے نفقہ کا واجب ہونا

سوال [۷۳۳۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید نے اپنی بیوی کو دو عورتوں کی موجودگی میں طلاق دی اس کے الفاظ میں اس طرح کہا کہ بیوی انیسہ بیگم تم طلاق لے رہی ہو، لڑکی نے منع کیا پھر بھی اس نے کہا کہ انیسہ بیگم میں نے تم کو طلاق دی، طلاق دی، تیسری مرتبہ کہنے کو تھا کہ ایک عورت نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا، پورے الفاظ زبان سے ادا نہ ہو پائے، اگر ایسی بات پر طلاق واقع ہو گئی ہے تو اس صورت میں شوہر بیوی کے مہر، نان ونفقہ اور سکنیٰ کا کس حد تک ذمہ دار ہے، شوہر اور بیوی ابھی تک ایک ہی مکان میں الگ الگ سو رہے ہیں، لڑکی کے والدین اسے اپنے پاس نہیں رکھ سکتے، شوہر لڑکی کو نکال دینا چاہتا ہے، اور اس کا رادہ پاکستان جانے کا ہے، مکان کے روپیہ لے کر وہ بھاگ جانا چاہتا ہے؟

المستفتی: محمود علی خاں، طویلہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مذکورہ میں اگر زید خود بھی مذکورہ واقعہ کا من وعن مقر ہے اور تیسری مرتبہ میں منہ پر ہاتھ رکھنے کی وجہ سے لفظ طلاق زبان سے ادا نہ ہوسکا ہے تو زید کی بیوی پر طلاق رجعی واقع ہوگئی ہے، عدت کے اندر اندر رجعت کی بھی گنجائش ہے۔

أخذ أحد فمه قبل الذکر العدد وقع واحدة. (الدر مع الرد، مطلب: الطلاق یقع بعدد قرن به لا به، کراچی ۳/ ۲۸۷، کوئٹہ ۲/ ۴۹۵ زکریا دیوبند ۴/ ۵۱۴)

وہ عدت پوری ہونے تک بیوی کا نفقہ اور سکنی شوہر کے ذمہ واجب رہے گا۔

عن عائشةؓ أن رسول الله ﷺ قال لفاطمة: انما السكنىٰ والنفقة لمن كان لزوجها عليها رجعية. (سنن الدار قطني، الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت ٤/ ١٥ رقم: ٣٩٠٨)

إذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسكنى في عدتها رجعيا كان أو بائنا. (هدايه اشرفي باب نفقات المطلقة ٢/ ٤٤٣)

لیکن شوہر کی رضامندی کے بغیر میکے وغیرہ چلی گئی تو واجب نہیں رہے گا۔

عن الشعبي: أنه سئل عن امرأة خرجت من بيتها عاصية لزوجها ألها النفقة قال: لا، وإن مكثت عشرين سنة. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الطلاق، مؤسسة علوم القرآن جديد ١٠/ ١٥٢ رقم: ١٩٣٦٩)

وإن نشزت فلا نفقة لها حتى تعود إلى منزله. (قدوري، كتاب النفقات ص: ١٩٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ رشعبان المعظم ۱۴۰۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۱۹۰)

عدت اور ایک سال کی بچی کا خرچہ کس پر لازم ہے؟

سوال [۷۳۳۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: طلاق دینے کے بعد لڑکے پر نان ونفقہ کے طور پر کتنے دن کا اور کس دن کے حساب سے کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے، ایک بچی جو کہ لگ بھگ ڈیڑھ سال کی ہے، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: امیر احمد، محلّہ تمبا کو والان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر شوہر کے مکان میں رہ کر عدت گذارتی ہے تو شوہر پر شرعاً عدت کا نان ونفقہ ادا کرنا واجب ہے، اور نفقہ کا مطلب نقدی رقم نہیں ہے، بلکہ

ساتھ کھلانا بھی ادائیگی نفقہ میں داخل ہے، اور اگر شوہر کے مکان میں عدت نہ گذارے تو عدت کا نان ونفقہ شوہر پر واجب نہیں ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۵/۴۶۴)

اور ڈیڑھ سال کی بچی کا خرچہ باپ پر لازم ہے، اگر ماں پرورش کرنا چاہے تو ماں کو پرورش کا حق ہے، ورنہ باپ کو اس کا انتظام ازخود کرنا لازم ہوگا۔

وتجب النفقة بأنواعها على الحر لطفله يعم الأنثى والجمع. (الدر مع الرد، کتاب الطلاق، باب النفقة کراچی ۳/۶۱۲ زکریا دیوبند ۵/۳۳۶، کوئٹہ ۳/۷۲۸)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/۱۷۶۹)

طلاق کے بعد مہر و نان ونفقہ کا حکم

سوال [۷۳۳۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: محمد ذاکر اپنی بیوی کو بات بات پر خوب مارتا تھا، اور زیادہ تر نشہ میں رہتا تھا، شادی کے دو سال ہوگئے ہیں، اس دو سالہ زندگی میں لڑکی کو بے حد پریشان کرتا تھا، اس کے بیچ تین چار مرتبہ دونوں جانب کے آدمیوں نے فیصلے بھی کیے تھے، جن میں ان کے ماں باپ بھی موجود تھے، مگر انہوں نے کسی کی بھی نہیں مانی، اور پھر طلاق کی دھمکیاں برابر دیتا رہا، فیصلے کے بعد بھی پریشان کرتا تھا، ایک دن سسرال آیا اور کہنے لگا میرے ساتھ چلو، اس وقت لڑکی اپنے ماں باپ کے گھر تھی، دیگر رشتہ دار بھی تھے، ان لوگوں کے پوچھنے پر کہ تم ایسے کیوں کرتے ہو، محمد ذاکر نے کہا کہ شراب پینا اور مارنا پیٹنا اور طلاق کی دھمکیاں دینا عادت میں شمار ہے، ایسے میں تم میرے گھر رہنا چاہتی ہو تو رہو، ورنہ مجھ سے آزادی لے لو تو اس پر لڑکی نے کہا کہ ایسے ظلم وستم میں میں رہنا نہیں چاہتی، تو فوراً محمد ذاکر نے کاغذ پر بطور ثبوت کے طلاق کے دستخط کر دیئے، اور پھر تین بار لڑکی کو لوگوں کے سامنے طلاق دیدی، رہا مسئلہ مہر کا تو

کیا لڑکے پر مہر ادا کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو کتنا اور کیسے مہر ادا کرنا واجب ہے اور کوئی اولاد بھی نہیں ہے، اور نان نفقہ کتنا اور کیسے ادا کرنا ہے؟

المستفتی: محمد نفیس خان محلّہ مغلپورہ دوئم، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: شوہر محمد ذاکر نے جب لوگوں کے سامنے بیوی کو طلاق دیدی تو بیوی پر تین طلاق واقع ہوگئی اور وہ مطلقہ ہوکر شوہر کی زوجیت سے خارج ہوگئی، اب وہ تین ماہواری گذار کر اپنا نکاح دوسری جگہ کرسکتی ہے، اور شوہر پر پورا مہر دینا واجب ہے، نیز ایام عدت کا خرچہ بھی شوہر کی وسعت کے مطابق شوہر پر لازم ہے اور اس کی مقدار آپس میں طے کرلیں۔

﴿قال الله تعالیٰ: لِيُنفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا اٰتَاهُ اللّٰهُ لا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَا اٰتَاهَا. [الطلاق:۷]﴾

عن جابر عن النبی صلی اللّٰه علیہ وسلم قال: المطلقة ثلاثة لها السكنى و النفقة.

(سنن الدار قطنی، الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۱۵ رقم: ۳۹۰۴)

وإن كان الطلاق ثلاثا فی الحرة و ثنتين فی الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا فيدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها.

(هنديه، الباب السادس فی الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة و ما يتصل به، قديم ۱/ ۴۷۳، جديد ۱/ ۵۳۵، هدايه، اشرفی ديوبند ۲/ ۳۹۹، قدوری ۱۷۸)

وإذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسكنیٰ فی عدتها رجعيا كان أو بائنا. (هدايه، اشرفی ۲/ ۴۴۳، قدوری ص: ۱۹۰)

وإذا خلا الرجل بامرأته وليس هناک مانع من الوطئ فلها كمال المهر. (هدايه، اشرفی ۲/ ۳۲۵) فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ
۲۷/ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۶۵۶)

دورانِ عدت نان ونفقہ کا حکم

سوال [۷۳۳۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی، اوراس کا مہر بھی ادا کردیا، اب جب اس پر عدت واجب ہے تو آیا وہ عدت کس طرح گذارے گی جبکہ شوہر کی طرف سے مکمل اجازت ہے کہ وہ جہاں چاہے عدت گذارسکتی ہے، کیا اس صورت میں بھی عدت کا نفقہ شوہر پر لازم ہوگا؟ جواب سے مطمئن فرمائیں۔

المستفتی: محمد عمر دولت باغ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب شوہر کی مرضی کے مطابق عدت گذار رہی ہے تو ایسی صورت میں عدت کے زمانہ میں خرچہ شوہر پر لازم ہے، اورعدت کا زمانہ تین مرتبہ ماہواری سے فراغت حاصل ہونے تک رہتا ہے، اس کے بعد پھر شوہر سے شرعاً کوئی مطالبہ جائز نہیں، اورعدت کا خرچہ آپس میں طے کرلیں۔

عن جابر عن النبي ﷺ قال: المطلقة ثلاثا لها السكنى والنفقة.

(سنن الدار قطني، كتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت ٤/١٥ رقم: ٣٩٠٤)

إذا طلق الرجل امراته فلها النفقة والسكنى في عدتها رجعيا كان أو بائنا. (هداية، اشرفي ديوبند ٢/٤٤٣ قدوري ص: ١٩٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۰۴۸)

شوہر پر عدت کا خرچہ اور مہر لازم ہوتا ہے

سوال [۷۳۳۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: زید کی شادی بکر کی لڑکی سے دو سال قبل ہوئی تھی، نکاح کے ایک سال بعد آنا جانا شروع ہوا، لڑکی بہت نالائق نکلی، زید کے گھر والوں کو پہلے سے پتہ نہیں چلا، آنے جانے سے اس کی گندگی معلوم ہوئی اس کا ایک نوجوان سے تعلق تھا، اس کے تعلق سے یہ بدنام ہو چکی تھی، جس کا ثبوت موجود ہے، زید کو جب پتہ چلا تحقیق کرنے سے اور مزید ثبوت سے تو زید نے کئی آدمیوں کے سامنے طلاق مغلظہ دے کر یعنی تین طلاق دے کر بکر کے گھر بھیج دیا، بکر کو طلاق نامہ ملا تو یہ ایک مولوی صاحب کو لے کر بکر اور بکر کے دونو جوان لڑکے آئے، مولوی صاحب ہمارے رشتہ دار ہیں اور بکر کے بھی رشتہ دار ہیں، مولوی صاحب نے فیصلہ کیا کہ جو لڑکی کا مہر ہے دیدو، ایک جوڑا کپڑے کا روپیہ دیدو، عدت گذرنے کا خرچہ دیدو، مہر پانچ ہزار پچیس روپیہ تھا، عدت گذارنے کا خرچہ دیدو، دو ہزار دو سو پچاس روپیہ ہوئے ایک جوڑا کپڑا دو سو روپیہ، تینوں کو جوڑ کر سات ہزار چار سو ستر روپئے دیئے گئے، معلوم یہ کرنا ہے کہ لڑکی نے اپنی عزت کی حفاظت نہیں کی، عظیم گناہوں کے کاموں میں مشغول ہوئی جس کا ثبوت ہے، اس میں زید کی کیا غلطی ہے، جو اتنا روپیہ لڑکی کو دلایا گیا، غلطی تو ساری لڑکی کی ہے، اور سزا لڑکے کو ملی، لڑکی نے انعام پایا، اگر شریعت کا یہی فیصلہ ہے جو مولوی صاحب نے کیا، تو ٹھیک ہے فیصلہ صحیح ہوا یا غلط، شریعت کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: رحمت اللہ مدرسہ مظہر العلوم بہرائچ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لڑکی نے جو گناہ کیا ہے اس گناہ کی سزا اسے اللہ کے یہاں ملے گی، اگر اسلامی حکومت ہوتی اور اس کے گناہ کا شرعی ثبوت ہو جاتا تو دنیا میں بھی اس کو اس کے گناہوں کی سزا ملتی، اور لڑکے نے جو طلاق دی ہے وہ اپنی مرضی سے دی ہے، لڑکی کے مطالبہ پر شرط لگا کر نہیں دی ہے اس لیے لڑکے پر مہر اور عدت کا خرچہ سب لازم ہوگا، مگر ایک جوڑے کپڑے کی رقم لڑکے پر لازم نہ ہوگی، اور یہ چیزیں شوہر کے ذمہ ایک شرعی حق کے طور پر ہیں، بطور سزا کے نہیں ہیں، اسی وجہ سے شریعت میں یہ حق ہر مطلقہ عورت

کے لیے برابر ہے، اس میں نیک صالح اور فاسقہ اور گنہگار کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

﴿قال الله تعالیٰ: وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً . [النساء: ٤]﴾

عن جابرؓ عن النبی ﷺ: المطلقة ثلاثا لها السکنی و النفقة. (سنن الدار قطنی، کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیة بیروت ٤/ ٢١ رقم: ٣٩٠٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۳۰/ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۳۳۳)	۱۴۳۲/۴/۶ھ

طلاق کے بعد جہیز، مہر اور عدت کے خرچہ کا حکم

سوال [۷۳۳۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے لڑکے انیس احمد کی شادی عرصہ قریب تین سال کے ہوا، ہمراہ فرزانہ شاہین بنت انور حسین محلّہ گنوری قصبہ سبدل کے ساتھ ہوئی تھی، دونوں سے ایک لڑکا بھی پیدا ہوا ہے، کچھ آپس کی نا چاقی کی وجہ سے فرزانہ شاہی اپنے میکہ سدلی چلی گئی، انیس احمد اس کو بلانے کئی بار اپنی سسرال گئے، مگر فرزانہ شاہین کے والد نے اس کو نہیں بھیجا، کافی سمجھانے کے بعد بھی جب فرزانہ واپس نہیں آئی تو مجبوراً انیس احمد نے اس کو طلاق کا ایک رجسٹرڈ نوٹس اس امر کا بھیج دیا، کہ میں نے تم کو طلاق دیدی ہے اب تم میری طرف سے آزاد ہو، میرا تمہارا اب کوئی واسطہ نہیں رہا، اس نوٹس کو فرزانہ کے والد انوار حسین نے واسطے فرزانہ کے وصول کیا ہے، اس درمیان میں جب انیس احمد سے اپنی بیوی کو بلا کر لانے کو کہا گیا تب اس نے یہ انکشاف کیا کہ میں اپنی بیوی کو دو اشخاص کے سامنے تین بار طلاق دے چکا ہوں، ان دونوں اشخاص سے معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ یہ طلاق کی بات ٹھیک ہے، رئیس احمد نے ہم دونوں کے سامنے اپنی بیوی فرزانہ شاہین کو طلاق دی ہے، اس حالت میں آپ فرمائیں کہ یہ طلاق ہوگی یا نہیں؟ اور اگر طلاق ہوگئی تو انیس احمد کے ذمہ فرزانہ شاہین کے کیا کیا حق دینا واجب ہیں؟

المستفتی: رئیس احمد سنبھل، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب انیس احمد نے ازخود تین بار طلاق دینے کا اقرار کرلیا ہے تو اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوچکی ہے، اب بغیر حلالہ دوبارہ نکاح بھی جائز نہ ہوگا۔

عن ابن عمر قال: سئل النبي ﷺ عن الرجل يطلق امرأته ثلاثا، فيتزوجها الرجل، فيغلق الباب ويرخي الستر، ثم يطلقها قبل أن يدخل بها؟ قال: لا تحل للأول حتى يجامعها الآخر. (سنن النسائي، باب إحلال المطلقة ثلاثا والنكاح الذي يحلهابه، النسخة الهندية ۲/۸۴، دار السلام رقم: ۳۴۴۴)

وإن كان الطلاق ثلاثا في الحرة و ثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها.

(هنديه، زكريا قديم ۱/۴۷۳، جديد ۱/۵۳۵، هدايه، اشرفي ديوبند ۲/۳۹۹)

اور اب انیس احمد کے ذمہ بیوی کا مہر اور جہیز کا سامان بیوی کے حوالہ کردینا لازم ہے، اور عدت کا خرچہ اس لیے لازم نہیں ہے کہ اس کی بیوی اس کی مرضی کے بغیر میکے میں رہنے لگی ہے۔

عن الشعبي قال: إذا حبس المرأة من قبلها فلا نفقة لها. (مصنف عبد الرزاق، كتاب الطلاق، باب الرجل يغيب عن امرأته فلا ينفق عليها، المجلس العلمي ۷/۹۵، رقم: ۱۲۳۵۳)

وإن نشزت فلا نفقة لها حتى تعود إلى منزله لأن فوت الاحتباس منها، وإذا عادت جاء الاحتباس فتجب النفقة. (هدايه، كتاب الطلاق، باب النفقة، اشرفي ديوبند ۲/۴۳۸، قدوري كتاب النفقات ص: ۱۹۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۷۱۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۸/ ۳/ ۱۴۱۷ھ

بیوی کو عدت کا خرچہ کس تناسب سے دے

سوال [۷۳۳۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری کمائی کا اوسط ماہانہ چار ہزار روپیہ ہے جس سے میں اپنا، اپنی بیوی کا اور اپنے ماں باپ کا خرچہ چلاتا ہوں، میری بیوی کے درمیان طلاق کی نوبت آرہی ہے، تو مجھے بیوی کو عدت کا خرچہ کتنا دینا چاہئے؟ شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال کے مطابق آمدنی اورخرچہ کا تناسب فی آدمی ایک ہزار روپیہ بیٹھتا ہے، تو اس حساب سے عدت کا خرچہ بیوی کو تین ماہواری عدت گذرنے کے دوران ماہانہ ایک ہزار روپیہ لینے کا حق ہے، اور زیادہ مطالبہ کرکے شوہر کے اوپر دباؤ ڈالنا شرعاً درست نہیں ہے۔

﴿**قال اللّٰہ تعالیٰ: وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ.** [البقرة: ۲۳۶]﴾

ويعتبر في هذه النفقة ما يكفيها وهو الوسط من الكفاية وهي غير مقدرة لأن هذه النفقة نظير نفقة النكاح فيعتبر فيها ما يعتبر في نفقة النكاح. (عالمگیری، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الثالث في نفقة المعتدة، قديم ۱/ ۵۵۸، جديد ۱/ ۶۰۶) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍شعبان ۱۴۳۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۷۸۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۰/۸/۷ھ

مطلقہ بیوی کی عدت کی رقم کتنی ہوگی؟

سوال [۷۳۳۷]: (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: ایک لڑکی کوطلاق ہوگئی اوراس کی عدت کے پیسے کتنے ہوں گے، لڑکی کی عمر۲۲/ سال ہے اوراس کا شوہر۴/ ہزارروپئے ماہواری کماتا ہے اورکوئی اس کے اندر شریک نہیں ہے۔

المستفتی: شہزادعالم، جامع مسجدمرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب شوہر نے مرضی سے طلاق دی ہے تو بیوی کی عدت کا خرچہ شوہر پر لازم ہے، اور یہ خرچ شوہر کی آمدنی کی حیثیت سے متعین کیا جائے گا، اور طلاق کے بعد تین مرتبہ ماہواری ہونے تک عدت پوری ہوجاتی ہے، اس کے بعد شوہر پر کوئی مطالبہ باقی نہیں رہتا۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَمَتِّعُوهُنَّ عَلٰى الْمُوْسِعِ قَدَرُهُ وَعَلٰى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلٰى الْمُحْسِنِيْنَ. [البقرة: ۲۳۶] ﴾

معاوية القشيرى قال: أتيت رسول الله ﷺ قال: فقلت: ماتقول فى نسائنا؟ قال: أطعموهن مما تأكلون، واكسوهن مما تكسون. (سنن أبى داؤد، باب فى حق المرأة على زوجها، النسخة الهندية ۱/۲۹۲ دار السلام رقم: ۲۱۴۴)

وإذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسكنى فى عدتها رجعيا كان أو بائنا. (هدايه، كتاب الطلاق، باب النفقة، اشرفى ۲/۴۴۳، قدورى ص: ۱۹۰)

المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسكنى، كان الطلاق رجعيا أو بائنا أو ثلاثا. (هنديه، الباب السابع عشر فى النفقات، الفصل الثالث فى نفقة المعتدة قديم ۱/۵۵۷، جديد ۱/۶۰۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ شوال ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۴۸۷)

کیا طلاق کے بعد بیوی کو عمدہ کپڑا دینا واجب ہے؟

سوال [۷۳۳۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: طلاق شدہ عورت کو طلاق کے بعد اس کے شوہر کے اوپر یہ واجب ہے کہ اس کے ایک جوڑے کپڑے قیمتی بنائے یا نہیں؟

المستفتی: ضمیر احمد تمبا کو والا، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب میاں بیوی میں ہمبستری ہو چکی ہے تو جوڑا دینا شوہر پر واجب نہیں ہے بلکہ صرف پورا مہر ادا کرنا واجب ہے۔

﴿**قال الله تعالىٰ: وَاٰتُوا النِّسَاءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً.** [النساء: ٤]﴾

وتجب متعة لمفوضة -إلى- وتستحب المتعة لمن سواها أي المفوضة إلا من سمى لها مهر وطلقت قبل وطئ فلا تستحب لها بل للموطوءة سمى لها مهر أو لا فالمطلقات أربع. (الدر مع الرد، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب: في أحكام المتعة كوئٹه ٢/٣٦٤، كراچی ٣/١١٠-١١١، زكريا ٤/٢٤٣ تا ٢٤٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۰۹/۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۱۱۰۶)

کیا رہائش میں عورت کی مرضی کا اعتبار کرنا لازم ہے؟

سوال [۷۳۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: لڑکے والوں کے بہن بہنوئی کے اس کہنے پر کہ ہمارا بھائی بھی دیہاتی زندگی کو پسند نہیں کرتا، لڑکی والوں نے اس امید پر کہ لڑکا شہری رہائش اختیار کر لے گا، رشتہ منظور کر لیا بعد شادی لڑکی نے یہ ضد کی کہ آپ شہری رہائش اختیار کر لیں، لڑکے نے اس بات کو نہ مانتے ہوئے یہ ضد کی کہ تمہیں یہیں رہنا ہوگا، لڑکی کے گھر والوں نے بار بار یہ اصرار کیا کہ آپ شہری زندگی اختیار کر لیں، ہمیں آپ کی ہر شرط منظور ہے، لڑکی کے بھائیوں نے بہن کی

خیر خواہی کے طور پر اپنے ذاتی خرچ سے ایک مکان بھی تعمیر کرادیا، اور کاروبار میں بھی اپنے ساتھ لگانے کو کہا، لڑکے نے ان سب باتوں کو نہ مانتے ہوئے یہ ضد کی کہ تمہیں یہیں رہنا ہوگا، ان دونوں کی ضد میں نو دس سال کا عرصہ بیت گیا، اور دونوں اپنی اپنی ضد پر قائم ہیں، لڑکی شہر اور بھرے گھر میں رہنے کی عادی ہے، اور نہایت کمزور دل ہے ایک دو مرتبہ دس بیس دن کے لیے شوہر کے پاس دیہات میں پہنچی، ایک مرتبہ بستر پر گرگٹ دیکھ کر چیخ نکل گئی، لڑکے کا بہت بڑا گھر ہے، مختلف قسم کے درخت گھر میں لگے ہیں، بیری، پپیتہ، لیموں، انار وغیرہ کے اور مکان، تالاب کے بالکل کنارے ہے، ان تمام درختوں کی طرف طرح طرح کے موذی جانور کیڑے مکوڑے رہتے ہیں، اور گھر بھی گاؤں کے کنارے ہے، جس کی وجہ سے بھی خطرات ہیں، ۹؍۱۰؍سال کے عرصہ میں شوہر نے کوئی خرچ بھی نہیں دیا، مذکورہ شوہر سے ایک بچی بھی ہے جس کی عمر ۸؍سال ہے اس کا بھی سارا خرچ اس کی ماں ہی برداشت کرتی ہے، ان تمام حالات کی بناء پر لڑکی اپنے شوہر کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی، اور آزادی چاہتی ہے اور اپنے سامان کا مطالبہ کرتی ہے شرعی حکم کیا ہے؟ تحریر فرمائیں۔

المستفتی: نعیم احمد مغلپورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اگر دیہات میں لڑکی کے لیے عمدہ رہائش کا انتظام کرتا ہے اور رہائش میں ہر قسم کا لحاظ رکھتا ہے اور دیہات سے شہر منتقل ہونے میں شوہر کی جائیداد اور دولت میں نقصان کا خطرہ ہے، اور ان مجبوریوں کی وجہ سے شوہر دیہات نہیں چھوڑ رہا ہے تو ایسی صورت میں بیوی کو شوہر کی رعایت میں دیہات کی زندگی قبول کر لینا چاہیے، اور بستر پر گرگٹ کی بات ایسی ہے جس سے شہر کے مکانات بھی محفوظ نہیں ہیں، ہاں البتہ شوہر پر لازم ہے کہ بیوی کے لیے ایسی رہائش کا انتظام کرے جو ہر قسم کے کیڑے مکوڑے اور حشرات الارض سے محفوظ ہو۔

عن سعيد بن عبيد بن السباق أن رجلا تزوج امرأة على عهد عمر بن الخطاب و شرط لها أن لا يخرجها فوضع عمر بن الخطاب عنه الشرط وقال: المرأة مع زوجها. (كنز العمال، دار الكتب العلمية ١٦/٢١١، رقم: ٤٥٦٣٩،

وهـكـذا فـی بـذل الـمـجـهـود، كتـاب النكاح، باب فی حق الزوج علی المرأة، دار البشائر الإسلاميه ۷۳/۸، تحت رقم الحديث ۲۱۳۹، قديم ۲۰۱/۳)

ولا يـخـرجها من مكان كذا فلا يفسخ قبل ولا بعد ولا يلزم الوفاء به وإنمايستحب. (أوجز المسالك قديم ۲٦٤/٤)

البتہ دور دراز کے سفر میں لے جانے میں لڑکی کی مرضی لازم ہے، رہائش میں نہیں۔

سـئـل أبـو الـقـاسم الصفار عمن يخرجها من المدينة إلى القرية ومن الـقرية إلى المدينة فقال ذٰلک تبوء ه ليس بسفر. (عـناية مع فتح القدير، كتاب الـنـكـاح، بـاب الـمهـر، دار الفكر ۳۷۳/۳، زكريا ديوبند ۳۵۵/۳، كوئٹه ۲۵۰/۳، البناية اشرفی ديوبند ۱۹۱/۵، حاشية چلپی، امداديه ملتان ۱۵٦/۲، زكريا ۵۷٦/۲)

لہٰذا شہری زندگی اختیار کرنا شوہر کی مرضی ہے اس پر واجب نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲رصفر المظفر ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸۵۱/۳۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۲/۲ھ

جہیز نہ دینے پر بیوی کو گھر سے نکالنے کے بعد نان ونفقہ سے محروم کرنا

سوال [۷۳۴۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گیارہ سال قبل میری شادی طاہر حسین ولد رمضانی اللہ پور بھیکن پور کے ساتھ ہوئی تھی، سات برس تک میں شوہر کے ساتھ رہی، اور اس دوران تین بچوں کی پیدائش ہوئی، پہلا بچہ پیدا ہوتے ہی داغ مفارقت دے گیا، جبکہ دونوں بچیاں بفضل خداوندی حیات ہیں، میرے والد نے ان دونوں کی خوشی میں کافی سامان دیا، طاہر حسین نے مزید اسکوٹر کی مانگ کی جس کی فراہمی میرے والد کی دسترس سے باہر تھی، نتیجتاً وہ یہ مانگ پوری نہ کرسکے، اور مجھے شوہر کی نفرتوں کا نشانہ بننا پڑا، بالآخر انہوں نے یہ ظلم کیا کہ دونوں بچیوں سمیت مجھے گھر سے نکال دیا میں رنج وغم میں میکہ چلی آئی، اب چار سال سے میرا سنبھل ہی میں قیام ہے، ہم پانچ بہنیں ہیں اور ایک چھوٹا بھائی ہے، جو کم عمری کے باعث کوئی سہارا نہیں دے سکتا، والد مزدوری کرتے

ہیں، میں نے بھی بچوں کی تعلیم و پرورش کے لیے محنت ومزدوری کی ہے، جس کی وجہ سے میری صحت خراب ہوگئی، اوردل کا مرض لاحق ہوگیا، طاہر حسین نے مجھ سے پہلے بھی ایک شادی کی تھی، اور مجھے گھر سے نکالنے کے بعد بھی ایک اورشادی کی ہے، پہلی بیوی کا کڑھ کڑھ کر میکہ میں انتقال ہوگیا، جبکہ تیسری ان کے پاس رہتی ہے، طاہر حسین معاشی طور پر بہت مظبوط ہے، میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ ازروئے شرع میرا اورمیرے بچوں کا ان پر کیا حق ہے؟ کیا ہماری کفالت کی ذمہ داری ان پر عائد نہیں ہوتی؟ جبکہ میں ان کی منکوحہ ہوں اورانہوں نے مجھے طلاق بھی نہیں دی ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔

المستفتی: فرحانہ بیگم بنت محمد علی، دیپاسرائے سنبھل مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگرسوال میں لکھاہواواقعہ صحیح ہےاورطاہر حسین نے اپنی بیوی کودونوں بچیوں کے ساتھ گھر سے باہر نکالدیاتو وہ ظالم ہے، بیوی پراس نےظلم کررکھاہے، اورشرعی طور پر اس کےاوپر بیوی اوربچیوں کا خرچہ واجب ہے، اورشریعت میں دوسری شادی کرنا جائز ہے، لیکن پہلی کا حق ادا کرنا بھی برابری کے ساتھ لازم ہے، لہٰذا آپ اپنے شوہر سے اپنے اوربچوں کے خرچہ کا مطالبہ کرسکتی ہیں، نیز رہائشی گھر کا بھی مطالبہ کرسکتی ہیں، یاتو وہ گھر وخرچہ اوراخراجات سب کا انتظام کرے یااپنے ساتھ رکھے، اورجیسی اس کی اور دوسری بیوی کی زندگی ہے ایسے ہی پہلی بیوی کے ساتھ زندگی کا گذارنا لازم اورضروری ہے۔

فتجب للزوجة على زوجها (النفقة) ولو هي في بيت أبيها إذا لم يطالبها الزوج بالنقلة به يفتي. (الدر مع الرد، کتاب الطلاق، باب النفقة، زکریا ۲۸۴/۵، کراچی ۵۷۵/۳)

ونفقة الأولاد الصغار على الأب لا يشاركه فيها أحد كما لا يشاركه في نفقة الزوجة. (هدايه، كتاب الطلاق، باب النفقة، اشرفی ۴۴۴/۲، قدوری ص: ۱۹۲، هنديه، الفصل الرابع ،قديم ۵۶۰/۱، جديد ۶۰۷/۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰/ جمادی الاولی ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۶۶۹/۳۶)

دو بیویوں میں سے بے اولاد بیوی کو آئندہ سہارا کیلئے مخصوص جائیداد دینا

سوال [۷۳۴۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص کی دو بیویاں ہیں جس میں سے پہلی بیوی سے ۴؍ بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں، دوسری بیوی کے کوئی اولاد نہیں ہے، اب سے ۲۵؍ برس پہلے دوسری بیوی غیر مسلم تھی، انہیں مذہب اسلام میں داخل کرنے کے بعد نکاح کیا گیا، کیا دوسری بیوی کو اپنی حیات میں کچھ مخصوص رقم اور مخصوص جائیداد جوان کے زندگی بھر کے گذارے کے لیے کافی ہو دی جاسکتی ہے؟

المستفتی: حاجی محمد شاہد، مشاہد آباد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر شوہر دونوں بیویوں کے درمیان نان ونفقہ اور خرچہ واخراجات میں کسی قسم کی کمی زیادتی نہیں کرتا ہے بلکہ دونوں کے ساتھ برابری کا معاملہ کرتا ہے، نیز دونوں کے ساتھ شب باشی میں بھی برابری کا معاملہ رکھتا ہے، یا دونوں کی مرضی کے مطابق شب باشی کا معاملہ کرتا آیا ہے تو ایسی صورت میں دوسری بیوی کے لیے مخصوص رقم اور مخصوص جائیداد نامزد کردینے کی شرعاً گنجائش ہے، اس لیے کہ اس میں دوسرے ورثاء کو نقصان پہنچانا مقصد نہیں ہے، بلکہ بے سہارا کو سہارا دینا مقصد ہے، اس لیے یہ کلام بلاشبہ جائز اور درست ہے۔

والأصل هنا أن كل من يجوز تصرفه في ماله بولاية نفسه الخ.

(شامی، کتاب النکاح، باب الولی زکریا دیوبند ۴/ ۱۵۵، کراچی ۳/ ۵۶، مجمع الأنهر، قدیم ۱/ ۳۳۲، دار الکتب العلمية بيروت ۱/ ۴۸۸، البحر الرائق زکریا ۳/ ۱۹۳، کوئٹہ ۳/ ۱۰۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰؍ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۵۳۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳۰/ ۲/ ۱۴۲۳ھ

لڑکی کے علاج میں خرچ ہونے والی رقم شوہر سے وصول کرنا

سوال [۷۳۴۲]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری لڑکی کی شادی ۱۲/ اکتوبر ۱۹۹۶ء میں ہوئی تھی، اس کے تین بچے ہوئے، تیسرے بچے میں دماغ خراب ہوگیا، زچہ خانہ بگڑنے سے اس پر کوئی غور نہیں کیا گیا، دو مہینے کے بعد اس کو مار پیٹ کر گھر سے نکال دیا، ۷/ مہینہ میں نے اس کا علاج کیا، لگ بھگ ۱۵/ ۱۶/ ہزار روپیہ میں نے خرچ کیا، لہٰذا کوئی دیکھنے تک نہیں آیا، پھر ۷/ مہینہ کے بعد میرا داماد آیا اس نے کہا کہ لڑکی کو بھیج دو اب ایسی غلطی نہیں ہوگی، اس کے بعد میں نے لڑکی بھیج دی، علاج برابر چلتا رہا، میں دوا بھیجتا رہا، ایک دو بار اس نے بھی ڈاکٹروں کو دکھایا، ڈاکٹر کا نام اگروال اس کے پرچے میرے پاس ہیں، ایک مہینہ کے بعد اس کے بھائی نے اور اس نے مار پیٹ کر کے ٹیلیفون کر دیا کہ لڑکی کو لے جاؤ، لڑکی والدہ کے پاس گئی اور کہا کہ لڑکی کو لے جاؤ، لڑکی اپنے ماموں کے یہاں رامپور گئی، وہاں سے وہ چپکے سے اپنی سسرال چلی گئی، بچہ کو دیکھنے کے لیے وہاں پر اس کے شوہر نے فوراً تین طلاق دیدی اس کا نیا برقعہ چھین کر پرانا برقعہ دیدیا، وہ ہنستی ہوئی چلی آئی، اب جو آدمی چھیڑے تو اس نے کہا کہ جس دن سے شادی ہوئی ہے میں مطمئن نہیں ہوں، اور جب نہیں دی اب دیدوں میں رکھنے کے لیے کسی حالت میں تیار نہیں ہوں، اس حالت میں ہم نے کہا جب تک لڑکی بیمار رہے تب تک کا خرج آپ کو دینا پڑے گا۔

لہٰذا دریافت یہ کرنا ہے کہ خرچ لینا جائز ہے یا نہیں؟ شوہر سے جو بیماری میں خرچہ ہوا علاج وغیرہ میں وہ رقم لے سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: محمد حسیب خاں ولد محمد حنیف خاں، مغلپورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گذشتہ زمانے میں لڑکی کے ماں باپ نے لڑکی پر جو خرچ کیا ہے اس کی ادائیگی شوہر پر لازم نہیں ہے، اور اب چونکہ طلاق بھی ہوچکی اور طلاق

کے بعد صرف عدت کا خرچہ مل سکتا ہے، اور عدت کے بعد پھر کسی قسم کا مطالبہ شوہر سے باقی نہیں رہتا ہے، لڑکی عدت کے بعد کہیں بھی اپنا نکاح کرسکتی ہے۔

عن الشعبي قال: أتت امرأة شريحا فقالت: إن زوجي غاب و إني استدنت دينارا فأنفقت على نفسي، قال: إن كان أمر بذٰلک؟ قالت: لا، قال: فاقضي دينک. (مصنف عبد الرزاق، الطلاق، باب الرجل يغيب عن امرأته فلا ينفق عليها، المجلس العلمي ۷/۹۵، رقم: ۱۲۳۵۱)

و إذا مضت مدة لم ينفق الزوج عليها وطالبته بذٰلک فلا شيئ لها إلا أن يكون القاضي فرض لها النفقة أو صالحت الزوج على مقدار نفقتها. (هدايه، كتاب الطلاق، باب النفقة، اشرفی ۲/ ۴۴۰، قدوری ص: ۱۹۱-۱۹۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ ذیقعدہ ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۲۹۲۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/۱۱/۱۴۱۹ھ

کیا لڑکی والوں کا طلاق کی صورت میں تین لاکھ کا مطالبہ کرنا درست ہے؟

سوال [۷۳۴۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہوں اور اس کا مہر چالیس ہزار، عدت کا خرچ دس ہزار روپیہ، جہیز کا سامان زیور وغیرہ سب دینا چاہتا ہوں، لڑکی والے تین لاکھ روپئے مانگ رہے ہیں، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ لڑکی والوں کا مہر، عدت کا خرچ، اور جہیز کے علاوہ تین لاکھ روپئے کا مطالبہ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ یا صرف مہر عدت کا خرچ جہیز ہی کی مانگ کرسکتے ہیں؟ شرعی حکم تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد شمیم پکا باغ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بیوی کو طلاق دینے پر شوہر کے اوپر صرف مہر اور

تین ماہواری گذرنے تک عدت کا خرچہ لازم ہے، اور دس ہزار روپئے عدت کا خرچہ کافی ہے، اور جہیز کا سامان بھی واپس کرنا شوہر پر لازم ہوتا ہے، ان کے علاوہ باقی کسی چیز کا مطالبہ شوہر سے کرنا جائز نہیں ہے، اور تین لاکھ روپئے کی مانگ ناجائز مانگ ہے، بلکہ تین پیسہ کا مطالبہ بھی جائز نہیں ہے۔

عن أبی حرة الرقاشی: عن عمه، أن رسول الله ﷺ قال: لا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه. (شعب الإیمان، باب فی قبض الید عن الأموال المحرمة، دار الکتب العلمیة بیروت ٤/٣٨٧، رقم: ٥٤٩٢)

وإذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسکنیٰ فی عدتها رجعیا کان أو بائنا. (هدایه، کتاب الطلاق، باب النفقة، اشرفی ٢/٤٤٣، قدوری ص: ١٩٠)

فإن کل أحد یعلم أن الجهاز للمرأة إذا طلقها تأخذه کله. (شامی، کتاب النکاح، باب المهر، کراچی ٣/١٥٨، زکریا دیوبند ٤/٣١١)

لایجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعی. (البحر الرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر زکریا ٥/٦٨، کوئٹه ٥/٤١، شامی، مطلب: فی التعزیر بأخذ المال کراچی ٤/٦١، زکریا ٦/١٠٦، هندیه، قدیم ٢/١٦٧، جدید ٢/١٨١، الموسوعة الفقهیة الکویتیه ٣٧/٣٥٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۰۹۱۷)

بیویوں کے درمیان برابری نہ کرنا

سوال [۷۳۴۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بیوی اٹھارہ سال سے اپنے شوہر سے الگ رہتی ہے، اپنی ہی محنت سے اپنی لڑکیوں کی شادی کی اور پچاس روپیہ مہینہ، روٹی، کپڑے کا کاغذ بھی لکھا ہوا ہے، لیکن کوئی

بھی خرچ اٹھارہ سال سے نہیں دیا، اب دوسری بیوی کولے کر حج کو جارہے ہیں ان کے پاس روپیہ اورزمین کافی ہے، میں اپنا مہر لینا چاہتی ہوں تو کیا میں مہر لے سکتی ہوں یا نہیں؟

المستفتی: محمودہ بیگم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیوی کا نان ونفقہ اور دوبیویوں کے درمیان برابری کرنا شوہر پر لازم ہے، اگر بیوی کا خرچہ نہیں دیتا ہے یا دونوں کے درمیان برابری نہیں کرتا ہے تو سخت گنہگار اور قیامت کے دن گرفت ہوگی۔

﴿**قال الله تعالىٰ: فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً** . [النساء:۳]﴾

﴿**قال الله تعالىٰ: اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ** . [الطلاق:٦]﴾

عن جابر بن عبد الله ...... ولهن عليكم رزقهن و كسوتهن بالمعروف. (صحيح مسلم، المناسك، باب صفة حجة النبى ﷺ، النسخة الهندية ١/٣٦٢، بيت الأفكار رقم: ١٩٠٥)

النفقة واجبة للزوجة على زوجها مسلمة أو كافرة. (هدايه، كتاب الطلاق، باب النفقة، اشرفى ٢/٤٣٧، قدورى ص: ١٩٠)

وإذا كان لرجل امرأتان حرتان فعليه أن يعدل بينهما فى القسم. (هدايه، باب العدة، اشرفى ديو بند ٢/٣٤٩)

مہر عورت کا حق ہے، لہٰذا وہ اپنا مہر شوہر سے وصول کرنے کی شرعاً حقدار ہے۔

وللمرأة أن تمنع نفسها حتى تأخذ المهر. (هدايه، اشرفى ٢/ ٣٣٤) **فقط** واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍شعبان ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۴۱۴/۳۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۸/۱۵ھ

میکہ میں عدت گذارنے والی بیوی کا نفقہ

سوال [۷۳۴۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری اجازت کے بغیر میری بیوی اپنی مرضی سے اپنی ماں کے پاس قریب ۱۴/ ماہ رہی، اور اس دور میں کشیدگی بڑھ گئی، اور طلاق ہوگئی، کیا میرے ذمہ عدت کا خرچ واجب ہے؟ واقف کرائیں، جب کہ بیوی میرے گھر عدت نہیں گذار رہی ہے، اپنی ماں کے یہاں گذار رہی ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب بیوی شوہر کے گھر سے میکے چلی گئی اور عدت شوہر کے گھر رہ کر نہیں گذار رہی ہے تو ایسی صورت میں شوہر پر عدت کا خرچہ لازم نہیں اور شوہر پر عدت کا خرچہ اس وقت لازم ہوتا ہے جب شوہر کے گھر رہ کر عدت گذار رہی ہو۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱۲۴)

عن الشعبي: أنه سئل عن امرأة خرجت من بيتها عاصية لزوجها، ألها النفقة؟ قال: لا، وإن مكثت عشرين سنة. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الطلاق، وقالوا في المرأة تخرج من بيتها وهي عاصية لزوجها...... مؤسسة علوم القرآن ۱۰/۱۵۲ رقم: ۱۹۳۶۹)

وإن نشزت فلا نفقة لها حتى تعود إلى منزله. (هدايه، كتاب الطلاق، باب النفقة اشرفي ۲/۴۳۸ قدوری ص: ۱۹۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲/ صفر ۱۴۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۴۳۴۶)

کیا میکہ میں رہتے ہوئے بھی نفقہ لازم ہے؟

سوال [۷۳۴۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: میاں بیوی میں نااتفاقی کی بنا پر میاں اپنی بیوی کو اپنے خسر کے گھر چھوڑ کے چلے آئے، پھر دس بارہ سال تک کوئی خبر نہیں لی، اب جب بیوی کو لینے گئے تو بیوی کے گھر والے یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم اپنی لڑکی بھیج سکتے ہیں لیکن تمہاری بیوی نے جو اتنے زمانے تک ہمارے گھر پر کھایا پیا ہے، ان سب کا خرچہ حساب لگا کر ہمیں واپس کردو، تو کیا بیوی کے گھر والوں کا اس طرح خرچہ کا مطالبہ کرنا شرعاً درست ہے؟

المستفتی: شہید الاسلام

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بغیر قضائے قاضی یا بغیر رضا مندی کے ماضی کا خرچہ شوہر کے ذمہ واجب نہیں ہوتا، اس لیے کہ بیوی کے گھر والوں کا شوہر سے بارہ برس کے کھانے وغیرہ کے خرچہ کے مطالبہ کا شرعاً حق نہیں ہے، وہ ساقط ہو چکا ہے، اور اب بیوی کو بغیر کسی نفقہ کے مطالبہ کے شوہر کے سپرد کرنا لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ١١/١٦٢، ١١/١١٣، امداد الفتاویٰ ٢/ ٥٢٧)

عن الشعبي قال: أنت امرأة شريحا فقالت: إن زوجي غاب و إني استدنت دينارا فأنفقت على نفسي، قال: إن كان أمر بذٰلک؟ قالت: لا، قال: فاقضي دينک. (مصنف عبد الرزاق، الطلاق، باب الرجل يغيب عن امرأته فلا ينفق عليها، المجلس العلمي ٧/٩٥، رقم: ١٢٣٥١)

والنفقة لا تصير دينا إلا بالقضاء أو الرضا أى إذا لم ينفق عليها بأن غاب عنها أو كان حاضرا فامتنع فلا يطالب بها بل تسقط بمضى المدة.

(الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق، باب النفقة، زكريا ٥/ ٣١١، كراچی ٣/ ٥٩٤)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢٧/ جمادی الثانیہ ١٤٢٣ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٦/ ٧٧٢٠)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
٢٨/ ٦/ ١٤٢٣ھ

کیا شوہر بیوی کو نکال دے تو میکہ میں بیوی کو نفقہ ملیگا؟

سوال [۷۳۴۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اگر مرد نے عورت کو اپنے گھر سے نکال دیا ہو اور عورت اپنے میکہ میں ہو اور خود کفیل ہو، تو اس کو نفقہ دیا جائے گا، یا نہیں؟

المستفتی: امیر احمد، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شوہر نے اگر خود نکال دیا ہے تو نفقہ ساقط نہ ہوگا، بلکہ شوہر پر ادا کرنا واجب ہے۔

فتجب للزوجة علی زوجها (إلی قوله) ولو هي في بيت ابيها إذا لم يطالبها الزوج بالنقلة و به يفتیٰ. (تنویر الأبصار مع الدر المختار، کتاب الطلاق، باب النفقة زکریا ۲۷۸/۵ تا ۲۸۵، کراچی ۵۷۲/۳ - ۵۷۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ جمادی الثانی ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۷۰/۲۴)

شوہر کی اجازت سے میکہ رہنے والی عورت کا نفقہ

سوال [۷۳۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کا کہنا ہے کہ اگر بیوی شوہر کی اجازت سے میکہ میں رہ رہی ہے جبکہ باہر شوہر پردیس میں کام کررہا ہو، تو ایسی صورت میں شوہر پر بیوی کا نان ونفقہ علاج ومعالجہ وغیرہ کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے، اس کا انتظام میکہ والے کریں گے، اور بکر کا کہنا ہے کہ اس صورت میں بھی بیوی کا سارا خرچہ علاج ومعالجہ وغیرہ کا شوہر ہی کے ذمہ واجب ہے، آپ بتلائیں کہ کس کی بات درست ہے؟ اور شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب شوہر کی مرضی واجازت سے بیوی میکہ میں رہ رہی ہے اور میکہ ہی میں چھوڑ کر وہ دوسرے ملک میں کام کررہا ہے، تو ایسی صورت میں بیوی کا نان ونفقہ اور سارے اخراجات شوہر کے اوپر لازم ہیں اور سوالنامہ کی بحث میں بکر کی بات درست ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ۱۱/۱۴۲)

فتجب للزوجة على زوجها (إلى قوله) ولو هي في بيت أبيها أذا لم يطالبها الزوج بالنقلة و به يفتىٰ. (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة زكريا ٥/٢٧٨ تا ٢٨٥، كراچی ٣/٥٧٢ تا ٥٧٥) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۶۹۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۶/۱۵ھ

شوہر کی اجازت کے بغیر میکہ میں رہنے والی عورت کے نفقہ کا حکم

سوال [۷۳۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر میری بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر میکہ میں رہنے لگے، اور شوہر اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا ہے کہ وہ میکہ میں رہے اور شوہر کے پاس بیوی نہیں آتی ہے اور نہ ہی شوہر کا حق ادا کرتی ہے شوہر بار بار بلاتا ہے مگر وہ نہیں آتی تو کیا ایسی نافرمان بیوی کے لیے شوہر کے اوپر خرچہ ادا کرنا لازم ہوگا یا نہیں؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: رئیس الدین مغلپورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب بیوی شوہر کی مرضی کے بغیر میکہ میں رہ رہی ہے اور شوہر کا حق کسی بھی طرح سے ادا نہیں کررہی ہے، اور شوہر کے بلانے پر نہیں آتی ہے تو وہ پوری طرح نافرمان ہے، وہ شوہر سے اس وقت تک خرچ لینے کی حقدار نہیں ہوگی جب تک شوہر کے

پاس آکر شوہر کا حق ادا نہ کرے گی، شرعی طور پر ایسی بیوی کا کوئی حق خرچ شوہر پر لازم نہیں ہوتا۔

عن الشعبی قال: لیس للعاصیة نفقة، یقول: إذا عصت زوجها فخرجت بغیر إذنه. (مصنف عبد الرزاق، کتاب الطلاق، باب الرجل یغیب عن امرأته فلا ینفق علیها، المجلس العلمی ۷/۹۵، رقم: ۱۲۳۵۲)

وإن نشزت فلا نفقة لها حتی تعود إلی منزله. (هدایه، کتاب الطلاق، باب النفقة، اشرفی ۲/۴۳۸، قدوری ص: ۱۹۰، هندیه، قدیم ۱/۵۴۵، جدید ۱/۵۹۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍محرم الحرام ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۱۰۲)

ناشزہ عورت کے نفقہ اور مہر کا مسئلہ

سوال [۷۳۵۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک لڑکے کا نکاح ایک لڑکی کے ساتھ ۹/۱۱/۱۴ کو بالعوض مبلغ پندرہ ہزار روپئے دین مہر نصف معجّل، نصف غیر معجّل کے بذریعہ شہر امام کرادیا گیا تھا، جس میں لڑکی والوں نے بیجا ناجائز دباؤ کے ذریعہ لڑکے کے والد سے نصف مہر ساڑھے سات ہزار روپیہ کے عوض میں اس کے رہائشی مکان میں سے چھ سہام حصہ لڑکی کے نام بیع ورجسٹری کرالیا تھا، لڑکے کے کچھ گھریلو حالات کی وجہ سے نکاح کے بعد لڑکی کی رخصتی وادائیگی عمل میں نہیں لائی گئی تھی، اور وہ اپنے میکے ہی میں رہی اور لڑکا، لڑکی نکاح کے بعد آپس میں کبھی نہیں ملے، کچھ عرصہ بعد اپنی لڑکیوں وغیرہ کی شادی وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد لڑکے کے والد نے لڑکی کے نانا وغیرہ سے لڑکی (بہو) کو رخصتی وادائیگی کرانے کے لیے دن تاریخ مانگا، تو انہوں نے مزید ایک اور نئی شرط لڑکی (بہو) کو رخصت کرنے کی رکھی، کہ اپنی پینشن میں سے مبلغ ایک ہزار روپیہ ماہواری لڑکی کے نام لکھ کر رجسٹری کراؤ تب لڑکی کو رخصت کریں گے، جس پر لڑکے کے والد نے ان کی بے جا دوسری ناجائز شرط کو ماننے سے انکار کردیا، جس کی ضد میں

لڑکی کی ماں اور خود لڑکی نے مہیلا تھانے میں جھوٹے بے بنیاد الزامات و بہتان لگا کر درخواست لگادی کہ لڑکی نکاح کے بعد رخصت کردی گئی تھی، جہیز کے ساتھ، اب مزید ایک اسکوٹر اور نقد بیس ہزار روپیہ لڑکی کا شوہر ساس، سسر اور نندیں وننددوئی وغیرہ مانگ کر رہے ہیں، اور بارہ وفات کے دن ان ساتوں لوگوں نے لات گھونسوں سے مار کر سسرال سے نکال دیا، اور سارا زیور کپڑا وغیرہ بھی روک لیا، ان بے ہودہ، جھوٹے بے بنیاد الزامات و بہتان تراشی کی پولس انکوائری ہوئی، سچائی سامنے آئی، حق غالب ہوا، باطل شکست کھا گیا، میرے رب کے فضل سے پولیس نے فائنل رپورٹ لگادی، لیکن پھر ضد، اصرار گناہ کہ لڑکی اور لڑکی کی ماں نے دوبارہ جھوٹا دعویٰ پھر ساتوں کے خلاف الگ سے کیا وہ بھی خارج ہوگیا، خدا کے حکم سے، پولیس نے لڑکی اور لڑکی کی ماں وغیرہ پر دفعہ ۱۸۲/ کا مقدمہ قائم کر رکھا ہے، جو ان کے خلاف چل رہا ہے، مندرجہ بالا ایسے سنگین واقعات کے پیش نظر جو بیوی نکاح کے بعد رخصت ہوکر سسرال شوہر کے گھر تک نہ آئی ہو وہ بیوی جان بوجھ کر اپنے شوہر و اس کے بوڑھے ماں باپ اور اس کی بہنوں و بہنوئی وغیرہ پر قطعی جھوٹے اور بے بنیاد الزامات اور بہتان لگا کر ذلیل و بے عزت کرانے کی اور جیل بھجوانے کی کوشش کرے۔

(۱) اس کے ساتھ لڑکے کا نکاح باقی رہا یا نہیں؟

(۲) نیز لڑکا ایسی بیوی کے کسی دین مہر کی ادائیگی کا ذمہ دار ہے یا نہیں؟ اور کتنا مہر دینا پڑے گا؟

(۳) مندرجہ بالا چھ سہام حصہ رہائشی مکان میں سے لڑکی کے نام نصف مہر کے عوض بیع ورجسٹری کرایا گیا تھا، اس کو وہ لینے کی شرعاً حقدار ہے یا نہیں؟

(۴) ایسی بیوی جس نے مذکورہ بالا طریقوں سے پریشان کر رکھا ہے اس کو نان و نفقہ (خرچہ) دینا چاہیے؟ شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتی: افضال احمد، مغلپورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) چونکہ لڑکے نے ابھی طلاق نہیں دی ہے

اس لیے نکاح باقی ہے۔(مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۹/۷۴)

عن ابن عباسؓ قال النبی ﷺ: ...... إنما الطلاق لمن أخذ بالساق وعلی هامشه أی إنما یملک الطلاق من یملک الجماع. (سنن ابن ماجه، کتاب الطلاق، باب طلاق العبد، النسخة الهندیة ۱/ ۱۵۱، دار السلام رقم: ۲۰۸۱)

(۲) اگر اسی حالت میں طلاق دیدی گئی تو شوہر کے ذمہ مقرر مہر (یعنی پندرہ ہزار) کا آدھا (یعنی ساڑھے سات ہزار روپئے) لازم ہیں، میاں بیوی کے ملنے سے پہلے طلاق کی صورت میں عورت اس سے زیادہ کی شرعاً مستحق نہیں ہے۔(مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۸/۳۰۶)

قال الله تعالیٰ: ﴿وَاِنۡ طَلَّقۡتُمُوۡهُنَّ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ وَقَدۡ فَرَضۡتُمۡ لَهُنَّ فَرِيۡضَةً فَنِصۡفُ مَا فَرَضۡتُمۡ. [البقرة: ۲۳۷] ﴾

ویجب نصفه بطلاق قبل وطئ أو خلوة. (الدر مع الرد، کتاب النکاح، باب المهر زکریا دیوبند ٤/ ۲۳۵-۲۳٦، زکریچی ۳/ ۱۰٤)

(۳) اگر رجسٹری کرائے گئے مکان کے چھ سہام آدھے مہر (یعنی ساڑھے سات ہزار روپیہ) کی مالیت کے ہیں تو روپیہ کی بجائے مکان کا وہ حصہ بھی آدھے مہر میں دیا جاسکتا ہے، لیکن یہ واضح رہے کہ ساڑھے سات ہزار روپیہ اور چھ سہام میں سے عورت صرف ایک چیز کی حقدار ہوگی۔

(۴) ایسی عورت جو شوہر کی طلب پر اس کے گھر نہ جائے یہ شرعاً نافرمان ہے، نہ تو اس کو شوہر سے شرعاً نان ونفقہ کے مطالبہ کا حق ہے اور نہ شوہر کے ذمہ ایسی عورت کا نان ونفقہ لازم ہے، نیز عورت کو اس سلسلے میں عدالت میں شوہر کے خلاف مقدمہ دائر کرنے کی بھی شرعاً کوئی گنجائش نہیں ہے، جھوٹے الزامات لگا کر مقدمہ وغیرہ کرنا سب ناجائز اور حرام ہے، اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہے، کسی پر الزام لگانے اور جھوٹ بول کر مال وغیرہ حاصل کرنے پر قرآن وحدیث میں سخت ترین وعید آئی ہے، ایسے شخص پر آخرت میں عذاب عظیم کا خطرہ بھی ہے۔(مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۱۲/۱۲۰-۱۴۷)

عن أبی وائل، عن عبد اللهؓ قال: قال رسول الله ﷺ: من اقتطع مال امرئ مسلم بیمین کاذبة لقی الله وهو علیه غضبان، قال عبد الله: ثم قرأ

رسول الله ﷺ، مصداقه من كتاب الله عز وجل ذكره ''إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰه وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلاً أُولٰئِكَ لاَ خَلاقَ لَهُمْ فِيْ الْآخِرَةِ وَلاَ يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ (الآية). (صحيح البخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله عز وجل يومئذ ناضرة، النسخة الهندية ١١٠٩/٢، رقم: ٧١٤٥، ف: ٧٤٤٥)

عن الشعبي: أنه سئل عن امرأة خرجت من بيتها عاصية لزوجها، ألها نفقة؟ قال: لا، و إن مكثت عشرين سنة. (المصنف لابن أبي شيبة، الطلاق ما قالوا في المرأة تخرج من بيتها وهي عاصية ......مؤسسة علوم القرآن ١٥٢/١٠، رقم: ١٩٣٦٩)

لا نفقة لأحد عشر ...... وخارجة من بيته بغير حق وهي الناشزة. (الدر مع الرد، كتاب الطلاق، باب النفقة زكريا ٢٨٥/٥-٢٨٦، كراچی ٥٧٦/٣)

ولا نفقة للناشزة فإن الله تعالىٰ أمر في حق الناشزة بمنع حظها في الصحبة بقوله تعالىٰ: ''واهجروهن في المضاجع. [النساء:٣٤] ﴾

فذٰلك دليل على أنه تمنع كفايتها في النفقة بطريق الأولىٰ.

(المبسوط للسرخسي، دار الكتب العلمية بيروت ١٨٦/٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۳۵۰)

ناشزہ بیوی اورلڑکی کے نان ونفقہ کا حکم

سوال [۷۳۵۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اللہ کا ایک نیک بندہ مندرجہ ذیل مسئلہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے آشنا ہونا چاہتا ہے، کہ ایک شخص کا نکاح قرآن وحدیث کی روشنی میں عمل میں آیا، اور ایک بچی عالم وجود میں آئی، جس کی عمر قریب پندرہ برس کی ہے اس شخص کی بیوی سے شروع ہی سے یہ ضد رہی کہ لڑکا اپنے بوڑھے ماں باپ سے الگ اپنی بیوی کے ساتھ رہے جس پر لڑکا راضی

نہیں ہوا اور اسی سبب سے اس کی بیوی مؤرخہ ۲۶/۴/۱۹۸۳ء اپنے میکہ اپنے شوہر سے الگ رہ رہی ہے بیوی نے اپنے شوہر کے خلاف عدالت میں نان ونفقہ کی نالش دائر کردی، لیکن شوہر نے بیوی کے احترام اور اس کی عزت کی خاطر اس نالش کو نہ لڑ کے سو روپئے ماہواری نان ونفقہ دینے کی رضا مندی دیدی جس کے تحت عدالت سے شوہر کے خلاف حکم صادر فرمادیا کہ سو روپئے ماہوار خرچہ پابندی سے ادا کرتا ہے، تب سے شوہر پابندی سے عدالت کے حکم سے خرچہ اپنی بیوی کو ادا کر رہا ہے، مؤرخہ ۲۶/۴/۱۹۸۳ء سے بیوی نے کوئی حق زوجیت بھی ادا نہیں کیا اور اس شخص کو اس کی بیٹی سے ملنے سے محروم رکھا جارہا ہے اور اس شخص کے دل میں اپنی بیٹی کو دیکھنے و ملنے کی تڑپ دن بدن بڑھتی جارہی ہے اب بیوی نے اپنے شوہر کو نیچا دکھانے اور بے عزت کرنے کی غرض سے عدالت میں اس شخص کی بیٹی کے لیے نان ونفقہ حاصل کرنے کے لیے نالش کردی ہے، ان حالات میں بیوی خود یا اپنی بیٹی کے لیے شوہر سے الگ رہ کر نان ونفقہ حاصل کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور تب سے حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی صورت میں وہ شوہر کے حکم پر نہ چلنے کی بنا پر بیوی اپنے شوہر کے نکاح میں رہی یا نہیں؟ اتنے دنوں میں ان دونوں کے بیچ میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ بیوی کے میکے میں ان کے بھائی بہن کی عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے اس نزاع کی بنا پر شادیاں بھی نہیں ہورہی ہیں، اس شخص کی بیٹی کے مستقبل پر بھی اثر پڑ سکتا ہے، کیا شوہر اپنی بیٹی کو زیر تربیت لے سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر بیوی شوہر کی مرضی کے بغیر میکے میں رہ رہی ہے تو وہ بیوی ناشزہ اور شوہر کی نافرمان ہے، لہٰذا جب تک شوہر کے حقوق زوجیت ادا نہ کرے گی، اس وقت اسلامی شریعت میں بیوی شوہر سے نان ونفقہ کے خرچہ لینے کی حقدار نہیں ہے، لہٰذا ایسی صورت میں شوہر سے کسی قسم کے خرچہ اخراجات کا مطالبہ کرنا شریعت اسلامی میں جائز نہیں ہے اور نہ ہی شوہر پر کسی قسم کا حق لازم ہے۔

عن الشعبی أنه سئل عن امرأة خرجت من بیتها عاصیة لزوجها، ألها نفقة؟ قال: لا، وإن مکثت عشرین سنة. (المصنف لابن أبی شیبة، مؤسسة علوم

القرآن ۱۰/۱۵۲ رقم: ۱۹۳۶۹)

وإن نشزت فلا نفقة لها حتى تعود إلى منزله. (هدايه، كتاب الطلاق، باب النفقة، اشرفي ۲/۴۳۸، قدوری ۱۹۰، شامی زکریا ۵/۲۸٦، کراچی ۳/۵۷٦)

پندرہ سال میں لڑکی بالغہ ہوجاتی ہے ایسی بالغہ لڑکی کو باپ سے الگ ماں کے یہاں رہنا یا رکھنا جائز نہیں، جب تک وہ لڑکی باپ کے یہاں آکر رہنے نہ لگے، اس وقت تک باپ کے اوپر اس لڑکی کا خرچہ شریعت اسلامی میں لازم نہیں ہے۔

والأم والجدة أحق بها أي بالصغيرة حتى تحيض وغيرهما أحق بها حتى تشتهي. (الدر مع الرد، كتاب الطلاق، باب الحضانة زكريا ۵/۲٦۸، كراچی ۳/۵٦٦)

بلغت الجارية مبلغ النساء إن بكرا ضمها الأب إلى نفسه إلا إذا دخلت في السن واجتمع لها رأى فتسكنحيث أحبت حيث لا خوف عليها. (شامی زكريا ۵/۲۷۰، کراچی ۳/۵٦۸)

بیوی کے شوہر سے لمبے زمانہ تک الگ رہنے کی وجہ سے بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوتی۔(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۹/۴۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/ رشعبان المعظم ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۸۷۷)

ناشزہ بیوی کی عدت کے خرچہ کا حکم

سوال [۷۳۵۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں عبد المجید، میرا لڑکا محمد جاوید اس کی شادی ہوچکی تھی، آپس میں نااتفاقی کی وجہ سے لڑکی کے والدین نے اپنی لڑکی کی طلاق لے لی، لہٰذا میں نے اپنی سمدھن کو طلاق دلوانے سے بہت روکا، مگر سمدھن نے اپنی لڑکی کی طلاق لے لی، لہٰذا اب طلاق ہوچکی ہے اور ہم نے ان کا دین مہر اور سروسامان چار آدمیوں کے درمیان میں واپس کردیا ہے، اور ہمارا ابھی

ایک سامان ایک بوندا اور لوکیٹ یہ دونوں چیزیں سونے کی ہیں اور یہ دونوں چیزیں لڑکی والوں نے واپس نہیں کی اور یہ فیصلہ چار آدمیوں کے درمیان میں ہوا ہے، گواہوں کے نام محمد رئیس خان، محمد عثمان خان، محمد جاوید خاں، محمد نعیم الدین خان، اور لڑکی والے اپنی لڑکی کی عدت گذارنے کے لیے اور بھی پیسہ مانگ رہے ہیں، اور لڑکا چائے کی دوکان دو آدمی کے ساتھ مل کر کرتا ہے، اور چائے کی دوکان بھی کرائے پر لے کر کر رہا ہے، اور لڑکی کی عدت گذارنے کے لیے کتنا روپیہ بنتا ہے، حضرت آپ اس کے بارے میں وضاحت فرمادیں؟

اور طلاق نامہ کے اندر اس بات کی صراحت ہے کہ آئندہ ایک دوسرے پر کسی قسم کا مطالبہ نہیں رہے گا، کیا اب شرعاً ان کا مطالبہ درست ہے؟

المستفتی: عبدالمجید برولان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ اور طلاق نامہ دونوں پڑھ کر غور کیا گیا ہے، طلاق نامہ میں صاف لکھا ہوا ہے کہ آئندہ ایک دوسرے سے کسی قسم کے مطالبہ کا حق نہ ہوگا اور نہ ہی قانونی چارہ جوئی کا حق ہوگا، اور اس کی خلاف ورزی غیر معتبر ہوگی، پھر اس کے بعد عدت کے خرچہ کے مطالبہ کرنا طلاق نامہ کی دفعات کی خلاف ورزی ہے، لہٰذا طلاق نامہ اور شریعت کی رو سے عدت کے خرچہ کا مطالبہ کا حق نہیں ہے، نیز لڑکی اور لڑکی والوں کے اصرار پر ہی طلاق دی گئی ہے ایسی صورت میں لڑکی شوہر کے حق میں ناشزہ ہے، اور ناشزہ کو شرعاً عدت کا خرچہ نہیں ملتا ہے۔

عن عوف المزنی أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: الصلح جائز بین المسلمین إلا صلحا حرم حلالا أو أحل حراما، والمسلمون علی شروطهم إلا شرطا حرم حلالا أو أحل حراما. (ترمذی، الأحکام، باب ما ذکر عن رسول اللّٰہ فی الصلح بین الناس، النسخۃ الهندیۃ ۱/۲۵۱، دار السلام رقم: ۱۳۵۲)

عن الشعبی قال: لیس للعاصیة نفقة یقول: إذا عصت زوجها فخرجت بغیر إذنه. (مصنف عبد الرزاق، الطلاق، باب الرجل یغیب عن امرأته فلا ینفق

علیها، المجلس العلمی ٩٥/٧ رقم: ١٢٣٥٢)

نفقة العدة کنفقة النکاح، وفی الذخیرة: وتسقط بالنشوز و تعود بالعود. (شامی، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: فی نفقة المطلقة زکریا دیوبند ٥/٣٣٣ کراچی ٣/٦٠٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍رجب ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۱۱۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/۷/۱۴۳۱ھ

ناشزہ نفقہ کی حقدار ہے یا نہیں؟

سوال [۷۳۵۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری بیوی اپنے میکہ چلی گئی ہے اور اب میری اجازت کے بغیر میکہ میں رہ رہی ہے، میں نے اور میرے والدین نے اس کو لانے کی کافی کوشش کی لیکن نہ تو وہ آنے کے لیے تیار ہے، اب میری بیوی نے ضابطہ فوجداری ۱۲۵؍ کے تحت مجھ سے نان ونفقہ حاصل کرنے کے لیے میرے خلاف مقدمہ دائر کردیا ہے، میں نے اپنی بیوی سے بارہا کہا کہ تم میرے ساتھ میرے گھر آکر رہو، اور حقوق زوجیت ادا کرو تو میں تمہارے سارے اخراجات برداشت کروں گا، لیکن میری بیوی اب میرے ساتھ رہنے کے لیے تیار ہی نہیں ہے، اور اپنے میکہ میں رہتے ہوئے نان ونفقہ کا مطالبہ کررہی ہے، براہ کرم قرآن وسنت کی روشنی میں واضح فرمائیں کہ کیا میری بیوی کا شرعاً یہ مطالبہ جائز ہے یا نہیں؟ حوالہ بھی لکھیں تاکہ یہ فتویٰ عدالت میں دکھایا جاسکے۔

نوٹ: میں نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی ہے اور نہ ہی طلاق دینے کا ارادہ ہے، اور نہ ہی میری بیوی خلع کا مطالبہ کررہی ہے، میں تو چاہتا ہوں کہ میری بیوی میرے پاس گھر آکر میرے ساتھ رہے، میرا کہنا ہے کہ تم میری بیوی ہو، میرے گھر آکر رہو تو نان ونفقہ پانے کی مستحق ہو۔

المستفتی: احمد علی، بارہ دری، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر آپ کی بیوی آپ کی اجازت کے بغیر میکے میں رکی ہوئی ہے اور آپ لانا چاہتے ہیں اور وہ آنے پر تیار نہیں ہے تو وہ شرعاً ناشزہ ہے، اور شرعی طور پر آپ سے خرچہ ونفقہ وغیرہ لینے کی حقدار نہیں اور حقوق زوجیت ادا کیے بغیر نان و نفقہ کا مطالبہ کرنا اس کے لیے شرعا ناجائز ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ١١/١١٢، احسن الفتاویٰ ٥/ ٤٦٧، فتاویٰ محمودیہ قدیم ٨/١٦٠، جدید ڈابھیل ٩/ ٢٢٥)

وتسقط به أی بالنشوز النفقة المفروضة. (شامی، کتاب الطلاق، باب النفقة، زکریا دیوبند ٥/ ٢٨٧، کراچی ٣/ ٥٧٦)

وإن نشزت فلا نفقة لها حتى تعود إلى منزله والناشزة هي الخارجة عن منزل زوجها المانعة نفسها منه. (فتاویٰ عالمگیری، الباب السابع عشر فی النفقات قدیم ١/ ٥٤٥، جدید ١/ ٥٩٥، هدایه اشرفی دیوبند ٢/ ٤٣٨، قدوری ١٩٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٣ رجب ١٤١١ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٢٦/ ٢٢٧٩)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
٣/٧/١٤١١ھ

کیا ناشزہ کو عدت کا خرچہ ملے گا

سوال [٧٣٥٤]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہندہ اور ہندہ کے گھر والے ان سب کا کہنا ہے کہ ہندہ کے شوہر کی آمدنی بہت کم ہے، جبکہ وہ ٨٠/٩٠ روپیہ روز مٹھائی کی دوکان میں کماتا ہے، شادی کے وقت بھی اتنا ہی کماتا تھا، آج بھی اللہ کے فضل وکرم سے اتنا ہی کماتا ہے، پورا محلّہ شاہد ہے، نیز نیک مزاج نمازی با شرع، جماعت میں جانے والا، ہفتہ واری گشت میں شرکت کرنا ان کا کام ہے، ہندہ اور ہندہ کے گھر والے شوہر کے اوپر بدتمیزی اور برے الزام لگا کر زبردستی طلاق لینا چاہتے ہیں، شوہر طلاق دینا نہیں چاہتا اور لڑکی اور لڑکی والے طلاق لینے پر زبردستی دباؤ سے کام لے رہے ہیں،

تو کیا ایسی صورت میں لڑکی والوں کی طرف سے طلاق کے مطالبہ پر طلاق دینا اور مہر بھی ادا کرنا عدت کا خرچہ بھی دینا لڑکے پر لازم ہے یا شریعت میں لڑکی کی طرف سے طلاق کے مطالبہ کی صورت میں مہر اور عدت کے خرچہ کی معافی کی گنجائش ہے اور لڑکی اس وقت چھ مہینے سے اپنے میکہ میں بیٹھی ہوئی ہے، اور پولیس کے ذریعہ سے جھوٹی رپورٹ لڑکے کے خلاف کروائی اور پولیس والوں نے لڑکے والے کے یہاں پہنچ کر جائزہ لیا اور پورے محلّہ والوں نے لڑکے اور لڑکے والوں کی سچائی کی گواہی دی، تو پولیس والے مطمئن ہو کر چلے گئے ہیں۔

المستفتی: ریاض الدین رحمت نگر، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب بیوی اور اس کے گھر والے خود ہی شوہر سے طلاق کا مطالبہ کر رہے ہیں اور دباؤ ڈال رہے ہیں تو ایسی صورت میں شوہر کو طلاق دینے کے لیے مہر کی معافی کی شرط لگانا جائز ہے، اور چونکہ عورت خود ہی گھر جا کر بیٹھ چکی ہے، اس لیے شرعی طور پر ایسی عورت ناشزہ کہلاتی ہے، اور ناشزہ عورت کے لیے عدت کا خرچہ شرعاً لازم نہیں ہے، لہٰذا شوہر سے عدت کے خرچہ کا مطالبہ کرنا ایسی عورت کے لیے جائز نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۲/ ۱۵۱)

الخلع لا بأس به عند الحاجة بما يصلح مهرا وهو طلاق بائن ويلزم بدله . (شرح وقايه، كتاب الطلاق، باب الخلع ياسر نديم ۲/ ۱۲۳)

قوله لها أنت طالق بألف أو على ألف وقبلت في مجلسها لزم. (الدر مع الرد، كتاب الطلاق، باب الخلع، زكريا ديو بند ۵/ ۱۰۰، كراچی ۳/ ۴۴۹)

وإن نشزت فلا نفقة لها حتى تعود إلى منزله. (هـدايه، كتاب الطلاق، باب النفقة، اشرفی ۲/ ۴۳۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/ ۸۸۲۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۵/۲۴ھ

کیا ناشزہ کو عدت کے خرچہ کے مطالبہ کا حق ہے؟

سوال [۷۳۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں امجد علی ولدیت محمد علی رہائش جامع مسجد کا رہنے والا ہوں، میری شادی کو ایک سال چودہ مہینے گذر چکے ہیں، تب ہی سے مجھے اپنی بیوی کے چال چلن پر شک تھا، بات بات پر جھگڑا کرتی ہے، بار بار مجھ سے طلاق مانگتی تھی بات بات پر زہر کھانے کی دھمکی دیتی تھی، طلاق کے فوراً بعد دس ہزار روپیہ مہر کے ادا کر چکا ہوں، ۱۵/تاریخ بروز بدھ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی تھی، اور طلاق بھی گواہوں کے بیچ میں لفظ تین طلاق کی ادائیگی کر چکا ہوں، اب عدت کے چار ہزار روپیہ مانگ رہے ہیں، عدت اپنی ماں کے یہاں گذارے گی، اب عدت کے پیسے دیئے جائیں گے یا نہیں؟

المستفتی: محمد علی بن محبّ علی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عدت کا خرچہ نہ شریعت کی طرف سے چار ہزار روپیہ متعین ہے اور نہ ہی قانوناً اور نہ عرفاً اور عدت کہا جاتا ہے، طلاق کے بعد تین ماہواری گذر جانے کو، شوہر سے زبانی معلوم ہوا کہ مہینے میں ایک دفعہ ماہواری آتی ہے، لہٰذا طلاق کے بعد تین ماہواری گذرنے تک کے لیے دونوں طرف کے معزز اور با انصاف لوگ بیٹھ کر تقریباً تین مہینے کا جو نان ونفقہ بیٹھ سکتا ہے وہ متعین کردیں اور وہ بھی شوہر کی حیثیت کے اعتبار سے متعین کرنا ضروری ہے، مثلاً اگر شوہر تین ہزار روپیہ مہینے میں کما کر گھر کے افراد کی ضرورت پوری کرتا ہے تو ہر فرد کے حصے میں کتنا پیسہ آتا ہے، حساب لگالیا جائے اس حساب سے تین ماہواری یعنی تقریباً تین مہینے کا ایک آدمی کا خرچہ متعین کردیا جائے، یہی عدت کا خرچہ بیٹھے گا، لیکن یاد رکھئے کہ عدت کا خرچہ اس عورت کو ملتا ہے جو عورت شوہر کی مرضی سے عدت گذارتی ہے، یعنی شوہر جہاں رہ کر عدت گذارنے کو کہے وہیں رہ کر عدت گذارتی ہے تو

اس کوعدت کا خرچہ ملتا ہے، نافرمان بیوی کوعدت کا خرچہ نہیں ملتا ہے۔

عن الشعبی قال: إذا حبس المرأة من قبلها فلا نفقة لها. (مصنف عبد الرزاق، الطلاق، باب الرجل يغيب عن امرأته ...... المجلس العلمی ۷/۹۵ رقم: ۱۲۳۵۳)

وإن نشزت فلا نفقة لها حتى تعود إلى منزله. (هدايه، كتاب الطلاق، باب النفقة، هكذا فی شرح الوقاية ياسر نديم ۲/۱۷۲-۱۷۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۸۰۱)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۵/۱۸ھ

ناشزہ کی عدت کا خرچہ اور زیورات کی واپسی

سوال [۷۳۵۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری بیوی میری اجازت کے بغیر میرے دو کمسن بچوں کو چھوڑ کر میرے گھر سے نکل کر چار دن تک غیر مرد کے ساتھ رہنے کے بعد واپس آئی، جس کی بنا پر میں نے اس کو تین طلاق دیدیں، اس کے بعد لڑکی کے والدین مجھ سے نان ونفقہ اور بوقت نکاح چڑھائے ہوئے زیور کا مطالبہ کررہے ہیں، جبکہ میں نے بیوی کو زیور کا مالک نہیں بنایا تھا، صرف اس کے استعمال کی اجازت دی تھی، طلاق سے کئی ماہ پہلے بھی میں نے کہا تھا کہ اپنے گھر کی چیز کا مالک میں ہوں، اور اپنی چیز کی مالک تم ہو، تو کیا اس صورت میں وہ نان ونفقہ اور میری جانب سے چڑھائے ہوئے زیور کے مطالبہ کی حقدار ہوگی؟

المستفتی: انظار النبی رامپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو عورت شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر جائے اور غیر مرد کے ساتھ کئی دن کے لیے غائب ہوجائے وہ شرعاً بدکار ہونے کے ساتھ ساتھ ناشزہ اور شوہر کی نافرمان بھی ہے اور ناشزہ کے لیے شوہر کے اوپر عدت کا خرچہ لازم

نہیں ہے، لہٰذا جب شوہر تین طلاقیں دینے کا خود اقرار کر رہا ہے تو بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو چکی ہے، آئندہ بغیر حلالہ کے دونوں کے درمیان نکاح بھی درست نہ ہوگا، اور بوقت نکاح استعمال کے لیے چڑھائے ہوئے زیورات کا مالک شوہر ہے، عورت نہیں ہے، ہاں البتہ میکے سے لائے ہوئے زیورات اور جہیز کا سامان عورت کی ملکیت ہے اور بوقت نکاح جو مہر مقرر ہوا تھا شوہر کے ذمہ اس کا ادا کرنا بھی لازم ہے۔

﴿قال الله تعالیٰ: وَآتُوا النِّسَآءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً. [النساء: ٤] ﴾

عن أبی أمامة الباهلی قال: سمعت رسول الله ﷺ -إلی- العارية مؤداة والمنحة مردودة. (سنن الترمذی، باب ماجاء لا وصية لوارث، النسخة الهندية ٣٢/٢، دار السلام رقم: ٢١٢٠)

عن الشعبی: أنه سئل عن امرأة خرجت من بيتها عاصية لزوجها، ألها نفقة؟ قال: لا، و إن مكثت عشرين سنة. (المصنف لابن أبی شيبة، الطلاق، قالوا فی المرأة تخرج من بيتها وهی عاصية، مؤسسة علوم القرآن جديد ١٥٢/١٠ رقم: ١٩٣٦٩)

وإن نشزت فلا نفقة لها. (هدايه، كتاب الطلاق، باب النفقة، اشرفی ٤٣٨/٢، قدوری ص: ١٩٠)

كرر لفظ الطلاق وقع الكل. (شامی، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، زكريا ٥٢١/٤، كراچی ٢٩٣/٣)

المختار للفتویٰ: أن يحكم بكون الجهاز ملكا. (شامی زكريا ٣٠٩/٤، كراچی ١٥٧/٣)

المالك: من يتصرف برائ نفسه. (هدايه، كتاب الطلاق، فصل فی الأمر باليد اشرفی ٣٧٩/٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢٧/ ذی الحجہ ١٤٣١ھ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٩/ ١٠٢٣٨)

ناشزہ بیوی کا نان ونفقہ کا مطالبہ کرنا

سوال [۷۳۵۷]: (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک عورت اپنی سسرال سے اپنی ماں کے یہاں چلی گئی، اور واپس نہیں آرہی ہے، شوہر واپس لینے بھی گیا، لیکن واپس نہیں آئی تو شوہر نے دوسرا نکاح کرلیا، پھر زوجۂ اولیٰ کہتی ہے کہ نان ونفقہ دو، شوہر کہتا ہے کہ میرے گھر آجا تجھ کو نان ونفقہ سب کچھ دوں گا، تو کیا بیوی کا اس طرح نان ونفقہ کا مطالبہ کرنا درست ہے، اور شوہر پر اس کو نان ونفقہ دینا ضروری ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالناصر نئی بستی، امروہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زوجۂ اولیٰ جو شوہر کا گھر چھوڑ کر چلی گئی ہے اور بلانے کے باوجود گھر نہیں آرہی ہے تو ایسی عورت ناشزہ ہے، اور ناشزہ کا نان ونفقہ شوہر پر لازم نہیں ہوتا ہے، لہٰذا اس کا خرچہ واخراجات کا مطالبہ کرنا شرعی اعتبار سے ناجائز ہے۔

عن الشعبی أنه سئل عن امرأة خرجت من بیتها عاصیة لزوجها، ألها نفقة؟ قال: لا، و إن مکثت عشرین سنة. (المصنف لأبن أبی شیبة، الطلاق، قالوا فی المرأة تخرج من بیتها وهی عاصیة، مؤسسة علوم القرآن جدید ١٠/ ١٥٢ رقم: ١٩٣٦٩)

قال: ولا نفقة للناشزة مادامت علی تلک الحالة –إلی– وفی الخانیة: الناشزة هی التی خرجت من منزل الزوج بغیر إذنه بغیر حق.

(تاتارخانیة ٥/ ٣٦٦ رقم: ٨٢١٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۱۲۲)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۵/۲۲ھ

بدکار بیوی کو طلاق، مہر، نان ونفقہ اور جہیز کا حکم

ســـوال [٧٣٥٨]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (١) میں نے اپنی لڑکی کی شادی قریب تین ماہ پہلے نجیب آباد سے کی تھی، لڑکی اپنے شوہر کے ساتھ دو بارہ رہ چکی ہے، اور میری لڑکی میرے ہی گھر سے کسی غیر مرد کے ساتھ چلی گئی ہے اور ابھی تک واپس نہیں آئی ہے، ایسی حالت میں لڑکی کا شوہر طلاق دے یا ہم طلاق لیں اس حالت میں لڑکی اپنے مہر نان ونفقہ اور جہیز کی حقدار ہے یا نہیں؟

(٢) اس حالت میں لڑکی اپنے شوہر کے نکاح میں رہتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد اقبال محلّہ تھانہ کاشی پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: آپ کی لڑکی جو غیر مرد کے ساتھ بھاگ گئی ہے اس غیر مرد کے ساتھ بدکاری اور زنا کاری ہو رہی ہے اور اصلی شوہر کے ساتھ اس کا نکاح بدستور باقی ہے، ایسی نافرمان اور فاحشہ بیوی کو طلاق دینے کے لیے شوہر کو اس بات کی شرط لگانے کی گنجائش ہے کہ مہر معاف کرنے کی شرط پر طلاق دیدوں گا، اور ایسی نافرمان بیوی کا نان ونفقہ شوہر پر لازم نہیں ہے، ہاں البتہ طلاق کے بعد جہیز کا سامان اس کو واپس ملے گا، اسی سے دونوں سوالوں کا جواب واضح ہوگیا۔

قال في الهداية: وإن نشزت فلا نفقة لها حتى تعود إلى منزله. (هدايه، كتاب الطلاق، باب النفقة، اشرفي ٤٣٨/٢، قدوري ص: ١٩٠)

وإن كان النشوز منها. (هدايه اشرفي ٤٠٤/٢)

قال العيني تحته: أما مقدار المهر فلا يكره أخذه. (بنايه شرح هدايه، امداديه لاهور ٣٥٩/٢، اشرفيه ديوبند ٥١١/٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ر رجب المرجب ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۶۶۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۰/۷/۱۴۲۹ھ

ناشزہ بیوی کوطلاق اور عدت ومہر کا حکم

سوال [۷۳۵۹]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) شوہر سے بیوی طلاق کا مطالبہ کرتی ہے اور شوہر اپنی بیوی کو رکھنا چاہتا ہے تو ان حالات میں اگر بیوی کی ضد اور مطالبہ پر طلاق دی جائے تو مہر دینے ضروری ہیں یا مہر معاف کرنے کی شرط لگائی جاسکتی ہے؟

(۲) اور طلاق کی صورت میں عدت کا خرچہ شوہر پر لازم ہے یا نہیں؟ جبکہ بیوی نافرمان اور ناشزہ ہے اور اپنے میکہ میں رکی ہوئی ہے؟

المستفتی: ایم کلیم، مینا نگر جینتی روڈ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب بیوی طلاق لینے کے لیے بضد ہے اور شوہر طلاق دینا نہیں چاہتا تو ایسی صورت میں شوہر کے لیے یہ شرط لگانا جائز اور درست ہے کہ مہر معاف کرنے کی شرط پر طلاق دے گا اور پھر بیوی شوہر سے مہر کا مطالبہ نہیں کرے گی، اور اگر مہر ادا کر دیا گیا ہے تو اس کو واپس کرنے یا اتنی مقدار مال یا روپیہ دینے کی شرط پر طلاق دے سکتا ہے۔

وان طلقها على مال فقبلت وقع الطلاق و لزمها المال و كان الطلاق بائنا. (هـدايـه، كتاب الطلاق، باب الخلع، اشرفی دیو بند ۲/ ۴۰۵، هندیه قدیم ۱/ ۴۹۵، جدید ۱/ ۵۵۴)

وإن خالعها على مهرها فإن كانت المرأة مدخولا بها وقد قبضت مهرها يرجع الزوج عليها بمهرها. (هنديه، كتاب الطلاق، الباب الثامن فى الخلع، الفصل الاول، قديم ۱/ ۴۸۹، جديد ۱/ ۵۴۹)

(۲) جب عورت بلا ظلم وزیادتی کے طلاق لینے پر بضد ہے اور شوہر سے الگ رہ رہی ہے تو وہ ناشزہ ہے اور ناشزہ کی عدت کا خرچہ شوہر پر لازم نہیں ہے۔

لانفقة لاحد عشر -إلى- وخارجة من بيته بغير حق وهي الناشزة حتى تعود. (شامي زكريا ٥/٢٨٦، كراچى ٣/٥٧٦)

وإن نشزت فلا نفقة لها حتى تعود إلى منزله. (هدايه، اشرفى ٢/٤٣٨، قدورى ص: ١٩٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍جمادی الاولی ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۶۰۴/۳۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۵/۱۲ھ

طلاق کے بعد پیش آنے والے مختلف مراحل کا حل

سوال [۷۳۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید ندوی عالم دین ہے اس نے ہندہ بنت خالد سے شادی کی، مہر فاطمی پر بایں شرط کہ جہیز بالکل نہیں لوں گا، مگر شادی کے بعد کسی نہ کسی طریقہ سے جہیز کا مطالبہ کرتا رہا، اس مطالبہ کو ہندہ کے باپ خالد نے حسب حیثیت پورا کیا، جس میں موٹر سائیکل دینا شامل ہے، اس جہیز کا زید تحریری طور پر اقراری ہے، نیز بطور قرض پچاس ہزار روپئے دیئے تھے، زید اس رقم کا نہ اقراری ہے بلکہ انکاری ہے، کچھ دنوں کے بعد خالد اپنی بیٹی ہندہ کو اس کے شوہر زید کی اجازت سے اپنے گھر لے آیا۔

ستمبر ۲۰۰۵ء کو اس وقت ہندہ دو ماہ کے حمل سے تھی، چار ماہ گذر گئے، زید اور اس کے گھر والے نہ تو ہندہ کو بلانے آئے اور نہ ہی کوئی رابطہ کیا، بعدہٗ ادھر اُدھر کے لوگوں سے علم ہوا کہ زید نے ہندہ کو بیک وقت تین طلاقیں دیدی ہیں، زید عدالت میں زیر غور مقدمہ میں تین طلاق کا اقراری بھی ہے مگر کہتا ہے کہ بمذہب اہل حدیث ایک ہی طلاق واقع ہوئی، طلاق کے تین ماہ بعد ہندہ سے زید کی بیٹی زینب کی ولادت اسپتال میں ہوئی، ولادت کا کل صرفہ خالد نے برداشت کیا تاوقت تحریر زید کی بیٹی زینب تقریباً پانچ سال کی ہوگئی، از ولادت اب تعلیم وتربیت اور کھانے پینے سے لے کر علاج تک کا کل صرفہ خالد ہی برداشت کرر ہا ہے،

زید کا کہنا ہے کہ اس معاملہ (جو عدالت میں پانچ سال سے زیرِ غور ہے) کا شرعی اعتبار سے حل کیا جائے، لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

(۲) اگر طلاق ہوگئی تو ادائیگی مہر زید پر واجب ہے یا نہیں؟

(۳) اگر ہے تو مہر فاطمی کی کتنی رقم بنتی ہے؟

(۴) زید پر سامان جہیز کی واپسی لازم ہے یا نہیں؟

(۵) بطور قرض لیا ہوا روپیہ واپس کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

(۶) مطلقہ بیوی ہندہ کا نان ونفقہ زید پر کب سے کب تک کا واجب ہے؟

(۷) زید کی بیٹی زینب کی ولادت کا صرفہ اور ولادت کے بعد سے اب تک کا صرفہ جو خالد نے برداشت کیا، زید پر واجب الذمہ ہے یا نہیں؟

(۸) پانچ سال سے زیرِ غور مقدمہ پر آنے والا خرچ زید کے ذمہ ہے یا نہیں؟

شرعی جوابات سے نوازیں۔

المستفتی: ماسٹر محمد ادریس محلّہ علی خاں، اودھم سنگھ نگر، اترا کھنڈ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) جب زید خود تین طلاق کا اقراری ہے تو اس سے اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو چکی ہے اب بغیر حلالۂ شرعیہ کے ان کے درمیان ازدواجی تعلق قائم کرنا جائز نہیں ہے۔

إن من أقر بطلاق سابق يكون ذٰلك إيقاعا منه في الحال. (المبسوط للسرخسی، کتاب الطلاق، باب من الطلاق، دار الکتب العلمية بيروت ۱۳۳/۶)

لو قال لزوجته أنت طالق طالق طالق طلقت ثلاثا. (الأشباه والنظائر ص: ۲۱۹، زکریا ص: ۳۷۶)

وإن كان الطلاق ثلاثا في الحرة و ثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها.

(هندیه، قدیم ۱/۴۷۳، جدید ۱/۵۳۵)

(۲) نکاح ہوتے ہی شوہر کے ذمہ مہر کی ادائیگی لازم ہے اور طلاق کے بعد اس کے اندر مزید تاکید پیدا ہوجاتی ہے، لہٰذا شوہر کے ذمہ مہر کی ادائیگی واجب ہے۔

وأفاد أن المهر وجب بنفس العقد ...... وإنما يتأكد لزوم تمامه بالوطئ ونحوه. (شامی، کتاب النکاح، باب المهر، زکریا ٤/٢٣٣، کراچی ٣/١٠٢، هندیه قدیم ١/٣٠٣، جدید ١/٣٧٠)

(۳) موجودہ گراموں کے حساب سے مہر فاطمی کی مقدار ڈیڑھ کلو ۳۰ر گرام ۹۰۰ر ملی گرام چاندی ہے اس کی قیمت ادائیگی کے دن صرافہ بازار سے معلوم کرلیں۔ (ایضاح المسائل ۱۲۹، اوزان المحمودۃ ۱۰۰)

وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالا: يوم الأداء ...... وهو الأصح (در مختار) وفي الشامية: أن المعتبر عنده فيها يوم الوجوب وقيل يوم الأداء وفي المحيط: يعتبر يوم الأداء بالإجماع وهو الأصح. (شامی، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم، زکریا ٣/٢١١، کراچی ٢/٢٨٦)

(۴) جہیز میں جو کچھ سامان دیا گیا ہے اس کی مالک بیوی ہی ہے، لہٰذا شوہر پر لازم ہے کہ جہیز کا تمام سامان بیوی کو واپس کردے۔

أن الجهاز للمرأة إذا طلقها تاخذه كله. (شامی، کتاب النکاح، باب المهر زکریا ٤/٣١١، کراچی ٣/١٥٨)

(۵) اگر زید نے واقعی سسرال والوں سے پچاس ہزار روپیہ بطور قرض لیا ہے تو اس کی ادائیگی زید پر واجب ہے، اور کیسے لیا اور کیسے دیا، لینے دینے والے خود ایماندارانہ طور پر اس کا خیال رکھیں۔

يجب على المقترض أن يرد مثل المال الذى اقترضه. (الفقه الاسلامی وأدلته، حکم القرض، ما یجب رده على المقترض، هدیٰ انٹرنیشنل دیوبند ٤/٥١٥، دار الفکر ٥/٣٧٩٣)

(۶) زمانۂ عدت کا نان ونفقہ شوہر پر واجب ہوتا ہے لہٰذا بیوی ہندہ کے لیے بھی صرف زمانہ عدت کا نفقہ شوہر پر واجب ہے، اور عدت پوری ہونے کے بعد شوہر کسی چیز کا ذمہ دار نہیں۔

المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسكنىٰ، كان الطلاق رجعيا أو بائنا أو ثلاثا حاملا كانت المرأة أو لم تكن. (هنديه، الباب السابع عشر فى النفقات، قديم ۱/۵۵۷، جديد ۱/۶۰۵)

(۷) ولادت کے لیے چونکہ عورت خود ہسپتال گئی ہے شوہر نہیں لے گیا ہے اس لیے ولادت کا صرفہ عورت ہی کے ذمہ ہے۔

عن الشعبى قال: أتت امرأة شريحا فقالت: إن زوجى غائب و إنى استدنت ديناراً فأنفقت على نفسي، قال: أن كان أمرک بذٰلک؟ قالت: لا، قال: فاقضى دينک. (مصنف عبد الرزاق، الطلاق، الملجس العلمى ۷/۹۵ رقم: ۱۲۳۵۱)

وأجرة القابلة عليها إن استأجرتها. (هنديه قديم ۱/۵۴۹، جديد ۱/۵۹۹)

البتہ ولادت کے بعد زید کی بیٹی زینب کا خرچہ زید کے ذمہ واجب ہے۔

نفقة الأولاد الصغار على الأب لا يشاركه فيها أحد. (هنديه، الفصل الرابع، قديم ۱/۵۶۰، جديد ۱/۶۰۷، هدايه اشرفى ۲/۴۴۴، قدورى ص: ۱۹۲)

ونفقة الصغير واجبة على أبيه. (تاتارخانية ۵/۴۱۲ رقم: ۸۳۳۳)

(۸) چونکہ مقدمہ لڑکی کے باپ خالد نے دائر کیا ہے، اس لیے اس کا جتنا خرچ ہوگا وہ خالد کے اوپر ہی آئے گا، زید کے ذمہ مقدمہ کا خرچ نہیں ہے۔

لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامى، مطلب: فى التعزير بأخذ المال، زكريا ۶/۱۰۶، كراچى ۴/۶۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۴۴۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۶/۲۶ھ

کیا عدت کے بعد کے خرچ کی ذمہ داری شوہر پر ہے؟

سوال [۷۳۶۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں نازینہ خاتون بنت عبد القادر ساکن محلّہ دانشمندان امروہہ کی شادی محمد نعیم ولد غلام حیدر ساکن محلّہ بیگم سرائے کلاں امروہہ کے ساتھ ۹۳ء میں ہوئی تھی، محمد نعیم سے نازینہ خاتون کے لڑکی پیدا ہوئی جو نازینہ کے پاس اب بھی موجود ہے، نازینہ نے اپنے شوہر محمد نعیم اور سسرال کے افراد کی جانب سے ظلم وستم ڈھائے جانے کے سبب طلاق کی خواہش کی، محمد نعیم نے نازینہ کے بیان کو غلط کہا اور گواہوں کے روبرو تین طلاقیں دیدیں، اب بعد عدت کے خرچہ اور پانچ سو روپیہ ماہانہ جیب خرچ جو بوقت نکاح لکھوایا گیا، اس کا ذمہ دار از روئے شرع محمد نعیم ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: بیوی اپنے شوہر کے یہاں باتنخواہ ملازم بن کر نہیں آیا کرتی ہے بلکہ شوہر کی رفیقۂ حیات بن کر آتی ہے، لہٰذا اگر شوہر نے بیوی کو کھانا کپڑا اور رہائش کی جگہ دے رکھی ہے تو الگ سے جیب خرچ کے نام سے پانچ سو روپیہ لینے کی حقدار نہیں ہے، نیز اگر بیوی شوہر کی مرضی کے خلاف پہلے سے میکے گئی ہوئی ہے اور اسی دوران طلاق کا واقعہ پیش آیا ہے، اور اب بھی میکہ میں رہتی ہے تو ایسی صورت میں بیوی شرعی طور پر عدت کے خرچہ کی حقدار نہیں ہے، ایسی عورت طلاق سے قبل اور طلاق کے بعد دونوں حالتوں میں شرعاً ناشزہ کہلاتی ہے جو نان ونفقہ اور عورت کے اخراجات کی حقدار نہیں ہوتی ہے۔

عن الشعبي: أنه سئل عن امرأة خرجت من بيتها عاصية لزوجها، ألها نفقة؟ قال: لا، و إن مكثت عشرين سنة. (المصنف لابن أبي شيبة، الطلاق، ما قالوا في المرأة تخرج من بيتها الخ، مؤسسة علوم القرآن جديد ۱۰/۱۵۲ رقم: ۱۹۳۶۹)

بأن ينظر في حال الرجل هل فعل ذٰلك تخلصا من النفقة أو لسوء أخلاقها مثلا فإن كان الأول يلزم بها وإن كان الثاني لا يلزم. (شامي، زكريا ۵/۳۱۴، كراچی ۳/۵۹۵)

ولا نفقة لاحد عشر (إلی قوله) وخارجة من بيته بغير حق وهي الناشزة حتی تعود ولو بعد سفره. (در مختار، کتاب الطلاق، باب النفقة زكريا ۵/ ۲۸٦، كراچی ۳/ ۵۷٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍ربیع الاول ۱۴۱٦ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۳٦۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱٦/۳/۷ھ

مطلقہ کی عدت کے بعد خرچ کا حکم

سوال [۷۳٦۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: محمد سعید ولد محمد توفیق ساکن لال پور کچھار اودھم سنگھ نگراور دلشاد بیگم بنت حاجی محمد معروف ساکن مسجد قریشیان محلّہ دائم پورہ ٹانڈہ بادلی رامپور، نکاح شرعی کے بموجب تین سال تک باہم شوہر بیوی بن کر رہے، بعدہٗ محمد سعید کی جانب سے طلاق شرعی (تین طلاق) دیئے جانے کے بعد محمد سعید اور دلشاد بیگم کے درمیان علاحدگی ہوگئی، محمد سعید کی جانب سے مہر، نان ونفقہ، نیز اس کے علاوہ دیگر چیزیں بھی دلشاد بیگم کو لوگوں کی ایک بڑی تعداد کی موجودگی میں حوالے کردی گئیں، صورت مسئولہ یہ ہے کہ ۳؍طلاقیں واقع ہونے کے بعد جب محمد سعید کی جانب سے مہر، نان ونفقہ کی رقم نیز دلشاد بیگم کے سارے مطالبات پورے کردیئے گئے تو کیا اب بھی محمد سعید کے ذمہ مطلقہ دلشاد بیگم کے کچھ حقوق یا کچھ اور رقم کی ادائیگی یا آئندہ کے لیے بحق زوجیت کوئی اور مطالبہ باقی رہ جاتا ہے؟ مطلقہ عورت دلشاد بیگم کا یہ مطالبہ کہ میرا سابق شوہر محمد سعید میرے نکاح ثانی تک برابر مجھے نان ونفقہ ادا کرتا رہے، اسلامی قانون کی رو سے صحیح ہوگا یا غلط؟

المستفتی: محمد توفیق، لال پور کچھا، اودھم سنگھ نگر، اترا کھنڈ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں طلاق مغلظہ کے بعد جب محمد سعید نے مہر اور عدت کا خرچہ ادا کردیا ہے، تو اب محمد سعید کی بیوی دلشاد بیگم کا نکاح ثانی

تک برابر نان ونفقہ دیئے جانے کا مطالبہ کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، اور آئندہ اگر مطالبہ کرے گی تو وہ غیر شرعی اور ظالمانہ مطالبہ ہوگا جس کا محمد سعید کسی طرح مکلّف نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۳/ ۴۳۷)

إذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسكنىٰ في عدتها. (هدايه، كتاب الطلاق، باب النفقة، اشرفى ٢/ ٤٤٣، قدورى ص: ١٩٠، هنديه قديم ١/ ٥٥٧، جديد ١/ ٦٠٥، اللباب ١/ ٢١١)

وإذا مضت مدة لم ينفق الزوج عليها وطالبته بذٰلک فلا شيئ لها. (هدايه، اشرفى ٢/ ٤٤٠، قدورى ١٩٢)

لو أقام الزوج البينة على إقرارها بانقضاء العدة سقطت نفقتها. (خانيه، جديد زكريا ١/ ٢٦٣، وعلى هامش الهندية ١/ ٤٤١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۲۹/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/ ۱۰۷۳۸)	۱۴۳۳/۶/۲۹ھ

مہر وعدت کا خرچہ دینے کے بعد مزید مطالبہ کرنا

سوال [۷۳۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں محمد عارف ولد حاجی احمد علی کا نکاح ریحانہ بنت شریعت اللہ عرف لڈن کے ساتھ ہوا تھا، میری بیوی میکہ جا کر بیٹھ گئی، دو مہینہ کے بعد مہیلا تھانے میں میرے اور میرے ماں باپ کے خلاف جھوٹا مقدمہ دائر کر کے ہم سب کو جیل بھجوا دیا، جیل سے نکلنے کے بعد امام شہر معصوم علی کے پاس ہم فیصلہ کے لیے تیار ہو گئے، مگر وہ لوگ نہیں آئے، پھر حاجی جمعہ بھائی لالباغ کے یہاں پنچایت ہوئی، پھر مجھے کچہری بلایا گیا، اور وہاں مجھ سے تین طلاق لی گئیں، میں نے بیوی کو تین طلاق دینے کے بعد اس کا مہر بیس ہزار روپیہ بھی ادا کر دیا، اور عدت کے خرچہ کے نام سے پانچ ہزار روپیہ بھی الگ سے دیا، اور ان کے جہیز کا

سامان جو کچھ بھی تھا واپس کردیا، اور سامان کے بارے میں ان لوگوں نے دعویٰ کیا تھا کہ سامان پرانا ہوگیا تو اوپر سے مزید پچاس ہزار روپئے سامان پرانا ہونے کے نام سے ہم سے لیے، جبکہ ہم اس قابل نہیں ہیں، کہیں سے ادھار لے کر ہم نے ادا کردیئے، کیا شریعت کے نزدیک ایسا بھی کوئی فیصلہ ہے کہ طلاق ہوجانے کے بعد بھی شوہر کے اوپر کوئی ذمہ داری باقی رہتی ہے، اس لیے کہ اتنا سارا مال لٹانے کے باوجود لڑکی والے ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، ان سے ہماری نجات کی کیا شکل ہے؟

المستفتی: محمد عارف بن حاجی احمد علی محلّہ کسرول، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب شوہر نے تین طلاق دے کر مہر اور عدت کا خرچہ بھی ادا کردیا تو اب لڑکی کے میکہ والوں کا مزید پریشان کرنا جائز نہیں ہے، نیز ایسی صورت میں بیوی نافرمان کہلاتی ہے اور ایسی بیوی کے لیے عدت کا خرچہ واجب نہیں ہوتا، اور سامان پرانا ہونے کے نام سے پچاس ہزار روپئے جو لیے گئے ہیں وہ سراسر ظلم ہے، اس پیسہ کا لڑکی اور لڑکی والوں کے لیے استعمال ناجائز اور حرام ہوگا اور شرعی طور پر اس پیسہ کی واپسی لڑکی والوں پر لازم ہے، اور جہیز کا سامان جس حالت میں ہو اسی حالت میں واپس کرنا شریعت کا حکم ہوتا ہے، جو نیا ہے نئی حالت میں اور جو پرانا ہوچکا ہے، وہ پرانی حالت میں واپس کرنے کا حکم ہے، استعمال کی وجہ سے کوئی معاوضہ وجرمانہ شرعی طور پر جائز نہیں ہے۔

وإن نشزت فلانفقة لها حتى تعود إلى منزله. (هدايه، كتاب الطلاق، باب النفقة، اشرفی ٢/٤٣٨، قدوری ص: ١٩٠)

ولاتضمن بالهلاک من غير تعد، وشرط الضمان باطل. (در مختار مع الشامي، كتاب العارية زكريا ٤/٤٧٦، كراچی ٥/٦٧٨- ٦٧٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
٢٦/ جمادی الاولیٰ ١٤٢٦ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ٣٧/ ٨٨٢٦)	١٤٢٦/٥/٢٦ھ

عدت کے بعد سابقہ شوہر پر کسی طرح کا نفقہ واجب نہیں

سوال [۷۳۶۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دو میاں بیوی کے مابین اختلاف مزاج اور گھریلو حالات کی نامناسبت کی وجہ سے اور ایک دوسرے پر فوقیت حاصل کرنے کی وجہ سے ایسے حالات پیدا ہوگئے کہ سننے اور دیکھنے والے یہ کہنے پر مجبور ہوگئے ہیں کہ اس اچھے بھلے گھر میں کیا ہوگیا ہے افسوس بہت سے معزز حضرات نے ان حالات کو دور کرنے کی بہت کوشش کی ہے مگر سب ناکامیاب رہے ہیں، مجبور ہو کر محلّہ کے معزز حضرات کی ایک پنچایت قائم کرنی پڑی اور پنچ صاحبان کو یہ اختیار دیا کہ پنچایت اللہ کے واسطے بلا کسی کی طرف داری کئے اپنا تصفیہ صادر فرمائے، ہم فریقین کو پنچایتی فیصلہ منظور ہوگا، اور یہ کہ طلاق شرعی کی تصدیق فریقین کے ساتھ ساتھ علماء دین کے فتویٰ سے بھی مکمل طور پر مان لی گئی ہے۔

معلوم یہ کرنا ہے کہ جو بچے مطلقہ سے موجود ہیں اور جن کی عمریں اس طرح ہیں: لڑکی ۱۵ر سال، لڑکی ۴ر سال، لڑکا ۱۱ر سال، لڑکا نو سال، لڑکا ۷ر سال، لڑکا ۵ر سال یہ بچے کس کے پاس رہنے چاہئیں؟ کیا مطلقہ ان بچوں کی پرورش کے نام سے اپنے شوہر کے گھر میں رہنے کا حق پاسکتی ہے؟ جب کہ مطلقہ کے باپ اور دیگر رشتہ دار اسی شہر میں رہتے سہتے اور کاروبار کرتے ہیں۔ مہربانی فرما کر مندرجہ بالا باتوں کا شرعی حکم صادر فرمائیں۔

المستفتی: شمیم امین، مقبرہ روڈ محلّہ میاں باغ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شوہر کی طلاق اور ختم عدت کے بعد عورت کو شوہر سے نان ونفقہ رہائشی مکان وغیرہ کسی چیز کے مطالبہ کا حق نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۱۱/۱۲۳) البتہ عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے حق دار ہے۔

وإذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة والسكنى في عدتها. (قدوری، كتاب النفقات ص: ۱۹۰، هدايه اشرفی ۲/۴۳۸)

اور جو بچے لڑکے سات سال سے کم عمر کے ہیں، ان کی پرورش کا حکم سات سال تک اورلڑکی کے بالغ ہونے تک بیوی کو ہے، اس کے بعد شوہر کولے جانے کا حق حاصل ہوتا ہے، ان ایام میں پرورش کا خرچ شوہر کے ذمہ ہوگا۔

والحاضنة أما أو غيرها أحق به أى بالغلام حتى يستغنى عن النساء وقدر بسبع و به يفتى (إلى قوله) أحق بها أى بالصغيرة حتى تحيض أى تبلغ فى ظاهر الرواية. (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الحضانة، زكريا ٥/٢٦٧-٢٦٨، كراچی ٣/٥٦٦، مصری ٢/٧٨١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍صفر المظفر ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/۴۹۵)

مطلقہ معتدہ کی عدت گزرنے کے بعد نان ونفقہ کا حکم

سوال [۷۳۶۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں امیر خاں ولد زاہد خاں، میں اپنی بیوی شازیہ سلیم ولد سلیم میاں کوتحریری طور پر طلاق دے چکا ہوں، اب مجھے ان کا نان ونفقہ دینا ہے اور کب تک دینا ہے تاکہ میں اس کو دے سکوں، اور کتنا دینا ہے، اور آپ کے علم میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ حاملہ بھی نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی اولاد ہے، اور طلاق دیئے ہوئے تقریباً سات ماہ ہو چکے ہیں، تو کیا شرعاً طلاق دینے کے بعد اور عدت گذر جانے باوجود نان ونفقہ دینا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب شوہر خود اقرار کررہا ہے، کہ وہ اپنی بیوی شازیہ سلیم کو سات مہینہ پہلے طلاق دے کر زوجیت سے خارج کر چکا ہے، اور اسلامی شریعت میں طلاق دینے کے بعد شوہر کے اوپر صرف عدت کا خرچہ ادا کرنا لازم ہوتا ہے، وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ جہاں عدت گذارنے کے لیے شوہر رکھنا چاہے اسی جگہ عدت گذارنے پر

مطلقہ عورت کو عدت کا خرچہ ملتا ہے، اور عدت کا زمانہ اگر ماہواری آنے والی ہے تو تین ماہواری گزرنے تک ہے، اور تین ماہواری گزر چکنے کے بعد عدت پوری ہو جاتی ہے، پھر اس کے بعد شوہر سے عدت کے خرچہ کے نام سے کسی قسم کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر زیادہ عمر کی عورت ہے جس کی وجہ سے ماہواری آنے کا سلسلہ ختم ہو چکا ہو تو اس کی عدت کا زمانہ صرف تین مہینے ہیں، طلاق کے دن سے تین مہینے پورے ہونے پر عدت پوری ہو جاتی ہے، اس کے بعد اس کے شوہر سے کسی قسم کے نان ونفقہ کا حق باقی نہیں رہتا، سوال نامہ میں واضح کیا جا چکا ہے کہ طلاق دئے ہوئے سات ماہ گذر چکے ہیں، جس میں تین ماہواری یا تین ماہ گذرنے کے بعد اس کی عدت پوری ہو چکی ہے، لہٰذا اس کے بعد عدت کے خرچہ کا مطالبہ کرنا ناجائز مطالبہ ہے، اور تین ماہواری یا تین مہینہ میں عدت کا خرچہ جانبین کے لوگ خود متعین کریں گے، مثلاً فیملی میں پانچ آدمی ہیں اور فی ماہ پندرہ ہزار روپیہ سے گزارا ہو رہا ہے، تو فی آدمی کا خرچہ ۳/ ہزار روپیہ بیٹھا، تو اس حساب سے عدت کا خرچہ مثال کے طور پر ۱۰/ ہزار روپئے بیٹھتا ہے، باقی شوہر کی جیب کے حساب سے عدت کا خرچہ متعین کرنا چاہیے۔

المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسكنى كان الطلاق رجعيا أو بائنا أو ثلاثا حاملا كانت المرأة أو لم تكن. (هنديه، الباب السابع عشر في النفقات، قديم ١/٥٥٧، جديد ١/٦٠٥، مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية ٢/١٩٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/۱۱۷۰۴)

مطلقہ کی عدت پوری ہونے کے بعد نان ونفقہ کا حکم

سوال [٧٣٦٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں شریف احمد ولد محمد ابراہیم ساکن محلّہ عید گاہ مرادآباد کا ہوں میری شادی یکم فروری ۱۹۸۱ء کو محلّہ کسرول میں قمر الدین صاحب کی دختر سے ہوئی تھی، ۱۹۸۳ء میں ہمارے

درمیان اختلافات کی بنا پر میری اہلیہ نے اپنے میکے سے عدالت میں نان ونفقہ کا دعویٰ کردیا تھا، اس وقت سے ۲۷/اگست تک ایک سو روپیہ ماہواری پابندی کے ساتھ نان ونفقہ کے ادا کرتا رہا ہوں اور درمیان میں نااتفاقی ختم کر کے بہت دفعہ اپنے گھر بلانے کی کوشش کرتا رہا ہوں، بالآخر تھک جانے کے بعد اور ہر حالت میں انکار کی بنا پر ہم ستمبر ۹۸ء کو طلاق مغلظہ دے چکا ہوں، اور بذریعہ رجسٹری نوٹس کی اطلاع بھی کر چکا ہوں، اس کے باوجود میری سابقہ بیوی بذریعہ عدالت مجھ سے نان ونفقہ کا مطالبہ کر رہی ہے، اور اب تو عدت کی مدت بھی کافی دن پہلے پوری ہو چکی ہے، تو کیا شرعی اعتبار سے قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا نان ونفقہ کا مطالبہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: شریف احمد عیدگاہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مطلقہ عورت کی عدت گذر جانے کے بعد شوہر کے اوپر سے نان ونفقہ کی ذمہ داری شرعاً ختم ہوجاتی ہے، لہٰذا اب عدت کے بعد آپ سے نان ونفقہ کا مطالبہ عورت کے لیے اسلامی شریعت کے مطابق جائز نہیں ہے۔

لأن النفقة منوطة بالعدة ولا نفقة بعد العدة. (حاشية شرح وقايه، كتاب الطلاق، باب النفقة، ياسر نديم ۲/۱۷۸، قديم ۲/۱۵۵) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/شوال المکرّم ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۳۳۷)

عدت مکمل ہونے کے بعد مطلقہ کے نان ونفقہ کا حکم

سوال [۷۳۶۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) میری شادی تبسم بنت محمد یامین محلہ دولت باغ مرادآباد سے ہوئی تھی، بیوی کا دل مجھ سے نہیں ملا، گھر میں ہر وقت لڑائی جھگڑے ہونے لگے ہیں، برابر کوشش کرتا رہا کہ گھر بنا

رہے، مگر کوشش ناکام رہی، پھر مجبور ہوکر اپنی بیوی تبسم کو تین طلاق دیدی، اور اس کے میکہ میں اطلاع کردی، بیوی میرے گھر سے نہیں جارہی ہے، میں بچوں کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں، اب دریافت یہ کرنا ہے کہ طلاق بیوی کے اور اس کے بھائی کے مطالبہ پر میں نے دی ہے۔

(۲) بیوی کو طلاق دیئے ہوئے دوسال ہو گئے ہیں کیا اب بھی اس کی عدت باقی ہے؟ اور عورت کا خرچ اب بھی مجھ پر واجب ہے، جبکہ طلاق کے بعد سے اب تک دوسال سے برابر خرچ دے رہا ہوں، جانے کے لیے کہتا ہوں تو جاتی نہیں؟

(۳) طلاق کے بعد میری بیوی میرے گھر میں رہ رہی ہے اس کا یہاں رہنا شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟

(۴) میرے بچے (لڑکا ۱۲؍سال اور لڑکی ۶؍سال) شرعی اعتبار سے باپ کے پاس رہیں گے یا ماں کے پاس؟

المستفتی: محمد پرویز دولت باغ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: طلاق کے بعد عدت پوری ہونے تک بیوی کا نان ونفقہ شوہر پر لازم ہے، اور اب چونکہ آپ کی اہلیہ کی عدت مکمل ہوچکی ہے، اس لیے اس کا نان ونفقہ آپ کے ذمہ نہیں رہا، اور آپ کی بیوی کو آپ کے گھر میں رہنے کا بھی حق نہیں ہے، کیونکہ یہ حق اس کو حق زوجیت کی وجہ سے تھا، جواب باقی نہیں رہا۔

عن عمرؓ إني سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: للمطلقة الثلاث النفقة و السکنی مادامت في العدة. (نصب الراية، کتاب الطلاق، باب النفقة لاهور ۳/۲۷۳، دار الإيمان ۳/۴۰۲)

اور بچوں کی پرورش کا حق شریعت نے ماں کو دیا ہے جب تک لڑکا سات سال اور لڑکی بلوغ تک نہ پہنچ جائے اور اس عمر کو پہنچنے کے بعد والد کو بچوں کو اپنے پاس لانے کا اختیار ہے، حتی کہ اگر والدہ نہیں دیتی ہے تو جبراً لینے کا اختیار ہے، لہٰذا لڑکے کو آپ کو رکھنے کا حق ہے اور لڑکی ابھی ماں کے پاس رہے گی اور اس کے خرچہ کی ذمہ داری آپ پر ہوگی۔

و یجبر الأب علی أخذ الولد بعد استغنائه عن الأم لأن نفقته وصیانته

علیہ بالإجماع، وفی شرح المجمع: وإذا استغنی الغلام عن الخدمة أجبر الأب أو الوصی أو الولی علی أخذه لأنه أقدر علی تادیبه و تعلیمه وفی الخلاصة وغیرها و إذا استغنی الغلام وبلغت الجاریة فالعصبة أولیٰ یقدم الأقرب فالأقرب ولا حق لابن العم فی حضانة الجاریة. (شامی، کتاب الطلاق، باب الحضانة زکریا ۵/۲۶۸، کراچی ۳/۵۶۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۰۴۲)

عدت مکمل ہوجانے کے بعد شوہر پر کچھ بھی واجب نہیں

سوال [۷۳۶۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں نے اپنی بیوی کو اب سے دو سال قبل تین طلاق دیدی ہیں اور دین مہر پانچ ہزار روپئے اور عدت کا خرچہ ۵۰۰؍ روپئے دیدیا ہے، میری بیوی انیسہ بیگم اپنے پہلے شوہر سے ایک لڑکی ساتھ لائی تھی، اس کا بھی خرچہ مانگا تو میں نے اس کا خرچہ پندرہ سو روپیہ دیا اور ایک لڑکا میرے یہاں ہوا تھا، اس کا خرچہ تین ہزار روپیہ مانگا تھا تو تین ہزار روپیہ دیا کل دس ہزار روپیہ ادا کردیا لیکن اب بھی میری بیوی میرے پیچھے لگی ہوئی ہے اور دھمکیاں دیتی ہے کہ قتل کروادیں گے، اور کسی فیصلہ کو ماننے کے لیے تیار نہیں، تو جب وہ ہمارے نکاح سے نکل گئی تو اسے ہمیں پریشان کرنا یا تعلق قائم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور میں نے مؤرخہ ۲؍ محرم ۱۴۱۳ھ کو فتویٰ ۲۸/ ۲۹۹۶ لیا تھا، جس میں آپ نے لکھا تھا کہ طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، بیوی حرام ہو گئی، بیوی اس کو بھی نہیں مانتی اور اسے پھاڑ دیا، اب دوبارہ جواب لکھ دیں۔

المستفتی: محمد یاسین کرولہ اسلام نگر، سنبھل روڈ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب طلاق مغلظہ کے بعد عدت گذر گئی ہے اور

دورانِ عدت، عدت کا خرچہ بھی ادا ہو چکا ہے تو اب بیوی کو شرعی طور پر شوہر سے کسی قسم کے مطالبہ کا حق نہیں ہے۔

لایجوز لأحد أن یتصرف فی ملک الغیر بغیر إذنه ولایجوز لأحد أن یأخذ مال أحد بلا سبب شرعی. (قواعد الفقه اشرفیه دیوبند ص:۱۱۰) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم**

الجواب صحیح	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۲۵ / جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ
۲۵/۵/۱۴۱۵ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۴۰۱۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٢٨ باب ثبوت النسب

شوہر کا بچہ کے نسب کا انکار کرنا

سوال [٧٣٦٩]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہندہ کی شادی زید سے ہوئی، کافی عرصہ تک کوئی اولاد نہیں ہوئی اس کا شوہر پردیس چلا گیا، ٧/ ماہ بعد واپس آیا، اس کے ٥/ ماہ بعد ہندہ کے بچہ کی پیدائش ہوئی اس کا شوہر زید اس کا انکار کرتا ہے کہ یہ میری اولاد نہیں ہے، اب اس بچہ اور عورت پر شریعت کی رو سے کیا حکم لگایا جائے گا اب وہ عورت شوہر کے لائق ہے کہ نہیں؟

المستفتی: شاکر علی کہمارہ پکڑیہ، ضلع سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شوہر کا بچہ کے نسب کا انکار کردینا بغیر لعان کے معتبر نہیں ہے اس لیے مذکورہ صورت میں ہندہ سے پیدا شدہ بچہ کا نسب شوہر زید سے ثابت ہے، اور وہ عورت بھی بدستور زید کی بیوی ہے محض شک کی وجہ سے بچہ کے نسب کا انکار کرنا جائز نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ زکریا ٥/ ٤٥٣، فتاویٰ دار العلوم ١١/ ٣٦)

عن محمد بن زیاد قال: سمعت أبا هريرة قال رسول الله ﷺ الولد للفراش وللعاهر الحجر. (صحيح البخاری، کتاب المحاربين، باب للعاهر الحجر، النسخة الهندية ٢/ ٧، رقم: ٦٥٦٠، ف: ٦٨١٨)

الفراش على أربع مراتب: ضعيف وهو فراش الأمة لايثبت النسب فيه إلا بالدعوة، و متوسط وهو فراش أم الولد فانه يثبت فيه بلا دعوة لكنه ينتفي بالنفي،

وقوی وهو فراش المنكوحة ومعتدة الرجعي فإنه فيه لاينتفى إلا باللعان. (شامی، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب: الفراش على أربع المراتب، زكريا ٥/٢٤٥، كراچی ٣/٥٥٠)

ثم النسب إنما يثبت باعتبار الفراش القائم بمنزلة ما لو أقر الزوج بولادتها وقال: ليس الولد منى، يثبت النسب بالفراش القائم ولا ينتفى إلا باللعان. (مبسوط، دار الكتب العلمية بيروت ٦/٥٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍شوال ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۱۶۳)

اولاد کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا یا زانی سے؟

سوال [۷۳۷۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بدر الٰہی عرف محسن عمر تقریباً ۴۷؍سال اور زوجہ کی عمر ۶۱؍سال شادی کو ۱۸؍سال گذر چکے ہیں، بیوی سے کوئی اولاد نہیں ہے، کیونکہ وہ ازدواجی زندگی کا سکھ دینے کے لائق نہیں ہے جو کہ مرد اور عورت کے رشتے کی بنیاد ہے، وہ شادی سے پہلے سے ہی جسمانی طور پر کمزور تھی، یہ بات شادی کے وقت چھپائی گئی تھی، وہ سرکاری ملازم ہے، اور اچھی تنخواہ پاتی ہے، میں نے اپنی ذاتی کمائی سے دو کوارٹر خرید کر بیوی کے نام کر دیئے ہیں جن کا کرایہ میں وصول کرتا ہوں، جبکہ میری آمدنی کے اور بھی ذرائع ہیں، پچھلے ۹؍۱۰؍سال بیوی کے کہنے پر بیوی کے ساتھ اس کے میکہ اپنی سسرال میں ایک سالہ اور سلج اور ان کے بچوں کے ساتھ رہتا ہوں، سالہ بھی عرصہ دراز سے شگر کا مریض ہے اور جسمانی طور پر بہت کمزور ہے جس کی وجہ سے اس کی جنسی طاقت بالکل ختم ہو چکی ہے اور اس کی آمدنی نہ کے برابر ہے، وہ بھی اپنی بیوی کو ازدواجی زندگی کا سکھ دینے کے لائق نہیں ہے جو کہ میاں بیوی کے رشتہ کی بنیاد ہے ایسے حالات میں ایک چھت کے نیچے رہتے ہوئے میرے اور میرے سالہ کی بیوی کے ساتھ جسمانی تعلقات ہو گئے، جو ایک فطری عمل ہے اور دونوں میں قربتیں بڑھتی چلی گئیں، جس

کے نتیجے میں ایک لڑکی پیدا ہوئی میں ایک عرصہ سے اپنے نطفہ سے پیدا اولاد کے لیے تڑپ رہا تھا، میری یہ خواہش پوری ہوئی، تو ان حالات میں اب بچی کی عمر ۸/سال ہے اور یہ راز فاش ہو چکا ہے، راز کھلنے کے بعد سلمٰی کا مجھ سے پردہ کرادیا گیا ہے اور میں اپنی بچی کے لیے تڑپ رہا ہوں اور کھل کر اسے اپنانا چاہتا ہوں، اور اس کی ماں کو بھی اپنے نکاح میں لینا چاہتا ہوں، جس کے لیے یہ سماج تیار نہیں ہے، ایسے حالات میں بچی کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے؟ مندرجہ بالا حالات میں وہ بچی میری مانی جائے گی یا میرے سالے کی اور میرے سالے اور سلمٰی کا رشتہ نکاح باقی رہا یا نہیں؟

المستفتی: بدرالٰہی عرف محسن ولد عبدالحیؒ، مغلپورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بدرالٰہی کا اپنی سلمٰی کے ساتھ جو تعلق قائم ہوا ہے یہ حرام کاری اور زنا کاری ہے اور سالے کے نکاح میں ہوتے ہوئے سلمٰی سے جو لڑکی پیدا ہوئی ہے وہ شرعی طور پر سالے کی لڑکی ہے، بدرالٰہی کا اس لڑکی سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور سلمٰی کے ساتھ گناہ عظیم کا جو ارتکاب کیا ہے اگر اسلامی حکومت ہوتی تو اس کے بارے میں سنگسار کر کے جان سے مار ڈالنے کا حکم ہوتا، یہاں چونکہ اسلامی حکومت نہیں ہے اس لیے بدرالٰہی اور سلمٰی پر لازم ہے کہ سچی توبہ کر کے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور دونوں قطعی طور پر ایک دوسرے سے دوری اختیار کریں، ایک مرد کو چار چار عورتوں سے بیک وقت نکاح کرنے کی اجازت ہے، حلال طریقے سے اولادیں حاصل کرنے کے لیے شریعت نے بہت وسیع راستہ عطا کیا ہے، اس بدکاری کی وجہ سے سالے اور سلمٰی کے رشتہ نکاح میں کوئی فرق نہیں آیا ہے وہ عورت بدستور سالے کے نکاح میں باقی ہے۔

﴿قال اللہ تعالیٰ: فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ. [النساء: ۳]﴾

عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم أنها قالت: ...... قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الولد للفراش وللعاهر الحجر. (صحيح البخاري، كتاب الأحكام باب من قضى له

بحق أخيه، النسخة الهندية ٢/ ١٠٦٥، رقم: ٦٨٩٦، ف: ٧١٨٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۹۶۲)

کیا مجنونہ بیوی سے پیدا شدہ بچہ ثابت النسب ہے؟

سوال [۷۳۷۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بیوی کے پاگل ہونے سے نکاح پر تو کوئی اثر نہیں پڑتا اگر شوہر بیوی کے پاگل ہونے کی حالت میں وطی کرلے اور حمل قرار پائے تو اس بچہ کے نسب پر تو کوئی فرق نہیں پڑیگا؟

المستفتی: مشتاق احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیوی کے پاگل ہونے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے اور بیوی کے پاگل ہونے کے وقت میں وطی سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ ثابت النسب ہوگا اس سے نسب پر کوئی اثر نہیں پڑیگا۔

عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الولد للفراش. (صحيح مسلم، كتاب الرضاع، باب الولد للفراش و لو في الشبهات، النسخة الهندية ١/ ٤٧١، بيت الأفكار رقم: ١٤٥٧)

ولا يتخير أحدهما أى الزوجين بعيب الآخر فاحشا كجنون و جذام (در مختار) أى ليس لواحد من الزوجين خيار فسخ النكاح بعيب فى الآخر عند أبى حنيفة و أبى يوسف رحمه الله. (شامى، كتاب الطلاق، باب العنين وغيره زكريا ٥/ ١٧٥، كراچى ٣/ ٥٠١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ رجب ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۶۸۱۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/ ۷/ ۱۴۲۲ھ

شادی شدہ عورت سے زنا کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچہ کا نسب

سوال [۷۳۷۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید نے اپنے بھائی عمر کی بیوی سے زنا کرلیا تو اس کے ذریعہ سے نکاح ٹوٹ جائیگا یا نہیں؟ اور جو اولاد پیدا ہوگی، وہ کس کی جانب منسوب ہوگی؟ (زید کی یا عمر کی) اور اس وقت ان زانیہ مرد اور عورت کی کیا سزا اور حد ہوگی؟ اور کس طرح سے وہ اس گناہ سے نجات پائیں اور کیا کفارہ وغیرہ ان پر واجب ہوگا؟ جس کے ذریعہ وہ اس بڑے گناہ سے چھٹکارا پاجائیں کوئی سہل یا سخت سزا متعین کرکے جواب دیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کا اپنی بھابھی کے ساتھ ایسی حرکت کرنا عظیم ترین گناہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے دردناک عذاب کا خطرہ ہے، اگر اسلامی حکومت ہوتی تو دونوں کے اوپر شرعی حد جاری ہوتی، اب دونوں کے اوپر سچی توبہ لازم اور ضروری ہے، اور دونوں کا ایک دوسرے کے سامنے آنا ہرگز جائز نہیں اور اس فعل شنیع کی وجہ سے عورت عمر کے نکاح سے باہر نہیں ہوگی، نکاح بدستور باقی ہے، اگر اس سے استقرار حمل ہوجاتا ہے تو وہ بچہ شرعاً شوہر کا شمار ہوگا، زانی کا نہ ہوگا۔

عن عائشة ...... فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ...... الولد للفراش وللعاهر الحجر.

(صحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب الولد للفراش حرة كانت أو أمة، النسخة الهندية ۹۹۹/۲ رقم: ٦٤٩٢، ف: ٦٧٤٩)

ووجهه أنه لا اعتبار لماء الزاني ولذا لو زنت امرأة رجل لم تحرم عليه وجازله وطئها عقب الزنا. (شامی، کتاب النکاح زکریا دیوبند ۱۰۹/٤، کراچی ۳٤/۳، البحر الرائق / کتاب النکاح، فصل فی المحرمات زکریا ۱۷۰/۳، کوئٹہ ۹٦/۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲٦/محرم الحرام ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۴۶۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۱/۲٦ھ

بدکاری کے ذریعہ پیدا شدہ بچی کا نسب

سوال [۷۳۷۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میرے والد صاحب کے تعلقات ایک فاحشہ عورت عرف مینا سے ہو گئے تھے، اور اسی مدت میں اس عورت سے ایک بچی پیدا ہوئی اور اس بچی کی پیدائش کے پانچ سال کے بعد اس بچی کی والدہ سے میرے والد محترم کی شادی ہوگئی اور دو سال بعد دونوں کا نکاح بذریعہ طلاق ثلاثہ کے ختم ہوگیا، اور اب والد صاحب کا انتقال بھی ہو چکا ہے، تو کیا اس ناجائز بچی کا میرے والد صاحب کی وراثت میں کچھ حصہ ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بدکاری کے ذریعہ جو بچی پیدا ہوئی ہے شریعت میں اس کو آپ کے باپ کی طرف منسوب نہیں کیا جائیگا، اور نہ ہی آپ کے والد کی وارث بنے گی، اگرچہ بچی کی پیدائش کے پانچ سال کے بعد اس بچی کی ماں سے آپ کے والد نے نکاح بھی کر لیا ہو تب بھی اس بچی کا رشتہ آپ کے والد سے شریعت کے نزدیک باپ بیٹی کا نہیں ہے اس لیے وہ بچی آپ کے والد کی کسی طرح وارث نہیں بنے گی، ہاں البتہ اگر آپ لوگ اسے کچھ دیں گے تو وہ آپ لوگوں کی طرف سے تبرع اور ہمدردی ہوگی، مگر اس کا کوئی حق نہ ہوگا اور نہ ہی مطالبہ کا حق ہوگا۔

أما إن قال أنه مني من الزنا فلايثبت نسبه ولا يرث منه. (عالمگیری، کتاب الطلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب، قديم ۱/ ۵٤۰، جديد ۱/ ۵۹۱)

فلو لأقل من ستة أشهر من وقت النكاح لايثبت النسب، ولايرث منه إلا أن يقول: هذا الولد مني، ولا يقول من الزنى. (شامي، كتاب النكاح قبيل مطلب: فيما لو زوج المولىٰ أمته زكريا ديوبند ٤/ ١٤٢، كراچی ۳/ ٤۹) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍ جمادی الاول ۱۴۲۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۲۹۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶؍ جمادی الاول ۱۴۲۸ھ

DNA ٹیسٹ کے ذریعہ ثبوت نسب کی شرعی حیثیت

سوال [۷۲۷۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ساجدہ کی شادی زید سے ہوئی، ابھی تین مہینہ بھی نہیں گذرے تھے کہ پتہ چلا کہ وہ شادی سے پہلے گذشتہ تین مہینے سے حاملہ ہے، تو زید نے اپنی بیوی ساجدہ سے پوچھا کہ یہ حمل کس کا ہے، تو ساجدہ نے اقرار کرلیا کہ میرے چچازاد بھائی عمر کا ہے، جس سے میرے غلط تعلقات تھے، لیکن چچازار بھائی عمر اس بات کا انکار کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ یہ تہمت لگارہی ہے، ساجدہ کا شوہر صورت حال کو دیکھ کر طلاق دینا چاہ رہا ہے، جس سے ساجدہ اور زید کے گھر والوں میں تشویش کا ماحول بن گیا ہے، سوال یہ ہے کہ ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعہ سے ثبوت نسب کا اعتبار شریعت میں ہے یا نہیں؟

(۲) کیا چھ مہینے سے کم یعنی ۲؍۳؍ مہینے میں وضع حمل ہوجائے تو کیا الولد للفراش کے تحت شوہر سے نسب ثابت ہوجائے گا؟

المستفتی: سفیان احمد آسام

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر شادی کے چھ مہینے پورے ہونے کے بعد وضع حمل ہوتا ہے تو وہ بچہ بنص حدیث ''الولد للفراش'' کے تحت میں داخل ہوکر موجودہ شوہر کا شمار ہوگا، اور اسی سے نسب ثابت ہوجائے گا، لیکن اگر چھ مہینے پورے ہونے سے پہلے وضع حمل ہوجاتا ہے تو وہ بچہ موجودہ شوہر کا شمار نہ ہوگا اور اس بچے کو ثابت النسب قرار نہیں دیا جاسکتا اسے صرف ماں کی طرف منسوب کردیا جائے گا، اور ثبوت نسب کے لیے ٹیسٹ کا اعتبار نہیں ہے، لہٰذا شادی کے صرف تین مہینے بعد جو بچہ پیدا ہوگا وہ شوہر کا شمار نہیں ہوگا۔

عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده قال: قام رجل فقال یا رسول الله! إن فلانا ابنی عاهرت بأمه فی الجاهلیة، فقال رسول الله ﷺ: لا دعوة فی الإسلام،

ذهب أمر الجاهلية، الولد للفراش و للعاهر الحجر. (أبوداؤد شريف، الطلاق، باب الولد للفراش، النسخة الهندية ۱/۳۱۷، دار السلام رقم: ۲۲۷۴، مشكاة المصابيح ۲/۲۸۷)

وإذا تزوج الرجل امرأة فجاء ت بولد لأقل من ستة أشهر منذ يوم تزوجها لم يثبت نسبه و إن جاء ت به لستة أشهر فصاعدا يثبت نسبه منه اعترف به الزوج أو سكت لأن الفراش قائم و المدة تامة. (هدايه، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب اشرفی ۲/۴۳۲، هنديه زكريا قديم ۱/۵۳۶، جديد ۱/۵۸۸، الفتاویٰ التاتارخانية زكريا ۵/۲۵۸، رقم: ۷۷۸۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۶/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۳۶۸)	۷/۱/۱۴۳۵ھ

نکاح فاسد و باطل میں سے کس میں نسب ثابت ہوگا؟

سوال [۷۳۷۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: فرقان خان کی شادی سیدہ خانم سے جولائی ۱۹۸۹ء میں ہوئی تھی، اور وہ دونوں خوشی خوشی اپنی زندگی گاؤں سٹھلہ میں گذار رہے تھے، چونکہ فرقان قریب کے گاؤں خانپور کے مدرسہ میں پڑھاتا تھا، اور روزانہ شام کو اپنے گاؤں میں آجاتا تھا، اچانک فرقان کے چھوٹے بھائی نے فرقان کو دہلی وقف بورڈ کی مسجد طبیہ کالج قرول باغ میں تقرر کرا دیا اور فرقان اپنے فرائض انجام دینے لگا، اور اس دوران سیدہ خانم فرقان کے گھر گاؤں سٹھلہ میں رہنے لگی، لیکن بارہا سیدہ خانم کا اصرار تھا کہ وہ جہاں بھی رہے اپنے شوہر فرقان کے ساتھ رہے، کیونکہ دونوں ایک دوسرے سے کافی محبت کرتے تھے، اسی بات کو لے کر فرقان ہر ماہ اپنے گاؤں جاتا تھا تاکہ کسی طرح کی کوئی بات پیش نہ آئے، لیکن نہ معلوم اللہ کو کیا منظور تھا کہ سیدہ خانم اپنے والدین کے گھر چلی گئی اور اسی دوران فرقان دہلی میں رہنے کا انتظام کرنے لگا تو مولانا قاری حکیم حشام صاحب متولی مسجد طبیہ کالج قرول باغ نے اپنے مکان کی چھت پر

جو کمرہ تھا وہ فرقان کو الگ سے دیدیا تاکہ وہ اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ رہ لیں باقی جب یہ انتظام فرقان نے کرلیا تو وہ اپنی بیوی سیدہ خانم کو ان کے والدین کے گھر سے شعبان المعظم کے مہینہ میں لے کر دہلی آ گیا، اور دہلی میں سیدہ خانم اپنے شوہر فرقان کے ساتھ بقرعید تک رہی اس کے بعد وہ فرقان کے گاؤں سٹھلہ چلی گئی اور فرقان نے کہا کہ اتنے تم میرے گاؤں سٹھلہ میں رہ لو اور میں مستقل دہلی میں رہنے کا انتظام کرتا ہوں تو وہ بھی فرقان کے گھر رہنے لگی اس تمنا اور امید کے ساتھ کہ چند دنوں میں مستقل رہنے کا انتظام ہو جائے گا، اور پھر اسی بات کو جناب قاری حشام صاحب نے بھی فرمایا کہ جب تک اپنے شوہر فرقان کے گھر رہو مستقل انتظام ہونے پر فوراً تم دہلی آ جاؤ گی، اور دونوں مستقل رہائش کے انتظام میں لگ گئے اور الحمد للہ مستقل رہنے کا انتظام بھی ہو گیا، لیکن اسی دوران سیدہ خانم بغرض ملاقات اپنے والدین کے گھر چلی گئی اور وہیں رہ گئی، جب فرقان کو معلوم ہوا کہ ان کی اہلیہ سیدہ خانم اپنے والدین کے گھر ہے تو فرقان دہلی سے ہی گھر گئے پھر اپنے سسرال یعنی سیدہ خانم کے والدین کے گھر گئے اور سیدہ کو لانے کی بات کی تو انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ اپنے بڑے بزرگوں کو لاؤ تو فرقان اپنے بڑے بزرگوں کو لے کر گئے تو وہ لوگ جہالت پر اتر آئے اور کہنے لگے کہ جب لڑکی اپنے شوہر سے چھ ماہ الگ ہو جائے تو خود بخود طلاق واقع ہو جاتی ہے، اس لیے ہم اب تمہارے ساتھ نہیں بھیجیں گے، اور ہم دوسری شادی کرائیں گے، اس کے بعد وہ لوگ دوسری شادی کی تیاری میں مصروف ہو گئے، اور تاریخ بھی طے کردی تو فرقان نے مادر علمی دارالعلوم دیوبند سے اس قضیہ کا فیصلہ طلب کیا جو مندرجہ ذیل مذکورہ ہیں:

فتویٰ دارالعلوم دیوبند زیر تحریر ہے: مذکورہ سوالات کو پڑھ کر یہ بات علم میں آئی کہ خواہ بیوی شوہر سے چاہے جتنی مدت سے الگ رہے اس شرط کے ساتھ کہ ان کا شوہر موجود ہے تو طلاق دیئے بغیر طلاق واقع نہیں ہوگی اور اس کے باوجود والدین نے دوسری شادی کردی تو شادی نہ ہوگی، اور قاضی نکاح اور شریک نکاح گنہ گار ہوں گے اور یہ حرام کاری ہوگی اور ان کی جو اولاد ہوگی وہ حرامی کہلائے گی، اور اس حالت میں بیوی نان ونفقہ کی حقدار بھی نہ ہوگی، جب تک کہ شوہر اول کے پاس نہ آ جائے، لہٰذا دو چار حکم بنا کر فریقین کے قضیہ کو سن کر سمجھا بجھا

کر صلح کر کے شوہر اول کے پاس بھیج دیں تاکہ دونوں اپنی زندگی از سر نو گزار سکیں، اور فریق مخالف گناہوں سے بچ جائیں گے، باقی فتویٰ مذکورہ جو دار العلوم دیوبند سے طلب کیا گیا تھا وہ فتویٰ اور خط جو صلح کے طور پر فرقان کی جانب سے تھا وہ سیدہ کے سرپرست اور خاص کر دونوں کے رشتہ دار نمبردار حنیف خاں صاحب، افغان پور کی خدمت میں ارسال کر دیا گیا جو جوابی رجسٹری کی شکل میں تھا جس کی جوابی رسید پر دستخط ہو کر فرقان کو ملی جو اس بات کی دلیل ہے کہ فرقان نے جواز اور عدم جواز اور اپنی رضامندی کی خبر ان کے والدین تک پہنچا دی ہے جس کا علم ان کے والدین کو بھی ہو گیا، لیکن اس کے باوجود وہ لوگ مقررہ تاریخ کو کینسل نہ کرتے ہوئے شادی میں مصروف رہے، لیکن فرقان اپنی زندگی اور اپنی بیوی کی محبت کو برداشت نہ کرتے ہوئے اس لڑکے کے گھر پہنچا جہاں شادی طے تھی، اتفاقاً اس لڑکے سے ملاقات تو نہ ہوئی البتہ ان کے والدین اور ان کے بھائی وغیرہ سے ملاقات ہوئی اور اپنی ساری کہانی سنائی اور اسی کے ساتھ دار العلوم دیوبند کے فتویٰ کی کاپی دی تاکہ وہ حضرات بھی اس قضیہ سے باخبر ہو جائیں لیکن انہوں نے برجستہ یہ کہا کہ انہوں نے طلاق نامہ پر تمہارے انگوٹھے کے نشان کے ساتھ ڈی ایم میرٹھ سے کاغذ بنا رکھے ہیں، جس کو لے کر کورٹ میرج ہو چکا ہے، اور یہ جو شادی تاریخ معین پر ہو گی وہ رسمی اور دنیا کو دکھانے کے طور پر ہو گی، تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ فلاں کی شادی فلاں سے ہوئی ہے، تو اس پر فرقان نے کہا کہ میں تو انگوٹھے کا نشان لگاتا ہی نہیں اور نہ ہی میں نے اس طرح کا کوئی کام کیا ہے، اور نہ مجھ سے طلاق لی گئی ہے جو جواز کی دلیل بن جائے، باقی اگر تم اس کار بد سے باز نہیں آرہے ہو تو میں شریعت کی رو سے سرکاری قانون کا سہارا لوں گا، اور قانونی کارروائی کروں گا، تو اس پر ان لوگوں نے جان سے مارنے کی دھمکی دی، لیکن فرقان نے اپنی بیوی کی محبت میں آکر سرکاری قانون کا سہارا لیا، اور اسی وقت جا کر ڈی ایم، ایس ایس پی دہلی گیٹ کا تھانہ اور جلی کوٹھی میرٹھ کی چوکی جولڑ کے سے متعلق ہے اور فرقان کا تھانہ موانہ اور اپنی بیوی سیدہ خانم کا تھانہ قلعہ پرشد گڈھ میرٹھ کو یہ لکھ کر باخبر کیا گیا کہ میری بیوی کو ڈرا دھمکا کر اور بہکا کر جبراً شادی کی

جارہی ہے، اس کو شریعت کی رو سے فوراً روکا جائے ، اور مجھ سے طلاق لے کر دوسری شادی کرلیں تاکہ کار بد سے محفوظ رہیں، لیکن اسی کے ساتھ شادی سے دوروز قبل بذریعہ پولیس یہ خبر دی گئی کہ شوہراول سے طلاق دیئے اور لیے بغیر دوسری شادی کروا رہے ہیں، تو گاؤں والوں نے فوراً یہ شادی رکوادی، اور پورے گاؤں والے ایک میت میں شریک تھے، اور یہ خبر بذریعہ پولیس پہنچی لیکن وقتی طور پر وہ حضرات دوسری شادی کرانے سے تو باز رہے البتہ چند سال کے بعد ہی وہ شادی اسی لڑکے سے کرادی جو طے تھی، اوران دونوں سے ایک لڑکی کی ولادت ہوئی، جو زندہ ہے تو وہ لڑکی اپنے والدین کے گھر آئی ہوئی تھی، تو اسی دوران اس کا شوہر ثانی جس سے بچی کی ولادت ہوئی تھی وہ شراب کے نشے میں سیدہ خانم کے گھر افغان پور آیا جسے لوگوں نے دیکھ کر سیدہ خانم کو لعن طعن کیا اور کہا کہ ایک امام کو چھوڑ کر بغیر طلاق دیئے اور لیے اس شرابی سے شادی کی ہے جو منجانب اللہ عذاب الٰہی ہے جو دنیا میں دیکھ رہی ہو اور آخرت میں نہ معلوم کیا ہوگا ، جب کہ تو ایک پاک باز اور نیک سیرت عورت ہے ، جو نماز اور تلاوت قرآن کا بہت اہتمام کرتی ہے، اور وہ امام صاحب جو تمہاری خالہ کا لڑکا ہے اس کے ساتھ بڑا اچھا جوڑ ہے، جو مخالفین نے تم کو یہاں تک پہنچادیا اور اب بھی تو اس گناہ عظیم سے بچ جا اور یہ بچی اس کے حوالے کردے تو اس نے وہ بچی اس کے حوالے کردی اور یہ عزم اور ارادہ کرلیا کہ اب میں اس کے ساتھ نہیں رہوں گی، اور اب چند سالوں سے اپنے والدین کے گھر رہ رہی ہے، نیز اب کچھ ذی فہم وذی علم اور ذمہ دار حضرات کے سمجھانے بجھانے سے فرقان اور سیدہ خانم ایک دوسرے کے ساتھ بخوشی زندگی گزارنا چاہتے ہیں اور حال ہی میں ٹی وی اور اخبار کی سرخیوں میں رہا میرٹھ کے عارف اور گڈی کا واقعہ بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ عارف شادی کے صرف چند دن بعد ہی کارگل کی لڑائی میں گیا اور پاکستان فوج کے ہاتھوں قید ہوگیا جہاں وہ پانچ سال تک رہا اس دوران علماء اور قاضی حضرات نے عارف کی گمشدگی کی شرعی مدت پوری ہونے کی وجہ سے نکاح فسخ قرار دیدیا، اور گڈی کے والدین نے اس کی شادی توفیق نامی ایک دوسرے آدمی سے کرادی، اب جبکہ توفیق سے گڈی کے پیٹ

میں آٹھ ماہ کا حمل قرار پاچکا تو اچانک عارف میرٹھی پاکستانی قید سے رہا ہوکر اپنے گھر پر میرٹھ آ گیا اور گڈی کو توفیق کے نکاح میں دیکھ کر عارف نے عدالت میں انصاف طلب کی درخواست لگادی اس پر عدالتی ججوں نے شریعت محمد کی رو سے مفتیوں کا فتویٰ طلب کیا، جس پر مفتیان کرام کی طرف سے جواب آیا کہ عارف کی گمشدگی کی وجہ سے شرعی مدت گذرنے پر گڈی کا توفیق کے ساتھ نکاح جائز تھا اور اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ بھی حلال ہی کا کہلائے گا، لیکن چونکہ اب عارف اچانک اپنے گھر میرٹھ پہنچ گیا اور اس نے چونکہ گڈی کو طلاق نہیں دی تھی اس لیے توفیق کے ساتھ جو نکاح کیا گیا فسخ کیا جاتا ہے، اور گڈی عارف کی منکوحہ اور شرعی زوجہ ہے لیکن گڈی عارف کے ساتھ ہی رہے گی البتہ بچہ توفیق کا ہوگا، اور وہی اس کے خرچ کا ذمہ دار ہوگا، اور باقاعدہ توفیق کی ملکیت کا وارث بھی ہوگا، اب فتویٰ ہٰذا کی تمام روداد اور اس حالیہ واقعہ کے تناظر میں کیا سیدہ خانم فرقان خان کے یہاں دوبارہ بغیر نکاح کے بیوی بن کر رہ سکتی ہے کیونکہ فرقان رکھنے کو تیار ہے، اور اس صورت میں کیا فرقان خان کی امامت میں کوئی کراہت تو نہ ہوگی، برائے کرم شریعت کی روشنی میں استفتاء کا مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: فرقان احمد خان قاسمی میرٹھی، سابق امام مسجد طبیہ کالج موجودہ امام بڑی مسجد رشیدی پورہ قرول باغ، مکان نمبر ۱۰/ ۵۵، نزد لڑکیوں کا ہوسٹل طبیہ کالج، اجمل خاں روڈ قرول باغ نئی دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر یہ واقعہ اپنی جگہ صحیح اور درست ہے کہ فرقان خان نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی ہے تو سیدہ ہر حال میں فرقان کی بیوی اور بدستور اس کے نکاح میں باقی ہے، اور سیدہ کا فرقان کے نکاح میں باقی رہنے کی حالت میں اس سے طلاق اور شرعی تفریق حاصل کیے بغیر دوسری جگہ نکاح کرنا ناجائز اور شریعت کے ساتھ کھلواڑ ہے، اور جس مرد کے ساتھ نکاح کیا ہے اس مرد اور اس کے خاندان والوں کو جب فرقان نے جاکر اطلاع کردی تھی کہ یہ میری بیوی ہے اور میرے نکاح میں ہے، نیز سرکاری پولیس محکمہ کے

ذریعہ بھی ان لوگوں کو اطلاع کردی تھی کہ سیدہ فرقان کے نکاح میں ہے، اور طلاق لیے بغیر اس شخص کا سیدہ سے نکاح باطل اور ناجائز ہے اور اس مرد کا سیدہ کو اپنے ساتھ رکھنا اور اس کے ساتھ ہمبستری کرنا، بدکاری اور زناکاری ہے، اور سیدہ بدستور فرقان کی بیوی ہے اور فرقان خاں کے لیے اس کو بلا نکاح اپنے پاس رکھنا شرعی طور پر جائز اور درست ہے اور فرقان خان کی امامت بھی جائز اور درست ہوگی، لیکن زانیہ عورت جس کی بدکاری کی شہرت ہوگئی ہے ایک امام کے لیے ایسی بدکار عورت کو اس وقت تک رکھنا تقویٰ کے خلاف ہے جب تک وہ عورت سچی توبہ کر کے ایسی حرکتوں سے باز نہ آئے اور مقتدیوں کے دلوں میں بھی ایک قسم کی کراہت ہوسکتی ہے، اس کا خود فرقان صاحب خیال کریں، اور فتویٰ کی رو سے فرقان کی امامت میں کوئی کراہت نہیں ہے، اس لیے کہ فاسقہ اور فاجرہ عورت کو زوجیت میں رکھنا ناجائز نہیں ہے۔

لایجب علی الزوج تطلیق الفاجر. (الدر مع الرد، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغیره زکریا دیوبند ٦١١/٩، کراچی ٤٢٧/٦)

أما نكاح منكوحة الغير و معتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا، قال فعلى هذا يفرق بين فاسده و باطله في العدة، ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لأنه زنى. (شامی، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب: فی النکاح الفاسد والباطل زکریا ١٩٧/٥، کراچی ٥١٦/٣، البحر الرائق کوئٹه ١٣٢/٣، ٢٤٤/٤، زکریا دیوبند ٢٧٤/٤، ٢٤٢/٤)

اب رہی اس درمیان میں پیدا ہونے والی بچی کہ وہ کس کی ہے، راجح اور مفتی بہ قول کے مطابق وہ بچی فرقان خان کی نہیں ہوگی لیکن یہاں یہ بات کہ لڑکی کا نسب زوج ثانی سے صحیح ثابت ہوگا یا نہیں؟ تو اس سلسلے میں فقہاء نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ نکاح فاسد میں زوج ثانی سے نسب ثابت ہو جاتا ہے اور نکاح باطل میں نسب ثابت نہیں ہوتا بلکہ ولد الزنا ہوتا ہے، اور فرقان سیدہ کے مذکورہ معاملہ میں سیدہ کا دوسرے شخص سے نکاح، نکاح فاسد نہیں تھا، بلکہ

نکاح باطل تھا اس لیے اس سے جو بچی پیدا ہوئی ہے وہ ثابت النسب نہ ہوگی بلکہ ولدالزنا میں شامل ہوگی، اور زوج اول کے پاس آنے کے لیے نہ عدت گذارنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی زوج ثانی سے نسب ثابت ہوگا۔

لأنه نكاح باطل أی فالوطئ فيه زنی لايثبت به النسب بخلاف الفاسد فإنه وطئ بشبهة فيثبت به النسب ولهذا تكون بالفاسد فراشا لا بالباطل. (شامی، کتاب الطلاق، قبیل باب الحضانة، زکریا ۵/ ۲۵۲، کراچی ۳/ ۵۵۵)

ایک تیسری بات یہاں قابل غور یہ ہے کہ عارف میرٹھی اور گڈی کا معاملہ سوالنامہ میں چھیڑ دیا گیا ہے اس کا واقعہ اور سیدہ کا واقعہ یکساں نہیں ہے، بلکہ دونوں کے معاملہ میں بہت بڑا فرق ہے، کیونکہ عارف کی گمشدگی کے زمانہ میں اس کی ہلاکت کا غالب گمان پیدا ہو گیا تھا، جس کی بناء پر گڈی نے دوسرے مرد سے شادی کر لی تھی، اور غالباً سوالنامہ میں یہ بات زائد لکھدی ہے کہ گڈی نے دوسرا نکاح شریعت محمدی کے مطابق مفتیان کرام اور شرعی قاضی سے شرعی طلاق اور فیصلہ لینے کے بعد توفیق سے کیا تھا، بلکہ یہ بات درست ہے کہ عارف کی واپسی کے بعد عدالتی ججوں نے مفتیان کرام اور شریعت کے ذمہ داران سے رجوع کیا ہے اور یہ فیصلہ بھی درست ہے کہ گڈی عارف ہی کی بیوی ہے، اور دوسرا نکاح مسئلہ غلط سمجھنے کے ساتھ کیا گیا تھا، اس لیے دوسرا نکاح توفیق کے ساتھ فاسد تھا، جو وطی بالشبہہ کے درجہ میں ہے اور وطی بالشبہ کے ذریعہ نسب کا ثبوت ہوجاتا ہے، مگر بیوی پہلے شوہر کو مل جاتی ہے، حضرات فقہاء کی عبارت ملاحظہ فرمایئے:

غاب عن امرأته فتزوجت بآخر وولدت أولادا ثم جاء الزوج الأول فالأولاد للثانی علی المذهب الذی رجع إليه الإمام وعليه الفتویٰ. (در مختار، کتاب الطلاق، باب العدة، زکریا ۵/ ۲۴۷، کراچی ۳/ ۵۵۲)

اب یہ بات واضح ہوگئی کہ سیدہ کے فرقان کے نکاح میں باقی رہتے ہوئے دوسرے شخص سے نکاح کرنا نکاح باطل تھا، اور گڈی کا نکاح عارف کے میدان جنگ میں گمشدگی

میں موت کا گمان غالب ہونے کی وجہ سے دوسرے شخص سے نکاح کرنا نکاح باطل نہیں تھا بلکہ نکاح فاسد تھا۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲رشوال ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۵۸۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۱۰/۲۲ھ

لاعلمی کی وجہ سے منکوحۃ الغیر سے نکاح اوراس سے پیدا شدہ بچوں کا حکم

سوال [۷۳۷۶]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک عورت نے فعل مختاری کی درخواست عدالت سے لے لی ہے، اپنے شوہر کے گھر پر نہ رہنے کی بنا پر چند مہینوں کے بعد کچھ لوگوں نے اس عورت کا نکاح دوسرے آدمی کے ساتھ کردیا، تین سال اس کے گھر رہی، اوراس کے ایک بچہ بھی پیدا ہوا، تین سال بعد جب دوسرے شوہر کو معلوم ہوا کہ پہلے شوہر نے طلاق نہیں دی ہے اوراس نے فعل مختار کی درخواست لے لی ہے، اورعورت کا بیان ہے کہ مجھے پہلے شوہر نے طلاق دیدی ہے اور قسم کھائی ہے، دراں حالانکہ شوہر اول اس کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے، دوسرے شوہر کے ساتھ جو نکاح ہوا ہے اب آپ براہ کرم بتلا دیجئے کہ دوسرا نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ اور وہ عورت دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح میں آئی ہے؟ فرمایئے کہ کیا کیا جائے؟ رکھا جائے یا نہ رکھا جائے؟ اس وقت میکے میں بٹھا دیا ہے؟

المستفتی: حاجی عبدالقدیر مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہندوستانی عدالت کے غیر مسلم جج کا فیصلہ یا احکام شرعیہ کے خلاف مسلم جج کا فیصلہ نکاح وطلاق وغیرہ کے سلسلے میں شرعاً صحیح نہیں ہوتا ہے، لہٰذا عدالت سے فعل مختاری جو حاصل ہوئی ہے وہ شرعاً معتبر نہیں ہے، وہ شوہر اول کی بیوی ہے، اس کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی ہے، دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح درست نہیں

ہوا، دوسرے شوہر پر لازم ہے کہ جب بھی معلوم ہوجائے تو فوراً علاحدہ کردے، جو بچہ پیدا ہوا ہے اس کا نسب شوہر ثانی سے ثابت ہوگا کیونکہ شوہر ثانی کو حقیقت کا علم نہیں تھا۔

﴿ وَلَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا .[النساء: ۱۴۱] ﴾

لـم ينفذ حكم الكافر على المسلم. (شـامی، كتاب القضاء، باب التحكيم، كراچی ۵/۴۲۸، زكريا ۸/۱۲۶، كوئٹه ۴/۳۸۶)

وقد اتفق أئمة الحنفية والشافعية على أنه يشترط لصحة الحكم واعتباره فی حقوق العبادالدعویٰ الصحيحة، و أنه لا بد فی ذٰلک من الخصومة الشرعية. (شامی، كتاب القضاء، مطلب: الحكم الفعلی، زكريا ۸/۲۳، كراچی ۵/۳۵۴)

أما نكاح منكوحة الغير و معتدته فالدخول فيه لايوجب العدة إن علم أنها للغير لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا. (شـامی كراچی ۳/۱۳۲، زكريا ديوبند ۴/۲۷۴)

لأن النسب كما يثبت فی النكاح الصحيح يثبت بالنكاح الفاسد و بالوطئ عن الشبهة. (البحر الرائق، كتاب الطلاق قبيل باب الحضانة زكريا ديوبند ۴/۲۸۹، كوئٹه ۴/۱۶۵)

ويثبت النسب أی نسب المولود فی النكاح الفاسد لأن النسب يحتاط فی التامة إحياء الولد فيترتب على الثابت. (البحر الرائق كوئٹه ۴/۱۴۴، زكريا ديوبند ۴/۲۴۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۱۱۸۴)

موطوءۃ بالشبہہ سے پیدا ہونے والی اولاد کا حکم

سوال [۷۳۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی تھی، اس کے بعد کچھ لوگوں نے بتایا کہ حمل میں طلاق نہیں ہوتی، پھر ہم دونوں میاں بیوی کی طرح رہتے رہے، تقریباً چھے سال گذر گئے اب پتہ چلا کہ طلاق ہوگئی ہے تم ہم دریافت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے، ہمارے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟ اتنے طویل عرصہ تک مطلقہ بیوی کے ساتھ میاں بیوی کی طرح رہتے رہے، اس کا کفارہ دینا پڑے گا یا توبہ واستغفار کافی ہوگا، دوبارہ ساتھ رہنے کے لیے کیا حکم ہے، اب عدت گذارنی ہوگی یا پوری ہوچکی، اگر حلالہ کی شکل اختیار کرنا پڑے تو اس کی عدت کہاں گذارنی ہوگی، لڑکی کے میکہ میں کوئی بھی نہیں ہے۔

المستفتی: ندیم احمد کرولہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: چھے سال قبل جب آپ نے بیوی کو تین طلاقیں دیں اسی وقت سے طلاق مغلظہ واقع ہوکر وہ آپ کے لیے قطعی طور پر حرام ہوگئی تھی اور ان چھ سالوں میں حلال سمجھ کر جو ہمبستری ہوئی ہے وہ حرام کاری ہے اس سے سچی توبہ واستغفار لازم ہے، تاہم اس درمیان اگر کوئی اولاد پیدا ہو تو اس کا نسب آپ سے ثابت ہوگا اور دوبارہ ساتھ رہنے کے لیے حلالہ کا طریقہ اختیار کرنا لازم ہے، چونکہ وطی بالشبہہ کے طور پر ہمبستری ہوتی رہی ہے اس لیے جس وقت سے آپ سے بیوی الگ ہوچکی ہے اس وقت سے ایک عدت (تین ماہواری) شوہر کے گھر گذارے گی، اور شوہر اس گھر میں نہیں رہے گا، اس کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کرکے اس سے ہم بستری لازم ہے، پھر وہ شخص طلاق دیدے گا اس کے بعد پھر تین ماہواری عدت کے گذارنے کے بعد آپ سے نکاح ہوسکتا ہے۔

وإذا دخل بها في العدة و قد طلقها ثلاثا وقال ظننت أنها تحل لي فعليها عدة أخرىٰ. (تاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل الثاني والعشرون في العدة، زكريا ۵/۲۳۹ رقم: ۷۷۵۲)

وإذا وطئت المعتدة بشبهة ولو من المطلق وجبت عدة أخرىٰ

لتجدد السبب. (شامی زکریا ۵/ ۲۰۰، کراچی ۳/ ۵۱۹)

النسب كما يثبت بالنكاح الصحيح يثبت بالنكاح الفاسد وبالوطئ عن شبهة. (هدايه، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب اشرفى ۲/ ٤٣٤)

إن وطئ المطلقة بالثلاث أو على مال لم تتمحض للفعل بل هى شبهة عقد أيضا فلا تناقض أى لأن ثبوت النسب لوجود شبهة العقد. (شامی زکریا ۵/ ۲۳۲، کراچی ۳/ ٥٤١)

وتعتدان أى معتدة طلاق و موت فى بيت وجبت فيه، وتحته فى الشامية: هو مايضاف إليهما بالسكنى قبل الفرقة –إلى– فلو بائنا فلا بد من سترة. (شامی زکریا ۵/ ۲۲۵، کراچی ۳/ ٥٣٦)

وتعتد المعتدة فى المكان الذى تسكنه قبل مفارقة الزوج...... وفى الجامع الصغير الحسامى: المعتبر المنزل الذى تسكن فيه يوم الفراق. (تاتارخانية زكريا ۵/ ۲٤٥ رقم: ۷۷٦٦)

وإن كان الطلاق ثلاثا فى الحرة و ثنتين فى الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا و يدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (هنديه زكريا قديم ۱/ ٤٧٣، جديد ۱/ ٥٣٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ر جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۱۴۶)

وطی بالشبہہ

سوال [۷۳۷۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک موضع میں دو حقیقی بھائی راشد اور خالد کا نکاح دو حقیقی بہنوں سنجیدہ خاتون اور فہمیدہ خاتون کے ساتھ ہوا، سنجیدہ راشد کے نکاح میں آئی اور فہمیدہ خالد کے نکاح میں آئی، رات میں جب ملاقات ہوئی تو راشد نے فہمیدہ کے ساتھ اور خالد نے سنجیدہ کے

ساتھ شب باشی کی اور یہ سب بھول کر ہوا، ان دونوں نے اپنی اپنی بیوی سمجھ کر رات گذاری، صبح کو معلوم ہوا کہ راشد کی بیوی سنجیدہ تھی اوراس نے غلطی سے فہمیدہ کے ساتھ شب باشی کی ہے، اب آپ تحریر فرمائیں کہ ان دونوں کی اپنی اپنی بیویاں باقی رہیں یا دونوں کا نکاح ختم ہو گیا اور پھر سے نکاح کرنا پڑے گا؟ جواب سے نوازیں۔

المستفتی: محمد جابر کملاپور، سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مذکورہ میں سنجیدہ راشد کی ہی بیوی رہے گی اور فہمیدہ خالد کی ہی بیوی رہے گی اور غلطی سے جو شب باشی ہوئی اس کی وجہ سے نکاح میں کوئی فرق نہیں آیا، نکاح بدستور باقی ہے اس کو شریعت اسلامیہ میں وطی بالشبہہ کہا جاتا ہے، البتہ راشد اور خالد اپنی اپنی بیوی سے اس وقت تک ہمبستری نہیں کر سکتے جب تک دونوں کی عدت (تین حیض) نہ گذر جائے، اور اگر مذکورہ شب باشی کی وجہ سے استقرار حمل ہو جائے تو وضع حمل تک ہمبستری سے الگ رہنا لازم ہوگا، اور جو بچہ ہوگا وہ حرامی نہیں کہلائے گا، بلکہ جس کی شب باشی کی وجہ سے استقرار حمل ہوا ہے اسی کا بچہ قرار دیا جائے گا، اور بیوی بچہ پیدا ہونے کے بعد اپنے شوہر کے پاس رہے گی۔ (بہشتی زیور ۴/۴۵، ۴/۶۲)

إذا دخل الرجل بالمرأة على وجه شبهة أو نكاح فاسد فعليه المهر وعليها العدة ثلاث حيض إن كانت حرة. (بنايه، كتاب الطلاق، باب العدة، اشرفيه ديو بند ٥/٦٠٤، قديم ٢/٤٢١، مبسوط دار الكتب العلمية بيروت ٦/٥٥)

الأصل فيما إذا دخل الرجل على غير امرأته فدخل بها قال: عليه مهر لها لأنه دخل بها بشبهة النكاح لأن خبر الواحد حجة فى المعاملات فيصير شبهة تسقط الحد ويجب المهر ...... وعليها العدة ويثبت نسب ولدها منه.
(فتح القدير، كتاب النكاح، باب المهر، دار الفكر مصرى ٣/٣٦٦، كوئٹه ٣/٢٤٥، زكريا ٣/٣٤٩، الدر مع الرد، كراچى ٣/٥٢٧، زكريا ٥/٣١٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۰۶۴/۲۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۰/۱۲/۲۵ھ

مطلقہ مغلظہ سے ہم بستری کے بعد اولاد کا حکم

سوال [۷۴۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: محمد کلیم نے اپنی بیوی فرح ناز کوئی بار گھر سے بغیر اجازت جانے کے لیے منع کیا مگر وہ باز نہیں آئی، ایک دن محمد کلیم نے اس کے بھائی سے بطور دھمکی کہا کہ اب کی بار بغیر کہے باہر گئی تو میں اسے طلاق دیدوں گا، پھر اگلی بار وہ نہیں مانی، محمد کلیم گھر پر آیا تو اس نے گھر پر تالا لگا دیکھا، دیکھ بھال کر وہ اپنی ماں کے گھر گیا وہ بہت دیر بعد آئی اس پر محمد کلیم نے کہا، سنا، کہا سنی میں محمد کلیم نے اسے بآواز بلند تین مرتبہ طلاق طلاق طلاق کہہ دیا، اس وقت محمد کلیم کی ماں نے ہاتھ جوڑے اور مجھ سے کہا ایسا مت کر، اور چچا، پھوپھی نے بھی سنا اور مجھ سے کہا مفتی صاحب سے معلوم کرلوں گا اور دو چار دن بعد مجھ سے کہہ دیا کہ میں نے معلوم کرلیا کہ طلاق نہیں ہوئی ہے، اب کلیم نے مسجد میں تعلیم سنی جس میں سنا کہ جو طلاق دے کر پھر رکھے تو اس کا نام کافروں کی فہرست میں آجاتا ہے اس پر محمد کلیم کو پھر فکر ہوئی، اور اس بات کو ساڑھے تین سال گذر چکے ہیں، تین سال کی ایک لڑکی بھی ہے اور اب محمد کلیم کہتا ہے کہ فرح ناز کو جب رکھوں گا جب فتویٰ لے لوں گا، اس پر محمد کلیم کی ماں نے کہا (جو دل کی مریض ہیں) کہ کہیں اس صدمہ سے کوئی حادثہ نہ ہوجائے، محمد کلیم اسے رکھے ہوئے ہے، محمد کلیم فرح ناز سے کہہ چکا ہے کہ تو اپنے گھر چلی جا مگر وہ نہیں جاتی، اب آپ فتویٰ دیں اور اس کا کفارہ بتادیں، آپ کی بہت مہربانی ہوگی۔

ان سب باتوں کا کلیم خود اقرار کر رہا ہے کہ میں نے اپنی بیوی فرح ناز کو تین طلاق دی ہے اور خود کلیم نے یہ تحریر لکھوائی ہے؟

المستفتی: محمد کلیم مقبرہ اول انگور والی مسجد مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب شوہر نے تین بار صاف لفظوں میں طلاق طلاق طلاق کہہ دیا ہے اور اس کا خود تحریری اور زبانی اقرار کر رہا ہے تو اس سے طلاق مغلظہ

واقع ہوکر بیوی قطعی طور پر شوہر کے لیے حرام ہوگئی ،اب طلاق کے واقعہ کے بعد بغیر حلالہ کے دونوں کا ساتھ رہنا ناجائز اور حرام ہے، اور سائل کی زبانی معلوم ہوا کہ طلاق کا واقعہ پیش آنے کے بعد کئی سال تک دونوں ساتھ رہے ہیں، اوراس درمیان ایک بچی بھی پیدا ہوگئی ہے تو اس بچی کے بارے میں حکم شرعی یہ ہے کہ اس بچی کو ثابت النسب تسلیم کیا جائے گا اور حرام کی بچی نہیں کہا جائے گا، کیونکہ مطلقہ بیوی کو گھر پر رکھ کر اس سے ہمبستر ہونا اگر چہ حرام ہے مگر اس سے جو پیدا ہوتا ہے اسے ثابت النسب شمار کیا جاتا ہے۔

وإذا قال لامرأته أنت طالق و طالق وطالق ولم يعلقه بالشرط إن كانت مدخولة طلقت ثلاثا. (هنديه، كتاب الطلاق، الباب الثانى فى ايقاع الطلاق، زكريا قديم ١/٣٥٥، جديد ١/٤٢٣)

فإن المطلقة الثلاث يثبت النسب منها لأنه وطئ فى شبهة العقد فيكفى ذٰلك لإثبات النسب. (فتح القدير، كتاب الحدود، باب الوطئ الذى يوجب الحد و الذى لا يوجبه، دار الفكر مصرى ٥/٢٥١، زكريا ٥/٢٣٩، كوئٹه ٥/٣٤)

إن ادعى النسب يثبت فى الأولىٰ لا فى الثانية إلا فى المطلقة ثلاثا بشرطه، وتحته فى الشامية: وتحصل من هذا أنه إذا ادعى الولد يثبت النسب سواء ولدت لأقل من سنتين أو لأكثر و إن لزم الوطئ فى العدة لوجود شبهة العقد. (شامى، كتاب الحدود، باب الوطئ الذى يوجب الحد والذى لايوجبه، زكريا ٦/٣٢، كراچى ٤/٢٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم ذیقعدہ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۱۹۲)

کیا طلاق کے بعد پیدا شدہ بچے ثابت النسب ہوں گے؟

سوال [۷۳۸۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: زید نے اپنی بیوی زینب کو دو طلاقیں دی جب زید کے خسر و چچا وغیرہ کو پتہ چلا کہ زید نے اپنی بیوی زینب کو طلاق دیدی ہے، بعد ازاں ایک مجلس میں جس میں زید کے خسر اور چچا اور دیگر اعزہ واقرباء موجود تھے، زید کے خسر نے زید سے یہ معلوم کیا کہ تم نے کتنی طلاقیں دی ہیں تو زید نے مجلس میں صاف لفظوں میں یہ کہا کہ میں نے زینب کو تینوں طلاقیں دیدی ہیں اس صورت میں کونسی طلاق واقع ہوگی، طلاق رجعی یا طلاق مغلظہ، پھر طلاق مغلظہ ہونے کی صورت میں زینب کو بیوی بنانے کے لیے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے، نیز واضح ہو کہ زید مجلس میں تین طلاق کا اعتراف کرنے کے بعد حسب سابق بلا حلالہ زندگی گذار رہا ہے، بنابریں چند باشرع حضرات نے ترک مواکلت کر دیا تین طلاق کا اقرار کرنے کے بعد زید اور زینب سے دو بچے بھی پیدا ہوئے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان حضرات کا ترک مواکلت کرنا از روئے شرع کیا حکم رکھتا ہے اور بعد طلاق کے جو دو بچے ہوئے وہ ثابت النسب ہوں گے یا غیر ثابت النسب؟

المستفتی: محمد یاسین انصاری کپڑے والے، راجہ کا تاج پور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خسر کے معلوم کرنے پر جب اس نے یہ کہہ دیا کہ میں نے زینب کو تینوں طلاقیں دیدی ہیں تو اس سے زینب پر طلاق مغلظہ واقع ہو چکی ہے، بغیر حلالہ ازدواجی زندگی حرام کاری ہے، سب مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان دونوں میں فوراً علاحدگی پیدا کردیں۔

﴿قال اللّٰہ تعالیٰ: فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ . [البقرة: ۲۳۰] ﴾

وإن كان الطلاق ثلاثا في الحرة و ثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا و يدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها. (عالمگیری، الباب السادس في الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة زكريا قديم ۱/ ۴۷۳، جديد ۱/ ۵۳۵، قدوری ص: ۱۷۸، هدايه اشرفی ۲/ ۳۹۹)

اور اس درمیان جو بچے پیدا ہوئے ان کو ثابت النسب کہا جائے گا، حرامی نہ کہا جائے۔

وإن كان الطلاق بائنا لايثبت النسب مالم يدع الزوج فإذا ادعى الـزوج يثبت منه. (هـنـديـه، كتـاب الـطلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب، زكريا قديم ۱/ ۵۳۷، جديد ۱/ ۵۸۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸۲۳/۳۸)

طلاق مغلظہ کے بعد بیوی کو ساتھ رکھنا اور اس سے ہونے والی اولاد کا حکم

سوال [۷۳۸۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) میں نے اپنی بیوی کو پانچ سال پہلے تین طلاق دیدی تھی، جس کو بیوی نے سنا نہیں تھا، اس کو ایک مرتبہ سنائی دیا تھا اس کے بعد بھائی نے کہا کہ طلاق نہیں ہوئی اور ہم میاں بیوی کی طرح رہتے رہے، پھر آج سے تین سال پہلے میں نے شراب کے نشہ میں طلاق دیدی تھی، تو اس پر بھی لوگوں نے کہا کہ نشہ میں طلاق نہیں ہوتی، میں پھر بھی بیوی کے ساتھ ہی رہتا رہا، اب پندرہ دن پہلے میں نے تیسری بار تین مرتبہ طلاق دیدی ہے۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ میری بیوی پر کون سی والی طلاق واقع ہوئی ہے، پہلی مرتبہ والی جو تین طلاق دی تھیں، وہی ہوئیں یا اس کے بعد والی؟ اب میرے ساتھ شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۲) اگر پہلی والی طلاق واقع ہوئی ہے تو عدت کا کیا حکم ہوگا، اب عدت گذارنا ہوگا یا نہیں؟

(۳) اور یہ بھی بتائیں کہ پہلی والی طلاق کے بعد ساتھ رہنے کے نتیجہ میں جو دو بچے ہوگئے ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پہلی والی طلاق سے طلاق مغلظہ واقع ہو چکی تھی اس کے بعد دونوں کا ساتھ رہنا ناجائز اور حرام رہا، لیکن اگر بیوی کے ساتھ حلال سمجھ کر کے

رہنا ہوا ہے جس کے نتیجے میں بچے پیدا ہو گئے ہیں تو ان بچوں کا نسب ثابت ہو جائے گا، وہ حرام کے بچے نہیں کہے جائیں گے، اور میاں بیوی کو مسئلہ معلوم ہونے کے بعد فوری طور پر علاحدگی اختیار کرنا لازم ہوگا، اور حلال سمجھ کر رکھنے کی وجہ سے از سر نو عورت کو عدت بھی گذارنا ہوگا، اس تحریر سے تینوں سوالات کے جوابات واضح ہو گئے۔

لو قال لزوجته: أنت طالق طالق طالق طلقت ثلاثا. (الأشباه قديم ص: ۲۱۹، زکریا ص: ۳۷۶)

وإذا وطئت المعتدة بشبهة ولو من المطلق وجبت عدة أخرى لتجدد السبب (تحته في الشامية) وذٰلک کالموطؤة للزوج في العدة بعد الثلاث بنکاح و کذا بدونه إذا قال ظننت أنها تحل لي. (شامي زکریا ۵/ ۲۰۰، کراچی ۳/ ۵۱۹، البحر الرائق کوئٹه ۴/ ۱۴۳، زکریا ۴/ ۲۴۱)

لأن النسب کما یثبت بالنکاح الصحیح یثبت بالنکاح الفاسد وبالوطئ عن شبهة. (هدایه اشرفی ۲/ ۴۳۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۳۷۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/ ۱/ ۱۴۳۵ھ

لمبے عرصہ تک شوہر کے غائب رہنے کی صورت میں پیدا شدہ بچے کا نسب

سوال [۷۳۸۲]: (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: سائل کا عقد (نکاح) آٹھ سال قبل ضابطہ شریعت کے مطابق ہو چکا ہے، سائل دو بچوں کا باپ ہے، دو سال قبل سائل بغرض معاش سمندر پار گیا تھا، سائل کی واپسی کو قریب تین ماہ ہو چکے ہیں، اسی دوران گذشتہ ہفتہ اہلیہ سے ایک بچہ پیدا ہوا ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ وہ بچہ کس طرف منسوب ہوگا، دوم یہ کہ وہ بیوی سائل کے نکاح میں رہے گی یا نہیں؟ زنا کا علم نہیں ہوا ہے، کس کے ساتھ ہوا ہے؟

المستفتی: حفیظ الرحمٰن چودھریان سہسپور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب آٹھ سال کے عرصہ سے عورت منکوحہ ہے اور لمبے عرصے تک شوہر کے غائب رہنے کی حالت میں منکوحہ سے ولادت ہوئی ہے تو شرعی طور پر وہ بچہ اسی شوہر کا ہوگا اور بیوی کا نکاح بدستور باقی ہے، حدیث میں آیا ہے کہ بچہ صاحب فراش کا ہوتا ہے اور زانی کا کوئی حق متعلق نہیں ہوتا، بلکہ اگر ثابت ہو جائے تو سنگسار کر دیا جاتا ہے۔

قالت عائشة: قال رسول الله ﷺ: الولد للفراش و للعاهر الحجر. (صحيح البخاری، کتاب المغازی، النسخة الهندية ۲/۶۱٦ رقم: ٤١٣٧، ف: ٤٣٠٣، مشکوٰة شريف ۲/۲۸۷)

وقد اكتفوا بقيام الفراش بلا دخول كتزوج المغربی بمشرقية بينهما سنة فولدت لستة أشهر مذ تزوجها لتصوره كرامة أو استخداما. (در مختار، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب: الفراش علی أربع مراتب، زکريا ٥/٢٤٥، کراچی ٣/٥٥٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۳۶۰)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۶/۱۰ھ

کسی نوزائدہ کے بارے میں بیوی کا یہ کہنا کہ یہ میرا بچہ ہے اور شوہر کا اس کی تصدیق کرنا

سوال [۷۳۸۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک عورت نے ایک نوزائدہ بچہ کو اپنا ظاہر کر کے اپنی سسرال والوں کو صبح ہی یہ ظاہر کر دیا کہ یہ بچہ میرے پیدا ہوا ہے، کیونکہ سسرال والوں کو ایک یوم قبل شام تک کوئی ایسی ظاہری حالت معلوم نہیں ہو رہی تھی، کہ یہ بچہ اس کے بچہ کی پیدائش ہونے والی ہے، اب اس کا شوہر بھی اس پیدائش پر خاموش ہے اور اصل حقیقت کو ظاہر نہیں کر رہا ہے لیکن محلّہ میں عام شہرت یہ ہے کہ یہ بچہ کسی دیگر عورت کا تھا، جو اس نے غیر شرعی طریقہ سے پیدا شدہ کو عام بدنامی کی وجہ سے کسی مخصوص جگہ پر ڈلوا دیا ہو یا کسی خاص عورت کے ذریعہ اس کو حاصل کر لیا

گیا ہو، چونکہ یہ عورت بے اولادتھی اوراب تک اس راز کا انکشاف نہیں ہوا ہے، اور اس عورت کی ظاہری حالت اورتندرستی میں کوئی نمایاں فرق بھی نہیں ہے جیسا کہ بعد پیدائش کے ہوجاتا ہے، وہ عورت اور اس کا شوہر بچہ کی پیدائش کی تمام اسلامی رسومات اور عقیقہ وغیرہ کرنے اورسسرال والوں سے عقیقہ وغیرہ کرانے پر بضد اور مصر ہیں اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ ایسی حالت میں بنظر قانون شرعی کیا حکم ہے؟ کہ وہ بچہ نہ معلوم کس مذہب سے تعلق رکھتا ہو اور بمصداق ''زبان خلق خدا کو نقارۂ خدا سمجھو'' کے مطابق صحیح تصور کیا جاوے یا نہیں اوراس بچہ کو متبنیٰ (گودلیا ہوا) بھی قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اورسسرال والوں (ماں باپ) پر تمام اسلامی رسومات کے ادا کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے یا نہیں؟ براہ کرم دونوں مسئلوں کے شرعی حکم سے مطلع فرمائیں، یہ بات بھی ظاہر کردینا ضروری ہے کہ عورت کا شوہر اپنے والد کے ساتھ ہے لیکن وہ اپنی سسرال میں معہ اپنی بیوی کے علاحدہ رہتا ہے۔

المستفتی: محمد جان ولد منشی عبدالکریم اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت کے اس دعویٰ کی اگر شوہر تصدیق کررہا ہے کہ جی ہاں بچہ میرا ہے تو شرعی روسے بچہ ان دونوں کا شمار ہوگا، سوال میں ذکر کردہ صورت سے پتہ چلتا ہے کہ شوہر عورت کے دعویٰ کی تائید کررہا ہے لہٰذا مسئولہ صورت میں بچہ کا نسب انہیں سے ثابت ہوگا، اور عقیقہ کی ذمہ داری والدین پر عائد ہوگی، سسرال والوں پر نہیں۔

ولو ادعته امرأة واحدة ذات زوج فإذا صدقها زوجها أو شهدت لها القابلة أو قامت بينة ولو رجلا وامرأتين على الولادة صحت دعوتها و إلا لا.

(در مختار علی الشامی، کتاب اللقیط زکریا دیوبند ٦/٤٢٧، کراچی ٤/٢٧٢، هندیه زکریا قدیم ٢/٢٨٦، جدید ٢/٢٩٦، هدایه اشرفی ٣/٢٢٩-٢٣٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍رجب ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۷۷ ۵۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۷/۱۵ھ

جو بچہ ۶/ ماہ سے کچھ یوم قبل گر جائے اس کا نسب

سوال [۷۳۸۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک لڑکی کا نکاح ۱۸/ ستمبر ۲۰۱۰ء کو ہوا، ۱۹/ دسمبر کو رخصتی ہوئی ہے بقول لڑکی کے، پہلی ملاقات میں حمل ٹھہر جاتا ہے، مارچ ۲۰۱۱ء کے آخری ہفتہ میں لڑکی کی ساس نے الٹرا ساؤنڈ کی رپورٹ میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ رخصتی کے وقت کے حساب سے پندرہ بیس ایام کا فرق پڑتا ہے، اور تجربہ میں بھی یہ بات آتی رہتی ہے کہ جو پیدائش کی تاریخ دی جاتی ہے اس تاریخ سے عام طور پر ایک دو ہفتہ کا فرق پڑتا ہے، الغرض اس پندرہ ایام کے زائد ہونے کی بنیاد پر لڑکی کی ساس شک کی نگاہ سے دیکھنے لگی اور اس کو گھر سے باہر نکال کر اور جو ہوسکتا ہے کہا جانے لگا، بالآخر لڑکی کے والد نے گاؤں کے چنیدہ حضرات کو دونوں فریق کی جانب سے ۴/ اپریل ۲۰۱۱ء کو بٹھا کر صورت کو سامنے رکھا، پنچ حضرات نے بہو وساس کی بات کو بغور سنا، اور اس کے بعد الٹرا ساؤنڈ کی رپورٹ کو دیکھا، اس رپورٹ کو دیکھنے کے بعد سبھی نے اس بات پر اتفاق کیا کہ الٹرا ساؤنڈ کے اعتبار سے لڑکی کا حمل شوہر ہی کا ہے اور لڑکی بے داغ ہے، شک کرنا کسی طرح درست نہیں ہے، لڑکی کی ساس وسسر وشوہر کو بھی اطمینان بخش جواب دیا، اور سب مطمئن ہوگئے، اس کے بعد آپس میں صلح کرادی گئی، اور لڑکی میکے سے سسرال آگئی، سسرال آنے کے بعد شوہر کے موجود ہونے کے باوجود ایسی حالت میں بھی علاج ومعالجہ کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی، یہاں تک کہ وقفہ وقفہ سے خون بھی آتا تھا تو ایک دو خوراک دوا دلوا کر تسلی دیدی جاتی تھی، لیکن جب مرض زیادہ بڑھ گیا اور مئی کا مہینہ گذرنے کے بعد ۲/ جون کو خون زیادہ آنے لگا، جس سے حمل ضائع ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے تو لڑکی نے اپنے میکے خبر دی، جب لڑکی کے گارجن نے لڑکی کی ساس سے علاج ومعالجہ کے سلسلے میں بات کی تو ان لوگوں نے دوا وعلاج کرانے سے منع کردیا اور یہ کہہ دیا کہ آپ ہی لوگ علاج کرائیں، چونکہ الٹرا ساؤنڈ میں رپورٹ دو بچے کی دی گئی تھی، اور پیدائش کی تاریخ ۴/ اگست

۲۰۱۱ء دی تھی اس لیے لڑکی کے گارجن نے منع کر دیا، کہ اگر بچے کو کوئی نقصان ہوتا ہے تو بدنامی ہوگی، اور گاؤں میں کوئی ایسا ہسپتال نہیں ہے کہ فوراً اسے علاج کے لیے داخل کر دیں، نتیجتاً یہ ہوا کہ خون زیادہ مقدار میں آیا اور پھر حمل گر گیا، یعنی ۵؍جون کو حمل ساقط ہوگیا ایک بچہ تو پیٹ ہی میں مر گیا اور دوسرا بچہ پیٹ سے نکلتے ہی ایک دو منٹ کے بعد مر گیا، لڑکی کے گارجن لڑکی کی ساس کو خبر بھیجتے ہیں وہ دو عورتوں کے ساتھ آ کر کہتی ہے کہ نو مہینہ کا بچہ ہے اور باقی عورتیں چھ ماہ کا بچہ بتلاتی ہیں۔

دریافت طلب یہ ہے کہ (۱) الٹرا ساؤنڈ کی رپورٹ کے مطابق جو تاریخ پیدائش تھی یعنی ۴؍اگست ۲۰۱۱ء اس اعتبار سے نو ماہ کا حمل ہے، پندرہ ایام کا جو فرق بتلایا ہے اس کا اعتبار نہ کرتے ہوئے ۴؍اپریل ۲۰۱۱ء کو فیصلے میں صاف صاف یہ کہہ دیا کہ لڑکی بے داغ ہے شوہر ہی کا حمل ہے۔

(۲) طبی سہولیات نہ ملنے کی بنا پر بجائے اگست میں بچہ ہونے کے قریب تین ماہ پہلے یعنی ۴؍جون کو ہی خون جاری ہوگیا، اور اگلے روز حمل گر گیا، لڑکی والوں کا کہنا ہے کہ حمل ساقط ہوگیا اور شادی کی تاریخ کے اعتبار سے چھٹے مہینہ کا بچہ ہے، لڑکے والوں کا الزام ہے کہ شادی سے پہلے کا حمل ہے، شوہر خاموشی اختیار کیے ہوئے ہے۔

ایسی صورت حال میں جو پوری کیفیت لکھی گئی ہے شوہر کا حمل ہے یا کسی اور کا، حمل ساقط مانا جائے گا یا نہیں؟

المستفتی: امتیاز احمد پہرادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت میں الٹرا ساؤنڈ وغیرہ کی رپورٹ کا کوئی اعتبار نہیں ہے بلکہ حمل کے سلسلے میں ایک شرعی پیمانہ موجود ہے کہ چھ مہینہ کے اندر جو بچہ صحیح سالم پیدا ہوا ہے شریعت نے شوہر سے ثابت النسب مانا ہے اور مسئولہ صورت میں شادی کے بعد چھ مہینہ پورے ہونے سے تیرہ یوم قبل جو نا تمام بچہ گر گیا ہے وہ شرعی طور پر شوہر ہی کا بچہ شمار ہوگا، اور اس کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنا، اور لڑکی کے اوپر الزامات قائم کرنا قطعاً جائز نہیں، بلکہ لڑکی شرعاً بے داغ شمار ہوگی، اور اس کے اوپر شک کی انگلیاں اٹھانا اور

ناجائز فعل کی نسبت کرنے والے خود گنہگار رہوں گے۔

﴿قال الله تعالیٰ: وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ. [لقمان: ٣٤]﴾

﴿قال الله تعالیٰ: اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ. [النور: ٢٣]﴾

أقل مدة الحمل ستة أشهر. (هدایہ، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب اشرفی ۴۳۳/۲)

حکم القائف ...... لم يعتبره أصحاب أبي حنيفة. (مرقاة، باب اللعان، هل يحكم بالقيافة، مكتبه امداديه ملتان ٣١٧/٦)

ومحل التحذير والنهي إنما هو تهمة لا سبب لها يوجبها كمن يتهم بالفاحشة أو يشرب الخمر مثلا ولم يظهر عليه ما يقتضي ذٰلك. (تفسير قرطبي، دارالكتب العلمية ٢١٧/١٦ تحت الآية ١٢ من سورة الحجرات) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍شعبان ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۴۶۵/۳۹)

نکاح کے چھ ماہ بعد پیدا ہونے والے بچے کا نسب

سوال [۷۳۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کی شادی ہوئی اس کے بعد اس کی بیوی ایک دو بار زید کے گھر آئی ہے، پھر زید کی شادی کے تین مہینہ بعد اس کے حمل میں شک ہوا تو شوہر نے بیوی سے سختی سے پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ ایک بار میرے والد نے زبردستی منہ کالا کیا ہے تو اس سلسلے میں شوہر کیا کرے، اگر شوہر طلاق دینا چاہے تو دے سکتا ہے یا نہیں؟ یا شوہر کو اپنے والدین کی اطاعت کرنا ضروری ہے؟

المستفتی: محمد ابرار بہرائچی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حمل کی کم سے کم مدت چھے ماہ ہے، اگر چھ ماہ کی

مدت سے کم میں بچہ پیدا ہوتو اس کا نسب شوہر سے ثابت نہ ہوگا، اور چھ ماہ کی مدت کے بعد جو بچہ پیدا ہوگا اس کا نسب شوہر سے ہی ثابت ہوگا، محض لڑکی کے کہنے کی بناء پر اس کے باپ کا زانی ہونا ثابت نہ ہوگا، جب تک کہ وہ شہادت کے ذریعہ ثابت نہ کردے یا گواہ نہ ہونے کی صورت میں باپ خود زنا کا اقرار نہ کرے، اگر باپ زنا کا اقرار نہ کرے تو لڑکی کی بات کا قطعا اعتبار نہ ہوگا، لہٰذا مذکورہ صورت میں طلاق دینے کی ضرورت نہیں۔

عن أبي الأسود الديلي أن عمرؓ أتي بامرأة قد ولدت لستة أشهر فهم برجمها، فبلغ ذلك علياؓ فقال: ليس عليها رجم، فبلغ ذلك عمر فأرسل إليه فسأله، فقال: والوالدات يرضعن أولادهن حولين كاملين لمن أراد أن يتم الرضاعة، وقال وحمله وفصاله ثلاثون شهرا، فستة أشهر حمله حولين تمام، لا حد عليها أو قال: لا رجم عليها، وقال: فخلى عنها ثم ولدت. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، العدد، باب ماجاء في أقل الحمل، دار الفكر ١١/٤٢٧ رقم: ١٥٩٦٥)

وإن ادعت الشهوة في تقبيله أو تقبيلها إبنه و أنكرها الرجل فهو مصدق لا هي. (الدر مع الرد، كتاب النكاح زكريا ٤/١١٤-١١٥، كراچی ٣/٣٩٩)

وإذا تزوج الرجل فجاءت بولد لأقل من ستة أشهر منذ يوم تزوجها لم يثبت نسبه لأن العلوق سابق على النكاح فلايكون منه و إن جاءت به لستة أشهر فصاعدا، يثبت نسبه منه، اعترف به الزوج أو سكت، لأن الفراش قائم والمدة تامة. (هدايه، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب اشرفی ٢/٤٣٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷رمحرم الحرام ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۹۶۳/۳۸)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/۱/۱۴۲۷ھ

کیا نکاح کے چھ ماہ بعد پیدا شدہ بچہ ثابت النسب ہے؟

سوال [۷۳۸۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: زینب کا نکاح زید سے ہوا، نکاح کے بعد زینب زید کے پاس دو تین مرتبہ ہفتہ و عشرہ کے لیے گئی پھر زینب نے زید کے پاس جانے سے انکار کر دیا، زید نے زینب کو طلاق دیدی، طلاق کے بعد زینب اپنے میکہ میں تقریباً دو سال رکی رہی پھر دوسرے شوہر سے زینب کا نکاح ہوا، اس نکاح کے چھ ماہ ہوئے تھے کہ ایک لڑکا پیدا ہوا تو یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟ نیز تولد شدہ بچہ کا نسب کس سے ثابت ہوگا؟

المستفتی: محمد شاہد حسین شہباز پور کلاں مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دوسرے شوہر سے نکاح کے بعد جب چھ ماہ کی عدت گذر جانے کے بعد بچہ پیدا ہوا ہے تو شرعی طور پر وہ بچہ اسی دوسرے شوہر کا ہوگا اور اسی سے اس بچہ کا نسب ثابت ہوگا، ولد الزنا شمار نہ ہوگا، حلال کا بچہ ہوگا، اس پر حرام کاری کا الزام لگانا بھی جائز نہ ہوگا۔

عن أبی الأسود الدیلمي أن عمرؓ أتی بامرأة قد ولدت لستة أشهر فهم برجمها، فبلغ ذٰلک علیاً فقال: لیس علیها رجم، فبلغ ذٰلک عمر فأرسل إلیه فسأله، فقال: والوالدات یرضعن أولادهن حولین کاملین لمن أراد أن یتم الرضاعة، وقال وحمله وفصاله ثلاثون شهرا، فستة أشهر حمله حولین تمام، لا حد علیها أو قال: لا رجم علیها، وقال: فخلی عنها ثم ولدت. (السنن الکبریٰ للبیهقی، العدد، باب ماجاء فی أقل الحمل، دار الفکر ۱۱/۴۲۷ رقم: ۱۵۹۶۵)

وإن جاء ت به لستة أشهر فصاعدا یثبت نسبه منه اعترف به الزوج أو سکت لأن الفراش قائم والمدة تامة. (هدایه، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب اشرفی ۲/۴۳۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۴۴۵)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۵/۶ھ

شادی کے سات ماہ بعد پیدا شدہ بچہ کا نسب

سوال [۷۳۸۷]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ۷/ ماہ قبل ایک لڑکے کی شادی ہوئی اب اس کی بیوی کے ایک بچی پیدا ہوئی، ڈاکٹروں کے معائنہ کے مطابق لڑکی پورے ۹/ مہینے کی ہے، یہ سن کر اس کے شوہر کے دل میں شک پیدا ہوا، اس کو ہم لوگوں نے بہت سمجھایا لیکن اس کی بیوی نے قبول کیا کہ مجھ سے شادی سے دو ماہ قبل غلطی ہوگئی تھی، اور یہ بھی بتایا کہ وہ لڑکا غیر مسلم تھا، تو کیا یہ لڑکی اس لڑکے کے نکاح میں رہ سکتی ہے اور اس کو چھوڑنے یا رکھنے میں گناہ تو نہ ہوگا، بیوی سے یہ بھی خطرہ ہے کہ وہ بچی کو مار دے یا خود کوئی غلط قدم اٹھالے وہ لڑکا بیوی کو رکھنے کو تیار ہے، لیکن بچی کو نہیں، دونوں صورتوں میں اس مسئلہ کا تفصیلی جواب لکھیں۔

المستفتی: محمد شبلی، چکر کی ملک، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ صورت میں نکاح بدستور باقی ہے، اور شرعی طور پر بچی اسی شوہر کی ہے ڈاکٹروں کی بات کا اعتبار نہیں اور بیوی کا بدکاری کا اقرار بھی بچی کے موجودہ شوہر سے منسوب ہونے میں مخل نہ ہوگا، بچی بہرحال اسی شوہر کی ہے اس لیے بچی کو رکھنا بھی لازم ہوگا۔

إذا نفى نسب ولد حرة فصدقته لا ينقطع نسبه لتعذر اللعان لما فيه من التناقص. (بدائع الصنائع، فصل في حكم اللعان، كراچی ۳/ ۲۴۶، زكريا ۳/ ۳۹۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۷۹۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳/ ۱/ ۱۴۱۵ھ

نکاح کے ایک دن بعد پیدا ہونے والا بچہ ثابت النسب ہوگا یا نہیں؟

سوال [۷۳۸۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: نکاح کے صرف ایک دن بعد زید کی منکوحہ نے بچہ جنا، زید کہتا ہے کہ یہ بچہ میرا ہے میں اس کا والد ہوں، کیا یہ زید کا دعویٰ عند الشرع معتبر ہے؟ اور بچہ ثابت النسب کہلائے گا؟

المستفتی: محمد شعیب، ساؤتھ افریقہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب نکاح کے بعد چھ ماہ مکمل ہونے سے قبل بچہ پیدا ہو گیا تو وہ بچہ شرعی طور پر زید کا نہیں ہوگا اگر چہ زید نے نکاح سے قبل اس عورت سے زنا کے ذریعہ حمل ٹھہرایا ہو، لہٰذا زید کا دعویٰ شرعاً معتبر نہ ہوگا، اور نہ ہی بچہ زید کا ہوگا اور نہ بچہ زید کا وارث بن سکے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۱۱/۳۴)

لو نکحها الزانی حل له وطؤها اتفاقا والولد له، (وتحته فی الشامیة) إن جاء ت بعد النكاح لستة أشهر فلو لأقل من ستة أشهر من وقت النكاح لا يثبت النسب. (شامی، کتاب النکاح، قبیل مطلب: فیما لو زوج المولی أمته، زکریا دیوبند ٤/١٤٢، کراچی ٣/٤٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ ذیقعدہ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۴۲۱۳)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۱۱/۱۸ھ

نکاح کے ساڑھے پانچ ماہ بعد پیدا ہونے والے بچہ کا نسب

سوال [۷۳۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک لڑکی کی شادی ۱۹/ جون ۱۹۸۷ء کو ہوئی یکم دسمبر کو لڑکا پیدا ہوا، قریب ساڑھے

پانچ ماہ کے بعد، لوگوں نے اعتراض کیا کہ یہ لڑکی امید سے آئی تھی، یہ نکاح ناجائز ہے، یہ نکاح دوبارہ ہونا چاہیے، فتویٰ دیں کہ کیا کرنا ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اب تک حرام کاری ہوئی، اب لڑکی فارغ ہوگئی ہے، کیا نکاح باقی رہا، یا دوبارہ کرنا ضروری ہے؟ یہ سب مغالطہ سے ہوا۔

المستفتی: محمد ننھے، اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مذکورہ میں شرعاً نکاح صحیح ہو چکا ہے۔

وصح نكاح حبلى من زنا لا حبلى من غيره. (الدر المختار، كتاب النكاح قبيل مطلب: فيما لو زوج المولى أمته، زكريا ديوبند ٤/ ١٤١، كراچى ٣/ ٤٨، كوئٹه ٢/ ٣١٦)

اور جو لڑکا چھ ماہ سے قبل پیدا ہوا ہے اس کا نسب موجودہ شوہر سے ثابت نہیں ہوگا، بلکہ اس کو ماں کی طرف منسوب کیا جائیگا۔

إذا تزوج الرجل امرأة فجاءت بالولد لأقل من ستة أشهر منذ تزوجها لم يثبت نسبه. (هنديه، الباب الخامس عشرفى ثبوت النسب، زكريا قديم ١/ ٥٣٦، جديد ١/ ٥٨٨، هدايه اشرفى ٢/ ٤٣٢، مجمع الأنهر مصرى قديم ١/ ٤٨٦، دار الكتب العلمية بيروت ٢/ ١٥٩)

لہٰذا موجودہ شوہر پر اس بچہ کے اخراجات واجب نہیں ہوں گے اور دونوں کے درمیان وراثت بھی جائز نہیں ہوگی، بلکہ ان سب کا تعلق ماں کے ساتھ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۶۹۸)

چھ ماہ سے قبل پیدا ہونے والے بچہ کا نسب

سوال [۷۳۹۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے شادی کی، شادی کئے ہوئے پانچ ماہ سات دن گذرے تھے کہ ایک لڑکا پیدا ہوا، لڑکا چار پانچ روز زندہ رہا اس کے بعد مرگیا، آیا یہ حمل زید ہی کا ٹھہرا ہوا ہے یا

اور کسی کا، اگر اس کا حمل پہلے سے ٹھہرا ہوا ہے تو، اس شک کو دور فرما کر قرآن وحدیث کی روشنی میں ہمیں کیا عمل کرنا چاہیے؟ واضح فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نکاح ہر حال میں صحیح اور درست ہو چکا ہے، البتہ جو بچہ نکاح کے پانچ ماہ سات روز بعد زندہ پیدا ہوا ہے وہ شرعاً زید کا نہیں ہے، اور اس بچہ کے زید کا نہ ہونے کی وجہ سے نکاح نہیں ٹوٹے گا، بلکہ نکاح اپنی جگہ صحیح ہے۔

ولو ولدت لأقل منه لم يثبت (تحته في الشامية) لأنه تبين أن العلوق كان سابقا على النكاح. (شامی، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل فی ثبوت النسب، زکریا ٥/ ٢٤٠، کراچی ٣/ ٥٤٧)

وصح نكاح حبلى من زنى الخ. (درمختار کراچی ٣/ ٤٨، زکریا ٤/ ١٤١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍شوال المکرم ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۲۸۵۴)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۱۰/۱۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۹ باب الحضانة

بیوی کو طلاق دینے کے بعد بچہ کس کو ملے گا؟

سوال [۷۳۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی، مجبور ہوکر کہ وہ عورت حد سے زیادہ بدچلن تھی اور گھر میں رہنا بھی نہیں چاہتی تھی اور اب وہ مہر مانگ رہی ہے، اور ایک سال سے رکی ہوئی تھی، اور میرا ایک لڑکا بھی ہے، ایک سال کا، اور میں سات ہزار روپیہ اس کا مہر دینے کو تیار ہوں، اور عدت کے ۵۰۰/روپیہ بھی دے رہا ہوں اور اب میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا لڑکا مجھے مل جائے، شریعت کی رو سے مل سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد اشرف بن عبدالاحد، محلّہ بارہ شاہ، صفالال مسجد، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مہر اور عدت کا نفقہ ادا کرنے کے باوجود شرعاً بچہ کو اگر ماں اپنے پاس رکھنا چاہے تو سات سال پورے ہونے سے قبل بچہ آپ کو نہیں مل سکتا، سات سال تک بچہ کو ماں اپنے پاس رکھنے کا حق رکھتی ہے۔

والحاضنة أُما أو غيرها أحق به أي بالغلام حتى يستغني عن النساء وقدر بسبع وبه يفتي. (الدر مع الرد، كتاب الطلاق، باب الحضانة كراچی ۵٦٦/۳، زكريا ۲٦۷/۵، وهكذا في مجمع الأنهر دار الكتب العلمية بيروت ۱٦۹/۲)

والأم والجدة أحق بالغلام حتى يستغني وقدر بسبع سنين -إلى- والفتوىٰ على الأول. (هنديه، الباب السادس عشر في الحضانة، زكريا قديم ۵٤۲/۱، جديد ۵۹۳/۱)

الأم أحـق بـالغلام ما لم يبلغ سبع سنين، أو ثمان سنين، وفي الكافي: والفتوىٰ على سبع سنين. (الـفتـاوىٰ التاتارخانية، الفصل الثلاثون في حكم الولد عند افتراق الزوجين زكريا ٥/٢٧٣ رقم: ٧٨٣٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍محرم ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۱۰۴۸)

مطلقہ اگر بچوں کی پرورش نہ کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال [۷۳۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بیوی اگر بچوں کی پرورش نہ کرنا چاہے تو کیا حکم ہے؟

المستفتی: قمر ریاض، بارہ دری، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بیوی اگر بچوں کی پرورش نہ کرنا چاہے تو اس کو اختیار ہے، مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

لاتجبر من لها الحضانة. (الـدر مع الرد، كتاب الطلاق، باب الحضانة زكريا ديوبند ٥/٢٥٨، كراچی كوئٹه ٢/٦٩٠)

من لها الحضانة لاتجبر عليها إن أبت لاحتمال أن تعجز عن الحضانة.

(مـجـمـع الأنهـر، بـاب الـحـضـانة مـصـرى قديم ١/٤٩٠، دار الكتب العلمية بيروت جديد ٢/١٧٠ وهـكـذا في الهـنـدية، زكـريـا قديم ١/٥٤١، جديد ١/٥٩٢، هدايه اشرفی ديوبند ٢/٤٣٤، البحر الرائق كوئٹه ٤/١٦٦، زكريا ٤/٢٨٠-٢٨١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍جمادی الثانی ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۷۴۶)

بچوں کی پرورش کا حقدار اور نفقہ کا ذمہ دار کون ہے؟

سوال [۷۳۹۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بچوں کی پرورش کا حق کسے پہنچتا ہے اور ان کے اخراجات کا ذمہ دار کون ہے؟

المستفتی: قمر ریاض بارہ دری، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بچوں کو رکھنے کا حق (حق پرورش) ماں کو حاصل ہے، لڑکا ہو تو سات سال تک اور لڑکی ہو تو بالغ ہونے تک اور بچوں کے اخراجات باپ کے ذمہ لازم ہیں۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده عبد الله بن عمرو أن امرأة قالت: يا رسول الله! إن ابني هذا كان بطني له وعاء، وثديي له سقاء، وحجري له هواء، و إن أباه طلقني و أراد أن ينزعه مني، فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم: أنت أحق به مالم تنكحي. (سنن أبي داؤد، الطلاق، باب من أحق بالولد، النسخة الهندية ١/ ٣١٠، دار السلام رقم: ٢٢٧٦)

والحاضنة أُما أو غيرها أحق به أي بالغلام حتى يستغني عن النساء وقدر بسبع وبه يفتى (وقوله) والأم والجدة لأم أو لأب أحق بها أي بالصغيرة حتى تحيض أي تبلغ في ظاهر الرواية. (الدر مع الرد، كتاب الطلاق، باب الحضانة، زكريا ديوبند ٥/٢٦٧، كراچی ٣/٥٦٦، كوئٹه ٢/٦٩٥، وهكذا في مجمع الأنهر دار الكتب العلمية بيروت ٢/١٦٩، هنديه زكريا قديم ١/٥٤٢، جديد ١/٥٩٣)

وتجب النفقة بأنواعها على الحر لطفله يعم الأنثى والجمع. (الدر مع الرد، باب النفقة، زكريا ديوبند ٥/٣٣٦، كراچی ٣/٦١٢، كوئٹه ٢/٧٢٨)

نفقة الأولا الصغار على الأب لايشاركه فيها أحد كمالايشاركه في نفقة الزوجة. (هدايه اشرفي ٢/٤٤٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍ جمادی الثانیہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۷۴۶)

بچوں کی پرورش کا حق ماں کے انتقال کے بعد نانی کو ہے یا باپ کو؟

سوال [۷۳۹۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عصمت جہاں کی شادی قریب چار سال قبل ہمارے لڑکے محمد صادق ولد عبد الخالق سے ہوئی، اب اس کے انتقال کو ایک مہینہ دس دن ہوگئے ہیں، مرحومہ نے دو بچے چھوڑے ہیں، ایک لڑکی جس کی عمر تین سال، ایک لڑکا جس کی عمر ایک سال، اب بچوں کی نانی بچوں کو نہیں دیتی، بچوں کا باپ، دادا، تاؤ تائی چاہتے ہیں کہ بچے ہمارے پاس رہیں اور نانی چاہتی ہے کہ بچوں کو میں رکھوں اور ان کے لیے کچھ رقم مقرر کردی جائے تو اب تحریر فرمائیں شرعاً حقدار کون ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بچوں کی نانی کو مذکورہ مطالبہ کا شرعاً حق ہے اور یہ حق لڑکی کے بالغ ہونے اور لڑکے کی عمر سات سال پورے ہونے تک باقی رہے گا اس کے بعد باپ کے مطالبہ پر باپ کے حوالہ کردینا لازم ہوگا۔

الأم أحق بالولد –إلی– ثم أم الأم و إن علت. (در مختار، کتاب الطلاق، باب الحضانة کراچی ۵۵۶/۳، زکریا دیوبند ۲۶۲/۵)

والحاضنة أُما أو غيرها أحق به أى بالغلام حتى يستغنى عن النساء وقدر بسبع وبه يفتى (وقوله) والأم والجدة لأم أو لأب أحق بها أى بالصغيرة حتى تحيض أى تبلغ فى ظاهر الرواية. (الدر مع الرد، کتاب الطلاق، باب الحضانة زکریا دیوبند ۲۶۷/۵، کراچی ۵۶۶/۳، کوئٹہ ۶۹۵/۲، وهكذا فى الفتاوىٰ التاتارخانية، زكريا ۲۷۳/۵ رقم: ۷۸۳۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۲۳۱/۲۶)

کیالڑکا سات سال اورلڑکی مشتہاۃ ہونے تک ماں کے پاس رہیں گے؟

سوال [۷۳۹۵]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سائل شفیق احمد نے اپنی بیوی رحمت جہاں کواس کی غیر موجودگی میں یوں کہا کہ میں نے اس کوطلاق دی، طلاق دی، طلاق دی، تین مرتبہ، سائل بچوں کے بارے میں کہتا ہے کہ میں ان کواپنے پاس ہی رکھوں گا، اس کونہیں دوں گا، لہٰذا کتاب وسنت کی روشی میں واضح فرمائیں کہ آیا طلاق ہوئی یانہیں؟ اگر ہوئی تو کون سی طلاق واقع ہوئی، نیز بچوں کے بارے میں سائل کاقول مذکور صحیح ہے یاغلط؟

المستفتی: شفیق احمد پیزادہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شفیق احمد جبکہ اپنی بیوی رحمت جہاں کوطلاق دینے کااقراری ہےایسی صورت میں رحمت جہاں مطلقہ مغلظہ ہوگئی، بغیر حلالہ شفیق احمد کے لیےتجدیدنکاح جائزنہیں ہے، رہامسئلہ بچوں کی پرورش کا تاوقتیکہ رحمت جہاں اپنی شادی کسی دوسرے سے نہ کرے وہ بچے جو کہ سات سال کی عمر سے کم کے ہیں، ان کی پرورش کا حق رحمت جہاں کوہی ہے، شفیق احمد کونہیں، البتہ بچوں کی پرورش کاخرچہ شفیق احمد کودیناہوگا۔

إذا وقعت الفرقة بين الزوجين فالأم أحق بالولد والنفقة على الأب، حتى يستغني فيأكل وحده ويشرب وحده ويلبس وحده ...... والخصاف رحمه الله: قدر الاستغناء بسبع سنين اعتبارا للغالب، وعليه الفتوىٰ، وكذا في الكافي وغيره. (هدايه، باب حضانة الولد ومن أحق به ۱/ ٤۱٤)

الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ: الطاف حسین
عبدالرؤف عفی عنہ	محمد انعام اللہ	محمد ایوب غفرلہ	مفتی: حیات العلوم
مفتی دارالعلوم جامع الہدیٰ مرادآباد	مدرسہ امدادیہ مرادآباد	دارالافتاء جامعہ نعیمیہ مرادآباد	مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مجیب محترم کا جواب مزید ایک قید کے ساتھ صحیح ہے کہ حق پرورش لڑکے کے حق میں سات سال اور لڑکی کے حق میں مشتہاۃ وبالغ ہونے تک ہے۔

والحاضنة أُما أو غيرها أحق به أى بالغلام حتى يستغنى عن النساء وقدر بسبع به و يفتى (وقوله) والأم والجدة لأم أو لأب أحق بها أى بالصغيرة حتى تحيض أى تبلغ فى ظاهر الرواية. (الدر مع الرد، كتاب الطلاق، باب الحضانة زكريا ديوبند ٥/٢٦٧، كراچی ٥٦٦/٣، كوئٹه ٢/٦٩٥، وهكذا فى مجمع الأنهر دار الكتب العلمية بيروت ٢/١٦٩، هنديه زكريا قديم ١/٥٤٢، جديد ١/٥٩٣، البحر الرائق كوئٹه ٤/١٧٠، زكريا ٤/٢٨٧-٢٨٨، قاضيخان زكريا جديد ١/٢٥٣، وعلى هامش الهندية ١/٤٢٣، بزازيه زكريا جديد ١/١١٠، وعلى هامش الهندية ٤/١٦٩) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍صفر ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۵۴۰)

لڑکا اور لڑکی کتنے سال تک کس کے پاس رہیں گے؟

سوال [۷۳۹۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق مغلظہ دے دی، شرعی پنچایت میں معتدہ کا مہر، وضع حمل تک کا خرچہ اور سامان جہیز واپس کردیا، مگر ہندہ حاملہ ہے، پیدائش کے خرچ میں، کچھ دوا علاج کی رقم زید نے ہندہ کو ادا کردی، بچہ پیدا ہوئے ۱۲؍دن گذر گئے تو زید نے اپنی اولاد ذکور کو کب تک رکھ سکتا ہے؟ اناث کو کب تک رکھ سکتا ہے؟ اور اولاد کی پرورش کا خرچ زید کو دینا پڑے گا یا نہیں؟ وضع حمل کے بعد دوا اور علاج کا خرچ زید کو دینا پڑے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر لڑکا ہے تو سات سال اور لڑکی ہو تو بالغ

ہونے تک، ہندہ کو اپنی اولاد اپنے پاس رکھنے کا حق ہے، اور اس کے درمیان میں بچوں کے اخراجات کی ذمہ داری زید پر ہوگی۔

والحاضنة أما أو غيرها أحق به أى بالغلام حتى يستغني عن النساء وقدر بسبع وبه يفتى (وقوله) والأم والجدة لأم أو لأب أحق بها أى بالصغيرة حتى تحيض أى تبلغ في ظاهر الرواية. (الدر مع الرد، كتاب الطلاق، باب الحضانة زكريا ديوبند ٥/٢٦٧، کراچی ٣/٥٦٦، کوئٹہ ٢/٦٩٥، وهكذا في مجمع الأنهر دار الكتب العلمية بيروت ٢/١٦٩، هنديه زكريا قديم ١/٥٤٢، جديد ١/٥٩٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍ربیع الاول ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۲۲۳)

لڑکی کا حق پرورش کس کو حاصل ہے؟

سوال [۷۳۹۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ لڑکی کا حق پرورش ماں کو کتنے سال تک حاصل ہے، ایک لڑکی کے والدین کے تعلقات خراب ہونے پر طلاق کی نوبت آگئی ہے، لڑکی کس کے پاس رہے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں ماں کو بچی کے بالغ ہونے تک حق پرورش حاصل رہے گا، البتہ بچی کا نان ونفقہ باپ کے ذمہ ہوگا، اور اگر ماں کسی دوسرے غیر مرد سے شادی کرلے اور اس کے ساتھ رہنے میں بچی کا ضرر ہو تو ماں کا حق پرورش ساقط ہوجائے گا۔

والحاضنة يسقط حقها بنكاح غير محرمه، والأم والجدة لأم أو لأب أحق بها أى بالصغيرة حتى تحيض أى تبلغ في ظاهر الرواية. (الدر مع الرد، كتاب الطلاق، باب الحضانة زكريا ديوبند ٥/٢٦٦-٥٦٨، کراچی ٣/٥٦٥-٥٦٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍شوال المکرّم ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر:۲۶/۱۹۹۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴؍شوال المکرّم ۱۴۱۰ھ

نابالغ بچوں کی کفالت کا ذمہ دار کون؟

سوال [۷۳۹۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: نابالغ بچوں کی کفالت کس کے ذمہ ہے؟، ماں کے ذمہ، یا باپ کے؟ حکم شرعی سے آگاہ فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں۔

المستفتی: حاجی شمس الدین، سرائے حسینی بیگم مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: نابالغ بچوں کی کفالت کی ذمہ داری شوہر پر ہوگی۔
(مستفاد: فتاویٰ دار العلوم دیوبند ۱۱/۸۹)

نفقة الأولاد الصغار على الأب لايشاركه فيها أحد كما لا يشاركه في نفقة الزوجة الخ. (هدايه، كتاب الطلاق، باب النفقة اشرفی ۲/٤٤٤)

وإذا وقعت الفرقة بين الزوجين فالأم أحق بالولد (إلى قوله) على الأب. (هدايه اشرفی ۲/٤٣٤)

وتجب النفقة بأنواعها على الحر لطفله. (الدر المختار كوئٹه ۲/۷۲۸، كراچی ۳/٦١٢، زكريا ديوبند ٥/٣٣٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍جمادی الاخریٰ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر:۲۴/۷۴۸)

بیوی کے پاس بچوں کے ہونے کی صورت میں کفالت کا ذمہ دار کون؟

سوال [۷۳۹۹]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اگر مطلقہ بیوی اپنے ساتھ بچوں کو رکھنا چاہے تو اس وقت ان کی کفالت کون کریگا؟

المستفتی: حاجی شمس الدین سرائے بیگم حسینی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیوی کو شرعاً پرورش کا حق ہے، اس وقت بھی بچوں کے اخراجات شوہر پر ہی لازم ہوں گے۔

وإذا وقعت الفرقة بين الزوجين فالأم أحق بالولد (إلى قوله) على الأب. (هدايه اشرفى ٤٣٤/٢)

والحاضنة أُما أو غيرها أحق به أى بالغلام حتى يستغني عن النساء وقدر بسبع وبه يفتى (وقوله) والأم والجدة لأم أو لأب أحق بها أى بالصغيرة حتى تحيض أى تبلغ فى ظاهر الرواية. (الدر مع الرد، كتاب الطلاق، باب الحضانة زكريا ديوبند ٢٦٧/٥، كراچی ٥٦٦/٣، كوئٹه ٦٩٥/٢، وهكذا فى مجمع الأنهر دار الكتب العلمية بيروت ١٦٩/٢، هنديه زكريا قديم ٥٤٢/١، جديد ٥٩٣/١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/جمادی الثانیہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۷۴۸/۲۴)

بچوں اور مطلقہ بیوی کی رہائش کا ذمہ دار کون؟

سوال [۷۴۰۰]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بچوں اور بیوی کے رہائش کا انتظام شوہر پر عائد ہوتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیوی کی رہائش کا ذمہ دار عدت ختم ہونے تک ہے، اس کے بعد نہیں اور بچوں کی رہائش کی ذمہ داری شوہر پر ہمیشہ ہے۔

وتجب لمطلقة الرجعي والبائن (إلى قوله) كفاءة النفقة والسكنى والكسوة (وقوله) وتجب النفقة بأنواعها على الحر لطفله. (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب النفقة، كوئٹه ۲/۷۲۶-۷۲۸، زكريا ديوبند ۵/۳۳۲ تا ۳۳۶، كراچی ۳/ ۶۱۰-۶۱۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍ جمادی الثانیہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۷۴۸)

طلاق کے بعد بچے کی پرورش، عدت، اور سامانِ جہیز کا حکم

سوال [۷۴۰۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری لڑکی ثمیر جہاں بنت محمد سلیم مرحوم کا نکاح چار سال قبل محمد ندیم ولد محمد شمیم قریشی ساکن عرب گلی ممبئی سے ہوا، جن سے ایک سال بعد ایک لڑکی پیدا ہوگئی، اس بچی کی عمر اس وقت تقریباً ۳؍ سال ہے، کچھ دن بعد ہی دونوں میں نااتفاقی ہوگئی، اور لڑکی اپنے میکہ مرادآباد آگئی اور ایک سال سے زائد سے میرے پاس ہے اور بچی بھی ماں کے پاس ہی ہے، صلح کی کوئی گنجائش نہیں ہے، لڑکی شوہر کے ظلم وستم کی وجہ سے وہاں پر رہنا نہیں چاہتی، طلاق ہونا طے پایا ہے، وہاں کے ثالثوں نے فیصلہ کرادیا ہے، اور طلاق ہوجائے گی مگر لڑکے والوں کی یہ شرط ہے کہ بچی کو یا تو ابھی ہمیں دیدو یا پھر یہ ہمارے کسی بھی چیز میں آئندہ حقدار نہ ہوگی اس سے ہمارا کوئی واسطہ نہ رہے گا، یہ ماں کو لکھ کر دینا پڑے گا، بچی چھوٹی ہونے کی وجہ سے ماں فی الحال دینا نہیں چاہتی، بڑی ہوکر دینے پر راضی ہے، لہٰذا قرآن وحدیث کی روشنی میں مندرجہ ذیل سوالات کا جواب مرحمت فرمائیں:

(۱) کیا کسی شخص کو کسی بچے کو اپنی وراثت سے بے حق کرنے کا حق ہے، اگر میری لڑکی لکھ کر بھی دیدے تو وہ بچی اپنے باپ کے مال میں سے بے حق ہوجائے گی یا پھر حق دار رہے گی؟

(۲) کوئی بچہ یا بچی کتنی عمر تک اپنی ماں کی کفالت میں رہ سکتی ہے اور اس کا خرچ

اٹھانے کا حقدار کون ہے؟

(۳) میری لڑکی کو شوہر سے الگ ہوئے ہوئے ایک سال ہوگیا ہے کیا وہ طلاق ہونے پر عدت گذارے گی، اور عدت کا خرچہ اور بچی کی پرورش کا خرچ شوہر سے لینے کی حقدار ہے؟

(۴) میری لڑکی کا جو جہیز کا سامان ہے وہ انہیں کے پاس ہے واپس ملے گا یا نہیں؟

المستفتی: زبیدہ خاتون، زوجہ محمد سلیم اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بچی ہر حال میں ماں باپ دونوں کی وارث بنے گی۔

﴿قال اللہ تعالیٰ: **فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْف.** [النساء: ١٩٤]﴾

عن أنس قال قال رسول الله ﷺ: من فر من ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (ابن ماجه، أبواب الوصايا، وهل أوصى رسول الله ﷺ، باب الحث على الوصية، النسخة الهندية ١٩٤، دار السلام رقم: ٢٧٠٣)

(۲) جو لڑکی پیدا ہوئی ہے اس کو بالغ ہونے تک ماں اپنی کفالت میں رکھنے کی حقدار ہے، اور اس کے خرچہ اخراجات کے بارے میں آپس میں صلح کر کے معاملہ طے کرلیں۔

والحاضنة ...... والأم والجدة لأم أو لأب أحق بها أى بالصغيرة حتى تحيض أى تبلغ فى ظاهر الرواية. (الدر مع الرد، كتاب الطلاق، باب الحضانة زكريا ديوبند ٥/٢٦٧، كراچى ٣/٥٦٦، كوئٹه ٢/٦٩٥، وهكذا فى مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ٢/١٦٩، هنديه زكريا قديم ١/٥٤٢، جديد ١/٥٩٣)

أحق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح أو بعد الفرقة الأم. (هنديه / الباب السادس عشر فى الحضانة جديد زكريا ديوبند ١/٥٩٢، زكريا قديم ١/٥٤١)

(۲) شوہر سے الگ رہنے کی وجہ سے عدت میں کوئی فرق نہیں آتا جس دن طلاق ہوتی ہے اسی وقت سے عدت شروع ہوتی ہے، اور طلاق کے بعد تین ماہواری گزرنے پر عدت پوری ہوتی ہے۔

وهـي فـي حـق حرة ...... تحيض لطلاق و لو رجعيا ...... ثلاث حيض كـوامـل، وتـحتـه فـي الشامية: ومقتضاه: أن ابتداء العدة من الحيض التالية له. (در مـختـار مع الشامي / كتاب الطلاق، باب العدة، قبيل مطلب: حكاية شمس الأئمة سرخسي زكريا ديوبند ٥/١٨١-١٨٢، كراچی ٣/٥٠٥)

(۴) جہیز کا سامان بیوی کی ملکیت میں ہوتا ہے، طلاق کے بعد جس حالت میں بھی سامان ہواسی حالت میں سارا سامان واپس لینے کا بیوی کو حق ہے اور اگر مہر ادا نہیں ہوا ہے تو مہر بھی وصول کرنے کا حق ہے۔

إن الـجهـاز مـلـک المرأة و أنه إذا طلقها تأخذه كله. (شـامی، كتاب النكاح، مـطـلـب: فـي دعـوى الأب: أن الجهاز عارية زكريا ديوبند ٤/٣١١، كراچی ٣/١٩٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ ذیقعدہ ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۷۰۳)

نابالغ بچوں کا باپ مرجائے تو ان کی پرورش اور ان کے مال کا ولی کون؟

سوال [۷۴۰۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کا انتقال ہو گیا ۶/ اولادیں ہیں کوئی بھی بالغ نہیں ہے، زید کی بیوی ہندہ بھی ہے، زید کے بھائی بھی ہیں، اور بچوں کے نانا بھی ہیں، زید کی جائیداد بھی ہے، اب صورت مسئلہ یہ ہے کہ (۱) ان نابالغ بچوں کی پرورش کا حق کس کو حاصل ہوگا ؟

(۲) زید کی میراث سے جو مال ان بچوں کے حصے میں آئے گا اس کے ذمہ دار بچوں کے چچا ہوں گے یا نانا ہوں گے، زید نے اپنے ترکہ میں کاروبار چھوڑا ہے؟

(۳) اگر اس کاروبار کو آگے بڑھانا ہو تو اس کی دیکھ بھال اور سرپرستی کا حق کس کو

حاصل ہوگا؟ کیا عورت مال کی یا کاروبار کی مالکہ بن سکتی ہے، مرحوم کی بیوی کو جو مال ملے گا اس کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) نابالغ بچوں کی پرورش کا حق ماں کو حاصل ہے۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده عبد الله بن عمرو أن امرأة قالت: يا رسول الله! إن ابني هذا كان بطني له وعاء، وثديي له سقاء، وحجري له حواء، و إن أباه طلقني و أراد أن ينزعه مني، فقال لها رسول الله ﷺ: أنت أحق به مالم تنكحي. (سنن أبي داؤد، الطلاق، باب من أحق بالولد، النسخة الهندية ۱/ ۳۱۰، دار السلام رقم: ۲۲۷۶)

أحق الناس بالولد حال قيام النكاح و بعد الفرقة الأم. (بزازيه، كتاب النكاح، مسائل الحضانة زكريا جديد ۱/۱۰۹، وعلى هامش الهندية ٤/١٦٩، قاضيخان جديد ۱/۲۵۲، وعلى هامش الهندية ۱/٤٢٢، الفتاویٰ التاتارخانية کوئٹه ۳/۸۹، زكريا ٥/۲۷۳ رقم: ۷۸۳۱)

تثبت للأم النسبية ولو كتابية أو مجوسية. (الدر المختار مع الشامي، باب الحضانة زكريا ٥/۲٥۳، كراچی ۳/٥٥٥)

(۲) صغیر کے مال کا ولی صرف باپ پھر اس کا وصی، پھر دادا، پھر اس کا وصی پھر قاضی ہے، قاضی نہ ہونے کی صورت میں شہر کے معتبر لوگ جسے متولی بنادیں وہی ولی کے قائم مقام ہے، صغیر کے لیے ترکہ کی تقسیم اور اس کے مال منقول میں تجارت اور زمین میں زراعت وغیرہ تصرفات کا حق صرف ولی فی المال کو ہے، البتہ ماں، بھائی اور چچا اس کے مال کی حفاظت کر سکتے ہیں، تصرف نہیں۔

الولي في النكاح لا المال العصبة بنفسه (تحته في الشامية) الولي فيه الأب ووصيه والجد ووصيه والقاضي و نائبه فقط. (شامي، كتاب النكاح، باب الولي، زكريا ٤/١٩٠-١٩١ كراچی ۳/٧٦)

ووصـی أبی الطفل أحق بماله من جده (تحته فی الشامیة) الولایة فی مـال الـصـغیر للأب ثم وصیه ثم وصی وصیه فإن لم یکن فللقاضی. (شامی، کتـاب الـوصـایا، باب الوصی وهو الموصی إلیه زکریا ۱۰/٤۲۹، کراچی ٦/٤۷۱، البحر الرائق کوئٹه ۸/٤٦۹، زکریا ۹/۳۲۹)

(۳) کاروبار کو آگے بڑھانے کا حق ان لوگوں کو حاصل ہوگا جو اس کے شرعی وارث ہوں۔

(۴) عورت مال یا کاروبار کی ذمہ دار بن سکتی ہے، نیز وہ اپنے مال کی بھی خود ذمہ دار ہے۔ (مستفاد: معارف القرآن ۲/۳۱۰)

﴿**قـال الله تعالیٰ: وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ.**﴾ [النساء:۷]

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍رجب المرجب ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۳۶٦)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۴؍۷؍۱۴۱۸ھ